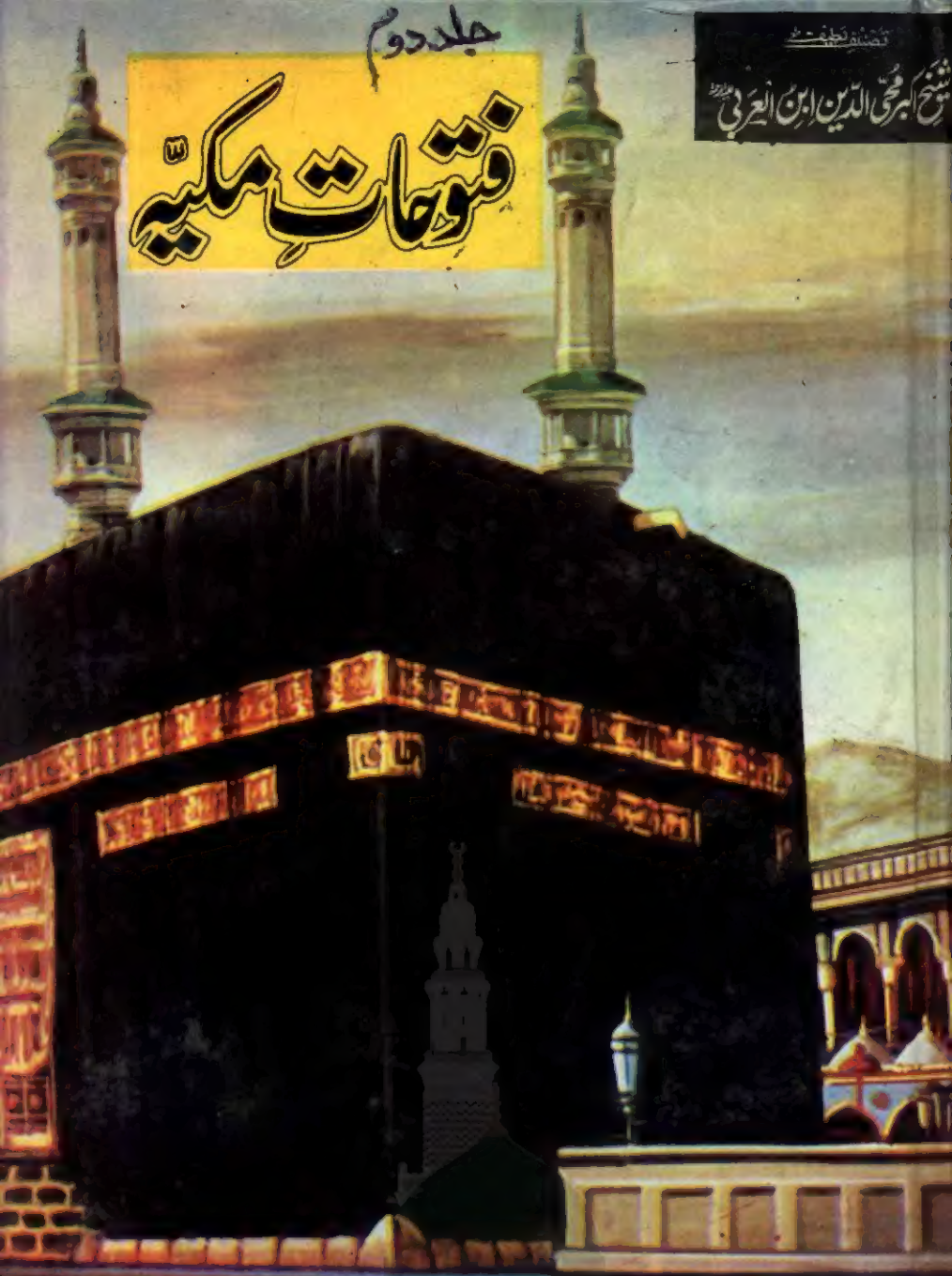


جلد دوم

تصانیف تطبیق - ط

شیخ اکبر محمد الدین ابن العربی

فتوحات مکیہ



علی ہمدانی تاجران کتب اشرف ماریٹ جھنگ بازار فیصل آباد



www.maktabah.org



www.maktabah.org



www.maktabah.org

جملہ حقوق بحق مترجم محفوظ ہیں

جلد دوم

فتوحاتِ مکہ

ت: احدثني شيخنا شفيق بن شيخنا محمد بن علي اندلسي المعروف بـ قدس
تصنيف، حضرنا ابن المكيين شيخ ابراهيم بن طاني ابن عربي البغدادي

ترجمہ

حضرت علامہ حکیم حشری فیصل آباد

تاشران

علی برادران تاجران کتب

ارشدمارکیٹ نزد جامعہ رضویہ جھنگ بازار فیصل آباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام کتاب _____ فتوحات مکیہ
مصنف _____ شیخ محی الدین ابن العربی
مترجم _____ علامہ صائم حشتی
پہلی بار _____ مئی ۱۹۹۱ء
تعداد _____ ایک ہزار
طابع _____ علی اکبر
مطبع _____ ظفر اینڈ فضل پرنٹر
کتابت _____ علم الدین اعوان
سائز _____ ۲۳ X ۳۶
صفحات مع متن _____ ۱۶
ناشر _____ علی برادران فیصل آباد
ہدیہ _____ ۱۱/۱۲ روپے
ملنے کا پتہ _____

علی برادران تاجران کتب

ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد

www.maktabah.org

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حروف کی تین قسمیں

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے جان لیں کہ عالمِ حروف سے جامع کلمات تین ہیں۔

- ۱۔ وہ حروف جو دوسرے حروف سے مستغنی ہیں اور بنفسہ قائم ہیں۔
- ۲۔ وہ حروف جو ان مستغنی اور غیر محتاج حروف کے محتاج ہیں اور بنفسہ قائم نہیں لیکن ان میں سے ہر ایک کے مطلوبہ لایحتاج حروف کی طرف اس کا ایک وصف راجع ہے جس سے وہ منفص ہے۔

کیونکہ وہ اس کی ذات سے نہیں مگر اس کے لئے اس کی ذات کی مصاحبت ہے تو جس طرح دوسرے حروف کے لئے درست ہے اس کے لئے بھی بنفسہ قائم لایحتاج ذات کا محتاج ہونا محتاجی کی وجہ سے درست ہے۔

- ۳۔ تیسرے حروف وہ ہیں جو دو لایحتاج حروفوں اور دو محتاج حروفوں کے درمیان کسی بھی لایحتاج اور محتاج حرف کے درمیان رابطہ قائم کرتے ہیں اور یہ حروف لایحتاج اور محتاج دونوں قسم کے حروف کے محتاج ہیں

چنانچہ لازم ہوا کہ ایک دوسرے کی طرف محتاجی کی حیثیت سے تمام حروف احتیاج و ضرورت کے ساتھ قائم ہیں اگرچہ وجوہ مختلف ہوں یہاں تک کہ ذاتی حیثیت سے غنی الحمید کا اطلاق سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے پر درست نہیں تو غنی اور لایحتاج کا نام ذاتِ محتاج کا نام حدیث اور تیسرے کا نام رابطہ رکھا گیا۔

حقائق کلمات

تو ہم کہتے ہیں کہ کلمات ان تین حقائق میں محصور ہیں۔

ذات ۔ ۲ ۔ حدث ۔ ۳ ۔ رابطہ ۔

یہ تینوں حقائق جو امع الکلم یعنی جامع کلمات ہیں۔ پس ذوات میں سے بہت سی انواع جنس ذات کے تحت داخل ہیں ایسے کلمہ حدث اور رابطہ کی جنس کے تحت داخل ہیں اور اس کتاب میں ان انواع اور ان کے مساق کے تفصیل کی احتیاج و ضرورت نہیں اور ہم نے اپنی تفسیر قرآن میں ان انواع کو کھول کر بیان کیا ہے۔

نحویوں کا کلام دیکھیں۔

اگر ہمارے بیان کو قیاس کرنا چاہیں تو نحویوں کے کلام اور اسم و فعل و حرف میں ان کی تقسیم پر غور فرمائیں اور ایسے ہی اہل منطق کے کلام پر نظر کریں۔

- ۱۔ ان کے نزدیک جو اسم ہے ہمارے نزدیک وہ ذات ہے۔
- ۲۔ ان کے نزدیک جو فعل ہے ہمارے نزدیک وہ حدث ہے۔
- ۳۔ ان کے نزدیک جو حرف ہے ہمارے نزدیک وہ رابطہ ہے۔

ان کے ہاں بعض احداث بلکہ تمام تر اسماء ہیں جیسا کہ کھڑے ہونا۔ قعود بیٹھنا اور اضرب مارتا ہے۔

وہ ہر کس کلمہ کو فعل قرار دیتے ہیں جو تعین زمان سے مقید ہو اور کلمات سے ہمارا مقصد ان حقائق پر چلتا ہے۔ جن پر وہ ہیں اور ہم نے قیام۔ تائم۔ یقوم اور قم مقرر کیا اور ان کے درمیان ہم نے مبہم و متعین زمانہ کے ساتھ فاصلہ کیا

زجاجی نے اس امر کو اچھی طرح جان کر کہا کہ حدث جبکی مثال قیام ہے وہ مصدر ہے
 زجاجی کی مراد اس سے یہ ہے کہ جو محدث سے صادر ہوا وہ اسم فعل ہے جس سے
 اسکی مراد اسم کلمہ قائم ہونا اس مخصوص حرکت کا نام ہے جس کے ساتھ اس کا نام
 قائم ہوا۔

تو یہ وہ ہیئت ہے جس کا نام اس کے وجود کے حال کی نظر کے ساتھ قیام اور
 اس کے ختم اور معدوم ہونے کے حال کی نظر سے قائم ہے اور اسکی نظر کے ساتھ
 تو ہم واقع ہونے سے اس کا نام قائم ہے اور یہ امر سوائے متحرک لفظ کے کبھی
 نہیں پایا جاتا اور یہ کلمات بنفسہ غیر قائم ہیں۔ اور پھر قائل اور فعل لفظ قائم اور
 یقوم کو چاہتے ہیں نہ کہ اس نفس فعل کو جو متحرک سے صادر ہوا۔

مثلاً قائما جس سے ہا کا اشتقاق ہو کر لفظ فعل کے اسم پر ٹوٹتا ہے اور
 وہ لفظ قیام سے ماخوذ ہے یعنی قائم اور یقوم سے نکلے ہیں۔ کیونکہ اس کے
 نزدیک مکروہ معرفہ سے پہلے ہے۔ اور نکرہ مبہم اور معرفہ زمانے کے ساتھ مختص
 اور قیام مہول الزمان اور قائم مختص الزمان ہے اگر اس پر ان داخل کیا جائے اور
 یقوم مختص الزمان ہے اگر اس پر تم داخل کریں۔ اور یہ اس شخص کا مذہب ہے۔ جو
 تعمیل کا قائل ہے۔ اور کہتا ہے کہ تعمیل ترکیب سے فرع ہے اور کہتا یقیناً مرکب
 ہی پایا جاتا ہے۔

اور اس شخص کے مذہب پر جو کہتا ہے کہ تفریق کے ساتھ ہے اور یقیناً ترکیب
 طاری ہوتی ہے تو یہ وہ امر ہے جو اکثر طور پر نقل کے باب میں مردودیتا ہے۔ کیونکہ
 یہ ظاہر و باہر ہے کہ مکروہ معرفہ سے پہلے ہے اور نزدیک لفظ معین شخص کے لیے وضع
 ہوا ہے۔ پھر اس لفظ میں اس کی مشارکت سے نیکر طاری ہوتی ہے تو اس کی
 تعریف کی طرف لغت اور بدل و غیر صماچی احتیاج ہوتی ہے پس محققین کے

نزدیک نرفہ نکرہ سے مقدم ہے اگرچہ اس کے لیے اور وجہ ہو لیکن اس کے لائق
یہی ہے۔

مکرم اور ہمارے راستے پر چل کر ترقی حاصل کرنے والے اچھی طرح جانتے ہیں
کہ اس سے ہماری غرض و غایت ایک دوسرا امر ہے اور وہ سوائے نسبتوں اور
امضافات کے ان دونوں اقوال سے ہی نہیں اور ان وجوہ پر نظر ہے جس کا ذکر طویل
ہے اور نہ ہی اس تذکرہ کو چھونے کی اس کتاب میں ضرورت ہے اس لیے
کہ ہم نے اس کتاب کے علاوہ اپنی دوسری کتابوں میں اس کا ذکر کر دیا ہے۔

حرکات کی قسمیں

ہم بیان کرتے ہیں کہ حرکات دو قسموں پر مشتمل ہے۔ حرکت جسمانیہ ،
حرکت روحانیہ

جبکہ حرکت جسمانیہ کے لیے بہت سی انواع ہیں جن کا تذکرہ اس کتاب میں آئے
گا۔ اور ایسے ہی حرکت روحانیہ کی انواع ہیں مگر ان کا تذکرہ اس کتاب میں ضروری
نہیں مگر کلام کی حرکات لفظاً اور تحریراً بیان کی جائیں گی۔

پس تحریری حرکات جسموں کی طرح اور لفظی حرکات اُن کے لیے روحوں
کی طرح ہوتی ہیں۔
مترکات دو قسموں پر مشتمل ہیں۔

۱۔ متکثر
۲۔ متلون

متلون ہر اس متحرک کو کہتے ہیں جو تمام حرکات یا بعض حرکات کے
ساتھ حرکت کرے چنانچہ تمام حرکات کے ساتھ اس کا متحرک ہونا اس طرح
ہے جیسا کہ دید سے لفظ وال کا متحرک ہونا اور اس کا بعض لفظوں کے ساتھ

متحرک ہونا اس طرح ہے جیسا کہ وہ اسماء جو غیر منصرف حال میں ہونے کی بناء پر پھرتے نہیں۔ کیونکہ وہ نیکر و اضافت میں منصرف نہیں ہوتے جیسا کہ لفظ احمد سے وال ہے۔

تمکین ہر وہ متحرک لفظ ہے جو ایک حرکت پر ثابت ہے اور اس سے منتقل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ مبنی اسماء مثلاً ھولاء اور خدام۔

اور جیسا کہ معرفت اسماء کے حروف جو ان سے اعراب کے حرف قبول کرتے ہیں جیسا کہ زید سے زاء اور یا اور ان کی مثنیٰ حروف۔

جاننا چاہیے کہ افلاک حرکات وہی افلاک حروف ہیں جن پر لفظاً اور خطاً وہ حرکات ہیں انہیں وہاں دیکھیں جہاں ان کے بساط و احوال اور مقامات بیان کیے گئے۔ جیسا کہ حروف کے بیٹے ہیں جن کا ذکر ہم انشاء اللہ تعالیٰ علیم حروف کے بیٹے مخصوص کتاب مبادی میں کریں گے۔

تلوین و تمکین حروف

جیسا کہ تلوین اور تمکین ذات کے بیٹے ثابت ہے ایسے ہی حدت اور رابطے کے بیٹے ثابت ہے لیکن رفع اور نصب اور حذف صفت اور حذف رسم میں ہے اور یہ کہ تلوین دو اموروں کے بیٹے موافقت اور استعاضہ واضطرار کے ساتھ رابطے کی ترکیب ہوتی ہے جبکہ موافقت سے مراد اتباع ہے جیسا کہ هذا ابنم۔ یہ ابنم ہے، وائیت ابنما میں نے ابنم کو دیکھا اور عجبیت ابنم یعنی ابنم سے متعجب ہوا۔

استعارہ سے مراد حرکت نقل ہے جیسا کہ قد افلم کے وال کی حرکت نقل کرنے والے کی قرأت میں ہوتی ہے۔

اور اضطراب کے ساتھ ساکن حروف کے ملنے کی تحریک اور ترکیب ذاتی میں موافق کے اتباع کی حرکت ہوتی ہے۔ اگرچہ تمام حروف کی اصل تملکین ہے اور اس کی بنیاد ہماری فطرت کے مطابق ہے اور یہاں عقل منہ آدمی کے لئے اسرار ہیں۔ مگر والدین فطرت مقیدہ سے منقل کرتے ہیں نہ کہ فطرت مطلقہ سے۔

ایسے ہی ممکن حروف کو اپنے مقام میں خلل نہیں آتا اور وہ تمام تر ثبات مبنی اپنے حال پر ساکن اور ٹھہرے ہوئے ہیں۔

پھر صے بیان کرنے والا اپنے دل کی بات سننے والے کو پہنچانا ہے تو اسے تلوین کی طرٹ محتاجی ہوتی ہے اور ابوطالب مکی کے نزدیک وہ اس فلک کو حرکت دیتا ہے۔ جس سے حرکات پیدا ہوتی ہیں اور اس کے علاوہ کے نزدیک وہی پہلی بات ہے اور لفظ یا تحریر اس فلک سے پیدا ہوتے ہیں۔

اور یہ مقام معاینہ حقائق کا ارادہ کرنے والے کے لئے ہے اور ہم وہ نہیں کہتے جو ابی طالب نے کہا اور مختصر بیان کرتے ہیں اور نہ ہی وہ کہتے ہیں جو ابی طالب کے علاوہ نے کہا بلکہ اس میں اختصار کرتے ہیں کیونکہ دونوں میں سے ہر ایک نے ایک ایک جہت سے حق کہا ہے۔ اور اسے پورا نہیں کیا،،

ہم کہتے ہیں کہ حقائق الہیہ ہیں افلاک علویہ پر اس وجہ کے ساتھ توجہ دیتے ہیں جس کے ساتھ اپنے آثار کے محلات پر متوجہ ہیں اور یہ امر ابی طالب کے علاوہ کے نزدیک ہے اور حقیقت اپنے مرتبے کو قبول کرتی ہے کہ ابی طالب کے علاوہ کے نزدیک یہ بھی ہے کہ چونکہ افلاک لطافت میں حقائق کے بہت قریب ہیں لہذا حقائق کی کورتوں سے صاف اور پاک مقام پر پہنچنے اور عدم شغل کی بنا پر وہ بہت پہلے قبول کر لیتے ہیں اس لئے انہیں مؤثر سبب بنایا۔ اور اگر اس بات کا قائل یہ جانتا ہے کہ یہ حقائق پہلے لطافت میں ثبات

کی بناء پر توجہ دیتے ہیں جو کہ انسان کے انفاکس میں تو وہ عالم انفاکس سے
اُس فلک علوی کو حرکت دیتا جو اُس کے مناسب ہے اور یہ ابی طالب کا مذہب
ہے

پھر یہ فلک علوی عضو مطلوب کو مطلوبہ غرض کے ساتھ اُس مناسبت کے
ساتھ حرکت دیتا ہے جو ان دونوں کے درمیان ہے کیونکہ فلک علوی اگرچہ لطیف
ہے تاہم وہ ہمارے عالم انفاکس کے برعکس کثافت کے پہلے اور لطافت کے
آخری درجہ میں ہوتا ہے۔

نیز یہ کہ مذہب اکٹھے ہوئے جاتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک اختلاف
درست نہیں اور نہ ہی یہ ہمارے طریق میں ہے مگر یہ سب کچھ کھونے اور مزید
وضاحت کی بناء پر ہے۔

یہاں آپ اللہ تبارک و تعالیٰ کے بہت بڑے اسرار میں سے
اُس عجیب راز کو جان لیں جسکی طرف ہم نے اور ابو طالب مکی نے اپنی کتاب
قوت القلوب میں اشارہ کیا ہے۔

متکلم کو تلویں کی محتاجی ہے

پھر ہم اپنے موضوع کی طرف لوٹتے ہوئے کہتے ہیں کہ متکلم اپنے مقصد
تک پہنچنے کے لئے تلویں کا محتاج ہوتا ہے تو حروفِ حرکات کے جاننے
اور اُن سے اپنی مراد حاصل کرنے کے لئے عالمِ حروف و حرکات کو اپنے
مقابل پاتا ہے۔ کیونکہ نہ تو وہ اپنے حال سے زائد ہوتے ہیں اور نہ اُن کی
حقیقت باطل ہوتی ہے مگر متکلم کے تخیل میں ہوتا ہے اُس نے حرف میں تغیر
واقع کر دیا ہے۔ حالانکہ وہ تغیر نہیں ہوتا۔

دلیل سے یہ ہے کہ اگر آپ کی نظر زید کی وال میں اس حیثیت سے فناء ہو جائے کہ وہ وال تو اس میں اس کے تقدم کی حیثیت سے غور کریں۔ مثلاً قائم تو اس پر فارغ ہو کر غور کریں یا یہ کہ کوئی فعل لفظی جس کے ساتھ اس سے گفتگو کی جائے تو آپ کے لئے یہ درست نہیں۔ کہ سوائے مخصوص رفع معنی زبر کے کوئی اور حرکت استعمال کریں تو وہ اپنی اس بناء سے زائل نہیں ہوتا جس پر وہ پایا گیا ہے اور جس کا خیال ہے کہ فاعل کا وال ہی مفعول یا مجرور کا وال ہے تو وہ ملاوٹ کرتا ہے اور اس کا عقیدہ ہے کہ پہلا کلمہ دوسرے کلمہ کی عین ہے اس کی مثل نہیں۔

اور جس کا اعتقاد ہے کہ یہ امر وجود میں ہے تو وہ بھی راہِ صواب سے دور ہٹا ہوا ہے۔ اگر ہمیں اللہ تعالیٰ نے الہام کیا تو کسی قدر الفاظ کو اس فصل میں بیان کریں گے۔

اشترک لفظی حقیقتوں کو نہیں بدلتا

آپ پر ظاہر ہو چکا ہے کہ اصل میں ہر چیز مسلم الثبوت ہے کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ عبد کے ثبوت کی حقیقت اور اس کا ممکن عبودیت میں ہے۔ اگر وہ ایک یوم وصف ربّانی کے ساتھ متصف ہو تو یہ نہ کہیں کہ وہ وصف اس کے پاس عاریتاً ہے لیکن اس حقیقت کو مد نظر رکھیں جس نے اس وصف کو قبول کیا اور جس کا ثبوت اس حقیقت میں پایا جاتا ہے اور جب اس حقیقت کے عین کا ظہور ہوتا ہے۔ تو اس کا محل اس خلیہ میں ہوتا ہے پس آپ یہ نہ کہیں کہ اپنے رب کے وصف کے ساتھ وہ اپنے طور سے نکل گیا ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنا وصف نکال کر اس کو نہیں دیتا بلکہ لفظ و معنی میں شبہ واقع ہوتا ہے۔ ساتھ اس کے کہ وہ غیر محقق کے پاس تو کہتا ہے یہ وہی ہے اور

بحر جانتے ہیں کہ یہ نہیں ہے اور یہ بات اس کے لائق ہے اور یہ بات اس کے لائق نہیں لیکن اس کے نزدیک جسے عاریتاً یا امانتاً یہ امر نہیں پہنچا تو یہ اس کا قصور ہے اور اس کا کلام اور ایک حقائق سے ناجنبا کا کلام ہے کیونکہ یہ کہے تو لازماً اسے یہ حق پہنچا پس وہ عید رب نہیں ہوتا۔ اگرچہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے حق میں کہا جاتا ہے کہ وہ عالم ہے اور عید معنی بندے کے حق میں بھی کہا جاتا ہے کہ وہ عالم ہے اور ایسے ہی حقی و مرید، سمیع و بصیر اور تمام صفات اور برکات ہیں جن میں رب اور عید کے درمیان اشتراک لفظی ہے۔

پس وہ اگر آپ نے حد میں حیاتِ حق کو حیاتِ عبد قرار دے دیا تو آپ پر محالات لازم آئیں گے کیونکہ جب آپ رب تعالیٰ کی زندگی کو اس کے حق و ربوبیت پر مقرر کریں گے اور عبد کی زندگی کو کائنات کے استحقاق پر شمار کریں گے تو عبد کا حق ہے کہ وہ زندہ ہو اور اگر اسے یہ حق نہ پہنچا تو یہ امر درست نہ ہوتا حق تعالیٰ جل شانہ امر و قاهر نہیں مگر اپنی ذات کے لیے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ امور یا مقہور ہو۔

اب جبکہ یہ ثابت ہے کہ امور اور مقہور دوسرا امر اور دوسری عین ہے۔ تو لازماً عبد، حقی، عالم مرید اس امر کے ساتھ ممکن ہو جس سے اس کے ساتھ ارادہ کیا گیا اور حقائق سے بھی تہ چلتا ہے۔

تو اس پر ایک حرف ہے جو سوائے اپنی حرکت کے قبول نہیں کرتا جیسا کہ ہذا میں صاف ہے۔ اور پھر ایک حرف ہے جو اپنی جسمانی اور روحانی صورت کی جہت سے دو اور جن حرکات کو قبول کرتا ہے جیسے کہ، اٹھا اور بہ کے ضمیر میں صاف ہے جیسا کہ آپ اپنی ذات کے ساتھ خجالت قبول کرتے ہیں تو آپ کا چہرہ سُرخ ہو جاتا ہے اور آپ کی ذات خوف قبول کرتی ہے۔ تو آپ کا چہرہ زرد ہو جاتا ہے اور کچھ مختلف رنگوں کو قبول کرتا ہے۔ اور کشف باقی نہیں رہتا۔ مگر اس حقیقت سے جو اعراض کو قبول کرتی ہے

کیا وہ ایک ہی ہے یا اس کی شان عدم اور وجود میں اعراض کی حالت جیسی ہے اور یہ بحث نفاذ سے کیے ہوئے ہے اور ہم اس کے محتاج نہیں اور نہ ہی اس کی طرف التفات کرتے ہیں کیونکہ یہ ایک بحر عمیق ہے۔ جس کی معرفت مرید کے حال کے ساتھ باب کشف سے ہے۔ کیونکہ نگاہ کشف سے آسان اور نگاہ عقل سے اس کو جان لینا مشکل ہے۔

اگر آپ ہماری طرح جانتے ہوں

پھر ہم اپنے مضمون کی طرف لوٹتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب حقیقتِ فاعلیت اپنی مخصوص بنا پر فعل سے فراغت کے بعد صرف پر قائم ہوتی ہے تو آپ کہتے ہیں۔ قال اللہ اور جب اس کو طلب کرنے والی حقیقت اس کے ساتھ قائم ہو تو اس کے نزدیک اس کا نام منصوب بالفعل یا مفعول جو پائیں نہ لیں اور یہ کہ آپ اس سے امداد طلب کریں یا اس کا قصد کریں جیسا کہ مجھ سے اس کا قصد کریں جیسا کہ مجھ سے اس امر کے ساتھ قیام طلب کیا جس کے ساتھ میں مکلف ہوں۔ تو اس نے مجھے نہیں عطا کیا۔ مگر عطا میرے سوال کے بعد ہوتی ہے پس میرا سوال یا حال اس وعدہ کے ساتھ میرے سوال کا قائم مقام ہوا جو اس نے مجھے عطا کرنے کا کیا تھا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَكُنَّا حَقَّاعِلِينَ أَنْصَرِ الْمُؤْمِنِينَ

اور مومنوں کی امداد کرنا ہم پر ان کا حق ہے۔

پس میرا سوال اس کے امر سے ہے اور اس کی عطا اس سے میرے مانگنے سے ہوتی۔

آپ کہتے ہیں دعوتِ اللہ تو حرفِ ہا کو نصب کرتے ہیں اور کبھی ہا پر پیش کی جگہ زبر ہوگی تو ہم حرکات کے ساتھ اختلافِ حقائق کو جان لیتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ بعض

لوگوں کے لئے اس میں اصطلاح ثابت ہے اور یہ تب ہوگا جب ہمارے ساتھ دوسرا کلام کرے گا اور کلام کرنے والا حقائق کو پہلے ہی جانتا ہے۔ اور مفہوس افلاک کی طرف انقضاء فیطر پر اجراء افلاک کرتا ہے، اگرچہ اس مقام و مشابہ کا ہر متعلم اس کی تفصیل کا علم نہ رکھتا ہو اور وہ نہ جاننے کی حیثیت سے اسے جانتا ہے۔

اور یہ امر اس کا اشیاء کا وہ مقظا ادا کرنا ہے جس کے ساتھ لفظ معنی پر دلالت کرتا ہے اور یہ مقام لفظ میں بحث کرنے والے کا ہے کہ وہ دیکھے کہ اس کا مدلول کیا ہے۔ جس پر متکلم کے مقصود معانی کی دلالت ہو اور ہر معنی لفظ کے ساتھ دلالت کرتا ہے وہ متحقق امر کی خبر دیتا ہے۔

ہم نے معنی اور آواز کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ اس کے افلاک ان افلاک کے علاوہ ہیں۔ اور ایک گروہ کے برعکس دوسرے گروہ کے حق میں تحریر سے حرکات کو گرا دینے کا سبب کیا ہے اور یہاں سے ہے تو ان تمام کا ذکر کتاب مبادی میں ہے اس لئے کہ اس کتاب کی لطافت کی بناء پر اس میں ہمارا مقصد ایجاز و اختصار ہے۔

اگر آپ حقائق اور عالم ابداع پر اسی طرح مطلع ہو جائیں جس طرح ہم ہیں تو آپ ہر حقیقت و روح اور معنی کو اس کے مرتبہ پر ملاحظہ فرمائیں گے تو اس پر غور کریں اور اسے لازم کریں۔

الفاظ تجسیم و تشبیہ

ہم نے اس کتاب کے ملحق بعض حقائق حرکات کا ذکر کر دیا ہے اور معانی کو موڑتے ہوئے ان کلمات کی صرفت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جن کا ہم نے ذکر کیا تھا۔

مثلاً۔ استواء۔ آتین۔ فی۔ حاک۔ اٹھاٹ۔ فرج، تبشیش،
تعبت۔ بل۔ مبعیت۔ عین۔ ید۔ قدم۔ وجہ۔ صمود
تحوّل۔ غضب۔ حیار۔ صلواة، فواخت اور ان

جیسے وہ دوسرے الفاظ جو قرآن و حدیث میں وارد ہوئے ہیں اور ان سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے تشبیہ و تحسین کا وہم لاحق ہوتا ہے۔ اور جو خاص عقل کے نزدیک فکر ہی نظر میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی شان کے لائق معلوم نہیں ہوتے۔ ہم کہتے ہیں کہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور اس میں وہی ہے جو عربی زبان میں ہے پایا جاتا ہے۔

چونکہ اہل عرب عقل میں نہ آنے والی بات کا شعور نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں یہ کلمات اس صورت پر نازل ہوئے کہ وہ انہیں سمجھ سکیں۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ثُمَّ وَنَزَّلْنَاهُ فِي قَابِ قَوْسَيْنِ أَمْ دُفِّ اِنْجُمِ آتٍ

چونکہ عرب کے بادشاہ اپنے مرتب و مکرم بندے کو صاف اسی قدر فاصلے پر بجاتے تھے تو اس خطاب سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنے پیروں و گارے سے قربت کی تفہیم ہوگئی تو اس سے سوائے قربت کے اور سمجھیں پس برہان عقلی سے حد اور مسافت و فاصلہ کی نفی ہوگئی۔ یہاں تک کہ کہیں اس باب سے متعلق تیسرے باب میں تنزیہ باری تعالیٰ کے سلسلہ میں ایسا کلام آئے گا۔ جس سے ان الفاظ میں تشبیہ کا وہم دور ہو جائے گا۔

الفاظ کی قسمیں

اہل عرب کے نزدیک الفاظ چار اقسام پر مشتمل ہیں۔

۱۔ الفاظ متباینہ اور یہ وہ اسماء ہیں جو اپنے سنی سے تجاوز نہیں کرتے جیسا کہ بحر منہاج مقصود یعنی سمندر چابی اور مقصود

۲۔ الفاظ متوالیہ، یہ ہر وہ لفظ ہے جس میں متعدد انواع سے کسی ایک نوع پر اطلاق کرنا طے شدہ ہے جیسا کہ رجل، مراۃ یعنی مرد اور عورت۔

۳۔ الفاظ مشترکہ، یہ واحد کے صیغہ پر آنے والا ہر وہ لفظ ہے جس کا اطلاق مختلف معانی پر ہو۔ جیسا کہ میں، ہشتی، انسان، یعنی آنکھ، خرما اور انسان۔

۴۔ الفاظ مترادف ان الفاظ کا مختلف صیغوں میں ایک ہی معنی پر اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ، اسد، ہنر اور غضنفر، ان تینوں لفظوں کا معنی شیر ہے۔

یاد رکھو کہ، سیف، جسام، صادم، ان تینوں الفاظ کا معنی تلوار ہے۔
یاد رکھو کہ، خمر، رقیق، صبا اور خندریں۔ ”تو ان چاروں الفاظ کا معنی شراب ہے۔
اشتباہ لفظی۔

طالع میں بھی الفاظ اہمات ہیں۔ مثلاً ٹنڈک، گرمی، خشکی اور تری پھر منشا بہتیار اور منقولہ وغیرہ الفاظ ہیں جو تمام تر اصطلاح کے ساتھ اپنی اہمات کی طرف لوٹتے ہیں۔ کیونکہ مشتبہ ہیں اگر آپ کہیں کہ الفاظ کے قبیلوں سے مشتبہ پانچواں قبیلہ ہے۔ مثلاً نور کا اطلاق معلوم پر اور علم پر ہوتا ہے کیونکہ نور کی علم سے مشابہت ہے جس کے ساتھ چشم بصیرت و ابو کر معلوم کو جان لیتی ہے۔ جیسا کہ مرنی محسوس کے کشف میں بصارت کے ساتھ نور ہوتا ہے۔

اب جبکہ یہ تشبیہ درست ہے تو علم کا نام نور رکھا اور اس کا مشترکہ الفاظ سے الحاق کر دیا۔ چونکہ ان اہمات سے کوئی لفظ الگ نہیں ہوتا اس لیے اس باب میں دیکھنے والے کی یہ حد ہے اور ہم ان کے ساتھ اس سلسلہ میں یہ بات کہتے ہیں بلکہ ہمارے پاس حقائق پر اطلاع پانے کی جہت سے مزید علم ہے جس پر وہ لوگ مطلع نہیں ہوئے۔ چنانچہ ہمارے علم میں یہ امر بھی ہے کہ تمام تر الفاظ متبائن اور الگ الگ ہیں اگرچہ نطق میں مشترک ہوں اور دوسری جہت سے مشترک ہیں اگرچہ نطق میں الگ الگ ہوں۔ اور اس بات کی طرف اس باب میں حروف کی فصل کے آخر میں ہم اشارہ کر چکے ہیں۔

تشبیہ خداوندی کے بارے میں آیات و احادیث۔

اے میرے پیارے دوست اب جیکہ آپ اس امر کو جان چکے ہیں تو یہ بھی جان میں کر واقف کار محقق عارف کے سینے وہ آیات و احادیث حجاب نہیں بنتیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی تقدیس و تنزیہ کے اثبات اور مماثلت و تشبیہ کی نفی کے مقابلہ میں وارد ہوئی ہیں اور جن میں اللہ تبارک و تقدس کے لئے تشبیہ، جہت اور مکان و زمان کی تہنیت ثابت ہوتی ہے، جیسا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کو فرمایا: ”ایں اللہ، یعنی اللہ کہاں ہے؟ اس نے آسمان کی طرف اشارہ کر دیا تو آپ نے اس عورت کے ہونٹوں پر اشارہ کیا۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف مکان کے بارے میں پوچھا تھا۔ جیکہ عقل نظری میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا مکان میں مقیم ہونا جائز نہیں جیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ جانتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی ذات کو سب سے زیادہ جانتا ہے اور اس نے ظاہر طور پر ارشاد فرمایا ہے۔

أَمْ تَنْتَظِرُونَ فِي السَّمَاءِ الْمَلَائِكَةَ

کیا تم اس سے نڈر ہو گئے جو آسمان میں ہے۔

اور فرمایا۔ وَكَانَ اللَّهُ بِخَلْقِ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝۱۰ احزاب آیت ۱۰

اور اللہ سب کچھ جانتا تھا (ہے)

اور فرمایا اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی طہ آیت ۵

رحمن نے عرش پر استواء فرمایا

اور فرمایا اَوْفَوْصَوْعَلَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ

اور تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے پاس ہے الحدید آیت ۴

اور فرمایا۔ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ

جہاں کہیں تین شخص سرگوشی کرتے ہیں چوتھا وہ موجود رہے۔ المجادلہ آیت ۱۰

علامہ انیل حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احادیث مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے متعلق ارشاد فرمایا۔

يُفَرِّحُ بِتُوبَةِ عَبْدِهِ .

یعنی اُسے بندہ کی توبہ سے خوشی ہوتی ہے۔

وَيُحِبُّ مِنَ الثَّأْبِ كَيْتُ لَهُ تَبُوتُ

میں اللہ تعالیٰ اُس نوبان پر تعجب کرتا ہے جسے عشق نہ ہو۔

ایسے ہی اللہ تبارک و تعالیٰ کے بارے میں بھی الفاظ آئے ہیں۔ تاہم برہان عقلی سے مقرر ہو چکا ہے کہ زمان و مکان، جہات و الفاظ حروف و أدوات اور متکلم و مخاطبین پیدا کئے گئے ہیں اور ان سب کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے۔ چنانچہ تحقیق کرنے والا قطعی طور پر جان لیتا ہے کہ یہ الفاظ اُس کے علاوہ وجہ کی طرف لوٹتے ہیں جس سے تجھے اللہ تبارک و تعالیٰ کے بارے میں تشبیہ و تمثیل کا گمان ہوتا ہے اور حقیقت اللہ تبارک و تعالیٰ کی تشبیہ و تمثیل کو ہرگز ہرگز قبول نہیں کرتی۔

لیکن جن علماء کے عقائد میں اللہ تعالیٰ کے لئے تجسیم کا ہونا سالم ہے وہ تجسیم و تشبیہ الہی کے بارے میں زیادتی کرتے ہیں۔ کیونکہ جن علماء پر مشبہ و محبتہ ہونے کا اطلاق ہوتا ہے وہ ان کے دیگر امور کے علم کی حیثیت سے ہے۔

پس علماء کا اُس وجہ سے اس تعارف میں ایک دوسرے سے بڑھ جانا حق تعالیٰ جل شانہ کے بارے میں وہ بات کہہ دینا ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں۔

اہلِ تنزیہیہ کا ایک گروہ :-

ایک گروہ وہ ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے تجسیم کا قائل ہے اور تشبیہ کا اور اپنے علم کو اللہ تبارک و تعالیٰ اور اُنہیں کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کی طرف لوٹا دیتا ہے اور تجسیم و تشبیہ خداوندی کے سلسلہ میں ناویل کے دروازے میں ایک قدم بھی نہیں رکھتا۔

اور صرف ایمان رکھنے پر قناعت کی۔ اُسے علم عطا فرمایا اور تاویل نہیں رکھنا اور نہ ہی اسی بات پر ایمان رکھنے پر قانع ہے جس کا اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان ہی حروف کے بارے میں اُسے علم عطا فرمایا اور تاویل نہیں کرتا اور نہ ہی وجوہ تنزیہ میں سے کسی وجہ کی طرف پھیرتا ہے بلکہ ایک ہی حکم کسائے کہ میں نہیں جانتا لیکن میں تشبیہ کی وجہ سے اس پر باقی رکھنا محال سمجھتا ہوں اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ۔ یعنی کسی کی مثل کوئی چیز نہیں۔ اور نہ ہی اس وجہ سے کہ اس امر سے عقلی نظر روکتی ہے چنانچہ اہل ظواہر میں سے فضلاء و محدثین جبکہ عقائد تشبیہ و تعطیل سے سالم ہیں یہی کہتے ہیں۔

اہل تنزیہ میں کا دوسرا گروہ۔

اہل تنزیہ میں سے دوسرا گروہ ان کلمات کے ساتھ اُس وجہ سے جو نظر عقلی میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں تنزیہ کی متعینہ وجوہ کی طرف پھیر گیا جو نظر عقلی میں جائز ہے کہ حق تعالیٰ اجل مشابہ اس سے منصف ہو۔ بلکہ وہ اس کے ساتھ منصف ہے۔ ان کلمات کی تاویل ضروری ہے جبکہ نظر عقلی میں صرف یہ ایک بات باقی رہتی ہے کہ کیا تاویل سے وہ مراد ہے یا نہیں ہو لی گئی ہے؟ اور یہ تاویل اسکی اُلوہیت میں عیب نہیں لگاتی اور بسا اوقات اس کے ساتھ دو یا تین یا زیادہ وجوہ کی طرف عدول کرتے ہیں جو کلمہ کی حقیقت کے اعتبار سے زبان میں وضع کئے گئے ہیں لیکن منزہ وجوہ سے دوسری وجوہ سے نہیں۔

اور جب اس حدیث یا آیت کریمہ میں تاویل کرتے وقت زبان میں ایک وجہ کے سوا کوئی وجہ نہیں پاتے تو اس خبر کو اسی تنزیہ کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں اور قصر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ وہ امر نہیں مگر ہمارے علم و فہم میں ہی آیا ہے اور جب اُس کے لئے متعدد وجوہ کی طرف پھرنا پاتے ہیں تو اس حدیث یا آیت کو ان معارف

کی طرف پھیر دیتے ہیں۔

اہل تنزیہیہ کا تیسرا گروہ

ایک گروہ کہتا ہے: احتمال ہے کہ اس سے ایسے مراد ہوا اور احتمال ہے کہ اس سے ویسے مراد ہوا اور ان کے ہاں تنزیہیہ کی متعدد وجوہ ہوتی ہیں پھر کہتے ہیں واللہ اعلم معنی اللہ ہی اسکی مراد کو بہتر جانتا ہے۔

اہل تنزیہیہ کا چوتھا گروہ

ان میں سے ایک گروہ کے ہاں ان وجوہ تنزیہیہ میں سے قرنیہ کے ساتھ ایک ہی وجہ بوجہ مضبوط اور قوی ہونی ہے چنانچہ وہ خبر اور حدیث پر اس وجہ کے ساتھ اس قرنیہ کو قطع نہیں کرتے اور اسی امر پر اختصار و اقتصار کرتے ہیں۔

اہل تنزیہیہ کا پانچواں گروہ

اہل تنزیہیہ میں سے ایک گروہ اور بھی ہے اور وہ ان چاروں سے بلند ہے اور وہ ہمارے ان ساتھیوں سے ہے جن کے دل نکر و نظر سے فارغ اور خالی ہو چکے ہیں اس لیے کہ متقدمین سے مقدمہ اور تاویل کرنے والے گروہ اہل نکر و نظر تھے اور بحث کیا کرتے تھے تو یہ توفیق دیا گیا طائفہ مبارکہ موفقیہ قائم ہوا اور بحمد اللہ تعالیٰ تمام موفقیہ یعنی توفیق دیئے گئے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہمارے نکر و نظر کو حق تعالیٰ جل جلالہ کی بزرگوں حاصل ہو چکی ہے اس کے پیش نظر میں یہ قدرت حاصل نہیں کہ ہمارے پاس تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اس کی معرفت کے لیے دقیق فکر و نظر کو کام میں لائیں یہ لوگ اپنے عقیدہ میں ان محدثین کرام سے مت بہت رکھتے ہیں جن کے عقائد سلامتی والے ہیں اس حیثیت سے کہ تو وہ ان کلمات میں غور و فکر کرتے ہیں اور نہ ہی تاویل کرتے ہیں اور نہ ہی پھرتے ہیں بلکہ کہتے ہیں ہم نہیں سمجھ پا گئے۔

ہمارے ساتھ اپنی کے قول پر ہیں۔ پھر ان کے مرتبہ سے منتقل ہو کر کہتے ہیں ان

کلمات کی تفہیم کے لیے ہم دوسرے راستے پر چلتے ہیں جس کے ساتھ قلوب فکری نظریے فراغت حاصل کر کے ذکر الہی سے حق تعالیٰ کے ساتھ بساط ادب و مراقبہ اور حضورؐ پر بیٹھ جاتے ہیں تاکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے جو چیز ہمارے دلوں پر لوٹائی جائے اُسے قبول کریں یہاں تک کہ حق تعالیٰ جل شانہ، کشف و تحقیق پر ہماری تعلیم کا متولی ہو جائے۔ کیونکہ ہم اس کا یہ فرمان سنتے ہیں۔

الْبَقَرَةُ آیت ۲۸۲

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے۔

اور اُس کا فرمان ہے۔

إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا

الْاِنْشَاء آیت ۲۹

اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہیں دے گا جس سے حق کو باطل سے جدا کرے

اور فرمایا۔

قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا

طہ آیت ۱۱۴

کہیں اے رب میرا علم زیادہ فرما۔

اور فرمایا۔

عَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا

الْكَافِ آیت ۶۵

ہم نے اُسے اپنا علم لدنی سکھایا

توحید اُن کے قلوب اور ہمیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور وہ اُس کی طرف آجاتے ہیں۔ توجہ و نظر کا رجحان کرنے والوں سے تمسک نہیں کرتے۔ ان کی عقلیں سلیم دل پاکیزہ اور ناریخ ہو جاتے ہیں پھر حجب الہی میں یہ استعداد پیدا ہو جاتی ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی تجلی اُن کی مسکن بن جاتی ہے تو یہ مشاہدہ اُن اخبار و کلمات کے معنوں پر انہیں ایک ہی بار میں اطلاع کر دیتا ہے۔

یہ مکاشفہ کا علم ہے

یہ قسم مکاشفہ کی قسموں سے ہے توجب اور ایک نگری کرنے والے علماء جن کا ذکر پہلے ہوا ہے دل کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو اس کشف و معائنہ کے وقت ان کے بیٹے ان خبروں کے بارے میں انہیں جو وہم تھا اُسے بغیر جاننے کے چھوڑ دینا درست نہیں اور نہ ہی ان کے بیٹے یہ درست ہے کہ احتمالات تنزیہ کے معنوں کو بغیر متعین و مقرر کرنے کے چھوڑ دیں بلکہ وہ اس کلمہ کو اور اس کے معنی کے سیاق کو جان لیتے ہیں اور اس سے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی مراد ہے اُس پر آگاہ ہو جاتے ہیں۔

اور اگر دوسری خبر یعنی حدیث وغیرہ میں بعینہ یہ غلط آیا ہو تو ان مقدس و متعین وجوہات میں سے اس مشاہدہ کرنے والے کے بیٹے دوسری وجہ ہوتی ہے۔ یہ ہمارے گروہ، ماحول ہے اور ہم میں سے ایک اور گروہ بھی ہے جن کے بیٹے یہ تجلی تو نہیں لیکن انہیں القاء الہام اور لقاء و کتابت حاصل ہوتی ہے ان کے ہاں ایک علامت اور نشانی ہے جس میں انہیں القاء ہوتا ہے اور دوسرے لوگوں کو اس القاء کی خبر نہیں ہوتی چنانچہ وہ اپنے اس القاء الہامی میں محسوم اور بے گناہ ہوتے ہیں اور وہی بات کرتے ہیں جسکا انہیں خطاب و الہام کیا جاتا ہے یا لقاء و کتابت ہوتی ہے۔

ان تمام محققین کے نزدیک جنہوں نے اس خبر کے قائل کو تسلیم کر لیا اور نظر نہ کیا اور نہ ہی تشبیہ و قطل کو جانا اور وہ محققین جنہوں نے مباحثہ اور اجتہاد کیا اور اپنے طبقہ کے لوگوں سے مناظرہ بھی کیا اور وہ محققین جو صاحبان کشف و معائنہ نہیں اور وہ محققین جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے خطاب الہام ہوتا ہے۔ عقلی طور پر محذرات میں حدود تشبیہ سے مُقید یہ ادوات و کلمات اللہ تبارک و تعالیٰ

کی ذاتِ اقدس پر داخل نہیں کرتے بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ پر تمیز یہہ و تشدیس کے معنوں میں داخل کرتے ہیں چنانچہ علماء و محققین کے نزدیک ذاتِ خداوندی کے لئے ان کلمات کا ان پاکیزہ معنوں میں قبول کرنا ہے جن کا تمیز یہہ خداوندی اقتضاء کرتی ہے۔

اگر جسم سے مراد وجود ہے

اب یکہ یا امر طے شدہ ہے تو ظاہر ہو گیا کہ یہ ادوات و کلمات بات کو مخاطبین کے افہام تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں اور ہر عالم اس امر میں اپنے فہم و قوت اور نفوذ و بصیرت کی حیثیت سے بات کرتا ہے اور اس عقیدہ تکلیف فطرتِ عالم ہے۔

اگر مشبہ فرقہ کے لوگ یعنی تشبیہ الہی کے تائیدین اپنی فطرت پر رہتے تو کافر نہ ہوتے اور نہ ہی تجسیم باری تعالیٰ کے قائل ہوتے۔

تاہم! اگر ان کے ارادہ تجسیم کا مقصد وجودِ حق تعالیٰ کا اثبات ہے اور اپنے افہام کے فسور کی بنا پر اپنے اس تجسس سے اثباتِ وجود کرنے میں تو ان کی نجات ہو جائے گی۔

چونکہ محققین کے نزدیک مدارج تحقیق میں ان کے رتبوں کے ساتھ تفاضل ثابت ہے اس لئے دیگر حقائق کو نقل کیا جاتا ہے۔

وجودِ حق تعالیٰ عالم کے ساتھ مقید نہیں

جنہے لوگوں کو حقائق عطا ہوئے ہیں وہ اس امر پر توقف کرتے ہیں کہ وجودِ حق تعالیٰ وجودِ عالم کے ساتھ نہ تو قبلیت و معیت کے ساتھ مقید ہے اور نہ ہی تبعیت زمانہ سے کیونکہ حق تعالیٰ اجل شانہ کے لئے تقدیم زمانی و مکانی کا تامل امر جس کے ساتھ تنقید پر ہے حقائق اس کی تردید کرتے ہیں۔ ان! اگر وہ اس بات کو

باب تو میل یعنی سمجھانے کے ارادہ سے کرے تو کر سکتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی کتاب کا نطق ہے اس لیے کہ ہر شخص ان حقائق کے کشف کی قوت نہیں رکھتا۔

اندریں حالات ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ بذاتہ اپنی ذات کے لیے اپنے غیر کے ساتھ مقید نہیں اور مطلق الوجود موجود ہے۔ نہ ہی وہ کسی چیز سے معلول ہے اور نہ ہی کسی چیز کی علت بلکہ وہ تمام معدیات و علل کا خالق اور ہمیشہ ہمیشہ سے ملک القدوس پاکیزہ بادشاہ ہے۔

جبکہ یہ عالم ذات اپنی ذات کے لیے موجود ہے اور نہ ہی اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ موجود ہے اور وجود حق تعالیٰ کے ساتھ مقید الوجود ہے چنانچہ عالم کا وجود بغیر حق تعالیٰ کے وجود کے درست نہیں ہوگا۔

زمانہ تھا ہی نہیں

اب جبکہ حق تعالیٰ کے وجود سے زمانہ کی نفی ہو گئی اور ابتداء عالم سے بھی زمانہ کا فقدان ہے تو وجود عالم زمانہ کے بغیر ہوگا۔ ہم ایک جہت سے نہیں کہتے کہ یہ امر کس چیز پر واقع ہے تاہم حق تعالیٰ جل شانہ وجود عالم سے قبل موجود ہے۔ اس لیے کہ یہ امر ثابت ہے کہ در قبل، اصیغہ ہائے زمانہ سے پہلے زمانہ تھا ہی نہیں اور نہ ہی یہ بات ہے کہ عالم وجود حق تعالیٰ کے بعد موجود ہوا ہے اور یہ صورت اس لیے ہے کہ حق تعالیٰ نے وجود کے ساتھ نہ بعدیت نہ معیت اس لیے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے عالم کو پیدا کیا اور وہ عالم کا فاعل ہے اور اس نے اسکی اُس وقت اختراع فرمائی جب کوئی چیز نہ تھی لیکن جس طرح ہم کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ بذاتہ موجود ہے اور عالم اس کے ساتھ موجود ہے۔ اگر کوئی شخص ہم سے یہ سوال کرے کہ وجود عالم وجود حق تعالیٰ سے کیا ظاہر ہوتا۔

تو ہم کہیں گے کہ ”کب“ سوالِ زمانی ہے اور زمانہ عالم کی نسبتوں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے کیونکہ اس کے لیے نسبتوں کا عالم ہے جبکہ خلقِ تقدیر ہے ایجاد نہیں تو اس صورت میں یہ سوال ہی باطل قرار پاتا ہے۔
وجود حق تعالیٰ اور وجودِ عالم۔

آپ غور فرمائیں کہ آپ نے کیا سوال کیا ہے؟ اس لیے کہ اس طرح تو آپ کی ذات میں ان کلمات کے معانی آپ کو تحصیلِ وافہام تک پہنچانے سے روکیں گے۔

پس صرف اور صرف حق تعالیٰ کا وجود خالص باقی ہے جو عدم میں نہیں آیا اور جو وجودِ عدم سے آیا بنفسہ عین الوجود ہے اور یہ وجودِ عالم ہے۔

حق یہ ہے کہ وجود حق تعالیٰ اور وجودِ عالم ”دونوں وجودوں کے درمیان تو علیحدگی ہے اور نہ ہی امتداد مگر یہ تو ہم مقدم ہے جو علم کے لیے محال ہے اور اس سے کوئی چیز باقی نہیں مگر یہ کہ وجودِ مطلق و مقید اور وجودِ فاعل اور وجودِ منفعل حقائق ہی کچھ عطا کرتے ہیں والسلام کیا اللہ تعالیٰ اختراع فرماتا ہے۔

مجھ سے ایک وقت آنے والے نے سوال کیا کیا حق تعالیٰ پر اطلاقِ اختراع ہو سکتا ہے؟

میں نے اس سے کہا حق تعالیٰ کا علم بذاتہ عین عالم کو اس کا جانا ہے۔ اس لیے کہ عالم باوجود عدم کے متصف ہونے کے ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کا مشہور ہے اور اس کا مشہور ہونا اپنی ذات سے نہیں اس لیے کہ وہ موجود ہی نہ تھا۔ اور یہ مسئلہ ایسا بحرِ طاقت ہے جس میں اغوا کرنے والے ایسے لوگ ہلاک ہو گئے جنہیں کشفِ حاصل حاصل نہ تھا۔

برکف: ایک نسبت سے عالم ازل سے موجود ہے تو اس کا علم ازل سے

موجود ہوگا اور اس کا علم بنفسہ اُسے عالم کا علم ہے تو عالم کے ساتھ اس کا علم ازل سے موجود ہے۔

پس حق تعالیٰ جل شانہ کو عالم کا علم عالم کے عدم کے حال میں تھا چنانچہ اُس نے اسے اپنے علم کی صورت میں پیدا فرمایا۔ تاہم اس کا بیان کتاب کے آخر میں آئے گا۔ اور یہ قدر کا ایک راز ہے جو اکثر محققین سے پوشیدہ ہے۔

اندریں صورت عالم میں اختراع کی بات درست نہیں تاکہ ایک دہرے سے اختراع کا اطلاق ہو سکتا ہے مگر اس دہرے سے نہیں ہوتا جس کا اقتضاء حقیقت اختراع کرتی ہے کیوں کہ یہ امر خباب الہی میں نقص کی طرف سے جاتا ہے پس لفظ اختراع صرف عہد میں کہنا درست ہے۔

اختراع کون کرتا ہے؟

یہ امر اس طرح ہے کہ درحقیقت مخترع اختراع نہیں کرتا یہاں تک کہ پہلے اُس مثال کی اختراع کرے جس کے اظہار کی مراد کو فی نفسہ وجود میں لانا ہے پھر جس چیز کی مثل اُس کے علم میں تھی اُسے قوت عمل سے وجود حسی کی طرف اُس شکل پر ظاہر کر دیتا ہے۔ اب جبکہ وہ کس چیز کو فی نفسہ پہلے اختراع نہیں کرتا تو وہ حقیقتہً مخترع نہیں ہوگا۔

پھر جب تجھے اُس امر پر قدرت حاصل ہو جائے جس کا علم تجھے کسی دوسرے شخص سے ہوا اور اُس کی شکل کی ترتیب کی مثل وجود میں ظاہر نہیں ہوتی تو جب بھی تجھے اُس کا علم تو ہو ہی چکا ہے جسے تو نے اپنے علم کے مطابق وجود کی صورت میں ظاہر کر دیا۔

اندریں صورت نفس الامر میں تو اپنی ذات کے نزدیک اُس چیز کا مخترع نہیں اور نہ ہی تو نے اُس کی اختراع کی ہے۔

چنانچہ فی الحقیقت مخترع وہ ہو سکتا ہے جو فی نفسہ اس چیز کی مثال کی اختراع کرے اور پھر تجھے اس کا علم عطا کرے اور اگر لوگ اس اختراع کی نسبت تیری طرف محض اس لیے گردیں کہ تیری تیار کردہ چیز تجھ سے پہلے انہوں نے کہیں نہیں دیکھی تو تجھے ان کی باتوں پر دھیان نہ دینا چاہیے جو تیرے امور کو نہیں جانتے بلکہ تجھے اس امر کی طرف رجوع کرنا چاہیے جسے تو بذاتہ جانتا ہے۔
خدا کا تدبیرِ عالم فرمانا اختراع نہیں ہے۔

جان لیں کہ باحق سبحانہ، تعالیٰ نے اس شخص کی طرح تدبیرِ عالم نہیں کی جسے کچھ حاصل نہ ہو اور نہ ہی اس نے جہان کو پیدا کرنے میں غور و فکر سے کام لیا ہے اور نہ ہی یہ امور اس کی ذات والا صفات کے لیے جائز ہیں۔ اور نہ ہی فی نفسہ اس نے کسی ایسی چیز کی اختراع فرمائی ہے جس پر وہ پہلے موجود نہ تھی اور نہ ہی فی ذاتہ اس نے یہ فرمایا ہے کہ میں اس چیز کو ایسے اور ایسے بناؤں گا، لہذا یہ تمام صورتیں اس کی ذات پاک کے لیے جائز اور درست نہیں۔

ضروریاتِ اختراع ۱۔

جاننا چاہیے کہ اختراع کرنے والا پہلے موجودات میں موجودہ متفرق اجزاء کو حاصل کرتا ہے پھر اپنے ذہن و سمیت میں ان اجزاء کی اس طرح تالیف کرتا ہے کہ متبس ازیں اس کی مثال اس کے علم میں نہ تھی اور اگر تھی بھی تو کچھ حرج نہیں کیونکہ یہ اس پہلے متفحص کی طرح ہے جس پر کسی نے سبقت حاصل نہیں کی جیسا کہ شعراء اور فصحاء حضرات اختراع معانی میں حسنِ نگارش کا اہتمام کرتے ہیں۔

علامہ ازیں اختراع کو ان معنوں میں بھی لیا جاتا ہے کہ کسی کی اختراع کردہ چیز کٹاں سے پہلے بھی کوئی مخترع ہو واجبِ سننے والا اس کے بارے میں سنے تو اس سے سرزد اور چوری کا گمان کرے۔

پس اگر مخترع اپنی اختراع سے لذت اندوز ہونے اور تمتع حاصل کرنے کا خواہش مند ہے۔ تو اُسے یہ حق نہیں پہنچا کہ اپنی پیدا کردہ مخصوص چیز کے علاوہ کسی چیز پر نظر رکھے اس لئے کہ اگر مخترع ایسی چیز کو دیکھے گا جو اس سے پہلے ہی اختراع کی جا چکی تھی اور اس نے بعد میں اختراع کی ہے تو لہذا اوقات یہ امر اسکی ہلاکت اور بیکار چھٹ جانے کا باعث بھی ہو جاتا ہے۔

اکثر علماء بلغاء ریاضی دان، بڑھی اور معمار کاری گر اختراع کیا کرتے ہیں اور بہت سے مخترعین کی فطرت میں ذکاوت ہوتی ہے اور وہ اپنے عقول پر کامل تصرف رکھتے ہیں چنانچہ حقیقت اختراع اُس شخص پر درست ہوگی جو کسی ایسی چیز کو اپنی فکر سے نکالے جو اس کے علم میں اس سے پہلے نہ تھی، اور نہ ہی کسی دوسرے شخص کو اس سے پہلے قوت یا قوت و فعل کے ساتھ اُس کا علم ہو خواہ ان علوم ہی سے کیوں نہ ہو جسکی غایت و انتہاء عمل ہے۔

علم الہی سے اذلی ہے۔

اس کے برعکس اللہ جلے شانہ، عالم کو ازل ہی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جانتا ہے اور اُس پر یہ حالت کبھی نہیں آتی جس میں اُسے اس عالم کا علم نہ رہا ہو پس اس نے فی نفسہ ایسی کوئی چیز اختراع نہیں فرمائی جس کا اُسے علم نہ ہو۔

اب جبکہ علماء باللہ کے نزدیک اللہ تبارک و تعالیٰ کا علم پاک قدیمی اور ازل ہے تو ثابت ہوا کہ اُس نے بالفعل ہماری اختراع فرمائی ہے نہ کہ اُس نے فی نفسہ ہماری مثال کی اس طرح اختراع فرمائی ہے جو اُس کے علم کی صورت میں ہے کیونکہ ہمارا وجود اُس حد پر تھا جو اُس کے علم میں ہے، اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم وجود کی طرف اُس حد پر نکلتے جو اُس کے علم میں نہ ہوتی اور جو بات اُس کے علم میں نہ ہوتی اُس کا وہ ارادہ نہ فرماتا اور جس چیز کا وہ ارادہ نہ فرماتا اور اُس کا علم نہ رکھتا تو اُسے پیدا نہ فرماتا۔

انہیں صورت ہماری موجودگی دو طرح پر ہو سکتی تھی یا تو یہ کہ ہم خود بخود *AUTOMATIC* پیدا ہو جاتے یا اتفاقاً پیدا ہو جاتے، اور اگر ایسا ہوتا تو ہمارے وجود کا عدم سے انکار درست نہ ہوتا حالانکہ ہمارے عدم سے وجود میں آنے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے علم میں ہونے پر برہان و لایت کرتی ہے کہ اُس نے ہمیں وجود دینا چاہا تو ہمیں اُس صورت ثانیہ پر پیدا فرمادیا جو ہمارے ساتھ اُس کے علم میں تھی اور ہم اپنے اعیان و وجودات میں معدوم تھے۔

اب جبکہ مثال میں اختراع نہیں تو صرف اختراع فعل باقی رہ جائے گی اور یہ امر عین میں موجود مثال کے عدم اور نہ ہونے کی بناء پر درست ہے۔

پس جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اسکی تحقیق کریں اور بعد میں جو کہنا چاہیں کہہ لیں اگر چاہیں تو اُس کا وصف اختراع اور مثال کے ساتھ بیان کریں اور اگر چاہیں تو اس امر کی نفی کریں جسکی نفی ہوتی ہے۔ مگر یہ بات اُس وقت کریں جب اُس امر پر اطمینان حاصل کریں جو میں آپ کے علم میں لایا ہوں۔

تیسری فصل

علم . عالم ، اور معلوم کے بیان میں

الْعِلْمُ وَالْمَعْلُومُ وَالْعَالِمُ
ثَلَاثَةٌ أَحْكَمُهُمْ أَحَدٌ
وَأَنْ تَشَاءَ أَحْكَامُهُمْ
ثَلَاثَةٌ أَتْبَهَهَا الشَّاهِدُ
وَصَاحِبُ الْغَيْبِ رُبِّي وَوَلَدُ
لَيْسَ عَلَيْهِ فِي الْعِلْمِ زَانِدٌ

علم و عالم اور معلوم تینوں کا حکم ایک ہے ۔

اگر آپ چاہیں تو ان کی مثال ان کے تین حکم شاہد یعنی حاضر نے ثابت کیے
ہیں اور صاحب غیب ان تینوں کو ایک دیکھتا ہے بلندی میں اس پر زائد نہیں ۔ اللہ
تبارک و تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے جان لیں کہ حکم کسی امر کو دل کا اس کی اس حد پر حاصل کرنا
ہے جس پر وہ امر فی نفسہ ہے خواہ معدوم ہو ۔ یا موجود ۔

پس یہ علم وہ صفت ہے جو دل سے حاصل کرنے کو واجب کرتی ہے اور عالم وہ
دل ہے جس سے حاصل کیا جاتا ہے ۔ اور معلوم وہ امر ہے جسے حاصل کرنا ہے جبکہ حقیقت
علم کا تصور انتہائی مشکل امر ہے لیکن حصول علم کے لئے کمر بستہ رہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ اس
کے ساتھ ظاہر ہوگا ۔

دل کا آئینہ

جان لیں کہ دل مرآتِ معقولہ معنی صقیل کیا گیا آئینہ ہے اور تمام کہ تمام پہرہ ہے
ہو کبھی رنگ آلود اور مکدر نہیں ہوتا اور اگر کسی روز اس پر رنگ آلود ہونے کا اطلاق
ہو جائے تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق ذکرِ الہی اور
تلاوت قرآن سے مُصفا کریں۔ حدیث شریف ہے۔

إِنَّا نَقْلُوبُ لِقَضَائِهِمْ كَمَا لَقِيَ الدُّعَاءُ الْمُحْدِثَانِ جَلَدُهَا ذِكْرًا لِلَّهِ
وَتَلَادُوهَا الْقُرْآنَ

یعنی دل لوہے کے رنگ کی طرح رنگ آلود ہو جاتے ہیں تو ان کی صفائی اللہ
تعالیٰ کے ذکر اور قرآن مجید کی تلاوت سے ہوتی ہے۔

دیکھیں اس ذکرِ الحکیم سے مراد یہ رنگ نہیں کہ دل کے پہرے پر رنگ آجاتا ہے
ہاں جب وہ علم باللہ سے اسبابِ علم کے ساتھ مشغولیت اور تعلق پیدا کرتا ہے تو اس
غیر اللہ کے تعلق سے دل کی تہہ پر رنگ آجاتا ہے کیونکہ غیر اللہ سے یہ تعلق اس دل
کی طرف آنے والی حق تعالیٰ کی محبت کو روک دیتا ہے چونکہ حضرت بی علی الوہاب معجل ہے
اُس کے حق میں ہم سے حجاب کا تصور نہیں کیا جاسکتا چنانچہ یہ دل خطابِ شرعی محمود کی
جہت سے اُسے قبول نہیں کرتا۔ کیونکہ اس غیر کے رنگ کو قبول کر چکا ہے اور اس
پر فضل لگ چکا ہے اور اندھا پن وغیرہ آچکا ہے۔

مگر حق تعالیٰ تجھے اپنے پاس سے علم عطا فرماتا ہے۔ لیکن اُس کے علم میں غیر اللہ
ہے جبکہ علماء کے نزدیک نفس الامر میں وہ علم باللہ ہے اور ہمارے قول کی تائید اللہ تبارک
و تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔

وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي الْيَتَةِ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ طَمَعُ الْحَبْدِ

اور بڑے ہمارے دل خلاف میں ہیں اس بات سے جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو۔

چنانچہ وہ اُس امر سے پردے میں تھے جبکہ طرٹ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
والہ وسلم خصوصیت سے دعوت دیتے تھے نہ یہ کہ وہ کسی پردہ میں تھے۔ لیکن انہیں
اُس امر سے تعلق پیدا ہو گیا تھا جسکی دعوت نہیں دی جاتی تھی۔

پس وہ اس امر کے ادراک سے نا بینا ہو گئے تھے جسکی طرٹ سے دعوت دی
جاتی تھی اور انہیں کچھ نظر نہ آتا تھا اور دل تو ہمیشہ جلازمہ مقبولہ صافیدہ پر شگافتہ ہیں اور ہر
وہ دل جس میں حضرت الہیہ کی تجلی و ابھرتی ہو یا قوتِ احرار کی طرح ہے۔ اور وہ تجلی ذاتی
ہے تو یقیناً مشاہد الیسا مکمل اور عالم ہے جسکے اوپر تجلیات میں سے کوئی تجلی نہیں آئے
نیچے تجلی صفات اور دونوں کے نیچے تجلی افعال ہے اور جس پر کوئی تجلی وارد نہ ہو وہ دل اللہ
تعالیٰ سے غافل اور قرب الہی سے مرود و محروم ہو گیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے قلب کے بارے میں جس حد پر ہم
نے ذکر کیا ہے اس پر غور کریں اور دیکھ لیں کہ آپ اسے علم مقرر کرتے ہیں تو یہ درست
نہیں اگر آپ کہیں کہ یہ صفات ذاتیہ ہے تو اس کے لئے کوئی راہ نہیں۔ ولیکن یہی سبب
ہے جیسا کہ دل کے لئے ظہور معلوم سبب ہے۔

اگر آپ کہیں کہ سبب وہ ہے جو دل میں معلوم حاصل کرتا ہے تو یہ بھی راہ نہیں
ہے۔ اگر آپ کہیں معلوم سے نفس میں مثال منقوش و منطبع ہوتی ہے اور یہ معلوم
کا تصور ہے تو یہ بھی طریق نہیں۔
علم کیا ہے۔

اگر آپ سے کہا جائے کہ علم کیا ہے تو کہیں کہ
ادراک کرنے والے کا اُس حد پر ادراک کرنا جس پر وہ فی نفسہ ہے جبکہ اس کا ادراک
غیر متنع ہو اور جس کا ادراک متنع نہ ہو تو اس کا ادراک نہ کرنا ہی علم ہے۔ جیسا کہ حضرت
صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔

الْفَعْلُ عَنْ ذَرِّبِ الْأَذْرَابِ اِدْرَاكُ

یعنی درک الادراک سے عاجز آنا ہی ادراک ہے۔

پس مقرر کیا گیا کہ علم باللہ وہ ہے جس کا ادراک نہ کیا جاسکے۔ اسے جان لیں
 ولیکن اس کا ادراک کسب عقل کی جہت سے نہیں جیسا کہ بغیر اس کے اس کا جاننا
 ہے۔ تاہم اس کا ادراک اس کے وجود و کرم اور اس کے عطائے ہوتا ہے۔ جیسا
 کہ اہل شہود و مشاہدہ عارفوں کو اس کی معرفت حاصل ہے۔ اور یہ معرفت مشاہدہ
 سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ نظر کی حیثیت سے قوت عقل کے ساتھ
کیا خدا کی مناسبت مخلوق سے ہے؟

اب جبکہ ثابت ہو چکا ہے کہ کسی امر کا علم معرفت کے سوا حاصل نہیں ہوتا
 جو دوسرے امر کے ساتھ اس معرفت سے قبل تھا تو لازماً اس سے دونوں
 معروفوں کے درمیان مناسبت ہوگی اور یہ امر ثابت ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اور
 اس کی مخلوق کے درمیان کوئی مناسبت اس مناسبت کی جہت سے موجود ہی نہیں
 ہوا شیار کے درمیان ہوتی ہے اور یہ مناسبت جنس نوح یا شخص کی مناسبت ہے
 پس ہمیں کسی چیز کا متقدم اور پیلا علم نہیں جس کے ساتھ ہم ذات حق کا ادراک
 کر سکیں۔ اس لئے کہ ادراک کے لئے دونوں کے درمیان مناسبت ہونا چاہیے اس کی
 مثال یوں ہے کہ ہم نے افلاک کی طبیعت کو جاننا کہ یہ طبیعت خاصہ ہے اور اگر یہل مہات
 اربع کا علم پہلے نہ ہوتا تو ہرگز ہرگز نہ جان پاتے۔

پس جب ہم نے دیکھا کہ افلاک ان طبائع تھیں اس حکم کے ساتھ فارغ ہے کہ وہ
 ان مہات سے نہیں تو ہمیں علم ہو گیا کہ حرکت علویہ کی جہت سے جو اشمیر ہوا اور سفلیہ
 میں پانی اور مٹی میں ہے افلاک پانچویں طبیعت ہے۔ اور افلاک مہات جو ہر یہ کے
 درمیان جو کہ ایک جنس ہیں کل اور نوعیت کی جامع مناسبت ہے تو یہ نوع ہے

جیسا کہ جنس واحد کے لئے ایک نوع ہو اور ایسے ہی شخصیت ہوتی ہے اور اگر یہ مناسب نہ ہوتا تو ہم علم طبائع سے مزاج فلک کو نہ جان پاتے ۔

برکف باری تعالیٰ اور عالم کے درمیان ان وجوہ سے کوئی مناسبت نہیں تو اسے علم سابق کی بناء پر بغیر اس کے کبھی نہیں جانا جاسکتا جیسا کہ بعض لوگوں نے گمان کیا ہے کہ غائب پر شہاد کا استدلال علم دارادہ اور کلام وغیرہ سے ہوتا ہے ۔ پھر وہ اپنی ذات پر محمول کرتے ہوئے اس کا قیاس کرنے کے بعد اس کی تقدیس و پاکیزگی بیان کرتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ کو جان لینا کیسے ہے ۔

یو بات ہمارے علم باللہ تعالیٰ اور ہمارے مذہب کی مؤید ہے وہ یہ ہے کہ علم حسب معلوم مترتب ہوتا ہے اور حسب افعال معلوم اپنی ذات میں اپنے غیر سے منفصل ہوتا ہے اور وہ چیز جس کے ساتھ معلوم منفصل اور علیحدہ ہوتا ہے یا تو جوہریت کی جہت سے ذات ہوگی جیسا کہ عقل یا نفس یا پھر اپنے مزاج کی جہت سے ذات ہوگی ۔ جیسا کہ حرارت اور آگ کا جلانا ہے ۔

تو جس طرح عقل نفس سے اپنی جوہریت کی جہت سے علیحدہ ہے ایسے ہی آگ اپنے غیر سے الگ ہے جیسا کہ ہم نے اس کا ذکر کیا ۔

اب یا تو وہ اس سے بذاتہ منفصل اور علیحدہ ہے مگر جس کے ساتھ اس میں وہ معمول ہے یا حال کے ساتھ ہے جیسا کہ بیٹھنے والے کا بیٹھنا اور کتابت کرنے والے کا لکھنا اور یا ہمت کے ساتھ ہے جیسا کہ سیاہ کی سیاہی اور سفید کی سفیدی اور یہ اہل عقل کے نزدیک مدارک عقل کا حصہ ہے تو خارج کی حیثیت سے عقل کے لئے اس سے کوئی معلوم نہیں پایا جاتا جیسا کہ ہم نے اس کا وصف بیان کیا مگر جاننا چاہیے کہ جو چیز اپنے غیر سے الگ ہوتی ہے یا تو وہ اپنے

جوہر کی جہت سے ہوگی یا اپنے مزاج یا حال یا ہمت کے اعتبار سے ہوگی اور عقل ایسی کسی چیز کو نہیں پاسکتی جس میں یہ چیزیں نہ ہوں اور یہ چیزیں اللہ تبارک و تعالیٰ میں نہیں پائی جاتیں تو بحیثیت ناظرہ باحث کے عقل ہرگز ہرگز اس سے نہیں جان سکتی اور عقل اسے اس نظر و برہان کی حیثیت سے جان بھی کیسے سکتی ہے جسکی طرف حس یا ضرورت یا تجربہ کا استثناء ہو، اور باری تعالیٰ اجل شانہ کا ادراک ان اصولوں سے نہیں ہو سکتا جن کی طرف عقل اپنی برہان میں رجوع کرتی ہے اس وقت اس کے لئے برہان وجودی درست ہوگی۔

پس اہل عقل کیسے دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ دلیل کی جہت سے اپنے رب کو جانتا ہے اور باری تعالیٰ اجل شانہ کو اس نے معلوم کر لیا ہے۔ اگر اہل عقل، فضاغیہ، طبعیہ، تکوینیہ، انبغاشیہ اور ابداعیہ مفعولات کی طرف دیکھتا کہ ان میں سے ہر ایک اپنے فاعل سے ناواقف ہے تو جان لیتا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو دلیل کے ساتھ کبھی نہیں جانا جاسکتا۔ لیکن اتنا علم ہوتا ہے کہ وہ موجود ہے اور عالم اس کا محتاج ہے اور عالم کی محتاجی ذاتی ہے جس سے اس کے لئے ہرگز ہرگز چارہ کار نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ

پس جو شخص چاہتا ہے کہ توحید کے لب لباب کی معرفت حاصل کرے تو اسکی کتاب عزیز قرآن مجید میں فاروہونے والی آیات توحید پر غور کرنا چاہیے اسکی لئے کہ جس قدر کوئی اپنی ذات کو جانتا ہے دوسرا اپنی ذات سے اس کے بارے میں اتنا نہیں جانتا۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنا جو وصف بنفسہ بیان فرمایا ہے اس پر غور فرمائیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ آپ کو یہ تفہیم عطا فرمائے

کہ آپ اس علم الہی کی واقفیت حاصل کر لیں جسکی طرف عقل اپنی فکر سے ابد لایاوت تک
رسائی حاصل نہیں کر سکتی۔ ہم اس باب سے ملحقہ باب یعنی باب سوم میں عنقریب توحید
کے بارے میں آیات بنیاتی نقل کریں گے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں ان کا فہم نصیب
فرمائے اور ان عالموں میں سے نباتے جو اس کی آیات کا شعور رکھتے ہیں آمین۔

باب دوم کا ترجمہ اختتام پذیر ہوا۔
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَائِرِ الْمُرْسَلِينَ
وَعَلَى آلِهِ الطَّاهِرِينَ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ۔

مفتی دُعا
ناہیز صائم حشری

باب سوم

قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے ادا ہونے والے اُن کلمات کا بیان جن سے تنزیہیہ باری تعالیٰ میں تجسیم و تشبیہ کا اطلاق ہوتا ہے جب کہ ظالم اس چیز کو بڑی برتری کہتے ہیں۔

تنزیہیہ باری تعالیٰ

فی ظن العبد الہ ربہ	فی قدس الابواب تنزیہیہ
وعلوہ عن ادوات ات	تلحق بالکیف و تشبیہ
دلالة تحکم قطعاً علی	منزلة العبد و تنزیہیہ
وصحة العلم و اثباتہ	و طرح بدعی و غویہ

تنزیہیہ و قدس میں بزرگی کی نظر اپنے رب کی طرف ہے

اُس کی بلندی سے کیفیت و تشبیہ کے ساتھ آلات و اسباب ملحق ہیں
منزلتِ عبود اور حق کی دوری ایسی دلالت ہے جس کا حکم قطعی ہے

علم کی صحت و اثبات سے بدعی اور اُس کے توہمات کو رد کر دیا اور اُس کے دعویٰ کو پھینکا ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کی مدد فرماتے۔ جاننا چاہیے کہ اُس کی بلندی و پستی کی وہ تمام تر معلومات جن کی عقل حایل ہے بغیر واسطہ کے اللہ تعالیٰ سے ماخوذ ہیں پس کائنات کے اعلیٰ و اسفل علم اور نفیس اشیاء کے وجود کو اُس کی عطا سے معرفت کے حصول پر اُس کے نور و تجلی اور فیض اقدس سے بہت

کچھ کر سکتا ہے۔

نون کیسے فائدہ اٹھاتا ہے

عقل حق تعالیٰ سے مستفید ہو کر نفس کو مستفید کرتی ہے اور نفس عقل سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ اُس کا فعل اُن تمام اشیاء میں جاری ہے جس کے ساتھ اُس کے علاوہ عقل کے جاننے کا تعلق ہے۔

اِس کے علاوہ کہنا یہ ہماری اپنی لگائی ہوئی وہ قید ہے جس کا ذکر ہم نے آپ کی نگاہ میں افادۂ و تحفظ کے نام سے اللہ تعالیٰ کے اُس قول سے کیا ہے ہم جانتے ہیں اور وہ عالم ہے تو سبب کو جان لیا۔

جان لیں کہ عالمِ ہم عقلِ اول سے کچھ فائدہ نہیں لیتا اور اس کے لئے دو ہمیں پر دلالت کرتا ہے بلکہ وہ اور یہ ایک مرتبہ میں ہیں جیسا کہ قطب کے حکم سے افراد ہم سے خارج ہیں۔ اگرچہ افراد سے قطب ایک ہوتا ہے لیکن عقلِ افادہ کے ساتھ مخصوص ہے جب کہ افراد کے درمیان قطب تولیت سے مخصوص ہے اور وہ سوائے علمِ مجرد و توحیدِ خاص کے اُس تمام میں جاری ہے جس کا تعلق عقل کے علم سے ہے۔

یقیناً یہ امر جمیع وجوہ سے تمام معلومات کے مخالف ہے اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اور اُس کی مخلوق کے درمیان ہرگز ہرگز مناسبت نہیں اور اگر ایک روز کے لئے مناسبت کا اطلاق ہو جیسا کہ امام ابو حامد غزالی نے اور دوسروں نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے تو یہ تکلف اور حقائق سے بعید تیرہونہ

حادث و قدیم کے درمیان کوئی نسبت نہیں پس محدث اور قدیم کے

درمیان کون سی نسبت ہے یا یہ کہ اُسے کیسے تشبیہ میں لایا جاتے جو مثال کو قبول نہیں کرتا اُس کا مثال قبول کرنے والے کے مشابہ ہونا محال ہے۔ ^{پہچان میں کیا} العباس بن عرفہ عنہما جی نے "محاسن المجالس" میں فرمایا جسکا اُس کی طرف سے کہ اللہ تعالیٰ کے اور اُس کے بندوں کے درمیان نسبت نہیں سوائے عنایت کے اور نہ سبب ہے سوائے حکم کے اور نہ وقت ہے سوائے ازل کے اور جو باقی ہے وہ اندھا پن اور تلبیس ہے اور ایک روایت میں انور ہے کہ بالکس کو کہا گیا کہ علم ہے۔

پس اُسے دیکھیں جو اس کلام کا حسن، اس معرفت باللہ کا کمال اور اس مشاہدہ کا اقدس ہے اور دیگر جو ان کلمات کے ساتھ کہا۔ اللہ تعالیٰ اُس سے نفع عطا فرمائے۔

علم باللہ اور پاک عقل اور نفس نہیں کر سکتے اور اس سے عاجز ہیں مگر اس حیثیت سے کہ بے شک اللہ تعالیٰ و تقدس موجود ہے اُس کے ساتھ جو الفاظ مخلوق کے حق میں یا مرکبات وغیرہ کے توہم میں آتے ہیں تو اللہ سبحانہ تعالیٰ عقل سلیم کی نظر میں اُس کے فکر و عصمت کے اعتبار سے ہے۔ بخلاف اس کے کہ اس پر یہ وہم جاتز نہیں اور نہ اس پر یہ لفظ عقلاً اُس وجہ سے اس پر جاری ہوتا ہے جسے مخلوقات قبول کرتی ہے۔

یقیناً اس کا اطلاق سامع کے نزدیک افہام پر ثبوت وجود کے لئے تقریب کی وجہ پر ہوتا ہے نہ کہ اُس حقیقت کے ثبوت کے لئے جو جس پر حق ہے تو یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے لَیْسَ کَشَیْءٍ شَیْءٍ لیکن ہم پر اللہ تعالیٰ کے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وعدہ کے ارشاد سے شرعاً واجب ہے کہ اس کا اقرار کریں۔

جاننا چاہیے کہ یقیناً لا الہ الا اللہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے میری

فکر و اپنی نظر کے موافق جان لیا کہ علم کی جہت ہمہ اریان درست ہو جیسا کہ تیسرے فیضان
سے وہ علم درست ہے جو تعریف سے قبل ہے تو یہ وہ امر ہے جو بعض لوگوں کی
نظر میں اس امر پر وعدہ ہے اور ہماری نظر نے اُسے اُس میں نہیں دیکھا تو
اُس کی معرفت کی طرف کیسے پہنچ سکتا ہے

پس ہم نے حکم انصاف پر دیکھا اور جو اُس کی عقل کا مل کو ممکنہ جدوجہد
کے بعد اُس سے نظر آیا اس سے اللہ سبحانہ کی معرفت کی طرف سوائے اُس کی
معرفت سے عاجز آنے کے کوئی امر نہیں پہنچتا۔ اِس لئے ہم اُس کی معرفت کو
طلب کرتے ہیں جیسا کہ اُس حقیقت کی جہت سے تمام اشیاء کی معرفت
طلب کرتے ہیں جو اِس پر معلوم ہیں۔

پھر جب ہم نے جان لیا کہ وہ موجود ہے اور اُس کے لئے مثال نہیں اور
نہ ہی ذہن میں اُس کا تصور کیا جاسکتا ہے نہ اُس کا ادراک ہو سکتا ہے تو یہ
عقل اُسے کیسے ضبط کر سکتی ہے جو باوجود اُس کے وجود کے ثبوتِ علم کے مجاز نہیں
پس ہم جانتے ہیں کہ بے شک وہ اپنی الوہیت میں اکیلا موجود ہے اور
یہ وہ علم ہے جسے ہم سے اُس کی ذات کی اِس حقیقت کے ساتھ دوسرے
عالمین طلب کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ سبحانہ بذاتہ جانتا ہے اور وہ عدمِ علم
کے بعد علم ہے جو ہم سے طلب کرتے ہیں جب کہ عقل کی نظر میں مخلوقات میں
کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے مشابہ نہیں اور نہ وہ اس سے کسی چیز کے مشابہ ہے
جب ہمیں کہا گیا ہے تو جان لیں کہ یہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے جو ہم پر پہلے واجب تھا۔
جو علم ہے اُسے ہم جانتے ہیں اور ہمیں اُس کا علم ہے اور بے شک

ہم اُسے جانتے ہیں جو علمِ العلم سے پہلے ہم پر واجب ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ أَكْثَرُ مِنْ جَزَائِهِ تَمَامٌ هُوَ تَوْفِيقِي

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

الفاظ کی اصلیں

ہم نقل ہیں اس کے لئے مطالب کی چار اہمیات ہیں۔
ہل، ما، کیف، کم، یعنی کیا، جو، کیسے اور نہیں۔

ہل اور کم دو بسیط روحانی مطلب ہیں۔ دونوں کا ساتھی ما ہو ہے۔
پس ہل اور کم بساط کی دو درست اصلیں ہیں، اس لئے کہ ما ہو میں خاص
ترکیب سے ضرب ہیں اور ان چاروں مطالب میں وہ مطلب نہیں پہنچتا جس
کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اس کی حقیقت عطا ہونے کی جہت سے سوال کیا
جاتے کیونکہ علم توحید کی معرفت سوائے اس کے درست نہیں کہ جو اس میں
ما سوا اللہ سے پایا جاتا ہے اس کی نفی کی جاتے اس لئے کہ اس نے فرمایا
ہے۔ "فَیَسْئَلُكُمْ رَبُّکُمْ" اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور "سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ
الْعِزَّتِ عَلَیٰ صِفُوْنَ"۔ یعنی تیرا رب رب العزت اس چیز سے پاک ہے
جس سے اسے متصف کرتے ہیں۔ پس علم کا سبب ہونا ہی اللہ کے ساتھ علم ہونا ہے جیسا کہ
ارواح سے بارے میں ہم گفتگو نہیں کر سکتے کہ وہ کیسے ہوتے ہیں وہ ان کی غیر سے پاک
ہیں، کیونکہ ان کے حقائق کا اس عبارات میں تخالف ہے۔

ایسے ہی ارواح پر جن آلات و اسباب کا اطلاق ہوتا ہے جن کی صفات
آن سے سوال کیا جاتے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ پر اسے کا اطلاق جائز نہیں
اور نہ ہی اس توحید پرست محقق کو حق پہنچتا ہے جو اپنے خالق اور بنانے والے
کا احترام کرتا ہے کہ وہ ان الفاظ کا اس پر اطلاق کرے اس لئے کہ وہ

ان مطالب کو کبھی نہیں جان سکتا۔

حق تعالیٰ کا ادراک نہیں ہو سکتا

وصل پھر ہم نے تمام ماسوا اللہ کو دیکھا تو اُسے دو قسموں پر پایا۔

- ۱۔ اُس کا ذات کے ساتھ ادراک کرنا اور یہ محسوس اور کثیف ہے۔
- ۲۔ اُس کا فعل کے ساتھ ادراک کرنا تو یہ معقول اور لطیف ہے، اِس مقام پر معقول محسوس سے بلند ہو جاتا ہے

اگر اُس کی ذات کا ادراک مقصود ہو تو وہ منترہ ہے چنانچہ سوائے اِس کے نہیں کہ اُس کا فعل کے ساتھ ادراک ہو سکے جب کہ یہ مخلوق کے اوصاف ہیں۔ اور حق تعالیٰ و تقدس کی ذات کا ادراک نہیں ہو سکتا جیسا کہ محسوس یا اُس کا فعل اور جیسا کہ لطیف یا معقول اِس لئے کہ حق سبحانہ تعالیٰ اور اُس کی مخلوق کے درمیان ہرگز ہرگز مناسبت نہیں کیونکہ وہ ہمارے لئے غیر مدد رکھ ہے یعنی ہم اُس کا ادراک نہیں کر سکتے کہ اُس سے محسوس کی مشابہت ہو

مصنوعات صانع کو نہیں جانتیں

اُس کا فعل لطیف امر کے فعل کے مانند نہیں کہ لطیف کے مشابہت ہو۔ اِس لئے کہ حق تبارک و تعالیٰ کا فعل اشیاء کو پیدا کرتا ہے کسی چیز کا فعل نہیں ہوتا جب کہ لطیف روحانی اشیاء سے کسی چیز کا فعل ہے تو دونوں کے درمیان کون سی مناسبت ہوگی۔ اب جب کہ فعل میں مشابہت ممنوع ہے تو ذات میں مشابہت کا ممنوع ہونا زیادہ مناسب ہوگا۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ اِس فعل سے کسی چیز کو متحقق کریں تو حسبِ اہضان

مفعولِ صنّاعی کی طرح اس فعل کے مفعول کو دیکھیں، جیسا کہ قمیص اور کرسی ہم نے انہیں اس حال میں پایا کہ یہ اپنے کاریگر کو نہیں جانتیں مگر اُن کی ذات اپنے بنانے والے کے وجود پر دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ اُسے اُس کی صنعت سے پہچانا گیا۔

مفعولات کا تعارف

ایسے ہی مفعولِ تکوینی یعنی فلک اور کواکب اپنے صانع کو نہیں جانتے اور نہ اپنے ترکیب دینے والے کو جانتے ہیں اور نہ نفسِ کلّیہ ہے جو اُن پر محیط ہے۔

ایسے ہی مفعولِ طبیعی ہے جیسا کہ معدنیات پتھر، ہونا اور نباتات و حیوانات ہیں۔ یہ مفعولِ تکوینی سے طبیعی طور پر کام کرنے والے ہیں۔ وہ اپنے فاعل سے واقف نہیں ہو پاتے جو کہ فی الحقیقت فلک اور کواکب و ستارے ہی پس افلاک کا وہ علم نہیں اور نہ ہی وہ اس کا ہم ہے جسے اُن جانتا ہے اور نہ ہی تری جس اُس کا۔ ادراک کر سکتی ہے۔ اور سورج کا اُس کی اپنی ذات میں جسم کہاں ہے جسے ہم اُس کے لئے دیکھتے ہیں۔ یقیناً علمِ افلاک اُس کی رُوح اور اُس کے اُس ملنے کی جہت سے ہے جو اُس کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے نفسِ کلّیہ محیط سے بنائے، یہی امرِ افلاک اور جو افلاک میں ہے، کے ہونے کا سبب ہے۔

ایسے ہی مفعولِ انبغاثی ہے۔ اِس نفسِ کلّیہ کا عقل سے مبعوث ہونا حضرت وحیہ کلّیہ رضی اللہ تعالیٰ کی صورت میں حقیقتِ جبرائیلیہ کا مبعوث ہونا ہے۔ یقیناً وہ قطعاً نہیں جانتا کہ اُس کی بعثت اُس سے ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ اُس کے احاطہ کے تحت ہے اور اُس نے اُس کا احاطہ کر رکھا

ہے۔ اس لئے کہ یہ اُس کی خاطر دوسرے سے خاطر ہے۔ تو جو اُس کے اوپر ہے اور جو اُس میں اُس سے نہیں ہے اُسے کیسے جانے گا۔ سو اُس کے کہ جو اُس میں ہے اُس سے بھی سوائے ماہیت کے نہیں جانتا پس وہ اُس کی ذات کے ساتھ جانتا ہے نہ کہ دونوں کے سبب کو جانتا ہے۔

ایسے ہی مفعول ابراعی ہے۔ یہ ہمارے نزدیک حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور ہمارے علاوہ کے نزدیک عقلِ اول ہے اور یہ تلمِ اعلیٰ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی چیز کے بنایا اور وہ ہر مفعول سے اُس کے فاعل کا ادراک کرنے سے عاجز و قاصر ہے جس کا پہلے ذکر ہوا۔ اس لئے ہر فاعل و مفعول کے درمیان وہ چیز ہے جس سے وہ ضربِ مناسبت و مشابہت ہے جو بیان ہوئی۔

پس اُس سے دونوں کے درمیان مناسبت کی مقدار جتنا ضروری ہے رہا جو ہر یہ یا اس کے علاوہ کی جہت سے جو ہر یہ یہ دوسری جہت ہے۔ تو حق تعالیٰ اور مبدعِ اول کے درمیان مناسبت نہیں۔ پس وہ اپنے فاعل کے ساتھ اُس کے علاوہ اسبابِ مفعول سے اُس کی معرفت سے عاجز ہے اس لئے کہ مفعول اُس چیز سے عاجز ہے جو اُس کے فاعل کے لئے اُس کے ادراک و علم کی وجہ سے مشابہ ہے۔ پس اس پر غور کریں اور اس کی تحقیق کریں تو بے شک یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محدث کے تعلقِ علم سے توحید کے باب میں بہت زیادہ نافع ہے۔

حواسِ خمسہ کا ادراک

وصل : اس کی تائید ہمارے اُس بیان سے ہوتی ہے کہ انسان اپنی پانچوں

حسّیہ قوتوں، شامہ، طاعمر، لامسہ، سامعہ اور باصرہ میں سے کسی ایک قوت کے ساتھ تمام معلومات کا ادراک کر سکے۔

باصرہ یعنی دیکھنے کی قوت نزدیک و دور سے رنگوں اور تغیرات و اشخاص کا ادراک کرتی ہے چنانچہ ایک چہرہ کا ایک میل سے جو ادراک ہوتا ہے ویسی وہ اسے دو میل سے نظر نہیں آتی اور اسے بیس گز کے فاصلہ پر ویسا ہی نہیں دیکھا جاسکتا جو ایک ہاتھ کے مقابلے میں دوسرے ہاتھ کی دوری تک کا ادراک ہوتا ہے۔

پس جو شخص اس کو دو میل سے دیکھتا ہے تو اسے نہیں جانتا کہ یہ جو ایک میل سے دیکھتا ہے تو وہ اسے پہچانتا ہے کہ وہ انسان ہے یا درخت؟ اور جو بیس گز کے فاصلے پر ہے وہ اس کے رنگ کو پہچانتا ہے کہ سفید ہے یا سیاہ، اور جس کے ایک ہاتھ کے فاصلے پر ہے وہ جان لیتا ہے کہ ازرق ہے یا امل یعنی اس کا رنگ نیلا ہے یا سبز، پس ایسے ہی قرب و بعد سے اس کے مدرکات میں تمام حواس ہیں۔

ہمارے نزدیک اللہ تبارک و تعالیٰ کی معرفت کے حصول کے وقت میں اسے محسوس نہیں کیا جاسکتا یعنی جس کے ساتھ اس کا ادراک نہیں ہو سکتا تو اسے جس کے طریق سے نہیں جان سکتے۔

یہی قوت خیالیہ! تو یہ قوتی ضبط کرے گی جو اسے جس عطا کرے گی اور یا وہ صورت ہوگی جو اسے اس کے بعض محسوسات پر بعض کو محمل کرنے پر فکروں کا اور یہاں معرفت حق کا طریقہ چھ پر منتہی ہوتا ہے تو یہ ان کی زبان ہے ہماری زبان نہیں ہے۔ اگرچہ حق ہے لیکن یہ ان کی طرف منسوب ہے تو ہم نے ان سے نقل کیا ہے۔

پس! اس قوت کا بڑھنا کیسا ہی ہوا جس کا ادراک قطعی طور پر جس سے

نہیں بڑھ سکتا اور بے شک ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس کا تعلق باطل
ہے تو یقیناً اس کے ساتھ تعلق خیال باطل ہوگا۔



قوتِ مفکرہ

رہی قوتِ مفکرہ تو انسان ہمیشہ اُن اشیاء میں غور و فکر کرتا ہے جو اُس کے پاس موجود ہوں اور جو اُسے ادراکِ عقل اور جو اس کی جہت سے ملی ہوں، اور ان اشیاء کے بارے میں خزانہ خیال میں غور و فکر کرنے سے وہ ایک دوسرے امر کو جان لیتا ہے جس کے درمیان اور اُن اشیاء کے درمیان ایک مناسبت ہوتی ہے جن میں اُس نے غور و فکر کیا تھا،

چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ اور اُس کی مخلوق کے درمیان مناسبت موجود نہیں لہذا فکر کی جہت سے اللہ تعالیٰ کو جان لینا درست نہیں۔ اسی لئے علمائے کرام نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات میں غور و فکر کرنے سے منع کر دیا ہے۔

قوتِ عقلیہ

رہی قوتِ عقلیہ؛ تو ذاتِ باری تعالیٰ کا ادراک عقل نہیں کر سکتی کیونکہ عقل اُسی امر کو قبول کرے گی جس کا اُسے یہی علم ہو یا اُسے غور و فکر نے دیا ہو۔ چونکہ فکر کا ادراک الہی کر لینا باطل ہے اس لئے عقل کا بھی اُسے ادراک کر لینا باطل ہوگا۔ لیکن عقل کے لئے یہ امر ہے کہ جو کچھ اُس کے پاس ہے اُس کو سمجھے اور اُسے ضبط و محفوظ کرے اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اُسے جو معرفت عطا فرماتا ہے وہ عقل کے سمجھنے سے ہوتی ہے نہ کہ فکر کے طریق سے۔

تو یہ وہ امر ہے جس سے ہم روکتے نہیں کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں سے جسے چاہتا ہے یہ معرفت عطا فرمادیتا ہے اور اس کے ادراک کے ساتھ عقل مستقل نہیں ہوتی لیکن اُسے قبول کرتی ہے اور اس پر دلیل و برہان

تمام نہیں ہوتی کیونکہ یہ ادراک عقل کے طور کے درامہ اور علاوہ ہے۔

پھر ان اوصاف ذاتیہ کو عبادت میں لانا ممکن نہیں کیونکہ یہ تمثیل و قیاس سے خارج ہیں کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں۔

اور ہر وہ عقل جس پر اس معرفت سے کوئی چیز کشف نہیں ہوتی دوسری عقل سے سوال کرتی ہے جس پر اس سے کوئی امر منکشف ہوا ہو اور اس عقل میں قوت نہیں ہوتی کہ اس سے عبادت کا سوال کیا جائے اور نہ ہی اس میں ممکن ہوتا ہے۔

اس لئے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ درک الادراک سے عاجز ہوتا ہی ادراک کر لینا ہے۔

اور اس کلام کے لئے دو مرتبے ہیں۔ پس غور فرمائیں اور سمجھ لیں کہ جو شخص اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنی فکر و نظر سے اپنی عقل کے ساتھ تلاش و طلب کرتا ہے۔ وہ سرگردانی میں پڑا ہوا ہے۔ اس کے حسب حال یہی ہے کہ وہ اس امر کو قبول کرے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے عطا فرمایا ہے پس اس پر غور کریں۔

قوتِ ذاکرہ

یہی قوتِ ذاکرہ؟ تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کو جان لینے کا کوئی راستہ نہیں کیونکہ یہ قوتِ محض اس امر کو یاد دلاتی ہے جو عقل کے علم میں تھا پھر اس سے غفلت ہوئی یا اسے بھول گئی تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف قوتِ ذاکرہ کے لئے بھی راہ نہیں جب کہ انسان کے مدارک کا انحصار انہی امور پر ہے جو اس کے ساتھ ہیں اور یہ وہ ہیں جو اس کی ذات نے اسے دیئے اور انہی میں اس کا کسب ہے اور کچھ باقی نہیں مگر وہ جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی معرفت کو قبول کرنے کے لئے عقل

اُسے عطا کرتی ہے۔ تو وہ دلیل کی جہت سے سوائے معرفت وجود کے کبھی نہیں جانا پہچانا جاسکتا۔ کیونکہ اکیلا وہی معبود ہے دوسرا نہیں۔

اور انسان کے لئے کبھی بھی ایسا ممکن نہیں کہ وہ ایسی چیز کا ادراک کر سکے جو اُس میں موجود نہ ہو اور اگر وہ چیز اُس میں نہیں تو اُس کا کبھی وہ ادراک کر سکتا ہے اور نہ اُسے پہچان سکتا ہے۔

تو جب وہ کسی چیز کو نہیں پہچان پاتا مگر اُس کو جو اُس میں وہ چیز یا اُس کی مثل موجود ہوتی ہے اُسے پہچانتا ہے اور وہ اُسے پہچانتا ہے جو اُس کے مشابہ اور ہم شکل ہو۔

جب کہ باری تعالیٰ قُلْ مُحَمَّدٌ اَلْکَیْمُ نہ تو کسی چیز کے مشابہ ہے اور نہ ہی کسی چیز میں اُس کی مثل ہے تو اُس کی پہچان کبھی نہیں ہو سکتی۔

اور ہمارے بیان کی تائید اس امر سے ہوتی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا کہ اشیاء طبعیہ غذا کو قبول نہیں کرتیں مگر اپنی ہم شکل اشیاء سے اور جو اُن کی ہم شکل نہیں اُن سے قطعی طور پر غذا کو قبول نہیں کرتیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ معدنیات و نباتات اور حیوانات میں سے موالد چار طبائع سے مرکب ہیں اور موالد غذا کو قبول نہیں کرتے مگر انہی طبائع سے کیونکہ اُن میں اس سے اُن کا حصہ ہے۔

اور اگر خلقت میں سے کوئی ان طبائع سے ترکیب کردہ اپنے جسم کی غذا کسی ایسی چیز سے بنائے جو ان طبائع کے علاوہ ہو یا ان سے مرکب نہ ہو تو اسے اس کی استطاعت نہیں۔

تو جیسے اجسام طبعیہ سے کسی چیز کے لئے غذا کو قبول کرنا ممکن نہیں سوائے اُس چیز کے جو ان طبائع میں سے ہے جس سے وہ ہیں ایسے ہی کسی کے لئے ہرگز ہرگز یہ ممکن نہیں کہ وہ ایسی چیز کو جان لے جس کی مثل اُس میں نہیں۔

کیا آپ نے نفس کو نہیں دیکھا کہ وہ عقل سے اسی امر کو قبول کرتا ہے جس میں
 اُس کا تشارک و تشاکل ہے اور جس میں اُس کی مشارکت نہیں آسے کبھی نہیں جان سکتا
 چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے اس میں کوئی چیز نہیں تو اس پر وجہ سے کوئی
 وجہ بیان کرنا جائز نہیں اور اُسے کوئی بھی اپنی ذات اور فکر سے نہیں جان سکتا
 حضور رسالت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے شک اللہ تبارک و تعالیٰ
 عقلوں سے بھی ویسے ہی پوشیدہ ہے جیسے آنکھوں سے پردے میں ہے اور علماً اعلیٰ
 بھی اُسے ویسے ہی تلاش کرتے ہیں جیسے تم تلاش کرتے ہو۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ نہ اللہ تبارک و تعالیٰ
 کا ادراک نہ تو عقل اپنی فکر کے ساتھ کر سکتی ہے اور نہ آنکھ اپنی بصیرت کے ساتھ
 کر سکتی ہے جیسا کہ آنکھ اُسے نہیں دیکھ سکتی تو ہم اس سے پہلے اپنے باب
 میں اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں پس اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد ہے جس نے
 ہمیں یہ الہام کیا اور ہمیں اُس امر کا علم دیا جسے ہم نہیں جانتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ
 کا فضل عظیم ہے۔

ایسے ہی اللہ تبارک و تعالیٰ کی تنزیہ یہ بیان کریں اور مماثلت و مشابہت
 کی نفی کرنا چاہیے اور فرقہ مشتبہ سے جو بھی گمراہ ہوا فرقہ تاویل سے ہوا ہے۔ اُن لوگوں
 نے آیات و اخبار میں وارد ہونے والے اُس امر کو بغیر اُن میں نظر رکھے کہ ان میں اللہ
 تعالیٰ کی تنزیہ یہ واجب ہوتی ہے انہوں کی طرف سبقت کرنے والی مشابہت پر
 محمول کر لیا۔

تو یہ امر انہیں جہالت محض اور کفر صریح کی طرف کھینچ کر لے گیا۔ اور اگر
 وہ لوگ سلامتی کے طلب گار ہوتے تو اُن آیات و اخبار کے معانی کو بغیر کسی چیز
 کی طرف ٹوٹانے کے اسی حال پر چھوڑ دیتے جس پر وہ آتی تھیں اور اُن کا علم

اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کرتے ہوئے کہتے ہیں ہم نہیں جانتے تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا فرمان لئیس کثبلہ شیئاً کافی ہوتا یعنی اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔

جب ان کے پاس ایسی کوئی حدیث آئے جس میں تشبیہ ہو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فلاں چیز کے مشابہ ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی پاک ذات کی مشابہت کی نفی فرمائی ہے تو اس کے سوا اس حدیث میں کوئی امر باقی نہیں رہتا کہ اس میں وجوہ تنزیہ سے کوئی وجہ ہے جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور یہ امر اس لئے آیا ہے کہ عربی زبان کو سمجھا جا سکے جس میں قرآن مجید نازل ہوا ہے اور آپ حدیث اور آیت میں کبھی ایک جملہ اور ایک لفظ ایسا نہیں پائیں گے جو تشبیہ میں نفس کی صورت آیا ہو اور عربوں کے نزدیک وہ اس کی متعدد وجوہ پر حمل نہ ہوتا ہو۔ ان میں سے وہ جملہ یا لفظ بعض کے نزدیک تشبیہ کی طرف اور بعض کے نزدیک تنزیہ کی طرف لوٹتا ہے تو تاویل کرنے والے کا اس لفظ کو تشبیہ کی طرف لوٹانا اس پر زبردستی اور جور کرنا ہے اس لئے کہ اس لفظ کو زبان وضع کرنے سے جو حق دیا گیا تھا اس نے ادا نہیں کیا۔

اور اللہ تبارک و تعالیٰ پر ظلم و تعدی کرنا ہے کہ اس کی پاک ذات پر ایسا لفظ حمل کیا جائے جو اس کی شان کے لائق نہیں۔

اور ہم ان شاء اللہ تعالیٰ بعض ایسی احادیث بیان کریں گے جن میں تشبیہ وارد ہوئی ہے اور ان میں تشبیہ کی نص نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی انگلیاں

پس تحت باللہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اگر وہ چاہے تو آپ سب کو ہدایت فرمائے

اُن میں سے ایک حدیث پاک یہ ہے۔

قَلْبُ الْمُؤْمِنِ جَيِّنٌ اِصْبَعَيْنِ مِنَ اَصَابِعِ اللّٰهِ

مومن کا دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے۔

چنانچہ حقیقت و مجاز کے وضع کرنے سے جو امر مقتضی ہے اُس کے اور عقل

کی نظر کے مطابق اللہ تعالیٰ پر عضو کا اطلاق محال ہے۔

اصبع کا لفظ مشترک ہے اس کا اطلاق عضو پر بھی ہوتا ہے اور نعمت پر

بھی ہوتا ہے، چروا ہے نے کہا۔

ضعيف العصابا دمی العروق تریٰ لہ

علیہا اذا ما محل الناس اصبعاً

جب لوگوں پر قحط وارد ہوا تو اُن کی رگیں کمزور عصا کی طرح نظر آنے لگیں

اور تو اُس شخص کے لئے دیکھے گا کہ وہ بہتر ہے۔ تو یہاں اصبع سے مراد نعمت کی گئی ہے

اُس نے کہا کہ تو اُس پر نعمت کا اثر حُسنِ نظر سے دیکھے گا۔

عرب کہتے ہیں۔

مَا احْسَنَ اِصْبَعُ فُلَانٍ عَلٰی مَالِهِ

یعنی فلاں شخص کی اپنے مال پر کتنی اچھی اصبع ہے تو اس جگہ بجائے انگلی کے

”اصبع“ کا معنی اچھا اثر لیا گیا ہے۔

تو جسے انگلیاں اپنے چھوٹے حجم اور کمال قدرت سے پھیریں۔ وہ چیز سب

سے زیادہ تیزی کے ساتھ پھرتی ہے اور انگلیوں کا حرکت دینا ہاتھ وغیرہ کے

حرکت دینے سے تیز ہوتا ہے۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دعائیں عربوں کے لئے زیادہ فصاحت سے فرمایا تاکہ وہ اُس کا شعور کر سکیں اس لئے کہ ہمارے نزدیک پھیرنا ہاتھ کے سوا نہیں ہوتا۔ اس لئے اسے انگلیوں کے ساتھ پھیرنا مقرر فرمایا۔ کیونکہ بھرنے کا عمل ہاتھ سے ہاتھ میں ہوتا ہے اور انگلیوں کی تیزی زیادہ ممکن ہے۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دعائیں فرمایا:

”يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ“

یعنی اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھنا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا دلوں کو پھیرنا یہ ہے جو وہ اُن میں اچھی یا بُری بات ڈالتا ہے۔ پس جب انسان اُن خطراتِ پیہم کو محسوس کرتا ہے جو اس پر اُس کے قلب میں متعارض ہیں تو یہی امر حق کے دل کو پھیرنے سے عبارت ہے اور انسان اس پر تادیر نہیں کہ اپنی ذات سے اُس کے علم کو دور کر سکے اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ

اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔ اس حدیث کو آپ کی ایک زوجہ مطہرہ نے سنا تو عرض کی۔

یا رسول اللہ! کیا آپ خوفزدہ ہیں؟

آپ نے فرمایا:

طلب المؤمن بيمينه امبعين من اصابع الله

یعنی مومن کا دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں ایمان کے تیزی سے کفر کی طرف پھرنے کی جانب اشارہ فرمایا ہے اور اس کی طرف اشارہ کیا ہے جو ان دونوں کے درمیان ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔

فَانْهَ الْجَوْرَ سَادَتْهُمَا . پس اُسے اُس کے گناہ اور اس کے تقویٰ کا اہام کرا ہے۔ یہ اہام وہ پھرنا اور انگلیوں کی سرعت ہے اور اس کے لیے دو انگلیاں فرمانا اچھی طبیعت اور بڑی طبیعت کے لیے ہے۔ جب آپ نے یہ سمجھ لیا ہے جو انگلیوں کے بارے میں بیان ہوا تو اب اس امر سے اصبغ کے معنی نعمت اور عضو اور اچھا اثر کو سمجھ لیں۔

پھر آپ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ عضو کا احاطہ کیسے کرتے ہیں جبکہ اس کی طالب دیگر منزہ وجوہات ہیں تو اس امر میں ہمارے لیے خاموشی بہتر ہے اور چاہیے اس کہ علم کو اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے مرسل رسول اور اہام کیے گئے ولی کو سپرد کریں جنہیں حق تعالیٰ نے لفظ کے معنی نفی عضو کے ساتھ شرط کرتے ہوئے ہم پر غلبہ حاصل کرے تو ہم اس تجسیم و تشبیہ کے قائل کار کریں تو وہ بے مقصد نہ ہوگا۔

بلکہ صاحبِ علم پر فرض ہے کہ ایسے موقع پر اس فسط میں ان وجوہات کو بیان کرے جو تیز یہ پر دلالت کرتی ہیں تاکہ تجسیم کے ذیل در سوا قائل کی دلیل باطل ہو جائے اللہ تبارک و تعالیٰ ہم پر اور اس پر بخشش فرمائے اور اسے اسلام نصیب کرے جب ہم اس حکم پر گفتگو کریں گے جس پر تشبیہ کا وہم ہوتا ہے تو لازماً ہم اُسے اس شرح کی طرف لوٹائیں گے جو اللہ تعالیٰ استجاز کے لائق اور یہ وضع میں عقل کا بہترین حصہ ہے جس کا اقتضا عقل کی نظر کرتی ہے۔

اصبعان یعنی دو انگلیاں کمال ذاتی کا وہ راز نہیں جو قیامت کو کھلے گا تو انسان اپنے

کافر باپ کو جہنم کی آگ میں پھینکے گا۔ تو اُسے اس کا کچھ رنج و اہم نہ ہوگا اور نہ ہی وہ اس پر سخت کرے گا۔

ان دو انگلیوں کے راز سے جن کا معنی متحد اور لفظ دو ہے تہ جنت اور دوزخ کو پیدا کیا گیا اور منور و منظم اور منعم و منعم اسما کا اظہار ہے تو اُسے دس انگلیوں میں سے دو نہ خیال کرو اور اس باب میں اس راز کی طرف ، خطبہ دیدیہ بمین میں لازماً اشارہ کیا جائے گا

کیونکہ اہل جنت کے یسے دو منعم ہیں ۔
ایک منعم جنت میں ہے اور اُن کے یسے دوسرے منعم اہل جہنم کو آگ کے عذاب سے ہے۔

ایسے ہی اہل جہنم کو دو عذاب ہیں اور دونوں فریق اللہ تبارک و تعالیٰ کا مشاہدہ اسما کی ہدایت سے کریں گے۔ جیسا کہ دنیا میں مساوی اور برابر تھے۔ اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سے حق تعالیٰ کے حق میں جن دو قبضوں کا بیان آیا ہے اُس راز اور اُس کے معنی کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں اور اللہ حق فرماتا اور راہ ہدایت پر چلتا ہے۔

قبضہ اور یمین؟

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔

وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ

اور اُس کا قبضہ تمام زمین کو سمیٹ دے گا اور اُس کا یمین تمام آسمانوں کو لپیٹ دے گا۔

بے شک اللہ سبحانہ نے پہلے روک دیا ہے کہ اُس کی تقدیر قدر ہے۔ اس لئے اہل تجسیم و تشبیہ نے اُن آیات و اخبار کے ورود کے وقت جو وجہ ان وجوہ سے ہے عقول کی طرف سبقت کی۔ پھر اس تنزیہ کے بعد وہ کہا جس کا شعور سوائے عالموں کے نہیں ہوتا۔

وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ ۖ كَوْنِهِمْ — عربی زبان کی وضع پر جانتے ہیں۔

لے الزمر آیت ۶۷

جب میں کہتا ہوں: فلاں میرے قبضہ میں ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ فلاں میرے حکم کے تحت ہے۔ اگرچہ میرے ہاتھ میں اُس سے کوئی چیز نہیں لیکن میرا امر اُس میں گزرا ہوا ہے اور میرا حکم اُس پر میرے اُس حکم کی طرح فیصلہ کرنے والا ہے۔ جس کی ملکیت اور قبضہ میرے ہاتھ میں محسوس ہوتا ہے۔

ایسے ہی میں کہتا ہوں میرا مال میرے قبضہ میں ہے۔ یعنی میری ملکیت اور میرے تصرف میں ہے اور اُس میں تصرف کرنے پر متمکن ہوں۔ یعنی وہ مجھے روک نہیں سکتا اور جب وہ تصرف کرے گا اُس وقت اُس میں میرا تصرف ہوگا۔ اگر میں کہتا ہوں کہ وہ میرے قبضہ میں ہے تو اُس میں میرا تصرف ہے اگرچہ میرے بندے میری اجازت سے اُس میں متصرف ہوں۔

جب اللہ تبارک و تعالیٰ پر جارح محال ہے تو عقل و روح کے قبضہ کی طرف پھرے گی اور اس کا معنی اور نائدہ ہوگا اور وہ ملک ہے جس پر اس کا فی الحال قبضہ ہے اور اگرچہ اُس کے لئے نہیں ہوگا یعنی تابع کے لئے نہیں کہ جس میں اُس پر کسی چیز کا قبضہ ہے لیکن وہ قطعی طور پر قبضہ کی ملکیت میں ہے۔

ایسے ہی دنیا حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اور زمین دارِ آخرت میں بعض املاک کا تعین ہے۔ جیسا کہ میں کہتا ہوں میرا خادم میرے قبضہ میں ہے۔ اگرچہ میرا خادم من کے جملہ سے میرے قبضہ میں ہے۔ ہوائے اس کے نہیں کہ اس کا ذکر وقوع نازلہ کے لئے مآ مخصوص ہے اور یمین ہمارے نزدیک مُطابق مضبوط تصرف کا محل ہے اور بے شک یسا۔ اوت یمین جیسا طاقتور نہیں، پس میں ممکن کی طرف سے اپنے سے یمین کے ساتھ متمکن ہوں تو اس فعل سے قدرت کے ممکن کی طرف اشارہ ہے تو یہ امر

عربوں کے انہام کی طرف اُن الفاظ کے ساتھ پہنچتا ہے جنہیں وہ جانتے تھے اور سرعت کا لفظ اُس کی ملاقات کے معنوں میں ہے۔ شاعر نے کہا۔

ضعیف الصبادی العروق نری له علیہا اذا ما محل الناس اصعبا

دایاں ہاتھ بایاں ہاتھ

مجد ”بزرگی“ کے لئے راتِ محسوسہ یعنی دیکھنے کا احساس نہیں تو یہ جارحہ یمن کو نہیں بل پاتا جیسا کہ کہتے ہیں۔ اگر مجد کے لئے راتِ محسوسہ اس لئے ظاہر ہو کہ اُس کے محل یا حامل کے ساتھ اُس کی صفت مجد قائم اور اس میں کا بل ہے تو جسے جارحہ قبول نہ کرے عرب ہمیشہ دونوں کے اشتراک کے لئے معنی کے طریق سے اُس پر جوارح کا اطلاق کیا کرتے۔

”روح کا روع میں نفث“ جب حق تبارک و تعالیٰ کی تجلی اُس کے عبد کے راز کے لئے ہوتی ہے تو تمام اسرار اُس کی ملکیت میں دے کر اُسے احرار کے ساتھ بلا دیتی ہے اور یمن کی جہت سے اُس کا تصرف ذاتی ہوتا ہے۔ یقیناً شمال یا بائیں کا شرف دوسرے کے لئے اور یمن یعنی دائیں کا شرف اُس کی اپنی ذات کے ساتھ ہے، پھر یمن کا شرف خطاب کے ساتھ اور شمال کا شرف تجلی کے ساتھ نازل فرمایا۔

انسان کا شرف اُس کی حقیقت کے ساتھ اُسے جانتے اور اُس پر اطلاع کے ساتھ عبارت ہے اور یسار اُس کے شمال کی حیثیت سے ہے۔

”یَدِیْہ“ یعنی اُس کے دو ہاتھ کہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا یدِ یمن اُس کا داہنا ہاتھ اتحاد کی طرف لوٹتا ہے اور عبد کا داہنا ہاتھ توحید کی طرف پلٹتا ہے۔ ایک ہاتھ دایاں ہے اور ایک بایاں تو کبھی جمع اور جمع الجمع میں ہوتا

ہے اور کبھی تفریق اور تفریق التفریق میں تجلی اور واردات کے حکم پر ہوتا ہوں۔
یومابان اذا لا قیت ایمن وان لقیتمعدیافعدنانی

جس روز میں میں سے ملوں یہی ہوتا ہوں اور اگر معدی سے ملوں تو عدنانی ہوتا ہوں
ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے تعجب ہنسی، فرحت اور غضب ہے

خدا کا تعجب اور ہنسی

سوائے اس کے نہیں کہ تعجب کرنے والا موجود امر کے وقوع کو نہیں جانتا
پھر جب اسے اس کا علم ہوتا ہے تو وہ متعجب ہو جاتا ہے اور ہنستا بھی اس
کے ساتھ ملتی ہے یعنی اسی قبیل سے ہے اور یہ اللہ تبارک و تعالیٰ پر محال ہے۔
کیونکہ اس کے علم سے کوئی چیز خارج نہیں۔

جب وجود میں کوئی چیز واقع ہوتی جس سے وہ متعجب ہے تو ہمارے
نزدیک یہ امر تعجب اور ہنسی پر محمول ہو گا جب کہ اس پر یعنی اللہ تعالیٰ پر
تعجب اور ہنسی جانتے نہیں کیونکہ اس سے تعجب امر واقع ہے جیسا کہ جو ان
شخص چکے نہیں ہوتا تو یہ اس سے امر تعجب ہے۔ پس جو ہمارے نزدیک
تعجب خیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اس کا جانتے ہونا محال ہے۔

ہنسی اور فرحت کا اخراج قبولیت و رضا کی طرف ہوتا ہے اگر تو نے اس
کے لئے ایسا کام کیا جس سے تیرے لئے اس کی ہنسی اور فرحت کا وعدہ ظاہر
ہے تو اس کام کی قبولیت اور اس پر راضی ہونے کے ساتھ اس کی ہنسی اور
فرحت ہے اور یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ہم سے راضی ہونا اور اس کا قبول کرنا
ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا غضب اس جوش سے پاک ہے جو بدلہ بنے

کے لئے دل کا خون طلب کرتا ہے کیونکہ اللہ سبحانہ، تعالیٰ جسمیت اور عرض سے پاک ہے، تو یہ غضب سے اس فعل کی طرف لوٹتا ہے جس سے اس پر غضب جائز ہو اور وہ اللہ سبحانہ، تعالیٰ کا جبر و مخالفت کرنے والوں اور اس کی حدود سے بڑھ جانے والوں سے اس امر کا انتقام ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔ اس پر ناراض ہے یعنی اس پر مغضوب کو بدلہ دینا جائز ہے تو مجازاً غضب ہو گا۔ پس فعل ان کے ظہور کا اطلاق اسم ہوا۔

اللہ تعالیٰ کی بشاشت

نوشی کے باب سے دو روایتیں آتی ہیں۔

۱۔ بے شک اللہ تعالیٰ کو اس شخص سے بشاشت ہوتی ہے جو نماز کے لئے

مسجدوں کا فرش روندتا ہے۔

اور حدیث بیان ہوئی کہ جب اکوان^۱ کے ساتھ جہان پرے میں ہوتا ہے

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بغیر اللہ تعالیٰ کے مشغول ہوتے ہیں تو یہ فعل اللہ تعالیٰ

سے پوشیدگی کے حال میں انجام دیتے ہیں۔

جب اللہ سبحانہ، تعالیٰ کے حضور میں کبھی کے اچھے فعل سے عاقل ہوتے ہیں

تو..... اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے دلوں میں اپنی محاضرت و مشاہدت اور مذاجات

کی لذت ڈال دیتا ہے جس سے ان کی طرف محبت کا ظہور ہوتا ہے۔ حضور رسالت

لے عرض جو چیز بذاتہ قائم نہ ہو بلکہ جو ہر کے برعکس دوسری چیز کے باعث قائم ہو۔

۱۔ اکوان اس کا واحد کون ہے یعنی کائنات۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

حبوا اللہ لہما یغذوکم بہ من نعمہ

اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کہ وہ تمہیں نعمتوں کی عطا فرمائے

یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس فضل میں بے لاشکت کا گناہ ہے۔
اس لئے کہ تمہارے اس پر آنے کے ساتھ اظہارِ شریعت ہے اور تیرے اس آنے
پر خوش ہونا تیری طرف نیکی کے ساتھ اس کی خوشی کی علامت کا اظہار ہے اور
اس کے ساتھ جو تیری طرف اس کی محبت اور اس کا ارسال کرنا ہے چنانچہ
جب اس کے ساتھ یہ چیزیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اُس کے بندوں
کیطے مقرر ہوتی ہیں تو اس کا نام بمشش و بشارت رکھا گیا

خدا تعالیٰ کی طرف نسبت لسیان

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا!

”فَسِیْہِم“ یعنی اللہ تعالیٰ انہیں بھول جائے گا۔ اس پر لسیان جائز
نہیں۔ لیکن جب اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا فرمائے
گا تو انہیں اس کی رحمت نہیں پہنچے گی۔ گویا کہ وہ اس کے نزدیک بھلائے جا
چکے ہیں جیسا کہ یہ اُن کے لئے بھولنا ہے۔ یعنی یہ فعل ناسی ہے اور جو یہ تذکرہ
نہ کیا کہ وہ اس میں عذاب الیم سے ہیں اور یہ اس لئے ہے کہ وہ اپنی دنیوی زندگی
میں اللہ تعالیٰ کو بھولے ہوئے تھے تو اُن کے ساتھ اُن کا یہ فعل جائز ہے چنانچہ
مناسبت کے لئے اُن کا فعل اُن پر لوٹا دیا۔ اور بے شک وہ بھولے ہوئے تھے
تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھلا دیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے امر کو مؤخر کرتے تھے اور
اس کے ساتھ عمل نہ کرتے تھے آخر اللہ تعالیٰ نے انہیں جہنم رسید کر دیا۔ جب

ان کے علاوہ کو دوزخ میں داخل کر کے نکال لیا تو یہ اس باب سے حق تعالیٰ کے مکروہ استہزاء اور تمسخر سے متصف ہوتا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا!

لَسَخَدَ اللَّهُ مِنْهُمْ لَعْنَةُ اللَّهِ لِمَنِ اللَّهُ أَنْ سَخَّرَ كَيْدَ يَعْنِي تَمَسَّخَرُ كَابِدْلَه دِيَا۔
اور فرمایا وَمَكَرَ اللَّهُ لَعْنَةُ اللَّهِ لِمَنِ اللَّهُ تَعَالَى نے مکر کیا یعنی خفیہ تدبیر فرمائی۔
اور فرمایا اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ تَعَالَى ان سے استہزاء فرماتا ہے
یعنی ان کے استہزاء کا بدلہ دیتا ہے۔

نفس باری تعالیٰ

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! ہوا کو گالی نہ دو۔ بے شک یہ نفسِ رحمان ہے۔ اور یمن کی طرف سے نفسِ رحمان کو پاتا ہوں اور یہ تمام تنفیس سے ہے۔ یعنی نفس کا مادہ تنفیس سے ہے۔

جیسا کہ آپ نے فرمایا! ہوا کو گالی نہ دو۔ تو یہ اُس کے بندوں کیساتھ وہ امر ہے جس سے اللہ ان کی نگاہِ نور سے دور رہتا ہے اور فرمایا، صبا کے ساتھ مدد فرمایا گیا۔
ایسے ہی فرمایا! میں نفسِ رحمان کو پاتا ہوں یعنی مجھے کرب سے تنفیسِ رحمان ہے۔ یہ اُس کرب کی بات ہے جو یمن سے پہلے آپ اپنی قوم پر حق پیش کرتے تو وہ آپ کی تکذیب کیا کرتی تھی چنانچہ آپ کو جھٹلائے جانے کا جو کرب تھا اُسے دور کرنے کے لئے نفسِ خدا انصار کے ساتھ تھا۔

پس رب تعالیٰ نفس سے پاک ہے اور نفس سے مراد وہ مائل ہے جو اہل نفس سے خارج ہوتی ہے۔ خدا کی قسم جس چیز کی نسبت ظالم اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں وہ اُس سے بہت بلند اور بڑا ہے۔

پر اُس سے جائز ہیں۔ وہ اس کے ساتھ سوائے تجسیم و تشبیہ کے مابقی ہرگز قائم نہیں ہوگا۔
 کیونکہ اُس کی طرف جو اضافت نقص ہو وہ تم اُس سے سلب کر لو اور اگر اس امر
 کا وہم نہ ہوتا تو تم اس سلب سے کچھ نہ کر دیتے۔

پس جان لیں کہ یہاں صورت کئے لئے بہت سے مدخل ہیں جس کی مثال
 بیان ہوئی اور اس کتاب میں ہمارا مقصد طویل بحث کو حذف کرنا ہے اور اللہ
 ہی حق فرماتا اور سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

خدا کا بازو

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث میں ہے کہ کافر کی ہڈی
 جہنم میں اُحد کی طرح ہوتی ہے اور اُس کی جلد کی موٹائی جبار کے
 ہاتھ سے چالیس ہاتھ ہے۔

یہ اضافت تشریفی اُس مقدار سے ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُس
 کے مضام کی طرف مقرر فرمائی جیسا کہ کہتے ہیں یہ چیز بادشاہ کے ہاتھ سے ایسے
 اور ایسے ناپی گئی ہے اس سے مراد بڑا ہاتھ ہے جو اُس بادشاہ نے مقرر کیا
 اور اگر اس کی مثل بادشاہ کے ہاتھ سے ہے تو وہ لوگوں کے ہاتھ کی طرح جارح
 ہے اور جو ذراع جارح یعنی کہنی کے اوپر اُس کا نصف یا تیسرا حصہ زیادہ
 مقدار مقرر کی تو وہ اُس کی حقیقت پر اُس کا ذراع نہیں اور یہ مقدار اُس
 کی نصب ہے پھر اُس کی اضافت اُس کے مقرر کرنے والے کی طرف کی۔

پس جانتا چاہیے کہ جبار عربی زبان میں بہت بڑا بادشاہ ہے اور یہ

ایسے ہی ہے۔

خدا کے قدم

حدیث میں آیا ہے کہ جبار اپنا قدم دوزخ میں ڈالے گا اور کہتے ہیں فلاں اس امر میں ثابت قدم ہے تو قدم کا منفی ثبوت یہ ہے اور گروہ بھی تو قدم اضافت ہوگی اور جب جبار بگادشاہ ہوگا تو یہ قدم اس بادشاہ کے ہوں گے اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ پر جارح محال ہے یعنی اللہ تعالیٰ پر غصہ کا اطلاق محال ہے۔

استوار الہی

استوار کا اطلاق بھی اسقرار و قصد اور استیلاء پر ہوتا ہے اور استقرار یعنی قرار پکڑنا جسموں کی صفات سے ہے پس اللہ تبارک و تعالیٰ پر قرار پکڑنا جائز نہیں ہوگا جب ثبوت اور قصد کی وجہ یہ ہوگا اور یہ ثبوت اور قصد اس کا ارادہ فرمانا ہے جب کہ یہ امر صفات کمال سے ہے فرمایا! پھر آسمانوں کی طرف استویٰ فرمایا یعنی عرش پر قصد و استویٰ کیا یعنی عرش پر غالب آیا۔

قد استویٰ بشر علی العراق

من غیر سیف و دم مہر آق

بے شک بشر نے بغیر تلوار اور خون بہانے کے عراق پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اس سلسلہ میں بہت سی اخبار و آیات ہیں جن میں صحیح اور سقیم ہیں اور ان میں سے کوئی خبر ایسی نہیں جس کے لئے وجہ تنزیہ سے کوئی وجہ نہ ہو۔ اگر تو چاہتا ہے کہ یہ تجھ پر قریب ہو تو اس بظنا کی طرف اعتماد کر جس میں تشبیہ کا وہم ہوتا ہے اور اس کی روح اور فائدہ کو لے یا اسے دیکھ جو اس سے ہوگا پس اسے حق الحق میں مقرر کرتے ہوئے تنزیہ کے درجہ کے ساتھ فائز ہوگا جب کہ

تیرے علاوہ تشبیہ کا ادراک کرے گا۔

پس ایسے ہی کر اور اپنے کپڑے کو پاک کر یعنی دامن سمیٹ لے اور ان خبروں سے اسی پر اکتفاء کر اس لئے کہ یہ باب طویل ہو گیا ہے۔

ان تشبیہوں سے کیا مراد ہے

جب متعجب اس کی صورت پر خالق ہونے والے امور پر تعجب کرتے ہوئے اپنے دل میں مخالف ہوا تو پاکیزہ روح نے نفسِ دل میں پھونکا کہ !

فرحت اس کے وجود کے ساتھ ہے۔

ہنسی اس کے شہود سے ہے۔

غضب اس کی تولیت کے لئے ہے۔

بشاشت اس کے نزول کے لئے ہے۔

بھلا دینا اس کا ظاہر ہے۔

تنفس کا اطلاق اس کا مواخر ہے۔

یادشاہی پر ثابت قدمی اپنی سلطنت میں تقدیر کا حکم نافذ کرنا ہے۔

پس جو اس نے چاہا ہوا، کوٹنا یعنی آخرت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ یہ ارواح

اکیلی ہیں اشباح ان کی نسبت کے منتظر ہیں۔

جب توفیقات یعنی میدانِ حشر میں پہنچے گا اوقات ٹوٹ جائیں گے۔

آسمان سمیٹ دیئے جائیں گے۔

سورج کو لپیٹ دیا جائے گا۔

زمین تبدیل ہو جائے گی۔

ستارے دھندلا جائیں گے۔

اور منتقل ہو جائیں گے اور آخرت کا ظہور ہو جائے گا۔
 انسان وغیرہ کا حشر گڑھوں میں ہوگا۔ اُس وقت اجسام حمد بیان کریں گے اور
 رُوحیں سانس لیں گی یعنی جہنم میں داخل ہو جائیں گی۔

کھولنے والا تجلیتے باہر ہوگا۔

چراغ روشن ہو جائے گا۔

راحیتیں روشنی بکھریں گی۔

محبت و محبت پوشیدگی کے بعد ظاہر ہو جائے گی۔

گڑ گڑانا زائل ہو جائے گا۔

بارو اور پیر پھر پھرائیں گے۔

رات کے پہلے جھڑ سے صبح تک ہمارے گھر مقابلے سے ساتھ ہونے

تو اُس کی منزل کیا ہے درخشاں ہوئی اور یہ حالت نفوس کاملہ

کی پسندیدہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے

نافدہ عطا فرمائے گا۔

تیسرا باب ختم ہوا :

الحمد للہ رب العالمین :

باب چہارم

تمام عالم سے اسماء حسنی کے مراتب اور نشاۃ عالم کے سبب کا بیان
 فی سبب البدع و احکامہ و غایت الصنع و احکامہ
 و المفرق مابین رعاۃ العلی فی تشبہ و بین حکامہ
 دلائل دلت علی صانع قد قہر اکل با حکامہ
 نشاۃ عالم اور احکام الہی کے سبب اور خدا کی انتہائی صنعت اور اس کے
 استحکام میں۔

اس کی نشاۃ و حکام اور اعلیٰ درعایا کے درمیان فرق میں دلائل صانع پر
 دلالت کرتے جس نے سب کو احکام کا تابع اور مغلوب کر رکھا ہے۔

دوستوں کی خواہش

ہمارا پیارا دوست اللہ اُسے باقی رکھے نشاۃ و پیدائش عالم کے بارے میں
 ہماری کتاب "عنقا مغرب فی ختم الاولیاء" شمس المغرب اور انشاء الدوائر میں واقف
 ہو چکا ہے جس کا کچھ حصہ ہم نے ۱۹۵۸ء میں آپ کی زیارت کے وقت آپ کے
 بیت الکریم میں نالیف کیا تھا۔

اُس وقت ہم حج کے لئے جا رہے تھے اور آپ کے خدمت گار عبدالجبار خدا اُس
 کو عزت دے نے اُس نالیف کو نقل کر لیا تھا اور اسی سال اصل نسخہ میں مکہ مکرمہ
 زاد اللہ تشریفاً میں اپنے ساتھ لے آیا تاکہ اسے پورا کروں۔

مکہ معظمہ میں آکر امیر الہی کے باعث ہم اس کتاب "فتوحاتِ میکہ" کی تالیف میں مشغول ہو گئے اور پہلی کتب کو پورا نہ کر سکے کیونکہ ہمارے بھائیوں اور فقراء جو علم کی زیادتی کے طالب تھے نے ہمیں رغبت دلائی کہ اس بیتِ مبارک شریف اور محلِ برکات و ہدایت اور آیاتِ بنیات سے آن پر جو امور وارد ہوتے ہیں میں انہیں رقم کروں اور ان موضوعات کو بھی اپنے بزرگ دوست ابو محمد عبدالعزیز رحمہ اللہ اس پر راضی ہو کے سامنے لاؤں اور مکہ معظمہ کے وسیلہ سے حاصل ہونے والی برکتوں سے انہیں روشناس کراؤں۔

چونکہ مکہ معظمہ عبادت کا بہترین وسیلہ اور عالمِ جمادات و خاک میں زیادہ شرف والا ہے۔ اس لئے میری خواہش ہے کہ میرے ان بیانات سے آپ کو آپ بہمتِ شوق اس طرف آجھارے اور آپ مزید رغبت کے ساتھ مکہ معظمہ کو اپنی منزل بنائیں۔ اس لئے کہ صاحبِ جامع کلمات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود قربتِ تابِ نورین سے بھی قریب تر قربت کے اور اپنے پروردگار کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے اور اس تقریبِ اکمل اور وافر حصہ کے آپ کو ارشادِ ربانی ہوا "تَلَّ رَبِّیْ زِدْنِیْ عِلْمًا" یعنی اے میرے پروردگار میرا علم زیادہ فرما۔

مکانوں کی تاثیریں

مقامات و مشاہدِ غیبیہ کو دیکھنے والے عالم کے لئے شرط ہے کہ وہ لطیفِ تلوپ میں مکانوں کی تاثیر کا علم رکھتا ہو اور جو نسا مکان بھی ہو اس کا دل اس کے وجود کی تاثیر کو عام طور پر پالیتا ہے تو مکہ معظمہ زاد اللہ تشریفاً میں اس کا وجود زیادہ روشن اور کاہل ہے جس طرح منازلِ روحانیہ گھٹی بڑھتی ہیں ایسے ہی منازلِ جسمانیہ میں کمی بیشی ہوتی ہے اور صاحبِ حال کے علاوہ دوسروں کی نظر میں موتی

اور پھر برابر نہیں ہوتے

رہا وہ صاحبِ حال جو کامل و مکمل ہے تو وہ دونوں کے درمیان تیز کر لیتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے دونوں کے درمیان امتیاز رکھا ہے کیا مٹی کی اینٹوں اور گھاس پھوس سے تیار کئے گئے گھر کو اور سونے چاندی کی اینٹوں سے تعمیر کئے گئے گھر کو حق تعالیٰ سبباً برابر فرمادے گا۔ پس حکمت والا واصل وہ ہے جو ہر حقدار کو اُس کا حق عطا کرے تو یہ صاحبِ وقت و زمانہ ایک ہی ہوتا ہے جو ہر حق دار کا حق ادا کرے۔ اور بہت سے شہروں میں اکثر عمارتوں کی بنیاد خواہشات پر رکھی جاتی ہے اور بہت سے شہروں میں اکثر عمارتیں روشن دلیلوں پر تعمیر ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ میرے دوست کو باقی رکھے کیا وہ مجھ سے امر میں اتفاق کرے گا کہ ہمارے قلوب کچھ مقامات میں دوسرے مقامات سے زیادہ پاتے ہیں اور اللہ اُس پر راضی ہو جیسا کہ منارہ کے گھروں میں اپنے خلوت کدے سے تیونس کے مشرق کی طرف وہ ساحل سمندر کے اُس گھر میں تخلیہ فرمانے لگے جو منارہ کے دروازہ کی چہمت سے منارہ کے قریبی قبرستان میں واقع ہے اور یہ کتیا حضرت خضر علیہ السلام کی رہائش گاہ کہلاتی ہے چنانچہ جب میں نے اُن سے اس تبدیلی کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا میرا دل یہاں اس سے زیادہ وجدان حاصل کرتا ہے جتنا منارہ میں کرتا تھا تو میرا بھی یہی حال ہے جو شیخ نے فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ میرے دوست کو باقی رکھے اُسے معلوم ہے کہ اُس مقام میں یہ اثر بزرگ فرشتوں یا پتھے جنوں کے ٹھکانے کی وجہ سے زیادہ ہوتا ہے یا اُس جگہ رہنے والے کی ہمت کی بنا پر ہوتا ہے۔

جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کے گھر کو بیت الابراہیم کہا جاتا ہے اور سلطان الطائف حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلوت کدے کا گوشہ شونمیزہ میں

اور حضرت ابراہیم اذہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غارتن میں پایا جاتا ہے چنانچہ اس دُنیا سے نقل مکانی کر جانے والے صالحین کے مکانوں میں اُن کے آثار باقی رہتے ہیں جن کی تاثیر سے لطیف قلوب بہرہ مند ہوتے ہیں۔

اس لئے وجودِ قلب میں مسجدوں میں تفاضل لوٹتا ہے نہ کہ ثواب کی زیادتی ہوتی ہے تو یقیناً کبھی کبھی آپ کا دل ایک مسجد میں دوسری مسجدوں سے زیادہ حفا حاصل کرتا ہے تو یہ مٹی کی وجہ سے نہیں بلکہ مٹی پر بیٹھنے والوں کی وجہ سے یا اُن کی ہمتوں کی بنا پر ہوتا ہے اور جو شخص اپنی وجدانِ قلبی میں بازار اور مسجد کے درمیان فرق نہیں پاتا وہ صاحبِ حال ہے نہ کہ صاحبِ مقام۔ مجھے کشفاً اور علماً کچھ شک نہیں کہ اگرچہ فرشتے تمام زمین پر رہائش پذیر ہیں مگر باوجود اس کے اُن کے معارف و مراتب میں تفاضل ہے۔ چنانچہ مسجد حرام میں رہائش پذیر ملائکہ دوسروں سے بلند مرتبہ اور علم و معرفت میں بڑی منزلت والے ہیں اور آپ کا وجدان آپ کے ساتھ بیٹھنے والے کی شان کے مطابق ہوگا۔ کیونکہ ہم جلیس کے دل میں اُس کے ساتھ بیٹھنے والوں کی ہمتوں کا اثر ہوتا ہے اور اُن کی ہمتیں اور تاثیر اُن کے مرتبوں کے مطابق ہوتی ہیں۔

اور اگر ہمت کی جہت سے دیکھیں تو اس بیت الحرام کا طواف اولیا عظام کے علاوہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام نے کیا ہے اور انبیاء و اولیاء میں سے ہر ایک نے اس پاک گھر اور پاک شہر کے ساتھ اپنی ہمت کا تعلق رکھا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو تمام گھروں پر پسند کیا ہے اور اس کے لئے عبادت گاہوں میں اولیت کا راز ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا (آل عمران آیت ۹۶)

بے شک لوگوں کی عبادت کا جو سب سے پہلا گھر مقرر ہوا وہ برکت والے مکہ میں ہے اور وہ سائے جہان کا رہنما ہے۔ اس میں کھلی نشانیاں ہیں۔ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اُس میں آتے ہر خوف سے امان میں آگئے۔

بیت اللہ شریف کی طرف آؤ

میرے دوست اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو باقی رکھے۔ اُن معارف و زیادت کے حصول کے لئے بلکہ حرام شریف کی طرف روانہ ہو جائیں جو آپ نے اس سے پہلے نہیں دیکھے اور نہ اُن کے لئے آپ کے دل میں خیال ہوا اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو آپ کو عِلْم ہے کہ نفس کا حشر علی صورت پر اور جسم کا حشر علی صورت پر ہوگا اور مکہ معظمہ میں دوسری جگہ کی نسبت عِلْم و عمل کی صورت تمام و کمال ہے۔

اگر صاحبِ دل ایک ساعت کے لئے مکہ معظمہ میں داخل ہو تو وہ بھی اسے جانتا لیتا ہے اور جو شخص اس کا مجاور بن کر کھڑا ہے اور تمام فرائض و قواعد کو بجا لاتا ہے اُس کا کیا حال ہوگا۔ یقیناً مجاورِ کعبہ کا مشاہدہ کامل اور روشن تر ہوتا ہے۔ اُس کا موردِ مصفا اور لذیذ و شیریں ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو باقی رکھے۔ آپ نے مجھے بتایا ہے کہ میں اماکن و امروج کی کمی بیشی کو محسوس کر لیتا ہوں، اور آپ کو علم ہے کہ یہ امر اُن اماکن کے مکینوں کی حقیقت اور اُن کی ہمت کی طرف لوٹتا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

ہمارے نزدیک اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس فن کی معرفت یعنی اماکن کا علم ہونا اور تمام ممکن کی کمی بیشی کا احساس عارف کی معرفت، اُس کے مقام کی بلندی، اشیاء پر اُس کی واقفیت اور اُس کی امتیاز کرنے کی قوت پر دلالت کرتا ہے جو اُسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے عطا فرماتے ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ میرے دوست کو اس میں اچھے اثرات اور پاکیزہ خیر عطا فرمائے کیونکہ وہی اس کا سرِ حشمہ اور اس پر قادر ہے۔

ہم ابتداءِ عالم کو کیسے جانتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اور آپ کو او

تمام مسلمانوں کو توفیق عطا فرماتے جانا چاہیے کہ اہل کشف و حقائق سے اکثر علمائے ربانین کے نزدیک ابتدائے عالم کے سبب کو جانا سہواتے اس علم قدیم کے تعلق کے نہیں جو اس نے ایجاد فرمایا۔ اور اس نے وہی پیدا فرمایا جس کا اسے علم تھا۔ یہاں پہنچ کر اکثر لوگوں کے علم کی انتہا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک اس کے علاوہ پیدا آتش عالم کے سبب کا کوئی علم نہیں۔

مگر ہم اور وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہماری طرح اس علم پر اطلاع دی ہے اور وہ ان کے علاوہ دوسرے امور پر واقفیت رکھتے ہیں۔ اور وہ امر یہ ہے کہ جب آپ عالم کو اس کے حقائق اور اس کی نسبت سے تفصیلاً دیکھیں گے تو اسے ان حقائق اور نسبتوں میں محصور پاؤ گے جس کے منازل و مراتب معلوم ہیں اور مماثل و مختلف محدود اجناس کے درمیان ہیں۔

جب آپ اس امر سے واقف ہو جائیں تو جان لیں کہ اس کا الیسا برتر لطیف اور امر عجیب ہے جس کی حقیقت کو دقیق فکر و نظر سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ بلکہ یہ علم اللہ تبارک و تعالیٰ کے عطا فرمودہ علوم کشفیہ اور صاحبان ہمت کے مجاہدات کے نتائج سے برآمد ہوگا۔ کیونکہ جو مجاہدہ بغیر ہمت کے ہوگا اس کا نہ تو کچھ نتیجہ برآمد ہوگا اور نہ ہی وہ علم میں موثر ہے۔ لیکن رقت و صفا سے حال میں اثرات مرتب کرتا ہے جسے مجاہدہ کرنے والا پالیتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سرانہ حکم اور جوامع کلم کا علم عطا فرماتے اور اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی جو گنتی کے لحاظ سے اسماء کے اوپر پہنچتے ہیں اور اسمائے حمد کے علاوہ سعادت کے لحاظ سے نیچے ہوتے ہیں۔ وہی اس عالم میں اثرات مرتب کرتے ہیں اور وہی اس جہان کی پہلی کُنیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سہوا کوئی نہیں جانتا۔

ہر حقیقت کا ایک اسم ہے

ہر حقیقت کے لئے ایک اسم ہے جو اسماء سے اُسی کے لئے مختص ہے حقیقت کا مطلب وہ حقیقت ہے جو مختلف حقائق جمع کر کے ایک جنس بنا دیتی ہے۔ اس حقیقت کا رب وہ اسم ہوتا ہے اور یہ حقیقت اُس اسم کی عبادت کرتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کے تکلف کے نیچے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اور اگر آپ کے لئے کوئی اشیاء کثیرہ کو جمع کر لے تو یہ وہ امر نہیں جو آپ کے گمان میں ہے۔ کیونکہ اگر آپ اُس کی طرف دیکھیں گے تو اُس چیز کے لئے کئی وجہیں پائیں گے جو اُن اسماء کے مقابلہ میں اُس پر دلالت کرتی ہیں اور یہی وہ حقائق ہیں جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اور اس کی وہی مثال ہے جو آپ کے لئے اس علم میں ثابت کی جا چکی ہے جو ظاہر عقول میں موجود ہے اور ہر موجود کے حق میں اُس کے تحت ایک نہ تقسیم ہونے والا فرد ہے جو ہر اُس تجزہ کی طرح ہے جو تقسیم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس میں متعدد حقائق ہیں جو اپنی گنتی پر اسمائے الہیہ کو طلب کرتے ہیں پس اُس کے ایجاد کی حقیقت اسم قادر کو طلب کرتی ہے اور اُس کے احکام کی وجہ اسم عالم کو طلب کرتی ہے اور اُس کے اختصاص کی وجہ اسم مُرید کو طلب کرتی ہے اور اُس کے ظہور کی وجہ اسم بصیر اور رائے وغیرہ کو طلب کرتی ہے۔ یہ اگرچہ ایک ہی فرد ہے مگر اس کی وجہ وغیرہ بہت سی ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا۔ ہر ایک وجہ کے لئے متعدد وجہ ہیں جو اپنے حسبِ حال اسماء کی طالب ہیں اور یہ وہی حقائق ہیں جو ہمارے نزدیک دوہرے ہیں اور ان پر واقفیت حاصل کرنا بہت مشکل ہے اور ان کا کشف کے طریق پر حاصل کرنا اور بھی مشکل ہے۔

اُتہاتِ اسماء کو دیکھیں

جاننا چاہیے کہ جب ہمیں ان اسماء کا علم ہوا تو ان کی کثرت کی بنا پر ترک کر دیا اور اس کے لئے عالم سے طالب علموں کے وجہ کا ملاحظہ کیا۔ جب اس کا ملاحظہ نہیں کریں گے تو اُتہاتِ المطالب کے ملاحظہ کی طرف لوٹ جائیں جس سے ہم مستغنی نہیں ہو سکتے۔ پس جان لیں کہ اسماء وہی اُتہات ہیں جو اس پر موقوف ہیں اور وہ بھی اُتہاتِ الاسماء ہیں۔ پس نظر آسان ہو جائے گی اور غایت پوری ہو جائے گی اور ان اُتہات سے بنات کی طرف لوٹنا آسان ہو جائے گا۔ جیسا کہ بنات کا اُتہات کی طرف لوٹ آنا آسان ہے۔

اسماءِ سبعہ

جب آپ عالمِ علوی اور سفلی میں تمام معلوم اشیاء کو دیکھیں گے تو اصحابِ علمِ کلام کے نزدیک صفاتِ سبعہ سے تعبیر کئے جانے والے سات اسماء کو یاد رکھیں جو اس کے ضمن میں ہیں اور جن کا ذکر ہم نے اپنی ”الشارح الدوائر“ نامی کتاب میں کیا ہے۔ ان اُتہاتِ سبعہ کا جو صفات سے تعبیر کی جاتی ہیں کا اس کتاب میں ذکر کرنا ہماری غرض نہیں۔ لیکن ہمارا ارادہ ان اُتہات کو بیان کرنا ہے جو ان سے ایجادِ عالم کے لئے ضروری ہیں۔

جیسا کہ ہم حق سبحانہ تعالیٰ کی معرفت سے عقلوں کے دلائل میں محتاج نہیں۔ مگر ہم اس کے عالم، مُرید، قادر اور حیثی ہونے میں اس کے علاوہ دلائل کی احتیاج رکھتے ہیں۔ جو اس پر زائد ہیں تو بے شک وہ تکلیف کا مقفنی ہے۔ پس اس کا رسول علیہ السلام آتا ہے تو ہم اس کا تکلم ہونا مقرر کر

لیتے ہیں اور مکلف ہونے سے اُس کے سمیع و بصیر وغیرہ اسماء کو جان لیتے ہیں۔ چنانچہ وہ جو وجودِ عالم کے لئے معرفتِ اسماء سے اُس کی طرف محتاج ہیں۔ وہی اربابِ الاسماء ہیں۔ اور جو ان اسماء کے علاوہ ہیں وہ اُن کے خادم ہیں جیسا کہ ان ارباب میں سے بعض ایک دوسرے کے خادم ہیں۔

اُمہاتِ اسماء کی مزید تشریح

اُمہاتِ اسماء حیّ، عالم، مُرید، قادر، قائل، جوّاد اور مقسط ہیں اور یہی اسماء مدبر اور مفصل دونوں اسماء کی بنات ہیں۔ پس حیّ آپ کی پیداوار کے بعد اور پہلے آپ کی عقل کا اثبات کرتا ہے، عالم آپ کے وجود میں آپ کے احکام کو ثابت کرتا ہے اور آپ کے وجود سے پہلے آپ کی تقدیر کو ثابت کرتا ہے۔ مُرید آپ کے اختصاص کا اثبات کرتا ہے، قادر آپ کے عدم کو ثابت کرتا ہے، قائل آپ کے قدم کو ثابت کرتا ہے، جوّاد آپ کی ایجاد کو ثابت کرتا ہے اور مقسط آپ کے مرتبہ کو ثابت کرتا ہے اور مرتبہ وجود کی منزلوں کی آخری منزل ہے۔ یہ وہ حقائق ہیں جن کا وجود ان اسمائے الہیہ سے لازم ہے۔ جو ان کے ارباب ہیں پس حیّ ربّ الارباب و مربوٰ بن ہے اور وہ امام ہے اور وہ عالم کے رتبہ میں ملا ہوا ہے۔ اور عالم مُرید سے نیچے کی طرف ملا ہوا ہے۔ مُرید قائل سے نیچے ملا ہوا ہے۔ قائل قادر سے نیچے کی طرف ملا ہوا ہے اور قادر جوّاد سے نیچے ملتی ہے۔ اور ان کے آخر میں مقسط ہے تو بے شک یہ ربِّ مراتب ہے اور یہی منازلِ وجود میں آخری ہے۔

ایجادِ عالم کا سبب اسماء ہیں باقی اسماء ان اُمہاتِ اربابِ اسماء کے تحت

اطاعت گزار ہیں۔

ایجادِ عالم میں ان اسماء کی اسم اللہ کی طرف توجہ کا باعث یہ ہیں اور باقی اسماء بھی اپنے حقائق سمیت انہی امور کے طالب ہیں اور سوائے عالم نظری کے اسماء کے یہ چار امام ہیں۔

حجتی، متکلم، سمیع، بصیر

کیونکہ جب اُس نے اپنا کلام سن کر اپنی ذات سے کہا تو عالم کی طرف نظر کے علاوہ اُس کا وجود اپنی ذات میں کامل تھا۔ ان اسماء سے ہماری مراد تو وہ اسم ہیں جو اس عالم کے وجود کے قیام کا باعث ہیں۔

ہماری ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کے بہت سے اسماء ہیں جن میں سے اربابِ اسماء کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم اُن کے حضرات میں داخل ہوتے تو اُن کے سوا کسی کو نہ دیکھا اور جو ہم نے دیکھا اُسے ظاہر کر دیا۔

علاوہ ازیں باقی اسماء ہمارے اعیان کی پیدائش میں اربابِ اسماء کو اسم اللہ کی طرف توجہ کرنے کا سبب ہیں۔ اس عالم کو طلب کرنے کے لئے جو پہلے اسم قائم ہوتے وہ مدبر و مفصل ہیں۔

یہ اسم جب کسی چیز پر توجہ کے وقت اسم ملک سے سوال کرتا ہے تو نفسِ عالم میں پہلے عدم کے علاوہ اُسے مثالی وجود پیدا کرتا ہے لیکن یہ اولیت مرتبہ کی ہے وجود کا تقدم نہیں جیسا کہ طلوعِ آفتاب کا تقدمِ دن کے تقدم پر دلالت کرتا ہے اگرچہ دن کی اولیت آفتاب کے طلوع سے ملتی ہے، لیکن طلوعِ آفتاب کا سبب دن کا اول حصہ ہے اور طلوعِ آفتاب کا وجود دن کے پہلے حصے سے ملا ہوا ہے

ایسے ہی یہ وہ امر ہے جب مدبر و مفصل دونوں اسماء ہیں۔ پہلے جہل اور عدم عالم کے بغیر عالم کو پیدا کیا اور نفسِ عالم میں مثالی صورت پیدا کی۔ اُس وقت

اسمِ عالم کا تعلق اسمِ مثال کے ساتھ ہو گیا جیسا کہ اُس کا اُس صورت سے تعلق ہوا جس سے وہ ماخوذ ہے اگرچہ وہ صورت موجود نہ ہونے کی بنا پر غیر مَرئی تھی۔ ہم اسے اُس باب میں بیان کریں گے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ عالم کس چیز سے پیدا ہوا ہے۔

چنانچہ اسماءِ عالم سے پہلے یہی دونوں اسم ہیں، اسمِ مدبر وہ ہے جو مقدر پیدا کرنے کے وقت محقق ہوا۔ اس کے ساتھ اسمِ مرید کا تعلق اُس حد پر ہوا جو اسمِ مدبر نے ظاہر کی چنانچہ ان دونوں اسماء نے اس مثال کے پیدا ہونے میں ہوائے دوسرے اسماء میں شریک ہونے کے کوئی عمل نہیں کیا، لیکن یہ پیدائش دونوں اسموں کے پرے کے پیچھے سے ظہور میں آتی ہے۔ اس لئے ان دونوں کی امامت درست ہے اور دوسروں نے اس کا شعور نہ کیا یہاں تک کہ مثالی صورت پیدا ہوئی تو اُس میں اُن حقائقِ مناسبہ کو دیکھا جو انہیں اس کے ساتھ اپنے ساتھ عشق میں جذب کرتے تھے۔ پس ہر اسم اپنی مثالی حقیقت پر عاشق ہونے لگا، لیکن اس میں اپنی تاثیر پر قادر نہ ہو سکا کیونکہ وہ حضرت یہ مثال عطا نہیں کرتا جس میں اُس کی تجلی ہے۔

چنانچہ عشق و محبت کے اس تعلق نے اُن میں اُس مثالی وجود کو پیدا کرنے کی کوشش اور طلب و رغبت پیدا کر دی۔ تاکہ اُن کا غلبہ ظاہر ہو جاتے۔ پس دونوں کی عزیز سے بڑی کوئی چیز نہیں عزیز کا اُس پر غلبہ نہ پایا یہاں تک کہ جو اُس کے غلبے کے تحت ہے۔ پس جو اُس کے غنا کی طرف محتاج نہ پایا گیا۔ اُس پر اُس کے عز و غنا کا تسلط درست ہے۔ یہی حال تمام اسماء کا ہے۔

پھر انہوں نے اپنے ائمہ اربابِ سبغہ کی طرف التجا کی جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اور جو انہیں اُس مثال کی عین پیدا کرنے کے لئے راغب کر رہے

تھے جسے انہوں نے اُس کے ساتھ ذاتِ عالم میں دیکھا تھا اور جسے عالم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حقیقتِ اسماء

بسا اوقات کہنے والا کہتا ہے۔ اے محقق اس مثال کو یہ اسماء کیسے دیکھ سکتے ہیں؟ اور اسے سوائے اسمِ بصیر کے نہیں دیکھا جاسکتا۔ ہر اسمِ اس حقیقت پر قائم ہے جس پر دوسرا اسم نہیں، ہم نے یہ اس لئے کہا ہے کہ آپ اسے جان لیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرماتے، ہر اسمِ الہی تمام اسماء کو متضمن ہے، اُس کا ہر اسم اپنے اُنق میں تمام تر اسماء کے ساتھ تعریف کیا جاتا ہے، ہر اسم اپنے اُنق و علم میں حقیقی، قادر، سمیع، بصیر اور قسّم ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو وہ اپنے نابد کارب کیسے درست ہوگا، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔

علاوہ ازیں آپ یہ ایک ناقابلِ فہم لطیفہ قطعی طور پر جان لیں کہ گندم اور اُس جیسے غلہ وغیرہ کے دانوں میں وہ حقائق موجود ہیں جو اُس کی جنس کے دوسرے دانے میں ہوتے ہیں جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اگرچہ اُن میں اُس کی مثل حقائق شامل ہیں مگر یہ دانے اُس دانے کی عین نہیں ہوتے اس لئے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی مثل ہوتے ہیں۔

آپ اُس حقیقت کی تلاش و جستجو کریں جس سے آپ ان دونوں میں تفریق کر سکیں، جب آپ جان لیں گے تو خود کہیں گے کہ یہ دانہ و حقیقت دوسرے دانہ و حقیقت کی عین نہیں چنانچہ یہ امر اس کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے تمام مماثلات میں سرایت کر گئے ہیں جیسا کہ اسماء ہیں اور ہر اسم تمام اسماء کے حقائق کا جامع ہے۔

پھر آپ قطیقت کے ساتھ جان لیں کہ گندم کے دانوں اور دیگر تمام مماثلتوں کے بارے میں بیان کردہ لطیفہ کے مطابق ایک اسم دوسرے اسم کا عین نہیں، اس معنی و مفہوم کو آپ ذکر کے ساتھ تلاش کریں تو جان لیں گے فکر کے ساتھ نہیں۔ اس کے علاوہ میری خواہش ہے کہ آپ کو اس حقیقت سے واقف کراؤں جسے متقدمین سے کسی نے بیان نہیں کیا۔ میں اس کے ساتھ شخص ہوں اور کسی دوسرے کو اس پر اطلاع نہیں اور میں نہیں جانتا کہ اس حضرت سے میرے بعد کسی کو اس حقیقت کا علم دیا جائے جس سے مجھے دیا گیا ہے۔

سر آمد روزگارے ایں فقیرے

دگر دانائے راز آید کہ نا آید

چنانچہ جو شخص بھی میری کتاب سے اُسے پڑھے گا یا سمجھے گا تو میں اُس کا معلم قرار پاؤں گا، رہے متقدمین تو انہوں نے اس حقیقت کو نہیں پایا۔

جیسا کہ ہم نے مقرر کیا ہے کہ ہر اسم تمام اسماء کے حقائق کے ساتھ مع اس لطیفہ کے ان حقائق پر حاوی ہے جس سے آپ دو مثالوں کے درمیان امتیاز کرتے ہیں۔

اسم منعم اور اسم معذب دونوں ظاہر اور باطن ہیں ان میں سے اول تا آخر ہر ایک اپنے خادم پر حاوی ہے۔ علاوہ ازیں ارباب اسماء اور جو دوسرے اسم ہیں ان کے تین مرتبے ہیں۔

۱ :- ان میں سے بعض ارباب اسماء کے درجہ سے بلے ہوتے ہیں۔

۲ :- بعض کو صرف ایک درجہ کے ساتھ انفرادیت حاصل ہے۔

۳ :- بعض ان میں منعم اور معذب کے درجہ کے ساتھ منفرد ہیں، پس یا سماء عالم کے محصور ہیں اور اللہ ہی مدد فرماتا ہے۔

جب تمام اسماء نے ائمہ اسماء کی طرف اور ائمہ اسماء نے اسم اللہ کی طرف اور اسم اللہ نے اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف التجا کی۔ اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات مستغنی ہے تو اسم اللہ نے اس سے اپنی حاجت بیان کی جس کا اسم اللہ سے دوسرے اسماء نے سوال کیا تھا۔

پس احسان فرمانے والے جو داد اور سخنی نے اس کے ساتھ ان پر انعام فرمایا اور اسم اللہ سے فرمایا کہ ائمہ اسماء سے کہہ دے کہ جو تمہیں حقائق عطا کئے ہیں ان کے ساتھ ظہورِ عالم کے لئے تعلق پیدا کر لیں چنانچہ اسم اللہ نے ان کی طرف نکل کر انہیں بتایا تو وہ شاد باد اور خوش ہو کر لوٹ گئے اور ہمیشہ اسی حالت پر رہتے ہوئے اس حضرت کی طرف جس کا ذکر میں نے اس کتاب کے چھٹے باب میں کیا ہے دیکھا، وجودِ عالم کا ظہور انہی اسماء سے ہوا ہے، اس کا ذکر انشاء اللہ آئندہ ابواب میں آئے گا۔ اور اللہ ہی حق کہتا اور سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔

باب چہارم تمام ہوا
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

باب پنجم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور سورہ فاتحہ کے اسرار کی معرفت کا مختصر بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الْاَمِنْ قَالَتِ لَنْ هَیْجَا	الْاَمِنْ قَالَتِ لَنْ هَیْجَا
فَقَالَ مَنْ اَضْحَكَ قَوْمًا	فَقَالَ مَنْ اَضْحَكَ قَوْمًا
يَا قَسْ يَاقَسْ اسْتَقِیْ فَقَدْ	يَا قَسْ يَاقَسْ اسْتَقِیْ فَقَدْ
وَهَكَذَا فِی الْحَمْدِ فَاسْتَنْهَیْ	وَهَكَذَا فِی الْحَمْدِ فَاسْتَنْهَیْ
اَحَدَهُمَا مِنْ عَسْجَدٍ مَّشْرِقِ	اَحَدَهُمَا مِنْ عَسْجَدٍ مَّشْرِقِ
بِاَمٍّ قَرَأَ الْعَلِیُّ هَلْ تَرَى	بِاَمٍّ قَرَأَ الْعَلِیُّ هَلْ تَرَى
اَمْتُ لَنَا السَّمِیعَ الذَّالِیَ الَّذِیْ	اَمْتُ لَنَا السَّمِیعَ الذَّالِیَ الَّذِیْ
فَاَنْتَ مَفْصَحُ الْهَدٰی لِلنَّهٰی	فَاَنْتَ مَفْصَحُ الْهَدٰی لِلنَّهٰی

وجود کے فنا کرنے اور باقی رکھنے کے درمیان اسماء کی بِسْمِ اللّٰہ کی دو نظریں ہیں۔ مگر اس چیونٹی کی طرح ہمیں جس نے روندے جانے کے خوف سے بلوں میں گھس جانے کے لئے کہا تھا۔ پس کہا کہ وہ حضرت سلیمانؑ چیونٹی کا کلام سن کر ہنس پڑے۔ کیا وجود کے بعد طلب کا نشان باقی رہتا ہے۔ اے نفس اے نفس قائم ہو جا۔ یقیناً تو ہمارے چیونٹی سے دوٹھکیاں دیکھ چکا ہے۔

اگر تو چاہتا ہے کہ دو جنتوں کی نعمت حاصل کر لے تو ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی حمد کو مستثنیٰ کر دے۔ دونوں جنتوں میں سے ایک چمک دار سونے کی اور دوسری چاندی کی ہے۔

لئے عالی شان اُمّ القرآن کیا تو فرقان کی جہت سے دو فرقوں کو دکھاتی ہے۔
تو ہمارے لئے وہ وسیع ثنائی ہے جس کے ساتھ کلاب کے بغیر ہمارا سردار
مختص ہوا۔

تو منکروں کے لئے ہدایت کی کنجی ہے۔ نیز اُدشمن دونوں کے فرق سے مختص ہے

ابتداءِ عالم کیسے ہوئی

ہمارا ارادہ ہے کہ وجود کی معرفت اور عالم کی ابتداء کا ذکر شروع کریں اور
وہ ہمارے نزدیک ایسا مصحفِ کبیر ہے جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں زبانِ حال
میں پڑھ کر سنایا جیسا کہ ہمارے نزدیک تلاوتِ قرآن قول سے ہے۔
عالم وجود منتشر کے ورق پر مخطوطہ مرقومہ حروف ہیں جس میں ہمیشہ کتابت
ہوتی رہے گی اور کبھی منتہی نہیں ہوگی۔

اب جب کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتابِ عزیز کا آغاز فاتحہ الکتاب
سے کیا ہے اور یہ کتاب وہ عالم ہے جس پر ہماری گفتگو ہے تو ہم چاہتے ہیں
کہ سورہ فاتحہ کے اسرار سے آغازِ کلام کریں۔

بسم اللہ سورتِ فاتحہ کی فاتحہ ہے اور سورہ فاتحہ کی آیتِ اول ہے یا
فاتحہ کے لئے اتنی ضروری ہے جتنی چوکھٹ، اگرچہ اس میں علما کا اختلاف ہے
تاہم ضروری ہے کہ بسم اللہ پر گفتگو کی جائے۔ علاوہ ازیں اللہ تبارک و تعالیٰ
کے کلام سے خاص برکت حاصل کرنے کے لئے سورہ بقرہ کی دو یا تین آیات پر
بھی گفتگو ہوگی پھر انشاء اللہ اُس کا باب آگے آئے گا۔ پیش ازیں ہم نے بیان
کیا ہے کہ وجودِ عالم کا سبب اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسماء مبارک ہیں اور یہی
اس عالم پر مُسلط اور مؤثر ہیں۔

ہمارے نزدیک بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ خربے جس کی ابتداء پوشیدہ ہے اور
یہی عالم کی ابتداء اور اس کا ظہور ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ظہورِ عالم ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے تین اسماء اللہ، رحمان
اور رحیم ظہورِ عالم کے لئے مخصوص ہیں اس لئے کہ حقائق بھی یہی بتاتے ہیں۔
اللہ! یہ اسم تمام تر اسماء کا جامع ہے۔

رحمن! یہ صفت عام ہے پس وہ اس کے ساتھ دنیا و آخرت میں رحم
فرمانے والا ہے۔ وہ دنیا میں اس صفت کے ساتھ ہر چیز پر رحم کرتا ہے جبکہ
آخرت میں اس کا قبضہ محض سعادت کے ساتھ مختص ہے۔ کیونکہ وہاں یہ اپنے
قبیل سے منفرد ہوگی اور دنیا میں اس کا امتزاج ہے۔ جیسا کہ ایک شخص
کافر پیدا ہوتا ہے اور مومن مرتا ہے۔ یعنی کبھی عالم شہادت میں کافر پیدا ہوتا
ہے اور کبھی اس کے بالعکس ہوتا ہے اور رسول صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی خبروں کے مطابق دونوں قبضوں سے ایک کے ساتھ امتیاز کیا جاتا ہے۔
اسم رحیم ہر ایمان والے کے لئے دارِ آخرت کے ساتھ مخصوص آیا ہے
اور جہانِ انہی تین اسماء کے ساتھ تمام ہو گیا۔ سب اسماء اجمالاً اسم اللہ
میں اور تفصیلاً رحمن و رحیم دونوں اسماء میں ہیں جس کا ہم نے ذکر کیا۔ اس
کی تحقیق کریں۔

ہم چاہتے ہیں کہ بسم اللہ اور سورہ فاتحہ میں داخل بعض اسرار کو بیان
کریں جیسا کہ ہم نے وعدہ کیا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ کی بار اور بار کا نقطہ

ہم کہتے ہیں کہ بسم کی بار نے وجودِ عالم کو ظاہر کیا اور بار کے نقطہ کے ساتھ

عابد اور موجود کی تمیز پیدا ہوتی۔

حضرت شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے پوچھا: آپ شبلی ہیں؟
انہوں نے کہا: میں وہ نقطہ ہوں جو تحت الباء ہے اور یہی ہمارا قول ہے
کہ یہ تمیز کے لئے ہے اور وہ عہد کا وجود ہے جس کے ساتھ حقیقت عبودیت کا
تقاضا ہوتا ہے۔

شیخ ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی مگر اُس
پر بار بکھی ہوئی تھی، پس مقام جمع اور وجود میں حضرت حق سے بار کی موجودا
کے لئے مصاحبت ہے یعنی میرے ساتھ ہر چیز قائم اور ظاہر ہے اور یہ عالم شہادت
سے ہے اور یہ بار اُس ہمزہ وصل کا بدل ہے جو بار کے داخل ہونے سے پہلے
اسم میں موجود تھا اور اُس کی طرف احتیاج ہوتی ہے۔ کیونکہ ساکن حرف کے
ساتھ گفتگو نہیں ہو سکتی۔

پس ہمزہ نے جو قدرت محرکہ کے ساتھ تعبیر ہوتا ہے وجود سے ایک عبارت
کی خواہش کی تاکہ اُس کلام کو پہنچے جو ابداع سے ایجاد کیا گیا ہے اور ہمزہ ساکن
پیدا کیا گیا ہے جو کہ عدم ہے اور یہ محدث کا وجود ہے جو پہلے نہ تھا اور پھر پیدا
کیا گیا اور وہ محدث نہیں ہے جو ملک میں میم کے ساتھ داخل ہوا۔

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ؟ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟
قَالُوا بَلٰی! انہوں نے کہا: "ہاں کیوں نہیں؟"

پس بار ہمزہ وصل کا بدل ہو گئی۔ یعنی قدرت ازلیہ اور بار کی حرکت
اُس ہمزہ کی حرکت ہو گئی جو باعث ایجاد ہے اور بار اور الف و اصلہ کے درمیان
تفریق ہو گئی کیونکہ الف ذات کو اور بار صفت کو عطا کرتی ہے، یہی وجہ ہے
کہ بار کے نیچے کا نقطہ عین ایجاد کے لئے الف سے زیادہ حق دار ہے اور وہی

موجودات ہے۔ بار میں یہ تین انواع جمع ہیں۔

۱:- بار کی شکل۔

۲:- بار کے نیچے کا نقطہ۔

۳:- تینوں عوالم کی حرکات۔

جیسا کہ وسط عالم میں توہم ہے۔ ایسے ہی بار کے نقطہ میں وہم ہے۔
بار ملکوتیہ، نقطہ جبروتیہ اور حرکت شہادتہ ملکیت ہے، جب کہ الف وہ محدث
ہے جو اس کے بدل میں ہے۔ یہی حقیقت بالکل اللہ تبارک و تعالیٰ سے قائم ہے
اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں سے ایک رحمت اس نقطہ کے پردہ میں رکھی ہے جو
بار کے نیچے ہے۔ اس باب میں اپنی حد پر اختصاراً اس مسئلہ کو اچھی طرح
جان لیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الْف

پھر ہم نے بسم کے الف کو اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ اور بِسْمِ اللّٰهِ مُحَمَّدٌ بھائی بار
اور سین کے درمیان ظاہر پایا اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں بار اور سین کے درمیان
الف ظاہر نہیں، یعنی وہاں باسْم ہے اور یہاں بسم ہے۔

اگر یہ الف باسْم اللّٰهِ خُصْرِ بھائی ظاہر نہ ہوتا تو کشتی رواں نہ ہوتی اور
اور اگر باسْمِ رَبِّكَ میں ظاہر نہ ہوتا تو نہ اُس کی مثل کی حقیقت معلوم ہوتی اور
نہ اپنی صورت کا مشاہدہ کرتی۔ پس خواب غفلت سے بیدار ہو کر اس پر غور کریں۔
اب جب کہ سورتوں کے شروع میں الف کا استعمال بکثرت ہو گیا تو اُس
کے وجود اور مثال کے قائم ہونے کی بناء پر الف حذف ہو گیا اب اُس کی مثل
بآء ہے جو سین کے لئے آئینہ بن گئی اور سین ایک مثال بن گیا۔ چنانچہ نظام کرب

یقیناً حسین اور مریم کے درمیان ظہور نہیں کیونکہ وہ صفات افعال اور تبدیلی کا مقام ہیں۔ اگر الف ظاہر ہوتا تو حسین اور مریم زائل ہو جاتے کیونکہ بار کی طرح اُس کی صفت قدیم کے لئے لازمی نہیں، اُن سے اس کا اخفاء اُن کے ساتھ رحمت ہے جب کہ یہ اُن کے وجود کی بقا کا باعث ہے۔

وَمَا كَانَ لِلْبَشَرِ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا
أَوْ حُرْمَنٌ وَكَأَنِّي جَابِلٌ مِّنْ رَسُولٍ

لہ

اور بشر کے لائق نہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اُس سے کلام کرے۔ مگر وحی سے یا پردے کے پیچھے سے یا رسول یعنی فرشتوں کو بھیج کر۔

اور وہ رسول یہی بار و حسین اور مریم ہے جو تمام عالم کی طرح ہیں۔ پھر مریم میں حدوث کی مشابہت کے طریق پر زیر کا عمل ہے کیونکہ مریم کا مقام عبودیت ہے اور مریم کو بار کی زیر نے اُس کی ذات کی معرفت اور اُس کی ذات کی حقیقت عطا کی ہے۔ جب آپ بار کو دیکھیں گے تو مریم کو مقام اسلام پر پائیں گے۔ اگر کسی روز بار کو قی حالت طاری ہونے کے باعث زائل ہو جاتے تو یہ مریم کا ایمان کی جانب ارتقا ہے جس کی بنا پر عالم جبروت میں تسبیح اور اس کی مثل کے ساتھ فسخ اور کشادگی ہوتی ہے۔

یہ امر محل تنزیہ کے ساتھ تجلی کے لئے مثل ہے پس اُسے فرمایا،
سُبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ یعنی اپنے ربِّ اعلیٰ کی تسبیح بیان کر
اپنے اُس ربِّ اعلیٰ کے نام کی تسبیح پڑھ جو تجھے موادِ الہیہ کے ساتھ غذا
دیتا ہے۔ مریم کی زبر کے ساتھ وہ تیرا رب ہے۔ پس اسم کا الف ظاہر ہوا اور
بار زائل ہو گئی۔ یعنی باسم میں سے اسم رہ گیا۔ کیونکہ اس پر امر تسبیح کے ساتھ

متوجہ ہوا اور اُسے یعنی الف کو اس کی طاقت نہیں اور بار اُس کی مثل محدث ہے اور محدث باب حقائق سے وہ چیز ہے جس کا انتقال امر سے نہ کوئی فعل ہو اور نہ کوئی بدل پس لازماً الف سے اُس کا ظہور ہوگا جو فاعل قدیم ہے۔

چنانچہ جب اُس کا ظہور ہوا تو قدرت نے میم میں تسبیح کی صورت پیدا کر دی تو اُس نے اُس کے امر کے مطابق تسبیح کی اُسے یعنی الف کو اعلیٰ کہا گیا ہے کیونکہ وہ بار کے ساتھ اسفل ہے اور اس مقام میں اعلیٰ و اسفل کے وسط میں ہے جب کہ تسبیح کرنے والا اُس کی تسبیح نہیں کر سکتا جو اُس کی مثل یا اُس کے نیچے ہو۔ ایسی صورت میں تسبیح کرنے والا لازماً اعلیٰ ہوگا۔

اگر ہم تسبیح اسم ربک اعلیٰ سورت کی تفسیر اور اس کے اسرار کو ظاہر کریں تو یہ بیان ختم نہ ہوگا۔ الف اس مقام پر ہمیشہ تنزیہ بیان کرتا ہے یہاں تک کہ اپنی ذات میں منترہ ہو جاتا ہے۔ پس جو کوئی منترہ کی تنزیہ کرتا ہے وہ تنزیہ سے منترہ ہو جاتا ہے۔ لہذا بدیہی امر ہے کہ یہ تنزیہ منترہ کی طرف لوٹ جائے گی اور وہ ہی اعلیٰ ہوگا۔

بے شک حق حقیقت کے باب سے ہے اور اُس پر اعلیٰ ہونا درست نہیں کیونکہ یہ اسماء اضافت سے اور وجہ مناسبت کی قسم سے ہے۔ پس نہ اعلیٰ ہے نہ اسفل ہے اور نہ اوسط ہے۔ جب کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس سے بہت بلندی والا ہے۔ بلکہ اس کی طرف اعلیٰ و اوسط اور اسفل کی نسبت کرنا ایک ہی چیز ہے، جب وہ منترہ ہے تو حد امر سے خارج ہے سماعت کا پردہ پھٹ گیا اور اعلیٰ مقام حاصل ہو گیا پس میم مشاہدہ قدیم کے ساتھ بلند ہو گئی۔

اور اُسے تیرے رب ذو الجلال والا کرام کے برکت والے اسم کے ساتھ شمار تمام حاصل ہو گئی۔ جیسا کہ اسم مسملی کا عین ہے۔ ایسے ہی عبد مولا کا عین ہے جو اللہ کے

لئے متواضع ہوتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اُسے بلند کر دیتا ہے۔

صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ حق بندے کا ہاتھ اُس کا پاؤں اُس کی زبان اُس کی سمیع اور اُس کی بصر ہو جاتا ہے، اگر الف باء میں بار سے بستی یعنی زیر قبول نہ کرتا تو اُسے تبارک اسم کے اسم میں انتہا پر بلندی یعنی زیر حاصل نہ ہوتی

سین کا ساکن ہونا

جانتا چاہیے کہ طبقاتِ عالم پر بسم سے ہر حرفِ ثلث ہے پس بار کا اسم بار الف کا اسم ہمزہ اور سین کا اسم سین یا اور ثون اور میم کا اسم میم یا اور میم ہے اور یا بار کی مثل ہے اور بابِ ندا میں ہے یہی عبد کی حقیقت ہے۔ اگر کہیں کیا اس موجود میں اثر ہے یا اس کا انحصار عابد و معبود پر کیسے ہے تو یہ مطلق شرت ہے۔ اس کے مقابلہ میں ضد نہیں کیونکہ حق تعالیٰ کے وجود اور عبد کے وجود کے سوا عدم محض ہے جس کا عین نہیں۔

پھر سین تواضع اور فقر و فاقہ کے تحت بسم سے ساکن ہو گیا جیسا کہ ہم حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے تحت ساکن ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔

مَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔

سین بار سے ملاقات کے لئے بسم سے ساکن ہو جاتی ہے کیونکہ اگر سکون سے پہلے متحرک ہوتی تو ذاتی طور پر صاحب اختیار ہو جاتی اور اس پر دعویٰ کا خوف تھا چونکہ سین اس سے پاک ہے لہذا ساکن ہو گئی۔ جب بار سے اُسے حقیقت مطلوبہ مل گئی تو اُسے حرکت عطا ہو گئی پس بعض مقامات پر متحرک نہیں مگر جب بار چلی

جاتی ہے اس لئے کہ شیخ کے حضور میں شاگرد کا کسی امر میں کلام کرنا سوتے ادبی قرا
پانا ہے البتہ جس کام کا اسے حکم دیا جاتے اس کی تعمیل کرنا ادب ہے۔
بار کی علیحدگی کے وقت اس کی تار نے دعویٰ کرنے والوں کو مخاطب کیا اور

اپنے حاصل شدہ اعلیٰ مقام میں فرمایا!

سَأَعْرِضُ عَنْ آيَاتِي الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي أُمْنِي آيَاتٍ مِنْهُ أَنْ كُفِّرُوا كُفْرًا
کرتے ہیں۔

پھر اس کے اطاعت گزار کے لئے سین اس کی رحمت اور نرمی سے سنا
ہو گیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔

سلام علیکم طہتم فادخلوها خالدين۔

اس سے مراد حضرت بار ہے اس لئے کہ جنت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کا حضرت ہے اور دیدار کا ٹیلہ حق کا حضرت ہے۔

آپ اس کی تصدیق کریں گے اور اسے تسلیم کر لیں گے تو آپ پر اسرار کھل
جائیں گے اور آپ کا الحاق ہو جائے گا۔

یہ وہ حضرت ہے جو الف مراد کی طرف انتقال کرتا ہے جیسا کہ حضور رسالت
مکب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف منتقل فرماتے ہیں۔
ایسے ہی یہ حضرت جو کہ جنت ہے آپ کو اس ٹیلہ کی طرف منتقل کرے گا جو
حق تعالیٰ کا حضرت ہے۔

پھر آپ جان لیں کہ بسم میں تنوین تحقیق عبودیت اور اشارات تبعیض
کے لئے ہے تو جب اس سے تنوین کا ظہور ہوتا ہے تو حق المبین یعنی حق تعالیٰ
اسے تشریف دیکھنے کی اضافت کے ساتھ چن لیتا ہے۔

پس فرمایا!

بِسْمِ اللّٰهِ!

تو منزلِ الہیہ کی طرف اُس کی اضافت کے لئے تنوینِ عبدی حذف ہو گیا۔
چونکہ تنوین پیدا کی جاتی ہے۔ اس لئے یہ تحقیق اُس کے لئے درست ہے۔
مگر ساکن ہونا زیادہ بہتر ہے۔ پس جان لیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

نویں جز تمام ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

لفظ اللہ کی تشریح

دصل : اے راہ ہدایت کے متلاشی، بسم اللہ سے اُس کا ارشاد ”اللہ“ ہے پہلے آپ اس کلمہ کرم سے حاصل ہونے والے حروف کی معرفت حاصل کریں بعد ازاں ان شاء اللہ العزیز اس پر گفتگو کی جائے گی۔ وہ حروف یہ ہیں۔ ا۔ ل۔ ل۔ ل۔ ا۔ ا۔ ا۔ ا۔

پہلے ہم اس پر اشاروں کنایوں میں مجمل کلام کریں گے۔ پھر اسے کھول کر بیان کریں گے تاکہ عالم ترکیب پر اسے قبول کرنا آسان ہو جائے۔

الف کے ساتھ جبد کا تعلق اضطراراً اور التجاراً ہے۔ پس اُس کے لئے پہلا لام ظاہر ہوا جسے یہ فوز و نجات عدم سے ورثہ میں ملی، پس جب اُس کا ظہور درست ہوا اور اُس کا نور وجود میں منتشر ہو گیا اور مستی کے ساتھ اُس کا تعلق درست ہو گیا اور اسماء کے ساتھ اُس کا پیدا ہونا باطل ہو گیا تو اُس کے بعد آنے والے الف کے شبود کے ساتھ دوسرے لام نے اُسے ایسی فنا سے فانی کر دیا جس کے بعد اُس کا کچھ باقی نہیں رہا اور یہ اس لئے ہے کہ اُس کا معنی کھل جائے، پھر مراد کے ممکن کے لئے ہا کے بعد واؤ آتی اور ہا اُس کے بعد آتی تاکہ بندوں کی محویت کے وقت اجلِ عناد سے اپنے وجود کے لئے باقی رہے۔ پس اِس لئے یہ اجلِ مستی کا موقعہ ہے اور یہ وہ مقام ہے جس میں سیاحوں کے احوال مضحک ہو جاتے ہیں اور جس میں سالکین کے مقامات معدوم ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ جو نہیں تھا وہ فنا ہو جاتا ہے اور جو ہمیشہ ہے وہ باقی رہتا ہے۔ نہ اُس کے ظہور کے لئے غیر ثابت ہے اور نہ اُس کے نور کے لئے اندھیرا باقی رہتا۔

وہ ہے تو آپ نہیں

اگر آپ اسے نہیں دیکھ سکتے تو جان لیں کہ اگر نہ تھے تو وہ آپ ہی تھے۔ چونکہ ذوات کے لئے افعال مضارع میں تاء حروف زوائد سے ہے اور یہی عبودیت ہے ایک پھینکنے والے نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا تو ایک سردار نے سن کر کہا۔ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ بھی کہیں۔ یعنی پورا جملہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ کہیں؟ پھینکنے والے نے کہا۔ اے بھائے سردار عالم سے کون ہے۔ یعنی عالم کیا ہے جس کا ذکر میں اللہ کے ساتھ کروں؟

سردار نے کہا! اے بھائی اس وقت کہہ دے کیونکہ جب مَحْدُث کا ذکر قدیم کے ساتھ کیا جائے تو اُس کا اثر باقی نہیں رہتا اور یہ مقام وصل اور حال کا ہے اور وہ اُن اہل فنا سے ہے جو اپنے نفسوں سے فانی ہیں۔ اگر اپنی فنا سے فانی ہو جاتا تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کیوں کہتا، اُس کے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنے سے اُس کے عبد ہونے کا اثبات ہوتا ہے اور یہ اُن کے بعض کے نزدیک اُس سے ردا کے ساتھ اور دوسروں کے نزدیک کپڑے سے تعبیر ہوتا ہے۔

اور اگر وہ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ کہتا تو اُس مقام سے بلند ہو جاتا جس میں وہ تھا اس لئے کہ یہ وارثین کا مقام ہے اور اس سے اعلیٰ مقام نہیں کیونکہ یہ وہ شہود ہے جس کے ساتھ نہ زبان حرکت کرتی ہے اور نہ ہی اس مقام والوں کے احوال میں اُن کے دلوں میں اس کے ساتھ اضطراب پیدا ہوتا ہے۔

اہل حال کا حال

انوارِ ذاتِ اِن کے رُخ پر غالب آجاتے ہیں اور رسومِ صفاتِ اِن پر

ظاہر ہو جاتی ہیں۔ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے پسندیدہ عرائس ہیں اور اُس کے نزدیک حجابوں میں ہیں۔ انہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جیسا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں جانتے۔

انہیں زبانِ قیومیہ کے ساتھ بساطِ انس اور مناجاتِ دائمی میں اپنے قُرب سے عزت و کرامت کا تاج اور خلعت پہنا کر فنا کے منبروں پر بٹھادیا جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے وارث ہوتے ہیں۔

علیٰ صلاہتم دائمون و لبشہادتہم قائمون۔ وہ اپنی صلوٰۃ پر دائم اور اپنی شہادت پر قائم ہیں۔

قوتِ الہیہ مشاہدہ کے ساتھ ہمیشہ اُن کی مدد فرماتی ہے اور وہ قدیم کے مقام میں صفات کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں اور یہ امر اتقدا اور پروی کی حیثیت سے ہے۔ وہ لوگ فرائض و سنت پر قائم رہنے کے علاوہ کوئی بات نہیں کرتے۔

وہ سیدھے راستے سے رُخ نہیں پھرتے۔ وہ مخلوق سے گفتگو کرتے ہیں مگر حق تعالیٰ کے ساتھ رہتے ہیں۔ وہ اگرچہ مخلوق سے میل جول رکھتے ہیں مگر اُن کے ساتھ نہیں ہوتے۔ وہ لوگوں کو دیکھتے ہیں مگر نہیں دیکھتے۔ کیونکہ وہ خود کو نہیں دیکھتے، بلکہ وہ اپنا ہونا اللہ تبارک و تعالیٰ کے انعال کے جمال سے دیکھتے ہیں۔

وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام میں صنعت اور صنایع کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ تم میں سے کوئی شخص بڑھئی کے ساتھ صندوق بننا دیکھے تو وہ صنعت اور صنایع کا مشاہدہ کرتا ہے۔

صنعت اُس کے لئے صنایع سے حجاب نہیں بنتی مگر اُس کے دل کو

صنعت کا شغل اچھا لگتا ہے۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دُنیا سبز حلوہ ہے اور یہ دامن کوہ کی ہریالی ہے۔ دُنیا ایک خوبصورت کینز ہے جو بُرائی کی روئیدگی میں بیٹھ کر اُس کے ساتھ بُرائی کرتی ہے جو اُس کے ساتھ نیکی کرتا ہے اور یہ اُس پر آخرت حرام کر دیتی ہے۔ اور کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

اذا امتحن الله بنابيب تكشف

عن عدو في نيا بصدق

عقل مند شخص جب دُنیا کا امتحان لیتا ہے تو یہ اُس کے لئے دوست کے لباس میں چھپے ہوئے دشمن کو ملوث کر دیتی ہے۔

پس یہ طائفہ صدیق اور امین لوگوں پر مشتمل ہے جب اللہ تبارک و تعالیٰ اُتوت الہیہ سے ان کی امداد فرماتا ہے تو یہ اُس کے ساتھ مثال کا رُجھ پر منسوب ہو جاتے ہیں اور یہ وہ اعلیٰ مقام ہے جس میں ارتقا ہوتا ہے اور یہ وہ اشرف غایت ہے جس کی طرف انتہائے غایت ہے۔

چونکہ کوئی غایت نہیں مگر وہ جو وارد و ذرات کی حیثیت سے نہیں بلکہ توحید کی حیثیت سے ہوتی ہے اور وہ مستوی ہے اور سوائے رفیقِ اعلیٰ کے کوئی استواء نہیں کرتا۔ پس اس گروہ کو مشاہدات کے جو حقائق حاصل ہوتے، وہ انہیں اور ہم کو مبارک ہوں، ہم نے اُن کی تصدیق کی اور انہیں تسلیم کیا اور اُن کے ساتھ موافقت و مساعدت کی اور جو ادلیبان ہمارے ساتھ حلیۂ کلام میں لے آیا۔ اب اُس طرف لوٹتے ہیں جس راستہ پر جا رہے تھے۔ والسلام۔

الف، لام اور ہو ہم کہتے ہیں اس اسم کا مخدوف ہمزہ اضافت کے

ساتھ تحقیق اتصال وحدانیت اور تحقیق انفصال غیرت ہے۔ الف اور لام ملا ہوا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ متصل تحقیق اور منفصل تحقیق کے لئے ہے اور الف غیر متصل محو آثار کے لئے دوسری لام میں موجود ہے اور وہ واؤ جو ہا کے بعد آتی ہے اس کے لئے خط میں نشان نہیں اور اس کا معنی 'ہویت' کی ہا کے ساتھ وجود میں ہے۔ جو اس نے اس کی ذات کے ساتھ عالم ملک میں منتشر کی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مُؤَلَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

وہ اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت کو ہویت یعنی ہو سے شروع کر کے ہو پر ختم فرمایا ہے اور اسے وجود اور عدم کے امر میں ملکیت دی اور اس کے لئے حدوث و قدم پر دلالت مقرر فرمائی اور ہوذا کرین کا آخری اور اعلیٰ ذکر ہے۔ پس عجز صدر کی طرف لوگاتو لیلۃ القدر کا ظہور ہو گیا اور اہل عنایت و تائب کو اس کے وجود کے ساتھ حقائق پر واقفیت ہو گئی، پس وجود اس اسم کے دائرہ کے نقطہ میں ساکن ہے اور وہ اس پر اس کی حقیقت کے ساتھ مشتمل ہے۔ اشتمال اماکن متمکن ساکن پر ہے یعنی ٹھکانے رہائش کرنے والوں پر مشتمل ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے اعلیٰ مثل ہے۔

وَلِلّٰهِ قُدْرَةُ الْاَفْضَلِ لِنُورِهِ

مثلاً من المشكاة والنبراس

اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نور کی مثال بیان فرمائی جیسے مشکوٰۃ اور

نبراس۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّخِيطًا قَدْ احَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا

لے اخیر آیت ۲۳ سے النساء آیت ۱۲۶ کے اللہ تعالیٰ آیت ۱۲

اور اللہ ہر چیز پر محیط ہے۔

اللہ کے علم نے ہر چیز کو گھیرا ہوا ہے۔

اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے علم نے ہر ایک کو اسم اور شئی قرار دیا ہے اور اُس کو مخلوق و ممتہ بنا کر ارسال فرمایا ہے۔

بمقتل کا حل اور اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ بندہ کہتا ہے اللہ تو اس سے اول و آخر کا اثبات کرتا ہے اور دونوں لاموں کے ساتھ باطناً اور ظاہراً نفی کرتا ہے۔ الف علیہ کی وساطت سے دوسرا لام ہمارے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَاسِعُهُمْ

تین سرگوشی نہیں کرتے مگر اُن کا چوتھا اللہ ہے۔

تین لام ہیں اور فرمایا۔

وَلَا خَمْسَةَ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ

اور نہیں پانچ مگر وہ اُن کا چھٹا ہے۔

پس الف ہمارے حق میں چھٹا اور لام کے حق میں چوتھا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَلَا تَرَىٰ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ

کیا تو نے اپنے رب کو دیکھا کیسے سائے کو لمبا کیا۔

عرش اللہ تبارک و تعالیٰ کا ظل اور لام دوسرا عرش ہے اور جو اُس کے گرد ہے وہ ملک کے طریق پر پہلا لام ہے۔ دونوں لام بابِ اسماء سے ظاہر و باطن ہیں۔ جو پہلے اور دوسرے الف کے درمیان ظاہر ہوئے اور یہ مقام اتصال ہے۔ کیونکہ انتہاء ابتداء کی طرف منقطع ہوتی ہے اور اس نزدیکی کے ساتھ اتحاد و اتصال

ہوتا ہے پھر با اپنی باطنی واؤ کے ساتھ انفصال کے مخرج سے نکلی، ہا اور لام کے متصل
جز ایک ایسا بھیند ہے جس کے ساتھ عبء اور سرداز کے درمیان مشاہدہ واقع ہوتا
ہے اور یہ الفِ علمیمہ کا مرکز ہے اور مقامِ اضمحلال ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے پہلی لام جو عالمِ ملک ہے اور دوسری لام جو عالمِ
ملکوت ہے کے درمیان دونوں لاموں کے اتصال کے لئے خطِ متصل میں جز
مقرر فرماتی اور یہ عالمِ اوسط کا مرکز ہے جو کہ مقامِ نفسِ عالمِ جبروت ہے۔ دونوں
حروف کے درمیان خطوطِ فارغہ لازمی ہیں تو یہ ایک حرف سے دوسرے حرف
کی طرف سالکوں کی رسموں کے مقاماتِ فنا ہیں۔

تتمیم

پہلا الف وہ ہے جو ہمزہ کو منقطع کرتا ہے اور دوسری لام کا الف اس کے
ساتھ متصل ہے جو الفِ خطوط کے آغاز میں قطع کیا گیا۔ حضور رسالت مآب
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

كَانَ اللَّهُ وَلَا شَيْءٌ مَعَهُ

الْحَدِيثُ

اللہ تھا اور اُس کے ساتھ چیز نہ تھی۔

اس لئے یہ قطع کیا گیا ہے اور یہ عدمِ اتصال میں بعد میں آنے والے حروف
کی مشابہت سے پاک ہے اور وہ حروف وہ ہیں جو حقائقِ عامہِ عالیہ کے عدد
پر اُس کے مشابہ ہیں اور یہی اُہمات ہیں۔

ایسے ہی جب حروف کا آخر ہو گا تو بعد کے رقم ہونے والوں سے اُس کا
اتصال قطع ہو جائے گا۔ پس الف اور اس کے قبیل کا انقطاع وہ انتباہ ہے
جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

الف حق کے لئے اور الف سے مشابہت رکھنے والے حروف خلقت کے لئے ہیں۔ اور یہ د۔ ذ۔ ز ہیں اور جمیع حقائق میں غذا دینے والا حساس اور ناطق ایک جسم ہے۔

علاوہ ازیں وہ ہیں جن کے لئے لغت ہے اور حقائق عالم کلیہ میں منحصر ہیں۔ جب دوسرے لام نے ارادہ کیا جو کہ معنی میں پہلے موجود ہے اور خط میں آخر ہے تو اس لئے کہ مشاہدہ سے جسم کی معرفت روح کی معرفت پر مقدم ہے۔ ایسے ہی خط کا مشاہدہ ہے اور یہ عالم ملکوت ہے جسے اُس نے اپنی قدرت سے پیدا فرمایا۔

ہمزہ کے اسرار

۔ یہی وہ ہمزہ ہے جس کی ابتداء اسم میں اضافت سے مَعْرَا ہوئی ہے اور یہ الف سے علیحدہ نہیں ہوتا، جب اس الف نے دوسرے کام کو پیدا کیا تو اُسے سردار بنایا اور اُس سردار کو طلب کیا جو اُس پر بالطبع ہے۔ پھر اُس کے لئے عالم شہادت بنایا جو پہلا لام ہے، جب اُس نے اُس کی طرف دیکھا تو وہ روشن اور درخشاں ہو گیا اور اُس کے رَبِّ کے نور سے زمین چمک اُٹھی اور کتاب وضع کی گئی۔

یہ وہ جُزء ہے جو دو لاموں کے درمیان ہے۔ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے دوسری لام کو حکم دیا کہ پہلی لام کی امداد کرے جس کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی ذات کے جود و کرم سے اُس کی مدد فرمائی اور یہ اُس کی طرف اُس کی دلیل قرار پائی تو اُس نے اُس سے اُس کے جمیع انوار میں تصرف کے معنی طلب کئے۔ گویا کہ وہ اُس کے وزیر کی طرح ہو چنانچہ اُس نے جو چاہا اُسے مل گیا تو

اُسے پہلے لام کے لم پر اِقَامہ کیا اور اُس کے لئے دونوں کے متصل جزر و پید کیا اور جو اُس سے کتابِ اوسط سے تعبیر کیا۔ وہ عالمِ حیروت ہے اور اُس کے لئے دونوں لاموں کی مثل ذات قائم نہیں۔

بے شک وہ ہمارے نزدیک عالمِ خیال کی طرح ہے تو دوسری لام کو اُس جزر کی طرف ملایا گیا اور جو اُس سے چاہا گیا تھا اُس میں رقم کیا، اور اُس کے ساتھ پہلے لام کی طرف توجہ دی اور فرماں برداری کی یہاں تک کہ اُس نے ہاں کر دی۔

جب پہلے لام نے اس امر کو دیکھا جو اُسے اُس جزر کی وساطت سے دوسرے لام سے پہلے عطا ہوا جو کہ شریعت ہے۔ تو اُس کے لئے اُس جزر کی طرف لوٹنے والا مشاہدہ اُس میں راغب کرنے لگا تا کہ مشاہدہ کے لئے صاحبِ امر کی طرف داخل کرے۔

جب اس جزر کی طرف ہمت صرف ہوتی اور اُس کے مشاہدہ میں مشغولیت ہو گئی تو اس سے پہلی الف پردہ میں چلی گئی۔

آپ پیچھے کو لوٹ کر التماس نور کریں۔ اگر اس جزر کی طرف ہمت صرف نہ ہوتی پہلے الف سے بلا واسطہ تعلقِ امر ہو جاتا لیکن سرِ عظیم کے لئے ممکن نہ تھا تو بے شک پہلا الف ذات اور دوسرا الف علم ہے۔

اپنی پہچان سے خدا کو پہچانا

کیا آپ نے دیکھا کہ دوسری لام واسطوں سے پاک اور مرادِ مجتہبہ ہے تو الف وحدانیت کے ساتھ کیسے شافی اتصال ہو گا۔ یہاں تک کہ اُس کا وجود نطق بن کر الف پر صحیح دلالت کرتا ہے۔

اگرچہ ذات مخفی ہے کیونکہ آپ کا تلفظ لام کے ساتھ اتصال کو محقق کرتا ہے اور اس پر آپ کی دلالت کرتا ہے۔ **مَنْ عَرَفَتْ نَفْسُهُ فَقَدْ عَرَفَتْ رَبَّهٗ** یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ جس نے دوسری لام کو پہچان لیا اُس نے الف کو پہچان لیا تو اس پر آپ کے نفس کو دلیل بنایا پھر اس پر آپ کے دلیل ہونے کو اس پر اس کے حق میں دلیل بنایا جو دور ہے، اپنے رب کے ساتھ اُس کی معرفت پر عبد کو اپنے نفس کی معرفت مقدم ہے پھر اس کے بعد یہ اُسے اُس کی اپنے نفس کی معرفت سے فانی کر دیتا ہے اس لئے کہ اس سے مراد یہ تھی کہ وہ رب کو پہچان لے۔

کیا آپ نے لام اور الف کا معانقہ دیکھا۔ لام الف سے پہلے کلام میں کیسے پایا جاتے گا اور اس میں اُس کے لئے انتباہ ہے جو ادراک کرتا ہے تو یہ لام ملکوتی ہے جو بغیر واسطہ کے وحدانیت کے الف سے بلا بُرا ہے۔ پس اُسے جبروتی جز پر شہادت و فلک کی لام کی طرف لوٹانے کے لئے وارد کرتا ہے تو ترکیب و حجاب کا امر ایسے ہی ہے۔

اللہ کی ل اور ہ

جب اولیت و آخریت اور ظاہریت و باطنیت حاصل ہو گئی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارادہ فرمایا جیسا کہ حروف کے ساتھ الف من کل الوجوہ اتصال سے مقدم اور منترہ ہے، انتباہ کو ابتداء کی نظیر کھہرانے کا ارادہ کیا تو عبد کے لئے اول و آخر بقارہ درست نہیں۔ پس ہار مفردہ کو ہویت کی داؤد کے ساتھ پیدا کیا۔ اگر متوہم کو وہم ہو کہ ہار لام سے ملی ہوتی ہے تو یہ بات اس طرح نہیں۔ یقیناً یہ اُس الف کے بعد ہے جو لام کے بعد آتا ہے اور الف دُوری

میں جس چیز کے ساتھ اُس کے متصل نہیں۔

لام کے بعد ہا ہر چیز سے قطع کیا ہوا ہے تو لام کے ساتھ یہ اتصال خط میں نہیں پس ہا ایک ہے اور الف ایک ہے تو ایک کو ایک سے ضرب دی جائے گی تو اپنی ضرب میں ایک ہی رہے گا۔ چنانچہ حق سے خلق کا انفصال اور علیحدہ ہونا واضح تر ہے اور حق باقی ہے۔

ملکیت کے لام کا تعلق درست ہے۔ کیونکہ اس پر ملکوت کا لام وارد ہوتا ہے تو یہ اپنی صفات سے ہمیشہ متصل رہتا ہے اور اپنی رسوم سے فانی ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اُسے اپنی ذات سے مقام فنا حاصل ہو جاتا ہے۔ پس جب اپنی ذات سے فانی ہو جاتا ہے تو اپنی فنا کے لئے جزر میں فنا ہو جاتا ہے اور دونوں لاموں کے تلفظ کا کلام میں اتحاد ہو جاتا ہے۔ زبان انہیں ایک دوسرے میں مدغم کرنے کے لئے تشدید سے کام لیتی ہے جو دونوں الفوں کے درمیان موجود ہے جو ان پر مشتمل ہے اور ان کا احاطہ کرتی ہے۔

جب ہم نے دونوں الفوں کے درمیان کے بغیر بولنے والا لفظ سنا تو ہمیں حکمت موہو بہ عطا فرمائی گئی۔ پس تو ہم نے بدیہی علم سے جان لیا کہ قیوم کے ظہور سے محدث فانی ہو جاتا ہے۔ پہلا اور دوسرا الف باقی ہے اور کلمہ نفعی کے ساتھ دونوں لاموں کے زائل ہونے سے ظاہر و باطن زائل ہو جاتا ہے۔ ہم نے ایک کو ایک سے ضرب دینے کی طرح الف کو الف سے ضرب دی تو اس سے آپ کے لئے ہا نکلی۔ جب یہ ظاہر ہوتی تو اول و آخر کا وہ حکم زائل ہو گیا جسے اُس نے واسطہ مقرر کیا تھا جیسا کہ ظاہر و باطن کا حکم زائل ہو جاتا ہے۔ پس اس مقام پر کہا کہ اللہ تھا اور اُس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔

پھر اس ضمیر کی اصل ہمارے جو کہ رُفَع ہے اور لازمی ہے کہ وہ زبر ہو یا زیر ہو تو یہ صفت اُس کی زبر یا اُس کی زیر پر لوٹ آتی ہے اور لفظ میں عامل پر لوٹتی ہے۔

زبانِ دل کی ترجمان ہے

تکملہ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ سبحانہ نے حرکات و حروف اور مخارج پیدا فرمائے اُن سے اللہ سبحانہ نے صفات و مقامات کے ساتھ ذوات کے امتیاز کی دلیل قائم فرمائی اور حروف کو موصوف کی نظیر بنایا، اور مخارج کو مقامات و معارج کی نظیر ٹھہرایا۔ حروف سے اس اسم کے لئے اس کے وصل و قطع کی وجہ سے علی العموم ا ل ہ و عطا کئے یعنی ہمزه، الف، لام، ہا اور واو، پس پہلا ہمزه ہے اور آخری واو ہے اور دونوں کا خرج ایک ہے جو دل سے ملا ہوا ہے۔ پھر ہمزه اور ہاء کے درمیان حرفِ لام مقرر کیا جس کا خرج ترجمان قلب زبان ہے۔ پس دونوں لاموں اور ہمزه و ہاء کے درمیان نسبت واقع ہو گئی جیسا کہ دل کے درمیان نسبت واقع ہوتی۔ جو محلِ کلام اور زبان کے درمیان اُس کا مترجم ہے۔ اخل نے کہا۔

إِنَّ الْكَلَامَ لَفِي الْفَوَادِ وَائْتِ

جَلِّ السَّانِ عَلَى الْفَوَادِ لِدَلِيلِ

یقیناً کلام دل میں ہے اور زبان دل پر دلیل بنائی گئی۔

جب لام زبان سے ہے تو اُسے اُس کی ذات کی بجائے زبان کی طرف ناظر مقرر کیا اور اُسے اُس سے فنا کر دیا۔ یہ تائو کا پچلا حصہ ہے۔ جسے اُس نے دیکھا اور خود کو نہ دیکھا تو اوپر کے تائو کی طرف مرفوع ہو گیا تائو کی سمتی

میں زبان اُس کے ساتھ سخت ہو گئی۔ اُس کے مشاہدہ کے ساتھ اُس کا ارتفاع اور بلندی ہے اور واو وجودِ ظاہری کی طرف ہونٹوں سے نکلی۔ اس پر خبر دینے والی کی دلالت ہے اور یہ نبوت کا باطنی مقام ہے اور یہی وہ بال ہے جو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہم میں ہے اور اس میں وراثت ہوتا ہے، اِس وصل سے یہ نکلا کہ ہمزہ اور الف اور ہاء عالم ملکوت سے ہیں اور لام عالم جبروت سے ہے اور واو عالم ملک سے ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ

وصل اُس کا قول بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ! اِس باب میں اس اسم پر دو وجہوں سے گفتگو ہوتی ہے۔ ذات کی وجہ سے اور صفت کی وجہ سے، جو اُسے اُس کا بدل کہتا ہے وہ ذات مقرر کرتا ہے جو اُسے نعت کہتا ہے وہ اُسے صفت مقرر کرتا ہے۔

صفات چھ ہیں اور ان صفات کی شرط سے زندگی ہے تو سات ظاہر ہو گئیں یہ تمام صفات ذات کے لئے ہیں اور رحمن سے یہی الف میم اور نون کے درمیان موجود ہے اور اِس اسم پر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِس حدیث سے کلام کی ترکیب ہوتی ہے

إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُوْرَتِهِ ۖ (المحذیث)

بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا! صورتِ پہ کی ضمیر کو اگر اللہ تعالیٰ پر پھیرا جائے تو اِس کی تائید حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِس دوسری حدیث سے ہوتی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَةِ الرَّحْمٰنِ، (۲۰ الحدیث،

یقیناً اللہ تعالیٰ نے آدم کو صورتِ رحمان پر پیدا فرمایا۔

یہ روایت اہل نقل کے طریقہ سے صحیح نہیں جب کہ اہل کشف کے نزدیک

درست ہے۔

میں کتا ہوں الف، لام اور راہِ علم و ارادہ اور قدرت کے لئے ہے میم اور نوں کلام کا مدلول اور سمیع و بصر ہیں اور اس کی شرطِ صفت زندگی ہے جو جمیع صفات کی ساتھی ہے۔

پھر وہ الف ہے جو میم اور نوں کے درمیان مدلولِ موصوف ہے اس کے خط کا حذف ہونا موصوف کے ساتھ قیام کی حیثیت سے اس پر دلالتِ صفات کے لئے بدیہی دلالت ہے عالم کے لئے صفات کی جلوہ گری ہے اس لئے اسے یعنی اللہ تعالیٰ کو صفات کے علاوہ نہیں جانتے اور نہ اسے جانتے ہیں پھر وہ جو الف کے وجود پر دلالت کرتا ہے ضروری ہے کہ ہم اس کا ذکر کریں اور وہ میم کو کھولنا اور لمبا کرنا ہے اور یہ اشارۃ الہیہ عالم پر کشادگی رحمت کی طرف ہے۔ پس یہ سوائے الف کے مفتوح قبول کرنے کے کبھی نہیں ہوگا۔ ان مقامات کی مثل میں فتح الف پر دلالت کرتی ہے اور یہ وجودِ روح کا وہ محل ہے جس کا مقام کشادگی کے لئے محلِ تجلی ہے۔ لہذا اہل عالم ترکیب نے خطوط وضع کرنے میں اس یار کا ذکر کیا ہے جس کا پہلا حرف زیر والا ہے۔ کیونکہ یار صحیح بھی پاتی جاتی ہے اور اس سے پہلے کسرہ یعنی زیر نہیں آتی۔ ایسے ہی وہ واو ہے جس سے پہلے ضمہ یعنی پیش ہوتی ہے۔

جب الف کا ذکر کرتے ہیں اس کے ماقبل کو مفتوح یعنی زیر والا نہیں کہتے کیونکہ واو اور یار کے برعکس الف سے پہلے کوئی حرف نہیں مگر اس پر

فتح یعنی زیر ہوتی ہے، پس الف کے لئے ہمیشہ اعتدال ضروری ہے۔ جاہل شخص جب وجود میں تمام نقائص سے پاک اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں جانتا تو قدسی اور اعلیٰ روح کو بھول جاتا ہے۔ پس کہتا ہے وجود میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہیں جب اُس سے تفصیلاً پوچھا جاتا ہے تو اُس سے اس کا جواب نہیں بن پاتا۔

بے شک وہ واؤ کو ماقبل مضمومہ یعنی پیش کے ساتھ اور یاہ کو ماقبل مکسورہ یعنی زیر کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں جس کا ہم نے ذکر کیا، پس الف کے درمیان اور واؤ اور یاہ کے درمیان مفارقت درست ہے۔

الف ذات کے لئے اور واؤ علیہ صفات کے لئے اور یاہ علیہ افعال کے لئے اور الف روح کے لئے ہے اور عقل اُس کی صفت ہے اور وہ فتح یعنی زیر ہے۔ واؤ نفس ہے اور اُس کی صفت قبض ہے اور قبض ضمہ یعنی پیش ہے۔ یاہ جسم ہے اور وجود فعل اُس کی صفت ہے اور وہ کسرہ یعنی زیر ہے اور واؤ اور یاہ سے جو پہلے ہے وہ فتح یعنی زیر ہو تو وہ مخاطب کے حال کی طرف لوٹتا ہے۔ چونکہ یہ دونوں غیر ہیں تو لازمی ہے کہ دونوں پر اختلاف صفات ہو، چونکہ الف حرکات کو قبول نہیں کرتا لہذا اپنے مدلول کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے۔

حُرُوفِ عِلَّت

ان پر ہرگز کسی چیز کا اختلاف نہیں ہوتا۔ اس لئے ان کا نام حُرُوفِ عِلَّت ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

الف وجود صفت کے لئے ذات عِلَّت ہے اور واؤ وجود فعل کے لئے

صفتِ علت ہے اور یاہ وجود کے لئے فعلِ علت ہے جو اُس سے عالم شہادت میں حرکت و سکون سے صادر ہوا، لہذا ان کا فاعل علی رکھا گیا۔

پھر اس اسم سے نوَن نصف دائرہ کی شکل میں وجود میں آیا اور آخری نصف اس نقطہ میں معقول و محصور ہے جو اُس نوَن غیبیہ پر دلالت کرتا ہے جو نصف دائرہ ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ نقطہ نوَن محسوسہ پر دلیل ہے۔

پھر حاء کا پہلا حصہ پایا گیا جو تحریر میں الف مخدوفہ سے بلا ہوا ہے جو اُس کے مشاہدہ کی طرف اشارہ ہے اور ساکن ہے اور اگر راء کی طرف اُس کا اگلا حصہ ہوتا تو متحرک ہوتا۔

پس پہلا الف علم کے لئے لام ارادہ کے لئے اور راء قدرت کے لئے ہے اور یہی صفتِ ایجاد ہے، پس ہم نے الف کو پایا کہ اُس کے لئے ہمزہ اور راء کے ہونے سے حرکت ہے اور لام ساکن ہے، پس ارادہ کا قدرت کے ساتھ اتحاد ہو گیا۔ جیسا کہ علم اور ارادہ کا اتحاد قدرت کے ساتھ ہے۔ جب رحمٰن اللہ کے ساتھ فاصل ہوا تو قدرت کی راء میں ارادے کا لام مدغم ہو گیا۔ بعد میں جو راء پھری گئی اور حاء پر تحقیقِ ایجاد کے لئے اُس پر شدت کی گئی۔

کلے کا وجود ساکن ہے اور اُس کا ساکن نہ ہونا تقسیم نہ ہونے کی بنا پر ہے جب کہ حرکت تقسیم ہوتی ہے اور اس کا سکون محسوس ہوا۔ اور ہم نے دیکھا کہ وہ قدرت کے راء کی مجاور ہے تو ہم نے جان لیا کہ وہ کلمہ ہے اور اس کی تئین ہے۔

کیا اسمِ رحمن اسم اللہ کا بدل ہے اسمِ رحمن کو اسم اللہ کا بدل ظاہر کرنے والے کے قول میں مقام جمع اور اتحاد صفات کی جانب اشارہ ہے اور یہ مقام "خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ" کی روایت سے ہے۔

مقام حق میں بندے کا یہ وجود حدِ خلافت ہے اور خلافت بدیہی طور پر ملک کی استعا کرتی ہے اور ملک دو قسموں میں تقسیم ہوتا ہے۔

ایک قسم اُس کی ذات کی طرف لوٹتی ہے۔

دوسری قسم اُس کے علاوہ کی طرف پلٹتی ہے۔

وہ ہماری ترتیب کی حد پر اس مقام میں ایک قسم درست ہے، اس لئے کہ

اس مقام پر بدل مُبدل بننے کے محل پر ہے۔

اس کی مثال ہمارا یہ قول ہے جَاءَنِيْ اَخُوْكَ زَيْدٌ یعنی تیرا بھائی زید میرے

پاس آیا۔

پس زید تیرے بھائی سے ایسا بدل ہے جیسا کسی چیز کا کسی چیز سے ہوتا ہے اور اُن دونوں کے لئے عین واحد ہے۔ کیونکہ زید آپ کا بھائی ہے اور آپ کا بھائی بلا شک زید ہے اور یہ ایسا مقام ہے جس نے اس کے خلاف عقیدہ رکھا وہ حقیقت پر واقفیت نہیں رکھتا۔ وہ اُس کے مُوجد کو کبھی پاسکتا ہے جو شخص اُسے نعمت ظاہر کرتا ہے تو اُس کا اشارہ صفت میں مقام تفرقہ کی طرف ہے اور وہ مقام اس روایت سے ہے۔

خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَةِ الْوَحْشِ الْمَدِيْئِ

یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو صورتِ رحمن پر پیدا فرمایا۔

یہ مقام وراثت ہے اور یہ دو غیروں کے حجاب کے مقام میں بغیر ایک کے غائب ہونے اور دوسرے کے ظہور کے واقع نہیں ہوتا۔ اور یہ اس سے بالمثل تعبیر ہوتا ہے۔

ہم نے اس میں اُس دلیل پر اقرار کیا جسے ہم نے پوشیدہ کیا۔ پس غور کریں۔
 پھر نیچے کا آدھا ٹون ظاہر ہوا۔ اور وہ ہمارے لئے فلکِ دائرہ کے نصف دائرہ سے
 نصف ظاہر ہے اور مرکزِ عالم اُس خط کے وسط میں ہے جو دوسرے گوشے
 کی طرف نصف حصہ سے یکتہ ہوتا ہے اور دوسرا نصف حصہ نکتے میں مستور
 ہے اور وہ ہماری طرف اضافت کے ساتھ نقیض خط کے تحت ہم سے غائب
 ہے۔ کیونکہ ہمارا دیکھنا ایک طرف میں فعل کی حیثیت سے ہے۔ پس خط میں
 موجود نصف حصہ مشرق اور نکتہ میں مجموع نصف حصہ مغرب ہے اور وہ مطلع
 وجود الاسرار ہے۔ پس مشرق ظاہر ہے اور قابلِ تقسیم مرکب ہے اور مغرب
 باطن بسیط ہے اور قابلِ تقسیم نہیں اور اس میں یہ قول ہے۔

عجا للظاہر ینقسم	ولباطنہ لا ینقسم
فالظاہر شمس فی حمل	والباطن فی اُسدِ جمل
حقق وانظر معنی ستوت	من تحت کناظھا الظلم
ان کان خفی هو ذاک بدا	عجبا والله هما القسم
فانزع للشمس ودع قرا	فی النور بلوح وینعدم
واخلع لعلی قدی کونی	علمی شفیع یکن الکلام

ظاہر کے لئے تعجب ہے کہ تقسیم ہو جاتا ہے اور اُس کے باطن کے لئے کہ
 وہ تقسیم نہیں ہوتا۔ پس ظاہر سورج بُرج حمل میں ہے اور باطن بُرج اُسد میں
 تحقیق سے پوشیدہ معنوں کو دیکھیں جو ہونٹوں کے نیچے ہے۔ اگر وہ مخفی ہے
 تو وہ ظاہر ہے۔ پس دونوں قسمیں تعجب خیز ہیں۔

پس آفتاب کی جستجو کریں اور قمر کو دیر یعنی طاق میں رخصت کر دیں۔ کیونکہ
 وہ ظاہر اور معدوم ہوتا ہے۔

اور پاؤں سے جوتا اتار دیں اور دو علم ہو جائیں تو کلمے بن جائیں گے۔ اس لئے معلومات کے ساتھ علم، مرادات کے ساتھ واحد ارادہ اور مقدرات کے ساتھ واحد قدرت کا تعلق ہوتا ہے۔

مقدرات و معلومات اور مرادات میں تقسیم و تعداد واقع ہوتی ہے۔ اور یہ تحریریں نصف حصہ موجود ہیں۔ اور اس اشارہ میں علم و قدرت اور ارادہ سے باطنی اوصاف سے اتحاد اور منترہ ہونا واقع ہوتا ہے۔ پس اس پر غور کریں۔ "ح" کے عدد آٹھ ہوتے ہیں اور وہ کمال کا وجود ہیں۔ اس لئے ہم اُس سے کلمہ اور رُوح کی تعبیر کرتے ہیں۔ ایسے ہی "نون" عشروں میں پانچواں ہے۔ کیونکہ "میم" سے "مقدم" ہے اور وہ چوتھا ہے۔ پس "نون" جسمانی رُوح، عقل، نفس اور وجود فعل کے مواد کی ایجاد کا محل ہے۔ اور یہ تمام "نون" میں ودیعت ہیں اور یہ تمام انسان ہیں جس کا اظہار ہوا اور اس لئے ظاہر ہے۔

تتمتہ سوائے اس کے نہیں کہ الف کے ساتھ میم اور نون کے درمیان فصل قائم کی گئی۔ کیونکہ "میم" ملکوتیہ ہے جب ہم نے اُسے رُوح کے لئے مقرر کیا۔ وجود کے لئے سلبِ دعویٰ کا راز نون ملکوتیہ اور نکتہ جبروتیہ ہے۔ گویا کہ وہ کہتا ہے۔ اے وہ رُوح جو میم ہے۔ میں نے تجھے تیری حیثیت سے نہیں چُنا لیکن میرے وجودِ علمی میں تیرے لئے عنایتِ سبقت لے گئی۔

اگر تو چاہے کہ نکتہ عقل اور نون انسانیت کے لئے بغیر اپنے وجود کے واسطہ کے اطلاع پاتے تو اپنے نفس کو پہچان کر اور جان لے میرا تیرے ساتھ یہ اختصاص میری اپنی حیثیت سے ہے نہ کہ تیری حیثیت سے۔ پس چُناؤ صحیح ہے تو اُس کے غیر کے لئے کبھی تجلی نہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! اس پر جو اولیٰ ہے۔

اے محسین! متنبہ ہو وجودِ میم میں تقدّم کے باوجود دائرہ جسم کی صورت

پہلے اُس کے ساتھ تقسیم سے تنزیہ کی طرف کیسے اشارہ ہے اور دائرہ کی تقسیم
لا متناہی ہے اور رُوحِ میم کی تقسیم اُس کی معلومات کے ساتھ لا متناہی ہے اور
وہ بنفسہ تقسیم نہیں ہوتا۔

پھر دیکھیں کہ میم جب اُس ایک سے علیحدہ ہوتی ہے۔ اُس سے مادہ تفریق
کیسے ظاہر ہوگا۔ اس لئے کہ عالمِ خطاب و تکلیف میں وجودِ فعل کی طرف نزول
کرتا ہے تو مادہ اپنی ذات کے حق میں نہیں دوسرے کے حق میں ہوگا، جب دائرہ
اُس پر بطور خاص دلالت کرتا ہو تو جو زائد ہے وہ اُس کے حق میں نہیں کیونکہ
اُس کی ذات ثابت ہے تو باقی نہیں سواتے اس کے کہ دوسرے کے حق میں ہو۔
پس جب عبد کی نظر مادہ کی طرف ہوتی ہے تفریق لمبی ہو جاتی ہے اور یہ وہ تحقیق
وجود ہے۔

رحمن آسمانوں اور زمین کا رب ہے

پھر جاننا چاہیے کہ میم اور نوں کے درمیان جُزِ رمتصل ہے وہ مرکز الف
ذات کا ہے اور مادہ کے طریق کے ساتھ میم اور نوں کے درمیان اتصال واقع کرنے
کے لئے الف چھپ گئی اور وہ جُزِ رمتصل ہے۔ اگر الف ظاہر ہوگی میم کے لئے
دائرہ درست نہیں کیونکہ الف دونوں کے درمیان حائل ہے اور اس میں
اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف تنبیہ ہے۔

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الزَّحٰلِفِ النِّبَاۃِ ۳۲

آسمانوں اور زمین اور جو دونوں کے درمیان ہے اُس کا ربِ رحمن ہے
اس الف مراد کا وجود اسے ظاہر کرنے والے کا مُبتداء ہے اور ترکیب کے
طریق سے درست نہیں اور رب کا بدل ظاہر کرنا صحیح ہے۔ الف یہاں رُوح

سے عبارت ہے تو وہ باقی ہے اور حق تمام کے ساتھ قائم ہے اور میم آسمان اور
 نوں زمین ہے اور جب الف میم اور نوں کے درمیان ظاہر ہوتا ہے تو میم کے
 ساتھ اتصال ہوتا ہے نوں کے ساتھ نہیں۔ پس اُسے قطع کرنے کے لئے نوں کو
 بغیر واسطہ کے صفت نہ پکڑیں اور میم کے ساتھ اس کا اتصال بلا واسطہ اخذ
 کرنے پر دلالت کرتا ہے اور قطع کے ساتھ اُس کا عدم درست ہے۔ اس میں
 نوں فنا ہو جاتا ہے اور میم اُس کے درمیانی نقطہ کے ساتھ اُس کے قدم کے راز
 سے مجبوباتی رہتا ہے۔ یہی نظر کے ساتھ اُس کی ذات کی طرف جو تدارک ہے
 بعد اس کے کہ وہ اُس میں اُس کے لئے ظاہر نہ تھا۔

سوال و جواب

سوال : کیا آپ نے اپنے ستر قدم کو جان لیا اور اُس نے نہ جانا۔ اگر
 آپ اپنے ظاہر کی طرف دیکھیں تو وہ اسے جاننے کا آپ سے زیادہ مستحق ہے یا
 کیا ستر قدم کے عالم میں وہ معنی موجود ہیں جس میں آپ کلام کرتے ہیں اور وہ
 رُوح میم ہے جو اپنے ستر قدم پر واقف ہے۔

جواب : اس کا جواب یہ ہے کہ ہم سے راز قدم کو جاننے والا وہ ہے
 جسے وہاں ہم سے پردے میں رکھا ہوا ہے۔ تو جس وجہ سے ہم اُس کا علم
 ثابت کرتے ہیں وہ اُس کے علاوہ ہے جس سے ہم نے اُس کے لئے عدم علم
 ثابت کیا اور سہواتے اس کے نہیں کہ یہ اُسے علم سے حاصل ہے آنکھ سے نہیں۔
 اور یہ موجود ہے تو کسی چیز کے چاہنے سے یہ شرط نہیں کہ اُسے دیکھا جاسکے۔
 ایک وجہ سے معلوم کو دیکھنا اُس کے جاننے کو کامل اور معرفت کو زیادہ واضح
 کرتا ہے۔

پس ہر عینِ علم ہے اور ہر علم عین نہیں کیونکہ یہ شرط نہیں کہ مکہ معظمہ کو جاننے والے نے مکہ معظمہ کو دیکھا بھی ہو اور ہم قطیعت کے ساتھ کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ کو جانتا ہے اور اس سے مراد اسم نہیں پس عین کے لئے علم معلوم پر درجہ ہے جیسا کہ کہا۔

ولکن للعبان لطیف معنی

لذا سأل المعاینة الکلیم

ولیکن دیکھنے میں لطیف معنی ہیں اس لئے کلیم نے دیکھنے کا سوال کیا۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ حقیقت سترِ قدم حق الیقین ہے کیونکہ دیکھا نہیں جاسکتا پس اپنے موجد کی ذات کی طرف رجوع کرنے والا مشاہدہ نہیں کر سکتا۔ اگر اپنے بنانے والے کی ذات کو جانتا ہے تو اس کے حق میں نقصان ہے پس اس کے کمال کی انتہا اپنے نفس کو جانتا ہے۔ اس کے بعد یہ عین نہ ہوگی یہ عجیب فصل ہے۔ اگر اس پر غور کریں گے عجائب پر واقفیت حاصل ہو جائے گی پس غور کریں۔
تکمیلہ : لام کارار کے ساتھ متصل ہونا اتصال و اتحادِ نطق میں اس حیثیت سے ہے کہ دونوں میں دو باطنی صفات ہیں۔ پس دونوں پر اتحاد آسان ہوا اور میں نے حامِ پائی جو رام سے رام منفصلہ کے لئے اس سے مقدور کے ساتھ کلمہ تعبیر موقتی ہے اور یہ قدرت سے امتیاز مقدور کے لئے قدرت ہے۔ شاید کہ حامِ مقدورہ کو دوہم ہو کہ وہ ذاتِ قدرت کی صفت ہے۔ پس قدیم اور محدث کے درمیان فرق واقع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرماتے۔ اس پر غور کریں۔

رحمن اسم ہے ذات کے لئے

پھر جان لیں کہ رحمان اسم ہے اور وہ ذات کے لئے ہے جو پہلے الف

اور لام آتے ہیں وہ تعریف کے لئے ہیں اور دونوں صفات ہیں اس لئے دونوں کو زائل کر کے "الرَّحْمٰنُ" کی بجائے رحمان کہتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں ذات اور دونوں کے ساتھ صفت اسم نہیں۔

مسلمہ کذاب کے اسم میں غور کریں۔ اُس کا نام رحمن کے ساتھ تھا اور اُسے الف لام کی طرف ہدایت نہیں ہوئی۔ کیونکہ ذات ہر ایک کے لئے محل دعویٰ ہے اور مدعی صفات کے ساتھ رسوا ہوتا ہے۔

پس رحمان مقام جمع ہے اور یہ مقام جہل ہے۔ طریق اللہ کی طرف ترقی کے لئے سب سے اشرف اللہ تعالیٰ سے جہل ہے۔ یعنی اُسے نہ جاننا اور اُس کے ساتھ اُس کی معرفت کا جہل ہونا۔ کیونکہ یہ عبودیت کی حقیقت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔

وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَعْلِفِينَ فِيهِ

اور اللہ کی راہ میں اُس سے خرچ کرو جو تمہارے لئے ہے تو یہ تمہارا جہل ہے اور اس کی تائید اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس قول سے فرمائی۔

وَمَا أَوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا

اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں علم نہیں دیا مگر قلیل۔

اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الَّذِينَ اتَّيْتَهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَةٍ

وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ تلاوت کرنے کا حق ہے۔

پس مسلمہ ابلیس اور دجال سے حقیقت استخلاف سلب ہو گئی اور اُن

کا وہی حال ہے جو جانا گیا۔ اگر اُن کا استحقاق ذاتی ہوتا تو ہرگز سلب نہ ہوتا لیکن اگر عین تنقید اور قبولِ کلی کے ساتھ دیکھیں گے نہ کہ امر کی آنکھ سے تو آپ مخالفت کو اطاعت گزار اور ٹیڑھے کو سیدھا پائیں گے اور سب کو طوعاً و کرہاً اطاعت میں پاؤ گے۔

ابلیس اور مسلمہ کی عبودیت کے ساتھ تصریح کی گئی اور دجال نے انکار کیا۔ پس غور کریں کہ اُن میں سے ہر ایک نے کہاں سے کلام کیا اور اُن کے لئے کون سے حقائق ظاہر ہوئے۔ یہاں تک کہ اُن کے لئے یہ احوال واجب ہوئے۔
تمتہ :- جب بسم اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو پڑھتے ہیں تو الف اور لام کا وجود ظاہر نہیں ہوتا اور ذات سے ذات کا اتصال ہو گیا۔

اللہ اور رحمان

اللہ اور رحمن ذات کے دو اسم ہیں تو اس کی ذات کے ساتھ رجوع ہے اس لئے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ یعنی میں تجھ سے تیرے ساتھ پناہ مانگتا ہوں۔ جب ذات کی طرف منتہی ہوا تو غیر کو نہ دیکھا تو فرمایا اَعُوْذُ بِكَ یعنی تیرے ساتھ پناہ مانگتا ہوں جب کہ ضروری ہے جس چیز سے اُس کی پناہ طلب کی جاتے وہ اُس کے لئے منکشف ہو۔ پس آپ نے فرمایا۔ مِنْكَ یعنی تجھ سے اور مِنْكَ وہ ہے جس پر اَعُوْذُ دلالت کرتا ہے اور اسے علیحدہ کرتا درست نہیں کیونکہ وہ ذات میں ہے اور اس میں تفصیل جانتے نہیں۔ اس سے ظاہر ہوا کلمۃ اللہ ہی عبد ہے تو جیسا کہ اللہ کا لفظ ذات کے لئے دلیل ہے۔ ایسے ہی عبد جامعِ کلی ہے، پس عبد وہ کلمۃ جلالت ہے۔

بعض محققین نے حال میں کہا ہے مَا اَنَا اللّٰہ یعنی میں نہیں ہوں اللہ ہے۔

اور بعض صوفیاء نے دو مختلف مقامات سے بھی کہا ہے۔

چنانچہ معنی کے مقام اور حوت کے اس مقام میں فرق ہے جس میں وہ معنی پایا جاتا ہے پس اس نے حوت کو حوت کے مقابل کیا کہ میں تیری رضا کے ساتھ تیری ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں اور معنی کو معنی کے بالمقابل کیا کہ تجھ سے تیرے ساتھ پناہ مانگتا ہوں یہ انتہائے معرفت ہے۔

خاتمہ :- ہو سکتا ہے کہ آپ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی اَعْبُدُوا اللَّهَ یعنی اللہ کی عبادت کرو تو انہوں نے نہیں کہا کہ اللہ کیا ہے ؟ کہ دیکھتے ہوئے اسم اللہ اور رحمن کے درمیان فرق محسوس کرو۔ جب کہ کفار کو فرمایا۔ اَسْجُدُوا لِلَّهِ یعنی اللہ کو سجدہ کرو تو انہوں نے کہا مَا اللَّهُ حَمَلٌ، یعنی رحمان کیا ہے ؟

اس لئے ایک گروہ کے نزدیک نعت بدل سے بہتر ہے اور دوسرے گروہ کے نزدیک بدل بہتر ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ادْعُوا اللَّهَ اَدْعَاؤَ الرَّحْمٰنِ اَيُّهَا مَنْ تَدْعُوْا فَاِنَّهٗ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی

یعنی اللہ کو پکارو یا رحمان کو پکارو اسے اچھے ناموں سے پکارو ! پس انہیں ذات کے لئے مقرر کیا اور عرب نے اللہ کے کلمے کا انکار نہیں کیا اور وہ اس کے قائل تھے کہ۔

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ الَّذِیْ رُفِعَ عَنْہُ

یعنی ہم ان بتوں کو اس لئے پوجتے ہیں کہ اللہ کا تقرب حاصل کریں پس وہ اللہ کو جانتے تھے اب جب کہ رحمان رحمت سے مشتق ہے اور ان میں بھی صفات رحم موجود تھی۔ اس لئے وہ خوفزدہ ہو گئے کہ کہیں وہ یعنی رحمن ان کی جنس سے نہ ہو جو معبود پر دلالت کرتا ہے پس انہوں نے انکار کیا اور کہا رحمن کیا ہے ؟

چونکہ ہر کلام کے معنی سمجھنا شرط نہیں لہذا فرمایا!

قُلْ اَدْعُوكُمُ اللّٰهَ اَوْ اَدْعُوا الرَّحْمٰنَ ط بنی اسرائیل آیت ۱۱۰

جب کہ دونوں لفظ ایک ذات کی طرف لکھتے ہیں اور یہ حقیقت عکس ہے

اور اللہ تبارک و تعالیٰ ادراک و توہم اور علم محیط سے منزہ ہے۔

بسم اللہ میں رحیم کیوں

وصل :- بسم اللہ میں رحیم کا لفظ آیا ہے اور رحیم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

يَا مُؤْمِنِينَ رُفِّقَ بِرَحْمَتِ رَبِّكَ

یعنی آپ مومنوں پر رافت اور رحم فرمانے والے ہیں۔

اس کے ساتھ کمال وجود ہے اور رحیم کے ساتھ بسم اللہ پوری ہو گئی اور اس کے ساتھ خلق و ابداع کا عالم پورا ہو گیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وجود عالم کا عقلاً اور نفساً مبتدا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اُس وقت بنی تھا جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

اس میں وجود باطن کی ابتدا ہوئی اور اس کے ساتھ عالم تخطيط یعنی عالم منقوش میں ظاہر کا مقام اختتام پذیر ہو گیا، پس فرمایا۔

لَا رُسُوْلَ بَعْدِي وَلَا نَبِيٌّ الحديث

یعنی میرے بعد نہ رسول ہے اور نہ نبی

پس رحیم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بسم ہمارے باپ

حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

یعنی مقام ابتداء و انتہا میں یہی امر ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام حامل اسماء ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔

عَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا

جب کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن اسماء کے معانی

کے حامل ہیں۔

جن اسماء کے حضرت آدم علیہ السلام حامل تھے اور یہی کلمات ہیں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ

یعنی مجھے جامع کلمات عطا فرمائے گئے۔ اور کسی نے اپنی ذات پر ایسی کمال شناسہ نہیں کی جس پر اُس سے یہ ثنا کامل ہو جائے۔ جیسا کہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام!

اسماء کی معرفت

جسے اسماء کی ذات حاصل ہو جائے اسماء اُس کے حکم کے تحت ہوتے ہیں اور ایسا کوئی شخص نہیں جس کو اسماء کا حصول ہو جائے اور مسمیٰ کا حاصل ہونا بھی اُس کے پاس ہو۔ اور یہی ہم پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت ہے اس لئے کہ انہیں ذات حاصل تھی اور ہمیں اسم۔ اور جب ہم نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی کا وہی احترام کیا جو وہ ذات کا کرتے تھے تو ہمارے اجر میں بھی اضافہ ہو گیا۔ چونکہ اُن کے لئے غائب ہونے کی حسرت نہ تھی، لہذا ہمارے ثواب کے اضافے پر اضافہ ہوا۔ پس ہم اخوان اور وہ اصحاب ہیں۔ آپ کو ہمیں ملنے کا اشتیاق تھا اور آپ کو ہم میں سے کسی ایک کے ساتھ ملاقات کی کیوں خوشی نہ ہوتی اور آپ کیوں فرحت نہ فرماتے۔ جب کہ جس کا آپ

کو شوق ہوتا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ تو کیا آپ کی کرامت اور نیکی کو اُس شخص پر قیاس کیا جاسکتا ہے؛ اور ہم میں سے وہ عمل کرنے والے کے لئے پچاس نیکیوں کا ثواب ہے جو آپ کے اصحاب کرتے تھے تو یہ اُن کے اعیان سے نہیں بلکہ اُن کے امثال سے ہے۔

یہ آپ کی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ بَلْ مُشْكِلٌ یعنی وہ تم سے ہیں پس اُنہوں نے جِدّ و جہد کی یہاں تک کہ وہ پہچان گئے کہ اُن کے پیچھے اُن کے بعد ایسے لوگ بھی ہیں جو اگر آپ کو دیکھ لیتے تو وہ یعنی صحابہ کرام آپ کی طرف اُن سے سبقت نہ لے جاتے اور یہاں نجانات واقع ہوئے ہیں اور اللہ ہی مدد فرمانے والا ہے۔

چار لفظ چار معنی

تنبیہ :- پھر جانتا چاہیے کہ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْحَمُ الرَّحِیْمِ چار الفاظ ہیں اور اُن کے لئے چار معانی ہیں تو یہ آٹھ ہوئے اور یہ آٹھ عرشِ محیط کے حامل ہیں اور وہ عرش سے ہیں۔ یہاں وہ ایک وجہ سے حاملانِ عرش ہیں اور ایک وجہ سے عرش ہیں پس اس پر غور کریں تو آپ کی ذات کے لئے آپ کی ذات سے اخراج ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰہِ کا میم

تنبیہ :- پھر ہم نے بِسْمِ اللّٰہِ کی اُس میم کو پایا جو حضرت آدم علیہ السلام کی معرق میم ہے اور ہم نے رحیم کے میم کو پایا جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میم کے معرق ہے۔ جو عموماً خطابِ وجود کے لئے ہے۔ جیسا کہ حضرت آدم

علیہ السلام عموماً ہمارے پاس تھے۔ لہذا دونوں میم لمبے ہوتے ہیں۔

انتباہ :- ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ہوا و ہوس سے تعلق نہ فرماتے تھے، نے فرمایا!

» اگر میری امت صالح ہوگی تو اس کے لئے ایک دن ہوگا۔ اور اگر فاسد کرے گی تو نصف دن ہوگا۔ اور صالحین کا دن یوم ربانی ہے۔ ایام اللہ اور ایام ذوالمعارج کے بالعکس پروردگار کے ایام سے ہر دن ہزار سال کا ہے اور کیونکہ ان ایام کا فرق ایام رب سے بڑا ہے۔ انشاء اللہ اس کا ذکر آگے آئے گا۔ جو معرفت زمان و اصلاح امت کے باب کے عنوان سے اس کتاب میں داخل ہے۔

ہزار سال ہزار مہینے

اور جو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُس کی طرف نظر کے مطابق ہے اور اُس کا نساد اُس سے اُس کے اعراض کے ساتھ ہے پس ہم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ہزار معنوں پر مشتمل پایا۔ اور ہر معنی کا حصول ایک سال پورا ہونے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور ان معانی کا حصول لازماً بسم اللہ الرحمن الرحیم کو شامل ہے کیونکہ وہ اپنے معنی کے اظہار کے لئے عطا کی گئی ہے۔ پس لازم ہے کہ ہزار سال کامل ہوں اور یہ میزان میں پہلا دورہ ہے اور اس کی مدت چھ ہزار سال روحانیہ محقق ہوتی ہے۔ اس لئے اُن علوم البہیہ سے ظاہر ہوتے جو ان کے علاوہ اُمتوں میں ظاہر نہیں ہوتے کیونکہ وہ دور گزر گیا۔ جو مٹی کا تھا۔ پس اُن کے علم کی غایت طبائع کے ساتھ تھی اور ان میں علم البہیات کے جانتے والے بہت ہی تھوڑے تھے۔ قریب تھا کہ اُن کے لئے

عین کا ظہور نہ ہوتا۔ پھر اُن سے جو جانتے والا ہوتا طبعیات کے ساتھ ملا ہوا ہوتا اور یہ ضروری تھا اور ہمیں جو علم حاصل ہوتا ہے۔ وہ خالص الہیات سے ہے اُس پر طبائع کے حکم کو کوئی راستہ نہیں۔

اللہ اور رحمان کے الف

مضاح : پھر ہم نے اللہ اور الرحمن میں دو الف پاتے۔ ایک الف ذات کے لئے اور ایک الف علم کے لئے ہے۔

ذات کا الف پوشیدہ ہے اور علم کا الف عالم پر تجلی صفت کے لئے ظاہر ہے۔ پھر یہ بھی اللہ میں پوشیدہ ہو گیا اور اللہ الا اللہ کے درمیان خط میں رفع شک کے لئے ظاہر نہ ہوا۔

اور ہم نے بسم اللہ میں آدم علیہ السلام کی طرح ایک الف پایا جو بار کے ظہور کے لئے پوشیدہ ہو گیا اور الرحیم میں ایک الف پایا جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ظاہر ہے۔ اور یہ الف علم ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نفس ذات ہے پس حضرت آدم علیہ السلام میں الف پوشیدہ ہو گیا کیونکہ وہ کسی کی طرف نہیں بھیجے گئے تھے اور اُن کے ظہور صفت کی ضرورت نہ تھی۔

اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس میں ظاہر ہوا کیونکہ آپ بھیجے گئے تھے اور آپ نے تائید طلب کی تھی پس آپ کو الف عطا کیا گیا جو اس کے یعنی الرحیم کے ساتھ ظاہر ہوا۔

بسم اللہ کی بار ہم نے بسم میں سے باکو پایا جو الرحیم کی مِم میں عمل کرتی ہے

پس حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود ترکیب نے حضرت آدم علیہ السلام میں عمل کیا اور اللہ میں داعی ہونے کی وجہ سے اور رحمان میں مدعو ہونے کے سبب سے عمل کیا۔

اور جب ہم نے دیکھا کہ ہدایت سے نہایت اشرف ہے تو ہم نے کہا۔

”مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ عَرَفَ رَبَّهُ“ ”المحدثہ“

یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

اور اسمِ مستی کی طرف زنیہ ہے، جب ہم نے جان لیا کہ رُوح ”بسم“ میں رُوحِ الرحیم کا عمل ہے کیونکہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی تھے اور حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ اور اگر دونوں نہ ہوتے تو آدم علیہ السلام کا نام آدم نہ ہوتا۔ چنانچہ ہم نے جان لیا کہ بسم ہی وہ رحیم ہے کیونکہ کوئی چیز عمل نہیں کرتی۔ مگر یہ کہ اُس کی ذات ہو نہ کہ اُس کا غیر پس نہایت و ہدایت اور شہرک و توحید معدوم ہو گئے اور اتحاد اور اس کی سلطنت کا ظہور ہو گیا۔

پس حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمع کے لئے اور حضرت آدم علیہ السلام تفریق کے لئے ہیں۔

ایضاح :- اس پر دلیل ہے کہ اُس کے قول میں ”الرحیم“ کا الف العلم کا الف ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا خَمْسَةَ إِلَّا هُوَ سَادِسُمُ المجادلہ آیت ۷
یعنی پانچ نہیں ہوتے مگر اُن کا چھٹا وہ ہے۔

بسم کی الف :- بسم کی الف میں بھی علم کا الف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا !

مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَاقِعُهُنَّ الْمَجَادِلَةُ آيَةٌ ۝

یعنی تین سرگوشی نہیں کرتے مگر چوتھا اُن کا اللہ تعالیٰ ہے۔

پس الف ہزار ہے۔ نہ اس سے توحید کا باطن کم ہے اور نہ اُس کے ظاہر کی مراد زیادہ ہے۔ پھر بسم سے آدم میں الف پوشیدہ ہو گیا۔ کیونکہ وہ پہلے موجود تھا اور اُس کے مقام پر اس کا کوئی مدعی اور جھگڑا کرنے والا نہ تھا اور وہ پہلی ہی نظر میں اپنے موجد کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ ہمارے وجود کو فوج کرنے کا مقام ہے۔ کیونکہ جب اُس نے اپنے وجود میں دیکھا تو اس کے لئے دو اُمروں میں تعارض کیا۔

ایک یہ کہ کیا اُسے ایسے وجود میں پیدا کیا ہے جس کا اول نہیں؟ دوم یہ کہ کیا وہ اپنے آپ کو خود پیدا کرنے والا ہے؟ اور یہ محال ہے کہ وہ خود کو خود ہی پیدا کرے کیونکہ یہ امر اس بات سے خالی نہیں کہ اگر وہ اپنے آپ کو خود پیدا کرتا ہے تو خود موجود ہو یا یہ کہ وہ خود کو پیدا کرے اور معدوم ہو۔ اگر موجود تھا تو اُس نے کیسے پیدا کیا۔ اور اگر معدوم تھا تو اُس نے کیسے پیدا کیا۔ تو اس کا پیدا کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے جو خود عدم ہے۔ اب اس کے سوا کوئی امر باقی نہیں کہ اُسے کسی دوسرے نے پیدا کیا اور وہ الف ہے۔ اس لئے بسم کا الف ساکن ہے اور وہ عدم ہے اور میم متحرک ہے اور وہ دُورِ ایجاب ہے۔

جب پہلی نظر میں ہی اس پر دلالت کر دی تو قوتِ دلالت کے لئے الف پوشیدہ ہو گیا اور ضعیفِ دلالت کے لئے الرحیم میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وجودِ منازع کے لئے ظہور پذیر ہوا۔ اور الف کے ساتھ اس کی تائید کی اور رحیم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو گیا اور اس

کے اسم ظاہر سے الف اس کے لئے اس سے حق کی تائید ہو گیا۔
اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فَاَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ الف آیت ۱۴
پس وہ غالب ہوئے۔

اور فرمایا! کہو اللہ کے ہوا کوئی معبود نہیں اور میں اُس کا رسول ہوں۔ تو جو
آپ کے لفظ کے ساتھ ایمان لایا۔ وہ شرک کا غلام رہا اور وہ اہل جنت سے ہے
اور جو اس کے معنی پر ایمان لایا وہ توحید کی لڑی میں پرویا گیا اور اُس کے لئے
آٹھویں جنت صحیح ہو گئی اور وہ اُس سے ہے جو اپنی ذات پر ایمان لایا اور وہ
دوسرے کے میزان میں نہیں ہوتا۔ کیونکہ برابری واقع ہو جاتی ہے اور پسندیدگی
کا اتحاد اور رسالت کا اختلاف جمع ہو جاتا ہے۔

بسم و رحمان کا ایک ایک نقطہ اور رحیم کے دو نقطے

ہم نے بسم اور رحمان میں ایک ایک نقطہ اور ایسے ہی الرحیم میں دو نقطے پائے
اور اللہ کو خاموش یعنی بغیر نقطہ کے پایا۔ اس لئے کہ وہ ذات ہے اور باقی اسماء
میں محل صفات ہونے کی بنا پر نقطے پائے جاتے ہیں۔

پس بسم اور آدم میں اتحاد ہو گیا۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام فرد واحد ہیں
اور کسی کی طرف بھیجے نہیں گئے۔

اور رحمان میں اتحاد ہوا کیونکہ وہ آدم ہے۔ کیونکہ آدم کائناتِ مرکبات کے
عرش پر مستوی ہے اور باوجود الف کے ظہور کے رحیم کے نقطوں پر کلام باقی رہتا
ہے۔ پس یا مدس راتیں ہیں اور دونوں نقطے جفت اور الف وتر ہے۔

اسمِ کلیہ کے ساتھ ہے اور فجر اُس کے باطنِ جبروتی کا معنی ہے اور چھپانے

والی رات غیبِ ملکوتی ہے۔ اور دونوں نقطوں کی ترتیب ایک میم سے ملی ہوئی ہے اور ایک الف سے۔ میم وجودِ عالم ہے جو اُن کی طرف مبعوث کیا گیا اور جو نقطہ اس سے ملا ہوا ہے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اور جو نقطہ الف سے ملا ہوا ہے وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور دونوں پر یار کا غار کی طرح نقاب ہے۔

لَا يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَخْزَنَنَّ لِيِنَّ اللَّهَ مَعَنَا الزمرہ آیت ۴۰
جب اپنے ساتھی کو فرمایا غم نہ کر اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔

ابوبکر کی صداقت یقینی تھی

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر کے صدق سے واقف تھے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس حال میں حق سے واقف تھے جس میں آپ اُس وقت تھے پس آپ حکیم تھے جیسا کہ آپ نے دُعا و الحاح میں کام کیا اور ابوبکر اس سے بیخبر پڑے۔ کیونکہ حکیم موطن میں اُس کا حق ادا کرتا ہے۔

جب کہ دو صادقوں کا اس کے ساتھ اجتماع درست نہیں اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام میں قائم نہ رہ سکے اور صدق میں آپ کے ساتھ قائم تھے۔ پس اس موطن میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اگر فقدان ہوتا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس مقام میں قائم ہوتے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قائم ہوتے کیونکہ اُس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی اعلیٰ اور بلند نہ تھا جو انہیں اس سے روک لیتا۔

پس اُس وقت آپ صادق اور اُس کے حکیم تھے اور آپ کے سوا جو بھی ہے

آیت کے حکم کے ماتحت ہے۔

پس جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقطہ نے طالبوں کی طرف دیکھا تو اس پر تأسف کیا اور شدت ظاہر کی اور صدق غالب آگیا تو فرمایا: اس تأسف کے اثر سے غمزدہ نہ ہوں۔

إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا؟ التوبہ آیت ۴۰

یعنی اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے

جیسا کہ تو نے ہمیں خبر دی ہے۔ اور اگر نزاع پیدا کرے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے قائل ہیں تو کچھ پرواہ نہیں۔ اس لئے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام جمع اور تفرقہ تھا اور آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افسوس کو جانتے تھے۔ اور الف کی طرف نظر کرتے ہوئے تائید فرماتی اور آپ نے جان لیا کہ اس کا امر قیامت کے دن تک ہمیشہ رہے گا تو فرمایا۔

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا التوبہ آیت ۴۰

یہ وہ اعلیٰ و اشرف مقام ہے جو اس طرف منتہی ہوتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے پہلے بیان فرمایا جس کے متعلق آپ نے فرمایا: میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی مگر میں نے اس سے پہلے خدا کو دیکھا۔

مشاہدہ ابوبکر کی دراشت محمدی تھا اور لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

اور یہ وہ قول ہے جس کی ہمیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ

قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِيْنِ الشعراء آیت ۴۴

یعنی۔ میرا رب میرے ساتھ ہے عنقریب مجھے راستہ دکھائے گا۔

ہمارے نزدیک یہ مقالہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے

ہے جس کی ہمیں تائید حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔

لَوْ كُنْتُ مَتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، الحدیث

یعنی۔ اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا ابو بکر کو بناتا۔

پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کے مصاحب نہ تھے اور صحابہ ایک دوسرے کے مصاحب تھے اور آپ کے انصار و اعوان تھے پس ہمارے اشاروں پر غور کریں یہ آپ کو راہ ہدایت کی طرف لے جاتیں گے۔

رحیم کے دونوں نقطے

لطیفہ :- الرحیم کے دونوں نقطے دو قدموں کا مقام ہیں۔ ان میں سے ایک نعلین آتارنا امر وہی ہیں اور الف مبارک رات ہے اور یہی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غیب ہے۔ پھر امر وہی کی طرف اس میں تفریق کی گئی۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے۔

فِيهَا يَقْرَأُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ الدُّخَانُ آیت ۴

یعنی۔ اس میں ہر حکم امر کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

چنانچہ یہ کمرسی ہے۔ حار عرش ہے، میم اس کا گردا گرد ہے۔ الف حدِ ستوی ہے، راء تم کی آواز ہے اور نون وہ دوات ہے جو لام میں ہے پس لوح رحیم کے قرطاس میں جو ہوا تھا اور جو ہوتا ہے اور یہ لوح محفوظ ہے جس سے تعبیر کیا گیا ہے کہ کتابِ عظیم میں اشارہ و تنبیہ کے باب سے ہر چیز نکھی ہوئی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَكُتِبَ الْاٰلُ فِي الْاَلْوَامِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَالْاَعْرَافُ آیت ۱۲۵

اور وہ لوح محفوظ ہے جیسے کہا گیا۔

مَوْعِظَةٌ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۝
الاعراف آیت ۱۳۵

یعنی اس میں نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل ہے۔

یہ لوح محفوظ جامع ہے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے فرمان میں یہی بات آتی ہے کہ مجھے نصیحت کے جوامع کلم اور تفصیل عطا فرمائی گئی اور دونوں نقطے ہر چیز کے لئے امر و نہی ہیں۔

حضور رسالت مآب کا غیب

حضور رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غیب وہ الف ہے جس کی طرف مبارک رات کا اشارہ ہے۔ پس الف علم کے لئے ہے اور وہ مستوی ہے اور لام ارادہ کے لئے ہے۔ اور وہ نون یعنی ذوات ہے۔ ”را“ قدرت کے لئے ہے اور وہ قلم ہے۔ حار عرش کے لئے ہے۔ یا رکعتی کے لئے ہے اور میم کا سر آسمان کے لئے ہے اور ”میم“ کی جڑ زمین کے لئے ہے۔ پس یہ سات ستارے ہیں۔ ان میں سے ایک ستارہ جسم کے نلک میں تسبیح پڑھتا ہے اور ایک ستارہ نفس کے نلک میں کلام کرتا ہے۔ ایک ستارہ سیر نفس کے نلک میں ہے اور وہ حقیقت ہے اور ایک ستارہ لب کے نلک میں ہے اور ایک ستارہ عقل کے نلک میں ہے اور ایک ستارہ روح کے نلک میں ہے۔ ہم نے جو قفل لگایا ہے اسے کھول دیں اور اس میں ہم نے اپنے مافی الضمیر کی کجی مقرر کی ہے۔ پس طلب کریں تو انشاء اللہ پائیں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا جملہ قرآن مجید میں متعدد بار آیا ہے مگر جب اسے حقیقی وجہ سے دیکھا جائے گا تو وہ ایک ہوگا۔

طریقِ خاص سے اُمّ القرآن کے اسرار

اُمّ القرآن ہی فاتحۃ الکتاب، بیع ثانی، قرآنِ عظیم اور کافیہ ہے۔ اور بسم اللہ اس کی ایک آیت ہے۔ یہ پروردگار اور بندے کو شامل ہے اور ہمارے لئے اس کی تقسیم میں یہ اشعار ہیں۔

لنیرین طلوع بالفؤاد فما	فی سورة الحمد یبذو ثالث لهما
فالبدرحو وشمس الذات مشرقة	لولا الشر وق لقد ألفتہ عدما
هذی النجوم بافق الشرق طالعة	والبدر للمغرب العقی قد لوما
فان تبسّی فلانجم ولا فسر	یلوح فی الفلک العلوی مر تما

قلم میں دو سورتوں کے طلوع ہونے کے لئے ہے سورت الحمد میں ان دونوں میں تیسرے کا ظہور نہیں۔

چودھویں کا چاند محو ہو جاتا ہے۔ اور ذات کا آفتاب طلوع رہتا ہے۔ اگر یہ طلوع نہ رہتا تو چودھویں کا چاند معدوم ہوتا۔

یہ ستارے مشرق کے افق پر طلوع ہوتے ہیں اور چودھویں کا چاند مغربِ عقلی کے لئے لازم رہتا ہے۔

اگر آفتاب ظاہر ہو تو آسمانِ علوی میں کوئی ستارا اور چاند اپنا نقش مڑسم نہیں کر سکتا۔

یہی قرآن مجید کی فاتحہ ہے۔ کیونکہ کتاب باب اشارہ سے مبدعِ اول سے ہے۔ کتاب فاتحہ وغیرہ کو متضمن ہے۔ کیونکہ اس کے لئے اسمِ فاتحہ اس حیثیت سے درست ہے کہ اس سے پہلے کتاب وجود کا افتتاح ہوا۔

یہ یس کبشلہ شیئی میں منترہ کی مثل سے ہے۔ تاکہ کاف عین صفت ہو

جب اس کی مثل بنائی گئی تو فاتحہ کو بنایا گیا جس کے بعد کتاب کو وجود دیا گیا اور اسے اس کی کتنی بنایا گیا۔ اس پر غور کریں۔

فاتحہ اُم القرآن ہے

فاتحہ اُم القرآن ہے کیونکہ امر محمل ایجاد ہے اور اس میں قرآن موجود ہے اور موجود اُم میں فاعل ہے۔ پس اُم ہی جامع کلتیہ ہے اور یہ اُم الکتاب ہے جو اس کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے۔ دَعِیْہُ اُم الکتاب۔ آپ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہما السلام اور فاعل ایجاد کی طرف دیکھیں گے تو آپ کو آپ کی جس کے بالعکس نظر آئے گا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُم ہیں اور ابن کتاب وہ ہے جو میرے پاس ہے۔ یا قرآن مریم علیہما السلام ہیں۔ پس غور کریں۔

روح کا نفس کے ساتھ ازدواج عقل کے واسطے سے ہے اور جسٹا نفس محمل ایجاد ہے اور روح نہیں آتی مگر نفس سے پس نفس باپ ہے۔ اور یہی نفس نفوذ خط کے لئے کتاب مرقوم ہے۔

جو اُم میں تلم نے لکھا وہ بیٹے میں ظاہر ہوا۔ اور وہ قرآن ہے جو عالم شہادت پر نکلا اور اُم بھی محمل اسرار کی مثل وجود سے عبارت ہے یہی منشور ورق ہے جس میں کتاب مسطور امانت رکھی گئی اور اس میں یہ اسرار الہیہ ودیعت کئے گئے۔ یہاں کتاب فاتحہ سے اعلیٰ ہے کیونکہ فاتحہ کتاب کی دلیل ہے اور کتاب اس کی مدلول ہے اور دلیل کا شرف اس چیز کے مطابق ہوتا ہے جس پر وہ دلالت کرتی ہے۔

کیا آپ نے دیکھا کہ کتاب معلوم کی کتنی اس کی ضد نہیں۔ کیونکہ اگر اسے

ضد فرض کر لیا جائے تو دلیل کی حقارت ملول کی حقارت ہوگی۔ اس لئے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ دشمن کے ملک کی طرف قرآن مجید کو لے کر سفر نہ کیا جلتے۔ کیونکہ قرآن مجید کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے کلام پر دلالت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام کلام اللہ رکھا ہے۔ اس میں جو حروف ہیں ان کی مثال کلمات کی مثال ہے جب کہ اس کے ساتھ کلام اللہ پر دلالت مقصود نہیں ہوتی کہ دشمن کی سرزمین کی طرف کلام اللہ کے ساتھ سفر کیا جائے اور اس کے ساتھ مقامات نجاسات اور اس جیسی جگہوں پر داخل ہوا جائے۔

سبع مثانی اور قرآن عظیم

کہتا ہے کہ یہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہیں۔ ایک کے وجود میں صفات کا ظہور ہے اور ایک میں مفرد حضرت ہے اور ایک حضرت جمع ہے تو بسم اللہ سے الٰہین تک افراد ہیں اور ایسے ہی اھدنا سے ضالین تک افراد ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان آیات نعبہ و آیات نستعین اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس فرمان پر مشتمل ہے۔

هست الصلوة بيني وبين عبدی نصفين ونصفها لعبدی ولعبدی مَا سَأَلَ ط الحديث
یعنی: میں نے اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نماز کو نصف تقسیم کیا ہے نصف حقہ میرا ہے اور نصف حقہ میرے بندے کا جس کا وہ سوال کرتا ہے پس تیرا کام سوال کرنا ہے اور اس کا عطا کرنا جیسا کہ اس کے لئے امر و نہی کے ساتھ سوال کرنا ہے اور تیرے لئے اس کی پیروی کرنا۔

بندہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بندے نے میری حمد بیان کی۔

بندہ کہتا ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندے نے میری ثنا بیان کی۔

بندہ کہتا ہے۔ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔

ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میرے سپرد کر دیا ہے۔

یہ افراد الہی ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ بندہ کہتا ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندے نے میرا ذکر کیا ہے۔

پھر فرمایا! بندہ کہتا ہے۔ اَیَاکَ تَعْبُدُ اَیَاکَ تَسْتَعِیْنُ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے جو کچھ

میرا بندہ سوال کرے گا میں اُسے عطا کروں گا اور اَیَاکَ دونوں مقامات پر

افراد الہی کے ساتھ ملحق ہے۔

بندہ کہتا ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ

غَیْرِ الْمَغضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو یہ میرے بندے کے لئے ہے۔ اور یہ میرے بندے

کے وہ افراد ہیں جن کی اُسے احتیاج ہے اور میرے محتاج بندے کے لئے ہے

کہ اُس نے جس چیز کا سوال کیا اللہ تعالیٰ سے کیا۔ پس دو حضراتوں کے سوا

باقی نہ رہا تو شافی دُرست ہوا۔

پس یہ حق میں وجود کی اور عبد کلی میں ایجاد کی صورت ظہور پذیر ہوئی

پس اُس نے اس کے ساتھ اپنا وصف ظاہر فرمایا اور عمار میں اُس کے سوا کوئی موجود نہیں، پھر جب بندے کو اپنا خلیفہ بنایا تو اس کے ساتھ اُس کا وصف بیان فرمایا، لہذا ممکن صورت کے لئے فرشتے اُس کے لئے سجدہ میں گر گئے اور قیامت کے دن تک دونوں قدم کے مقام سے فرق واقع ہو گیا۔ قرآنِ عظیم اور وجودِ جمع ہے اور اُس کا وہ افرادِ جمع سے ہے اور تو اُس کے ساتھ جمع ہے اور اُس کے قول ایک نعبہ و ایک نستعین کے سوا کچھ نہیں۔ اور اللہ ہی حق فرماتا ہے اور سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔

میں نے الحمد للہ کی تفسیر کی

میری شفاعت میری جماعت پر واقع ہو گئی اور انہیں ہلاکت سے نجات مل گئی تو اس کے بعد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میری طرف بھیج کر کلام کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ چمکتا ہوا منبر میرے قریب ہوا تو میں نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اذنِ عالی سے اس پر چڑھ کر بطور خاص لفظ الحمد للہ پر اکتفا کیا اور تائید نازل ہوئی حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر کے دایں طرف تشریف فرما تھے اور اس بندہ نے حمد و ثنا اور بسم اللہ کے بعد الحمد کی حقیقت بیان کی۔

”الحمد یہی عبدِ مقدس و منزہ ہے اور اللہ کا اشارہ ذاتِ ازلیہ کی طرف ہے اور یہ وجودِ الہیہ سے بندے کے وجود کے علیحدہ ہونے کا مقام ہے، پھر وجودِ ازلی سے آئے اپنے وجود سے غائب کر دیا اور اُس کے ساتھ اُسے واصل کیا۔ فرمایا!

بشہ تو اُس کے فرمان اللہ پر اُس کے لئے لامِ حافظہ داخل کیا۔ یہی

تواضع اور ذلت کے باب میں محتاجی عبد کی حقیقت ہے اور یہ حروف معانی سے ہے
حروف تہجی سے نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے اسم پاک پر لام مقدم فرمایا تاکہ
اُس کا شرف ظاہر ہو جائے اور یہ اُس کی ذات کے ساتھ تنزیہہ کی پہچان ہے۔
حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تقدیم کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا:
مَنْ عَسَفَتْ نَفْسُهُ فَقَدْ عَسَفَتْ رُبَّهُ

یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا۔ بے شک اُس نے اپنے رب کو
پہچان لیا۔ اور اس میں رب کی پہچان پر نفس کی پہچان کو مقدم فرمایا۔ پھر لام نے
اسم اللہ میں تحقیق اتصال اور تمکین مقام کے لئے عمل کیا۔ چونکہ یہ مقام وصل میں
ہے اس لئے بسا اوقات یہ وہم ہوتا ہے کہ الحمد لام کے علاوہ ہے۔ پس عبد کو
لام کی حرکت کی اتباع کے لئے پست یعنی زیر والا بنایا تو الحمد للہ دال کی زیر کے
ساتھ پڑھا گیا۔ پس الحمد لام سے بدل گیا اور عین واحدہ کی لئے دونوں چیزیں ایک
دوسرے سے بدل گئیں۔

الحمد اور لام

الحمد لام کا وجود ہے اور لام الحمد ہے۔ اب جب کہ دونوں ایک ہی چیز ہیں
تو الحمد مقام وصل میں اللہ کے ساتھ ہو گئی کیونکہ وہ لام کی عین ہے تو اس کے
لئے وہی ہیں جیسا کہ لفظاً اور معنیاً لام ہے، پھر اُس میں زیر کی حقیقت عبودیت
کا اثبات ہے۔ پھر اُسے ہماری زندگی سے اُس کی ذات سے فنا کر دیا اور یہ فنا
اُسے اولیت میں مقام اعلیٰ پر بلند کرنے کے لئے ہے تاکہ اُس کی حقیقت کو
آخرت میں بقا حاصل ہو۔

پس الحمد للہ رفع لام کے ساتھ کہتا ہے کہ دال کی حرکت کی اتباع کی جائے

اور یہ وہ امر ہے جس سے تائید ہوتی ہے کہ الحمد ہی لام ہے جسے چادر اور کپڑے سے
تغیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ محل صفات اور انتزاع جمع ہے۔ پس بندوں کی معرفت
کی غایت یہ ہے کہ اُس کی طرف پہنچ جائیں اور فاصل ہوں اور حق ان تمام
کے پیچھے بائیں ہمہ جب اُسے فنا کے ساتھ رُفَع کیا اُس سے ابتدا کی اور چاہا کہ
وہ اپنی فنا کے باوجود معرفت حاصل کرے کیونکہ وہ اپنے مقام پر ہمیشہ ہے تو اُسے
عامل مقرر کیا اور حق کے حق میں اُسے عارضی طور پر رُفَع کیا اور عبودیت کی پستی
کے مقام میں ہمارے مکتورہ کو لام کے وجود پر دلالت کرنے کے لئے باقی رکھا۔ اسی
بنائے پر وسطی لام کو لفظ کے ساتھ مُشَدِّد کیا یعنی ذات حق ذاتِ عبد نہیں اور یہ تجلی
صورت کے لئے حقیقتِ مثل ہے۔ پھر ہمارے لام پر لوٹتی ہے کیونکہ یہ اُس کی معمول
ہے۔ تو اگر ہمارے ذات حق سے کنا یہ ہوتی تو اس میں لام کا عمل نہ ہوتا بلکہ وہ ہر چیز
میں عامل ہے۔

جب یہ لام نفسِ الحمد ہے اور ہمارے لام کی معمول ہے تو ہمارے لام اور لام
الحمد ہے۔ پس ہمارے بغیر زیادہ کے الحمد ہے۔
ہم نے پیش ازیں کہا ہے کہ لام مُشَدِّدہ فصل کے مقام پر جمع متحد کی
نفی کے لئے ہے۔ پس اس مضمون کلام سے یہ بات نکلی کہ الحمد اُس کا فرمان
لکھ ہے اور لکھ اُس کا فرمان الحمد ہے۔

عبد کی غایت اپنی ذات کی حمد ہے جو کہ آیتنہ میں دیکھنا ہے کیونکہ
محدث قدیم کا تحمل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مثل صورت پر پیدا کی اور موجد کو
آیتنہ بتایا تو ذات کے آیتنہ میں صورتِ مثل کی تجلی دیکھی۔

اُس کی رحمت اُس کے غضب پر سبقت لے گئی جب میں نے

ذات کو دیکھا تو اُس کے لئے کہا تو مجھے چھینک آتی تو میں نے اپنے نفسِ احمدی کو پہچان لیا۔ میں نے خود کو دیکھا تو اپنی حمدِ بیان کی اور کہا! الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے اُسے فرمایا۔ اے آدم تیرا رب تجھ پر رحم فرماتے ہیں نے تجھے اسی لئے پیدا کیا ہے اور اُس کی رحمت اُس کے غضب پر سبقت لے گئی۔ اسی لئے اپنے اس قول کے بعد فرمایا! الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم۔

یہاں رحمت کو مقدم رکھا پھر فرمایا! غیر المغضوب علیہم، انتہا ج و جود اول میں غضب کو تو خیر کیا اور رحمت غضب پر سبقت لے گئی۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے شجر کا پھل کھانے پر عقوبت سے قبل رحمت نے سبقت کی۔ بعد ازاں اُن پر رحم ہوا تو دو رحمتیں ہو گئیں۔ دونوں رحمتوں کے درمیان غضب ہے۔ پس دونوں رحمتوں نے اپنے امتزاج کو طلب کیا۔ کیونکہ دونوں ایک دوسری کی مثل ہیں۔ پس ایک دوسری میں ضم ہو گئیں اور دونوں کے درمیان سے غضب معدوم ہو گیا۔ جیسا کہ بعض نے کہا ہے۔ دو آسانیوں کے درمیان ایک مشکل ہے۔

اذا ضاق عليك الامر فكري ألم نشرح

فصر بين يسين اذا ذكرته فافرح

جب تجھ پر کسی امر میں تنگی آئے تو سورہ ألم نشرح پر غور کر۔
پس دو آسانیوں کے درمیان ایک مشکل ہے جب تو اُسے یاد کرے گا۔ تجھے خوشی حاصل ہوگی۔

پس رحمت موجود اول سے عبارت ہے جس کی تعبیر مطلوب کے ساتھ کی گئی ہے۔

مغضوب علیہم نفس امارہ ہے۔

ضالین! عالم ترکیب ہے۔

نفس ہمارا ہمیشہ مغضوب رہے گا۔ جب کہ باری تعالیٰ اس سے منترہ ہے کہ اُس کی تنزیہیہ بیان کی جائے۔ کیونکہ اُس کے سوا نہ کوئی دوسرا ہے اور نہ اُس کے سوا کوئی موجود ہے۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: مومن اپنے بھائی کا آئینہ ہے۔ صورت کا وجود اپنے کمال پر ہے کیونکہ یہی فعل معرفت ہے اور یہی واصل کرتی ہے، اگر اسے دوسری صورت پر پیدا کیا جاتا تو وہ جمادات سے ہوتا۔ پس حمد ہے اُس ذات کے لئے جس نے اُس کے ساتھ واقفیت رکھنے والے عارفوں پر ازلی ابدی مواد کے ساتھ عنایت کی۔

لام کا مقام

تنبیہ :- لام رسم کو فنا کرتا ہے جب کہ بار اُسے باقی رکھتی ہے۔ اس لئے ابو عباس بن عریف نے کہا۔

عالم میرے لئے ہیں اور عارف میرے ساتھ ہیں۔

پس لام کے اعلیٰ مقام کا اثبات ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے کلام میں کہتا ہے اور عارفین اپنی ہمتوں کے ساتھ ہیں۔ پھر لام کے حق میں کہا کہ حق ان سب کے پیچھے ہے، پھر اس پر مزید تنبیہ کی اور اس ایک امر پر قناعت نہیں کی۔ چنانچہ فرمایا۔ ہمتیں موصول کے لئے ہیں اور ہمت باتین عارفوں کے لئے ہے اور علماء کے حق میں لامین کہا۔ اور بے شک رسم کے مضمل ہونے کے وقت حق کا ظہور ہوتا ہے اور لام کا یہ وہ مقام ہے جو رسم کی فنا کا ہے۔

الحمد لله الحمد لله سے اعلیٰ ہے کیونکہ الحمد باللہ میں تیری بقاء اور الحمد للہ میں تیری فنا ہے۔ جب عالم نے الحمد للہ کہا یعنی سوائے اُس کے اللہ کے لئے کوئی حمد کرنے والا نہیں، تو مناسب ہے کہ پھر اُس کے سوا کوئی محمود نہ ہو۔ اور عوام نے الحمد للہ کہا۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی محمود نہیں اور وہی حمد کرنے والا ہے۔ پس لفظ کی صورت میں دونوں کا اشتراک ہے۔ پس علماء نے حمد کرنے والوں، مخلوقوں اور محمودوں کو فنا کیا اور عوام نے بطور خاص محمودوں کو خلق سے فنا کر دیا۔ مگر عارفین ایس پر متمکن نہیں ہو سکتے کہ عوام کی طرح الحمد للہ کہیں۔ بے شک اُن کے نزدیک اُن کے نفوس کی بقاء کے لئے اُن کا مقام الحمد باللہ ہے۔ پس یہ فصل متحقق ہوتی اور بے شک یہ معرفت کا گودا اور مغز ہے۔

رَبِّ الْعَالَمِينَ اور الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کی تشریح

اللہ تعالیٰ کے فرمان رب العالمین الرحمن الرحیم کے بارے میں۔ اُس کے فرمان رب العالمین کے ساتھ ہمارے اور ہمارے دلوں میں میں حضرت ربوبیت کا اثبات ہوا۔ یہ عارف کا اور نفس کے قدم کے راسخ ہونے کا مقام ہے اور یہ صفت کے مقام پر ہے کیونکہ ہمارا قول للہ شہید فاتیہ اور مرحبہ عالیہ ہے پھر اُس کی اتباع اُس کے ارشاد رب العالمین کے ساتھ ہے۔ یعنی اللہ کے بعد رب العالمین آیا ہے کہ وہ عالموں کی پرورش کرتا ہے اور انہیں غذا فراہم کرتا ہے، عالمین ہر مایہ اللہ سے عبارت ہے۔ تربیت یعنی پرورش دو قسموں میں تقسیم ہوتی ہے۔ ایک بالواسطہ اور ایک بلاواسطہ ہے۔

کلمہ رُوحِ نکلی

پس کلمے کے حق میں ہرگز واسطے کا تصور نہیں اور جو اس کے علاوہ ہے لازماً واسطے سے ہے۔ پھر تربیت کی دو قسموں پر تقسیم ہے وہ جو بالواسطہ خاص ہے اُن سے ایک قسم محمود ہے اور دوسری مذموم ہے۔ اور قدیم تعالیٰ سے نفس کی طرف ہے۔ اور نفسِ حد میں داخل ہے۔ وہاں محمود خاص کے علاوہ نہیں۔

رہا مذموم اور محمود تو نفسِ عالمِ حس کی طرف ہے اور نفسِ تبدیلی اور پاکیزگی وجود کے لئے محلِ قابل ہے۔

پس کہا! اللہ تبارک و تعالیٰ نے کلمہ کو پیدا کیا جو کلمی رُوح سے تعبیر ہوتا ہے جو کہ ایجادِ ابداع ہے۔ اسے محلِ سلب اور مقامِ جہل میں پیدا کیا گیا۔ یعنی اُسے آپ ذات کی رویت سے اندھا کر دیا تو باقی نہیں جانتا کہ کہاں سے صادر ہوا اور کیسے صادر ہوا۔ اس میں اُس کی غذا ہی تھی جو اُس کی حیات اور بقا کا سبب تھی اور اُسے اس کا علم نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُس کی ہمت کو متحرک کیا کہ وہ اُس چیز کو طلب کرے جو اُس کے پاس ہے اور وہ نہیں کہ یہ چیز اُس کے پاس ہے۔ پس اُس کی ہمت روانگی پکڑاتی ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اُسے اُس کی ذات کا مشاہدہ کرا دیتا ہے چنانچہ وہ ساکن ہو جاتا ہے اور اُسے علم ہو جاتا ہے کہ وہ جس چیز کو طلب کرتا ہے اُس سے وہ ہمیشہ سے مقصد ہے۔ ابراہیم بن مسعود البیری نے کہا۔

قد وصل المرء المطلوب

والسبب المطلوب في الراسل

چلنے والا کبھی اپنے مطلوب کے لئے روانہ ہوتا ہے اور مطلوب کا سبب

خود چلنے والے میں ہوتا ہے اور وہ اُس میں ولایت کئے گئے اسرار اور حکمتوں کو جان لیتا ہے۔ اُس کے نزدیک اپنا حادث ہونا محقق ہو جاتا ہے اور وہ اپنی ذات کی معرفت پر احاطہ کر لیتا ہے۔ پس یہ معرفت اُس کے لئے مددگار غذا بن جاتی ہے جس سے وہ بے انتہا تقویت اور اُبدی زندگی حاصل کر لیتا ہے۔

رُوح سے خدا کا انتخاب

اِس تجلّی اقدس کے وقت اُسے فرمان الہی ہوتا ہے۔ تیرے نزدیک میرا کیا اہم ہے۔ وہ کہتا ہے تو میرا رُب ہے پس اُسے ہوائے حضرت ربوبیت کے اور کوئی معرفت حاصل نہیں ہوتی اور وہ قدیم الوہیت کے ساتھ انفرادیت حاصل کر لیتا ہے کیونکہ اُسے کوئی نہیں جانتا مگر وہ خود ہی اپنے آپ کو جانتا ہے۔

اُسے اللہ سبحانہ فرماتا ہے۔ تو میرا رُب ہے اور میں تیرا رُب ہوں۔ میں تجھے اپنے اسماء و صفات عطا کرتا ہوں تو جو تجھے دیکھے گا اُس نے مجھے دیکھا اور جو تیری اطاعت کرے گا اُس نے میری اطاعت کی۔ جس نے تجھے جانا اُس نے مجھے جانا اور جو تجھے نہیں جان سکے گا وہ مجھے نہیں جانتا۔ تیرے علاوہ لوگوں کی انتہا یہ ہے کہ وہ تجھ سے اپنے نفوس کی معرفت تک پہنچیں اور اُن کی معرفت کی انتہا یہ ہے کہ وہ تیرے وجود کو جان لیں نہ کہ تیری کیفیت کو ایسے ہی تو میرے ساتھ ہے اور تو اپنے نفس کی معرفت سے آگے نہیں بڑھے گا اور نہ اپنے ہوا کسی کو دیکھے گا اور نہ تجھے میرے ساتھ علم حاصل ہوگا۔ مگر وجود کی حیثیت سے اگر تو علم کے ساتھ میرا احاطہ کرتا تو میں تو ہوتا اور میں تیرا احاطہ ہوتا اور میری انا تیری انا ہوتی جب کہ انا میری انا نہیں ہوتی۔

میں اسرار الہیہ کے ساتھ تیرا مددگار اور مُرتبی ہوں اور تو اُن رازوں کو

خود میں پائے گا تو انہیں پہچان لے گا اور میں نے اس معرفت کی کیفیت امدادیہ کو تیرے لئے پردوں میں کر دیا ہے کیونکہ تجھے اُن کے مشاہدے کے متحمل ہونے کی طاقت نہیں کیونکہ اگر تو اسے پہچان لیتا تو انانیت کا اتحاد ہو جاتا جب کہ اتحادِ انانیت محال ہے پس تیرا مشاہدہ وہی محال ہے۔ کیا مرکب کی انیت بسیط کی انیت لوٹ سکتی ہے؟ پس حقائق کے پھرنے کا کوئی راستہ نہیں۔

جاننا چاہتے تیرے سوا جو کچھ ہے تیری تبعیت کے حکم میں ہے اور تو میری تبعیت کے حکم میں ہے۔ تو میرا کپڑا میری ردا اور میرا پردہ ہے۔ رُوح نے اُسے کہا: اے میرے رَبت میں نے تیری بات سن لی۔ تُو نے کہا کہ میرا ایک مُلک ہے۔ مگر میرا مُلک کہاں ہے؟ پس اُس کے لئے اُس کے نفس کو نکالا۔ یہی بعثت سے مقول ہے۔

رُوح نے کہا: یہ تو میرا بعض حصہ ہے اور میں اس کا کل ہوں جیسا کہ میں تجھ سے ہوں تو مجھ سے نہیں۔

فرمایا: اے میری رُوح تُو نے سچ کہا۔

رُوح نے کہا: اے میرے رَبت میں نے تیرے ہی ساتھ کلام کیا۔ تُو نے ہی میری تربیت کی ہے اور تُو نے ہی مجھ سے امداد اور تربیت کا راز چھپا رکھا ہے اور تجھے اس کے ساتھ انفرادیت حاصل ہے۔

اس مُلک سے میری امداد کو پوشیدہ کر دے یہاں تک کہ یہ مجھے بھول جاتے جیسا کہ میں تجھے بھولا ہوا ہوں۔

نفس کی پیدائش

پس نفس میں قبول و انتقام کی صفت تخلیق کی گئی اور عقل کو رُوح مقدس

کی طرف بوجھ ٹھہرایا گیا۔ پھر رُوح کو اطلاع دی گئی تو فرمایا: میں کون ہوں؟
 رُوح نے کہا: تو میرا رب ہے تیرے ساتھ میری زندگی ہے اور تیرے ساتھ
 میری بقا ہے۔

پس رُوح اُس ملک کے ساتھ فریفتہ ہو گئی اور اُس میں اپنے رب کے
 مقام پر قائم ہو گیا یعنی اُسے اپنے رب کی نیابت حاصل ہو گئی اور اسے اُس نے
 نفس کی امداد تصور کر لیا۔

پس حق نے ارادہ فرمایا کہ اُسے اس امر کی اطلاع ہو جائے کہ تیرا تحویل
 اور تصور اصل صورتِ حال کے خلاف ہے۔ کیونکہ اگر اُسے اُس کے سوال کے
 مطابق امداد کا بھید بتا دیا جاتا تو اس سے اس چیز کے ساتھ الوہیت کی
 انفرادیت نہ رہتی اور نہ ہی انیت کا اتحاد باقی رہتا۔

پس جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا تو اُس کے یعنی رُوح کے
 مقابلہ میں شہوت کو پیدا فرمایا اور ہوس کے لئے اُس کا بوجھ ڈالا اور بالعموم
 جمیع واردات کے لئے نفس میں صورتِ قبول پیدا کر دی۔ پس نفس کو دو طاقتور
 رُتوں کا درمیان حاصل ہو گیا۔ جن دونوں کے دو عظیم وزیر ہیں اور یہ ہمیشہ اُسے
 ندا کرتا ہے اور وہ اُسے آواز دیتا ہے اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا!

قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللّٰهِ

کہہ کہ! ہر چیز اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اور فرمایا۔

كُلًّا مِّنْهُم مَّا كَانُوا مِنْ عِندِ اللّٰهِ

اُن کو بھی مدد دیتے ہیں اور اُن کو بھی اور آپ کے رب کی بخشش کسی پر بند نہیں،

اپس لئے نفس تغیر و تطہیر کا مقام ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

فَاَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۝ الشَّمْسُ آيَتٌ ۸

پھر اُس کی بدکاری اور اُس کی بہرہیزگاری اُس کے سینے میں ڈال دی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۝ الشَّمْسُ آيَتٌ ۹

جان کی قسم اور اُس ذات کی قسم جس نے اُسے درست کر کے بنایا،

اگر نفس نبوس کی مُنادی کو قبول کرے تو تغیر ہوگا اور اگر رُوح کی آواز کو قبول کرے تو از رُوح شرح و توحید تطہیر ہوگی۔

پس جب رُوح کی مُنادی کو دیکھا اور جواب دینے والے کو نہ سنا تو کہا۔ میرے مُلک کو مجھے جواب دینے سے کس نے روکا۔

اُسے وزیر نے کہا! تیرے مقابلہ میں ایک عظیم سلطنت والا بادشاہ ہے جس کی اطاعت کی جاتی ہے موجود ہے اور اُس کا ام ہوا ہے۔ وہ عجلت سے عطا کرتی ہے اور دُنیا کے تمام کنائے اُسی کے ہیں۔ پس اُسے اُس کے حضرت نے کھول دیا اور جواب دینے کے بعد پکارا۔ پس رُوح اللہ تعالیٰ کی طرف شکایت کے ساتھ پلٹ گئی تو اُس کی عبودیت ثابت ہو گئی اور یہ ہی اُس کی مُراد تھی۔

اور ارباب و مربوبین ہر ایک اپنے اپنے مقام اور مرتبہ کے مطابق اُتر آتے۔ پس مفصل عالم شہادت کا رُب عالم خطاب اور مفصل عالم شہادت کا رُب عالم جبروت ہے اور عالم جبروت والوں کا رُب عالم ملکوت ہے اور عالم ملکوت والوں کا رُب عالم کلمہ ہے اور کلمہ کا رُب ایک ہی واحد و حمد ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ہم نے اپنی کتاب تَدْبِيرَاتِ الْإِلَهِيَةِ فِي إِصْلَاحِ مَمْلَكَةِ الْإِنْسَانِيَةِ

میں اس فصل میں سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ چنانچہ اس فصل کو یہاں بخوبی طوالت پورا نہیں کیا۔ ایسے ہی اسے ہم نے تفسیر القرآن میں بھی بیان کیا ہے۔

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندوں کی تربیت کے ساتھ منفرد ہے اور جو کوئی اُن میں سے پردے میں ہے وہ واسطوں کے ساتھ پردے میں ہے اور اس فصل سے اُس شخص کو بھی نکال دیا گیا ہے جس کی روح اور اُس کے معنی کو یہ معرفت حاصل ہے کہ اُس کا رَبُّ اللہ سبحانہ تعالیٰ ہے اور عالمین کُلّی کی مثل ہے۔ اسی لئے اُس نے عالمین میں عرش کو آٹھ حروف پر پیدا فرمایا ہے اور لُحُف و تربیت اور حنّان و رحمت رحمانیہ کے ساتھ اُس پر استوار فرمایا تاکہ مَوَکَرّہ رحمت کے ساتھ دار الحیوان کا امتیاز ہو جاتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔ رحمان کے ساتھ عام اور رحیم کے ساتھ خاص رحمت ہے۔ رحمان اُس کے عالم میں واسطوں وغیرہ کے ساتھ ہے۔ اور رحیم کے ساتھ خاص رحمت ہے۔ رحمان اُس کے عالم میں واسطوں وغیرہ کے ساتھ ہے اور رحیم وجودِ اختصاص اور شرفِ عنایت کے لئے اُس کے کلمات میں بلا واسطہ ہے۔ پس اس پر غور کریں اور اسے سلامتی کے لئے تسلیم کر لیں۔

مَالِکِ یَوْمِ الدِّینِ

وَصَل : اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مَالِکِ یَوْمِ الدِّینِ اس سے مراد یوم جزا ہے اور حضرت ملک مقامِ تفرقہ سے ہے اور یہی جمع ہے کیونکہ تفرقہ واقع نہیں ہوتا مگر جمع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فَمَنْ یَقْدِرْ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٌ الدخان آیت ۴

یعنی۔ اس میں ہر امر محکم کا فرق کیا جاتا ہے۔

تو یہی مقام جمع ہے جسے سلطان تفرقہ نے قبول کر لیا ہے اور یہی تفسرہ کا مقام ہے۔ پس جمع کا خطاب امر وہی کی طرف متفرق ہو گیا اور تاراضگی اور رضامندی ارادہ و اطاعت اور نافرمانی اس کے عابد کا فعل ہے اور وعدہ و وعید اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ اس دن میں وہ بادشاہ ہے جس کے لئے شفاعت متحقق ہے اور وہی اس کے ساتھ مخصوص ہے جس نے نفسی نفسی نہ کہا ہو اور اُمتی اُمتی کہا ہو۔ ہمارے دُجہ میں قیامت متجلہ کے لئے جو بادشاہ مطلوب ہے وہ طریق تصوف میں ظہور کرتی ہے اور وہ پاکیزہ نفع ہے اور قیامت کا دن اس کی ایجاد کی جزاء کا وقت ہے۔ یا اگر اس کے لئے عقوبت ہوئی تو لازماً اس سے طلب کی جائے گی۔ پس اگر اطاعت گذار ہے تو اس کے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات ہیں اور اگر معصیت کفر ہوگی تو اس کے لئے جہنم کے طوق اور عذاب ہے۔ مقام دعویٰ سے دو صورتیں ہیں۔ ایس آیت میں یہ کلام فرض کرتے ہیں۔ کہ حد ملک پر ہے۔ اور اُسے نہیں پہنچتا۔ اور کیا نفس جزاء کے دن سے اس سے فناء کی طرف ترقی کرتا ہے؟

ہم کہتے ہیں کہ بادشاہی اس کے لئے درست ہے جو ملک کے طریق کے ساتھ ہو اور ملک اُسے سجدہ کرتا ہو اور وہ رُوح ہے۔ جب ہوس نے رُوح کے ساتھ جھگڑا کیا۔ اس پر حملہ آور ہونے کے لئے نفس کے ساتھ مدد طلب کی اور رُوح نے ہوس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور مستعد ہو گئی۔

جب رُوح توحید کے لشکروں اور ملائہ اعلیٰ کے ساتھ میدان میں نکلی اور ایسے ہی ہوس آرزوؤں غرور و تکبر اور ملائہ اسفل کے لشکروں کے ساتھ میدان میں نکلی۔

رُوح نے ہوس کو کہا! مجھ سے مقابلہ کر۔ اگر میں نے تجھ پر فتح حاصل کر لی

تو قوم میری ہوگی اور اگر توفیق یاب ہو جائے اور مجھے ہزیمت دے دے تو ملک تیرا ہوگا۔ اور لوگوں کو ہمارے درمیان ہلاک نہیں ہونا چاہیے۔

چنانچہ رُوح اور ہوس کے درمیان مقابلہ ہوا اور رُوح نے اُسے عدم کی تلوار سے قتل کر دیا اور نفس کے انکار کرنے اور بہت بڑی جدوجہد کرنے کے بعد اُس پر فتح حاصل کی۔ پس نفس اُس کی تلوار کے نیچے اسلام لے آیا اور سلامت رہا اور مسلمان و مطہر اور مقدس ہو گیا اور اُس کے ایمان لانے سے حواس بھی ایمان لے آئے اور تابعدار غلاموں میں داخل ہو گئے۔ اُن سے فاسد دعویٰ کی برادری سلب کر لی گئی اور اُن کے گلے کا اتحاد ہو گیا اور رُوح اور نفس ایسے ہو گئے جیسے ایک چیز ہوں۔ اور اُس کے لئے حقیقتاً بادشاہ کا نام درست ہو گیا اور اُس کے لئے کہا گیا۔

مَا لَكَ يَوْمَ الدِّينِ

پس اُسے اُس کے مقام کی طرف لوٹایا اور اُسے افتراقِ شرع سے جمع توحید کی طرف منتقل کیا۔ دراصل حقیقت میں بادشاہ وہی حق تعالیٰ ہے جو ہر ایک کا مالک و متصرف اور عام و خاص کی ذات کے لئے شفیع ہے۔ خاص دنیا کی وجہ سے اور عام آخرت کی وجہ سے۔

اس لئے کہ اُس کے ارشاد مَا لَكَ يَوْمَ الدِّينِ سے پہلے الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ہے تاکہ رَبُّ الْعَالَمِينَ کی رویت سے مجبورین کے دلوں کو اُنس حاصل ہو جائے۔ کیا آپ نے دیکھا کہ وہ قیامت کے دن فرماتے گا۔ ملائکہ اور انبیاء کی شفاعت ہوگئی اور مومنوں کی شفاعت ہوگئی اور باقی ارحم الراحمین ہے اور یہ نہیں کہا کہ جبار باقی ہے اور نہ یہ کہ تہار باقی ہے تاکہ اُن کے دلوں میں ایجادِ فعل سے پہلے اُنس واقع ہو۔ پس جس نے اِس وجود میں معنی کو جان لیا۔ اُس کے لئے ارحم

کے مقام میں خصوصیت درست ہوگئی۔ اور جو اس وجود سے ناواقف رہا۔ حشر اکبر میں
عوام میں داخل ہوگا۔ پس مقامِ راحمین میں تبتلی واقع ہوگی اور ارحم الراحمین کی شفاعت
کے ساتھ اترتی جمع علیحدگی اتحاد اور جفت طاق کی صورت لوٹ جائے گا۔ جہنم کی تفصیل
ظاہر ہوگی جس کے پیچھے جنت کا باطن ہے یعنی جہنم کی دیوار کے پیچھے جنت ہوگی۔

جب یہ دیوار اور فصیل واقع ہو کر منہدم ہو جائے گی اور نہروں کا امتزاج ہو جائے گا اور دریا مل جائیں گے اور برزخ معدوم ہو جائے گا اور عذاب نعمتیں اور جہنم جنت بن جائے گا تو نہ عذاب ہوگا اور نہ سزا سوائے نعمتوں کے۔ اور ظاہر مشاہدہ کے ساتھ امان ہی امان ہے۔ اور محلات اور شاخوں پر پرندوں کا چہچہانا ہوگا۔ اور حوروں اور لڑکوں کے ساتھ بوس و کنار ہوگا۔ دوزخ کا داروغہ مالک مٹ جائے گا اور جنت کا دربان رضوان باقی رہے گا۔ جہنم جنت کے بانگات میں بدل جائے گا اور اس میں ابلیس کا راز ظاہر ہو جائے گا۔

پس جب وہ اور جو اسے سجدہ کرتا ہے مساوی ہو جائیں گے تو بے شک انہوں نے نہیں تصرف کیا۔ مگر قضائے سابقہ اور قدرِ لاحقہ سے دونوں کے لئے یہ ضروری تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام پر یہ حجت قائم کی تھی۔

ایاک تعبد و ایاک نستعین

وَصَلَّى : اللہ تعالیٰ جلّ شانہ دُعاؤں کا فرمان ہے ۔

آيَاكَ تَعْبُدُ وَإِيَّاكَ تَسْتَعِينُ.

جب اس کا وجود الحمد للہ کے ساتھ اور اس کی غذارب العالمین کے
ساتھ اور اس کی پسندیدگی الرحمن الرحیم کے ساتھ اور اس کی بزرگی مالک یوم الدین

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔
جب اُس کے لئے ایاکِ نعبۃ و ایاکِ نستعین کہا۔ تو اُس سے فرمایا!
میری عبادت کیا ہے؟

بندے نے کہا۔ جمع و تفریق میں ثبوتِ توحید۔

جب نفس کے نزدیک یہ مقرر ہے کہ نجات توحید میں ہے جو کہ سیدھا
راستہ ہے اور وہ نفس کی نناء یا بقا کے ساتھ مشاہدۃ ذات ہے۔ اگر غفلت
ہو گئی تو کہا! اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ۔ تو اُس کے لئے بقول اُس کے مستقیم
سے دور راستے نکلے۔ ایک ٹیڑھا جو دعویٰ کا راستہ ہے اور ایک سیدھا جو
توحید کا راستہ ہے اور دونوں راستوں کے درمیان اُس کے لئے امتیاز نہ تھا۔
مگر ان دونوں راستوں پر چلنے والوں کے مطابق اپنے رب کو سیدھے راستے
پر چلنے والا دیکھا اور اُسے پہچان لیا اور اپنی ذات کو دیکھا تو اُسے اپنے رب
کے درمیان پایا جو کہ لطافت میں قربت والی روح ہے۔

ٹیڑھے راستے کی طرف نظر کی تو عالم ترکیب کے پاس دیکھا تو اُس نے
کہا۔ صراط الذین انعمت علیہم اور یہ اُس کے متصل عالم ہے جس کے ساتھ
مغضوب علیہ مرکب ہے۔

اور ضالین اُس سے منفصل ہے، اُن کی نظر کے ساتھ اِس سے
مغضوب علیہ کی طرف متصل ہے پس وہ دونوں راستوں کے سر پر ٹھہر گیا اور
دیکھا۔ ٹیڑھے راستے کی انتہا ہلاکت اور سیدھے راستے کی غایت نجات ہے اور
جان لیا کہ جاننے والا اُسی راستے پر چلے گا جسے وہ جانتا ہے۔ جب مستقیم پر
چلنے کا ارادہ کیا تو اپنے رب کے حضرت میں اعتکاف کیا اور یہ اُس کے لئے
اُس کی ذات سے ہے۔ بقول اُس کے ایاکِ نعبۃ میں اپنی عاجزی اور قصور

کے ساتھ ثابت ہو گئی تو شکر و ثناء کی تاکید مقرر اور اس میں مزید رغبت کے لئے فرمایا: **اَيَاكَ نَعْبُدُ وَاَيَاكَ نَسْتَعِينُ**۔ یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں، یہ مقام شکر ہے۔ یعنی ہم تیرے لئے عبودیت کے ساتھ تقرب اور پناہ چاہتے ہیں، نہ کہ تیرے سوا جو ان پر مجھ سے ہے اور جو ان پر میری منزلت سے اپنی طرف اتارا پس میں تیرے ساتھ ان کی مدد چاہتا ہوں نہ کہ اپنی ذات کے ساتھ پس تو مدد فرمانے والا ہے میں نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے لئے اس آیت کے ساتھ شریک کی نفی ثابت ہوتی ہے پس **اَيَاكَ** کی "یا" سے عید کئی مراد ہے۔ دو الفوں کے مابین میرا الف توحیدِ خصر کرتا ہے۔ یہاں تک کہ غیر کی رویت کے ساتھ اُس کے لئے دعوے کا مقام ہو۔ پس توحید نے اُس کا احاطہ کر رکھا ہے اور کاف صمیر حق ہے پس کاف اور دونوں الف ایک چیز ہیں تو وہ ذات کا مدلول ہیں۔

پھر اُس صمیر کے ساتھ تعبہ "یا" کے فعلِ صفت ہے جو اس میں ہے اور عبد حق کا فعل ہے تو وجود میں سوائے حضرت البیہ خاص کے کچھ باقی نہ رہا۔ کیونکہ **اَيَاكَ نَعْبُدُ** کے قول میں ابداعِ اول کے لئے۔ اُس کی ذات کے حق میں ہے جب کہ اُس کے سوا کوئی تصور نہ ہو۔

اَيَاكَ نَسْتَعِينُ مخلوق کے لئے اُس کے غیر کے حق میں اُس سے مُشتق ہے اور وہ تہر خلافت کا مقام ہے۔ پس **اَيَاكَ نَسْتَعِينُ** میں ملائکہ نے سجدہ کیا اور جو متکبر تھا اُس نے انکار کیا۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ

وصل :- اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

کو ظاہر کرتا ہے اور اس کے ساتھ استعانت طلب کرتا ہے۔ بقول اُس کے دَایَاکُ
نستعین۔ پس اُس کا رَبُّ اُسے اِھْدِنَا پُر آگاہی بخشتا ہے۔ پس وہ کہتا ہے اِھْدِنَا
یعنی ہمیں ہدایت دے۔ پس جو اُس نے دیکھا اُس کے ساتھ وصف بیان کرتا
ہے۔ بقول اُس کے صراط المستقیم جو کہ تیری ذات کی معرفت ہے۔ یعنی اُس
راستے پر چلا جس سے تیری ذات کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

صاحبِ المواقف نے کہا۔ علم کی تاثیر نہیں اور کہا! جب تو اُس میں
ہلاک ہو جاتے۔ صراط الذین انعمت علیہم اور شاذ کی ایک قرأت میں صراطُ مَنْ اَنْعَمَ عَلَیْہِ
وَرَد ہوا ہے جس میں رُوح پاکیزہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور تفسیر کل جس پر
رسولوں اور نبیوں سے اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور غیر المغضوب علیہم نہیں۔ ایسے
ہی دَلَّ الضَّالِّینَ ہے۔ یعنی اُن لوگوں کے راستے پر نہ چلا جن پر تیرا غضب
ہوا اور جو گمراہ ہوئے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

یہ میرے بندے کے لئے ہے اور میرا بندہ مجھ سے جو مانگے گا میں اُسے
عطا کروں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اُسے عطا فرماتا ہے اور اُس کے ٹیڑھے پن کو
سیدھا کرتا ہے اور اُس کے راستے کو ظاہر فرماتا ہے اور اُس کے بساط
کو بلند فرماتا ہے۔ اُس کا رَبُّ اُس کی تمام دُعا کے اثر میں آمین کہتا ہے پس
ملائکہ کی آمین کے ساتھ قبولیت حاصل ہو جاتی ہے اور رُوح کی آمین اُس
کی اتباع کرتی ہے جس طرح لشکر اتباع کرتے ہیں بلکہ اُس کے ارادہ کے
متحد ہونے کے لئے زیادہ اطاعت کرتی ہے پس اُس کے لئے نطق درست
ہوتا ہے اور اُس کا نام نفسِ ناطقہ ہو جاتا ہے۔

اور یہی استواء کی صورت میں رُوح اور عقل کا عرش ہے پس غور کریں

اگر سمجھ میں نہ آئے تو تسلیم کریں اس میں سلامتی ہے اور اللہ حق کہتا ہے اور سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

فصول تالیس اور قواعد تالیس

وصال کی آنکھ سے جمال کو دیکھنا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا!

لَئِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَاءَ لِعَذَابِهِمْ ۖ أَنذَرْتَهُمْ أَنَّهُ لَمْ تَنْزِلْ رَحْمٌ لَّيُؤْمِنُونَ
خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

ترجمہ :- وہ لوگ جو کافر ہوتے ان پر برابر ہے۔ آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھوں پر پردے ہیں اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ اس میں مختصر آیہ بیان ہے۔ یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جو لوگ کافر ہوتے ان کی محبت ان سے پوشیدہ ہے۔ پس ان پر برابر ہے کہ آپ انہیں اس وعید کے ساتھ ڈرائیں جس کے ساتھ آپ کو بھیجا گیا ہے یا نہ ڈرائیں وہ آپ کے کلام کے ساتھ ایمان نہیں لائیں گے۔ کیونکہ وہ میرے بغیر شعور نہیں کر سکتے۔ اور آپ انہیں میری خلق کے ساتھ ڈرائیں گے اور وہ اس کی عقل نہیں رکھتے۔ اور نہ انہوں نے اس کا مشاہدہ کیا ہے تو وہ آپ کے ساتھ کیسے ایمان لائیں گے اور ان کے دلوں پر ان کی سماعت پر مہر لگ چکی ہے تو اس میں میرے سوا کوئی گنجائش نہیں۔

پس وہ عالم میں میرے سوا کوئی کلام نہیں سنتے اور ان کی آنکھوں پر میرے مشاہدہ کے وقت پردے ہیں۔ اس لئے وہ میرے سوا نہیں دیکھتے۔

اور اُن کے لئے میرے نزدیک بہت بڑا عذاب ہے۔

ابس منور مشہد کے بعد انہیں آپ کے انذار کی طرف لوٹانا ہوں اور انہیں خود سے محبوب کرتا ہوں جیسا کہ قَابِ قَوْسَیْنِ اُو اَدْنٰی کے قُرب کے بعد آپ کے ساتھ کیا۔ اور آپ کو اُن لوگوں کی طرف اتارا جو آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور اُس چیز کی تردید کرتے ہیں جو آپ میری طرف سے لے کر اُن کی طرف آئے۔ اور آپ مجھ سے وہ باتیں سُنتے ہیں جن سے آپ کا سینہ تنگ ہوتا ہے تو وہ شرح صدر کہاں ہے جس کا آپ نے معراج میں مشاہدہ کیا تھا۔ پس ایسے ہی میری مخلوق پر وہ لوگ میرے اَیْنِ ہیں جنہیں میں نے اپنی رِضَا سے چھپا رکھا ہے تو میں اُن پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

تفصیل اس اجمال کی

ہم نے اس باب میں جس امر کا اختصار پیش کیا ہے اُس کی تفصیل! دیکھیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کیسے اپنے دشمنوں کی صفت میں اپنے دوستوں کو پوشیدہ کیا۔ اور یہ اس طرح ہے کہ جب اُس نے اپنے اسمِ لطیف سے اہل امانت کو پیدا فرمایا اور اُن کے لئے اسمِ جمیل میں تجلی فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اُس سے محبت کی اور دو مختلف وجہوں کے ساتھ محبوب اور محبت میں غیرت صفاتِ محبت سے ہے۔

پس انہوں نے اُس کی محبت غیرت کی وجہ سے پوشیدہ رکھی جیسا کہ شبلی اور اُن کی مثل دوسرے لوگ۔

اور ابس غیرت کے ساتھ انہیں جاننے والوں سے پوشیدہ کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیْحٰثِرُوْا کُوْیَاکِهٖ اَنْ سَیْ**

غیرت کی وجہ سے اُن اُمور کو پوشیدہ رکھا جو اُن پر اسرارِ وصال سے ظاہر ہوتے
پس فرمایا! تم میری صفات کے ساتھ میری ذات سے لازماً پردہ میں رہو گے
تو وہ اس کے لئے تیار ہونے لگے۔ پس وہ مستعد نہیں ہوں گے تو میں نے
انہیں اپنے انبیاء و رسل کی زبان پر اس عالم میں انذار کیا تو وہ نہ
جان سکے۔ کیونکہ وہ عینِ جمع میں تھے اور انہیں عینِ تفرقہ سے خطاب کیا گیا
تھا اور وہ عالمِ تفصیل کو نہیں پہچانتے پس وہ تیار نہ ہوئے۔

اس وقت میں اُن پر حق سے غیرت کا تسلط رہا اور اُن کے دلوں پر
محبت غالب رہی۔ پس اُس نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس
سبب کے ساتھ خبر دی جس کے ساتھ انہیں آپ کی آواز پر جواب دینے
سے ہرا کر رکھا تھا۔ فرمایا! ختم اللہ علی قلوبہم۔ اس کے سوا کسی کے لئے
گنجائش نہیں۔ وَ عَلٰی سَمْعِہُمْ۔ وہ اُس کے سوا کسی کا کلام نہیں سنتے اور وہ عالم
میں لوگوں کی زبان پر اُسی کے کلام کرنے کی گواہی دیتے ہیں۔ وَ عَلٰی اَبْصَارِہُمْ عِشَاوَةٌ۔
یعنی اُن کی آنکھوں پر اُس کی روشنی کا پردہ ہے کیونکہ وہ نور ہے اور یہ اُس
کے جلال و ہیبت کی خصوصیت ہے۔

مُراد وہ صفت ہے جو اُن کے لئے اس سے پہلے متجلی ہوئی۔ پس میں
انہیں ذات کے سمندروں میں غرق کر کے شاہدۂ ذات کے ساتھ باقی رکھا ہوں۔
پس اُن کے لئے کہا۔ تمہارے لئے لازماً عذابِ عظیم ہے۔

وہ اپنے نزدیک اتحادِ صفت کے لئے نہیں سمجھتے کہ عذاب کیا ہے۔ پس
اُن کے لئے عالم کون و فساد کو پیدا کیا۔ اور اُس وقت انہیں جمیع اسماء کا علم
دیا اور انہیں عرشِ رحمانی پر اتارا اور اس میں اُن کا عذاب ہے۔ اور
بے شک وہ اُس کے نزدیک اُس کے غیوب کے خزانوں میں چھپے ہوئے

تھے۔ جب فرشتوں نے انہیں دیکھا تو اُن کے لئے سجدہ ریز ہو گئے۔ اور انہیں اسماء سکھاتے۔ مگر حضرت یازید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو استوا کی استطاعت نہ تھی اور وہ اس عذاب کی طاقت نہ رکھتے تھے تو اُس وقت بے ہوش ہو گئے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا،

میرے دوست کو میری طرف لوٹا دو۔ کیونکہ یہ میرے بغیر صبر نہیں کر سکتا۔ پس وہ شوق اور مخاطبت کے ساتھ پوشیدہ ہو گئے اور باقی کفار عرش سے کرسی کی طرف اتر آئے۔ تو اُن کے لئے دو قدم پیدا ہوئے تو وہ دونوں پر اس نشاۃ جسمانیہ کی رات کے تیسرے حقے میں آسمانِ دُنیلے نفسانیہ کی طرف اترے اور انہیں مخاطب کیا۔ جن لوگوں کا بوجھ بھاری تھا اور وہ عروج پر قدرت نہ رکھتے تھے کہ کیا کوئی بے دعا کرنے والا تاکہ میں اُسے قبول کروں؟

کیا بے کوئی توبہ کرنے والا کہ اُس کی توبہ قبول کی جائے۔

کیا کوئی بے مغفرت چاہنے والا کہ اُس کی مغفرت کی جائے۔

یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔

تو جب صبح ہوتی ہے تو عقلی نواری روح ظاہر ہو جاتی ہے تو وہ

وہیں لوٹ جاتے ہیں جہاں سے آتے تھے۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جو شخص

اللہ تبارک و تعالیٰ سے واصل ہونا چاہتا ہے پس وہ واصل ہو جاتے یہاں تک کہ
صبح ہو جاتے تو یہ وقت اُسے اٹھانے کا ہے جو کچھ قبروں میں ہے تو جو بندہ
اللہ تبارک و تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے نہیں ڈرتا وہ فریب کھانے والا ہے اس پر غور کریں۔

روحوں سے سوال جواب

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَيَا أَيُّهُمُ الْآخِرُ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ يُخَدِّعُونَ اللّٰهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۚ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور کچھ دن پر ایمان لاتے اور وہ ایمان لانے والے نہیں، فریب دیا جاتے ہیں اللہ کو اور ایمان والوں کو اور درحقیقت قریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور نہیں جانتے اُن کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے اُن کی بیماری اور بڑھائی اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے مبدعات کو پیدا کیا اور ربوبیت میں احدیت کی زبان کے ساتھ تجلّی فرمائی تو فرمایا: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ مخاطب انتہائی صفائی میں تھا تو کہا: ہاں کیوں نہیں؟ یہ مخاطب حسد کی مانند تھا تو انہوں نے اس کے ساتھ جواب دیا اور محدث کا وجود خیال منصوب تھا اور یہ گواہی رحمت کی تھی کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں یہ نہیں فرمایا تھا کہ میں اُن پر وحدانیت کو باقی رکھوں گا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا جو اُن میں جس طبعی ہے اور جس کے ساتھ اُن میں اقتدار الہی کو قبول کرنا ہے اُس کے ساتھ اُن کی شراکت ہے اور اس سے بہت کم لوگ جانتے ہیں۔

پس جب علم ازلی سے عالم کی صورتیں غیرت و عزت کے پیچھے عین ابدی کی طرف ظاہر ہوئیں۔ بعد اُس کے کہ چراغ روشن تھے۔ اور وجود میں تابندگی تھی اور باقی وہ غیوب کی ظلمت میں تھا۔

پس مختلف بولی جانے والی زبانوں کے ساتھ صورتیں متحرک ہوتیں اور یہ صورتیں اندھیرے سے اٹھتی تھیں۔ جب اُن کا زمانہ ختم ہوا تو ظلمت کی طرف لوٹ گئیں۔ اور ایسے ہی ہوتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

ذہن اور فطین شخص نے چاہا کہ اُس حقیقت پر واقفیت حاصل کرے جو اُس کی آنکھ نے دیکھا تھا۔ کیونکہ جس غلطیاں کر لیتی ہے، وہ پردے کے قریب ہوا تو دیکھا کہ اُس میں غیب سے کلام ہوتا ہے۔

پس جان لیا کہ یہ ستر عجیب ہے تو اُس نے اس پر بنفسہ واقفیت حاصل کی تو اسے جان لیا۔ اور اُسے بھی جان لیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وظائف تکلیف سے آیا۔

پہلا وظیفہ : کلمہ توحید ہے جس کے ساتھ ہر ایک نے اقرار کیا اور صالح کا کوئی بھی منکر نہیں اس پر اُن کی عبارتیں مختلف ہیں۔ تو وہ ابتلاء میں پڑ گئے اور شہادتِ رسول کے لئے مشترک زبان کے ساتھ مخاطب کیا۔ پس اختصاصِ جنس کے ساتھ انکار واقع ہوا تو اہل انکار دو طریقوں پر متفرق ہو گئے۔

اختلافِ ارواح

اُن میں سے وہ ہیں جنہوں نے ظواہر میں نظر کی اور کسی ظاہر چیز میں فضیلت نہ دیکھی تو انکار کر دیا۔ اُن میں سے وہ ہیں جنہوں نے عقلاً باطن پر نظر کی تو معقولات میں اشتراک دیکھا اور اختصاص کو بھول گئے تو انہوں نے انکار کر دیا۔

پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو تلواریں کے ساتھ بھیجا اور اُن کے دلوں میں موت کا رعب طاری کر دیا اور وہ اپنی نظر کے مطابق شک میں داخل ہو گئے۔ ان میں سے بعض مشاہدہ پر قائم ہوئے تو یہ عالم باللہ ہیں۔

ان میں سے بعض نظر کے اثبات پر قائم ہوئے تو یہ عارف باللہ ہیں۔

ان میں سے بعض اعتقاد پر قائم ہوئے تو یہ عوام الناس ہیں۔

اور ان میں سے بعض نے قتل کے خوف سے وہ لفظ کہا۔ یعنی کلمے کا اقرار کیا اور

اُس پر اعتقاد نہیں رکھتے تھے انہیں حق کی زبان پکار کر کہتی ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَيَا أَيُّهَا الْخَيْرُ

اور جو لوگ کہتے ہیں ہم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے۔

تو یہ ظاہراً کہتے ہیں وَنَاھُمْ بِمُؤْمِنِينَ۔ اور یہ مومنوں کے ساتھ نہیں ہیں۔

باطناً لزوم دعویٰ اور اپنی جہالت کے ساتھ ”يُخَدِّعُونَ اللَّهَ“ اللہ کو دھوکا

دینا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُسے نہیں جانتا۔ اور میں اُن کے اعمال کو اُن پر لوٹاتا

ہوں۔ وَمَا يَشْعُرُونَ۔ اور وہ نہیں جانتے۔ اس روز اس کے ساتھ فی قلوبہم مرض

ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ وہ اُس پر شک کرتے ہیں جو میرا رسول اُن کے

پاس لے کر آیا۔ فَرَاذَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا۔ پس اللہ تعالیٰ اُن کے مرض کو زیادہ کرتا ہے

یعنی اُن کا شک اور حجاب زیادہ کرتا ہے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ اور ان کے لئے دردناک

عذاب ہے یعنی قیامت کے روز انہیں دردناک عذاب دیا جائے گا اور وہ اُس

میں رہیں گے۔ پَمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ اس لئے کہ وہ تکذیب کرتے تھے اُن امور کی جو ہم

نے اُن کے سامنے حق پہنچاتے اور ناضی کی لوح میں اُن کی عنایت سبقت نہیں

کرے گی۔ مزید آیات کی تفسیر

وَصَلَّىٰ ۖ وَلَآ أَقِيلُ لَهُمْ لَآ تُفْسِدُوا فِی الْاَرْضِ ۖ قَالُوا اَلْمَاضِیْنَ مُصْلِحُونَ

اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِنْ لَا يَشْعُرُونَ

ترجمہ: اور جب اُن سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں وہ تو سنوارنے والے ہیں۔ خبردار وہی فساد ہی مگر انہیں شعور نہیں۔ جب آٹھ کے ساتھ وجود مکمل ہوا تو دعویٰ کے گھوڑ سوار کے ساتھ میدانِ تنعم

میں نکلا۔ پس وہ لشکر میں نہ تھا۔
 ذَرِ الْاِنْسَانَ مِنْ يَقُولِ اَمْنٍ۔ یعنی لوگوں میں سے بعض کہتے ہیں ہم ایمان لاتے ہو اُس کی طرف نکلی۔ وہ سب کا بادشاہ ہے اور اُس کی طرف اور اُس کے دین کی طرف باطناً جھکے تو انہیں طلبِ اقتدار کے ساتھ عقوبت دی جائے گی ورنہ قتل کئے جائیں گے۔ انہوں نے کلمے کو لفظاً لفظاً بھاتا تو انہیں دنیا و آخرت میں دردناک عذاب حاصل ہوا۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ

جب انہیں کہا جاتا ہے زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔
 یعنی جہنم کی زمین میں تو اپنے خیال میں کہتے ہیں۔ اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ۔ یعنی ہم تو درست کرنے والے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسا۔

أَلَا إِنَّهُمْ الْمُفْسِدُونَ۔ خبردار بے شک وہ فساد کرنے والے ہیں۔ یعنی وہ ہمارے نزدیک اور اپنے نزدیک فساد ہی ہیں۔ کیونکہ وہ جو چاہتے تھے اُس پر نفع نہ اٹھایا۔ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ۔ لیکن وہ نہیں جانتے۔ یعنی اشیاء کے اتحاد کو نہیں جانتے۔ اور اگر وہ جان لیتے تو ایمان لے آتے اور کفر نہ کرتے۔

وَصَلِّ: وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنْتُمْ كَمَا آمَنَ

السُّفَهَاءُ بِالْآيَاتِ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ

جب انہیں کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جیسا دوسرے لوگ ایمان لاتے تو کہتے ہیں۔ ہم ایمان لاتے جیسا کہ بے وقوف ایمان لاتے۔ خبردار بے شک وہی

بے وقوف ہیں لیکن نہیں جانتے۔

اور یہ اس طرح ہے کہ جب وہ اغیار کی لڑی میں پروئے جاتے ہیں تو انہیں نڈا آتی ہے کہ گواہوں کی منازل پر کھڑے ہوں۔ پس وہ اینتیت میں خطاب سننے ہیں۔ آمَنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ۔ یعنی ایمان لاؤ جیسے لوگ ایمان لاتے۔

پس وہ داعی جنسی اور عہد جس کے ساتھ وعدہ کرنے سے محجوب ہو جاتے ہیں اور یہ انہیں بہرہ بنادیتی ہے اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے اور ان کی جہالت کی رات پر وہ ڈال دیتی ہے تو کہتے ہیں: اَلْوَمِنْ كَمَا آمَنَ السَّغِيَاءُ، ہم ایمان لائیں جیسا کہ بے وقوف ایمان لاتے۔ جب انہیں اس پائیزہ طریقی سے پھیر دیا گیا اور وہ ہو س کے ساتھ کھڑے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرمایا: اَلَا اِنَّهُمْ السَّغِيَاءُ۔ خبردار یہی بے وقوف ہیں جو ہو س کے قبضہ میں آگئے۔

اور وہ اُس سماع کی لذتوں سے حجاب میں ہیں جو طور کے ساتھ افلاذ پر رفاذ واقع ہے لیکن وہ علم نہیں رکھتے تاکہ اعلیٰ سے اُس کے علاوہ کی تمیز کر سکیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔

اِذَا رَاوْا نِسَاءً اَنْ يَّقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ
یعنی جب اللہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ کہتا ہے ہو جا اور وہ چیز ہو جاتی ہے مگر اشیاء کی ایجاد احسن قانون پر ہے پس پاک ہے وہ ذات وہ جو ایجاد و اختراع اور آیتان و ابداع کے ساتھ منفرد ہے۔

مدعیوں کا دعویٰ

وَإِذْ قَالُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنُوا وَإِذْ خَلَوْا إِلَىٰ سَيِّظِهِمْ

قَالُوا آفَا مَعَكُمْ ثُمَّ هَاجَرُوا مَعَكُمْ مُسْكَرِينَ

یعنی جب وہ ایمان والوں کو ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے۔ اور جب اپنے شیطانوں کی طرف نکلتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ بے شک ہم تو اُن سے متحر کرتے ہیں۔

ایمان کی قسمیں

اس مقام میں ایمان پانچ قسموں پر ہے۔ ایمانِ تقلید، ایمانِ علم، ایمانِ عین، ایمانِ حق اور ایمانِ حقیقت۔

تقلیدِ عوام کے لئے ہے، علمِ اصحابِ دلیل کے لئے ہے، عینِ اہلِ مشاہدہ کے لئے ہے، حقِ عارفین کے لئے ہے اور حقیقتِ واقفین کے لئے ہے۔ اور حقیقتِ الحقیقت، یہ چھٹی قسم ہے جو قطعی طور پر علماء و مرسِلین کے لئے ہے اور وراثت کے طور پر عطا ہوتی ہے اور وراثت منع ہے۔ وضاحت کی طرف اسے کھولنے کا کوئی راستہ نہیں۔

دعادی کی صفات پانچ ہیں پہلی لَقُوا! جب لوگوں سے ملتے ہیں۔ "تَالَوْا مَنَا" کہتے ہیں۔ ہم ایمان لاتے۔

پس قلبِ عوام کے لئے اور سترِ قلبِ اصحابِ دلیل کے لئے ہے۔ رُوحِ اہلِ مشاہدہ کے لئے اور سترِ رُوحِ عارفین کے لئے ہے، سترِ البترِ واقفین کے لئے اور سترِ اعظمِ اہلِ غیرت و حجاب کے لئے ہے۔ منافقینِ ایمان سے ننگے ہوتے ہیں اور اسلام میں منسلک ہوتے ہیں اور اُن کے ایمان اُن کے خیال کے خزانہ سے تجاؤ نہیں کرتے۔ وہ اپنی ذاتوں میں بُت بنا لیتے ہیں۔ اور انہیں اپنے معبودوں کے مقام پر کھڑا کر دیتے ہیں۔

وَإِذَا خَلَا بِطِينِہُمْ اور جب اپنے شیطانوں کی طرف داخل ہوتے

ہیں۔ تو غفلت کی بناء پر اور مراتب ایمان سے خالی ہونے کی وجہ سے کہتے ہیں۔ اِنَّا نَعْلَمُ
 اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزَوْنَ۔ یعنی ہم تمہارے ساتھ ہیں سوائے اس کے نہیں کہ ہم اُن کا تمسخر
 اڑاتے ہیں۔ اُن پر اُن کے اس قول سے عذاب واقع ہوتا ہے جو وہ خلوت کی حالت
 میں اپنے شیطانوں سے کہتے ہیں۔ پس جب اُن کے نزدیک اضرار قائم ہوئے اور
 وہ حق و باطل کے حامل ہوئے۔ اور باطل یہ ہے کہ حق کے ساتھ باطل کو چھپانے کا عمل
 کیا اور اہل باطل کے سامنے افسائے حق کا عمل کیا پس اُن کی منافقت درست ہوتی
 اگر وہ اپنی ذاتوں میں اپنی ذاتوں کو خطاب کرتے تو اُن پر یہ درست نہ ہوتا
 اور وہ اہل حقائق سے ہوتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُن کے استہزاء پر جواب
 واقع کرتے ہوئے فرمایا۔ اللہ یستہزیئ بہم۔ یعنی اللہ اُن کے تمسخر کا بدلہ دیتا ہے۔
 اُن کا یہ استہزاء عجیب تھا۔ کیسے کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں جب کہ
 وہ عدم ہیں۔ اگر وہ ایمان حقیقت کو دیکھتے تو دیکھتے کہ خالق خلقت میں ہے۔ نہ
 وہ علینہ گی میں ہوتے اور نہ کلام کرتے اور نہ خاموش ہوتے، بلکہ وہ مشاہدہ کرنے
 والے کے مقام پر کھڑے ہوتے اور وہ رُوح جامع صاحب مادہ ہے۔

انسان کو چاہیے کہ حقیقتِ لقار پر نظر کرے۔ کیونکہ وہ پہلے افتراق پر
 اطلاع دیتا ہے۔ پھر اُس صفت پر جمع ہوئے جسے نہیں جانتے بلکہ اُن کے لئے
 اُس سے اچھائی ظاہر ہے۔ پس وہ اس کے ساتھ مودب ہو گئے اور اس سے
 زیادہ کی طاقت نہ رکھتے تھے۔

تو کہا اِنَّمَا۔ یعنی ہم ایمان لائے پھر خلوت میں شیطنت کے ساتھ اپنے
 سروں کے بل جھک گئے اور یہ بعد لقار کی مثل ہے۔ پس وہ کہتے ہیں۔ اِنَّمَا نَحْنُ
 مُسْتَهْزَوْنَ۔ یعنی ہم اُن کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ تو یہ اُس صفت کے ساتھ ہے جس
 کے ساتھ ہماری ملاقات ہوئی تھی۔ پس اس آیت پر حقیقت الحقیقت سے

طلوع فجر تک اور زوالِ شمس پر پردے کے زائل ہونے اور موانع کے اٹھنے تک غور
 کریں تو آپ کو یہ بہتر سبجان و لباس اور سٹورج میں پوشیدہ نظر آئے گا اور آپ اُن
 ملتے والے لوگوں کو اُن لوگوں کی طرح پائیں گے جو دقتِ ملاقات بہرے ہو گئے، اگر
 آپ کلام کریں گے تو ہلاک ہو جائیں گے اور یہ وہ حقیقت الحقیقت ہے جس کا
 کھولنا ممنوع ہے مگر جسے اس ذوق سے کسی قدر ملا ہے اُس کے سامنے بیان
 کرنے میں کچھ حرج نہیں پس غور و فکر کریں تو انشاء اللہ اسے پالیں گے۔
 الحمد للہ پانچواں باب اور دسویں جُستہ تمام ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

چھاباب

تخلیق روحانی کی ابتداء کی معرفت اور اس کی معرفت جو اس میں پہلے موجود ہے اور جس سے وہ پیدا ہوا، اور کون سی شال پر پیدا ہوا۔ اور نہیں پیدا ہوا اور اس کی غایت کیا ہے اور افلاک کے عالم اکبر و اصغر کی معرفت۔

انظر الى هذا الوجود المحكم	ووجودنا مثل الرداء المعلم
وانظر الى خلفائه في ملكهم	من مفتح طلق اللسان واعمج
ما منهم واحد يحب الله	الا ويعزجه بحب الدرهم
فيقال هذا عبد مرفقوذا	عبد الجنان وذاعبيد جهنم
الا القليل من القليل فانهم	سكري به من غير حس تروهم
فهمو عبيد الله لا يدري بهم	أحد سواه لا عبيد للنعيم
فأفادهم لما أراد رجوهم	لقصورهم من كل علم مبهم
علم المقدم في البسائط وحده	وأساسه ذو منطقتين يصرم
وحقيقة الظرف الذي ستره عن	امثاله ومثاله لم يكن
والعلم بالسبب الذي وجب مثله	عين العوالم في الطراز الاقدم
ونهاية الامر الذي لا غاية	تدري له فيه العظيم الاعظم
وعلم افلاك الوجود كبره	وصغيره الاعلى الذي لم يذم
هذه علوم من تحقق كشفها	يهدى القلوب الى السبيل الاقوم
فالحمد لله الذي أفاضها	لعلومها ولعلم ما لم يعلم

ترجمہ: اس وجودِ محکم کی طرف دیکھیں اور ہمارے وجودِ بردائے پرچم بردار کی

مثال ہیں۔

اُس کے خلفاء کی طرف دیکھیں جو فصیح اللسان اور گونگوں میں سے اپنے ملکوں میں ہیں۔ ان میں سے کوئی نہیں جو اپنے معبود سے محبت رکھتا ہو مگر اُس نے دولت کی محبت کو اُس سے ملا دیا ہے۔

کہتے ہیں کہ یہ عبدِ معرفت ہے اور یہ عبدِ جنت ہے اور یہ جہنم کا بندہ ہے مگر قلیل سے قلیل ایسے لوگ ہیں جو جس توہم کے بغیر اُس کی محبت کے نشے میں ہیں۔ یہ اللہ کے بندے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یہ نعمتوں کے بندے نہیں جب وہ اپنے قصور کے لئے لوٹنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں علمِ مبہم عطا فرماتا ہے۔ علمِ بساط میں اکیلا مقدم ہے اور اُس کی اساس اُس سے نہیں کٹتی اُس طرف کی حقیقت جو اُس کی ا مثال سے پوشیدہ ہے۔ اُس کی مثال پوشیدہ نہیں۔ وہ علمِ جس کی وجہ سے عین العوالم وجود میں آیا نقشِ قدیم میں ہے۔ اُس امر کی نہایت جس کی غایت نہیں جانتا اُس میں عظیم الاعظم ہے۔ افلاک وجودِ کبیرہ و صغیرہ کے علومِ اعلیٰ ہیں جن کی مذمت نہیں کی جاسکتی۔ یہ علومِ اہل کشف پر محقق ہوتے ہیں۔ جو دلوں کو سیدھے راستے پر لاتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے۔ میں اُن علوم کا جامع ہوں جنہیں لوگ نہیں جانتے۔

حقیقتِ محمدیہ اور مخلوق کی پیدائش

مختصر اور اجمالاً بیان کیا جاتا ہے کہ خلقت کی ابتداء ہبیا یعنی غبار سے ہوئی اور اس میں سب سے پہلے حقیقتِ محمدیہ رحمانیہ کو وجود میں لایا گیا اور عدمِ مقام کی بنا پر اس کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ جس چیز سے یہ حقیقتِ معلومہ

یعنی حقیقتِ محمدیہ پیدا ہوتی۔ وہ نہ وجود سے متصف ہے اور نہ عدم سے اور یہ ہبا میں پیدا ہوتی اور نفسِ حق میں صورتِ معلومہ کی مثال پر پیدا ہوتی اور یہ حقائقِ الہیہ کے اظہار کے لئے پیدا نہیں ہوتی اور نہ اس کی غایت امر امتزاجیہ سے تلخیص ہے پس ہر عالم سے بغیر امتزاج کے اُس کی نشاۃ سے اُس کا حصہ پہچانتے کے لئے ہے۔ پس اُس غایت اُس کے حقائق کا اظہار اور عالم سے معرفتِ افلاکِ اکبر ہے۔

ایک جماعت کی اصطلاح میں انسان کی مراد عالمِ اکبر کے علاوہ ہے اور وہ عالمِ اصغر ہے یعنی انسان رُوحِ عالم اور اس کی علت اور اُس کا سبب ہے اور افلاکِ عالم اُس کے مقامات ہیں اور اُس کی حرکات اور اُس کے طبقات کی تفصیل ہیں تو یہ تمام جو اس کو شامل ہے۔ اس باب سے ہے۔ جیسا کہ جسم کے طریق سے انسان عالمِ صغیر ہے۔ ایسے ہی وہ طریقِ حدود سے حقیر ہے۔ اور اُس کے لئے شیدا ہونا درست ہے۔ کیونکہ وہ عالم میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا خلیفہ ہے اور عالمِ اُس کا محتاج اور اُس کے لئے مسخر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ انسان اللہ تبارک و تعالیٰ کا محتاج ہے۔

جاننا چاہیے کہ انسان کی کامل ترین نشاۃ اسی دنیا میں ہے اور آخرت میں ہر انسان دو فرقوں سے حال میں نصف پر ہوگا۔ اور علم میں ایسا نہیں ہوگا۔ کیونکہ ہر فرقہ اپنے حال کی حد کے ساتھ عالم ہوگا۔ پس انسان یا تو مومن ہے یا کافر ہے اور اس کے ساتھ ہی سعادت و شقاوت، نعیم و عذاب اور منعم و معذب ہے۔ لہذا دنیا کی معرفتِ کامل اور آخرت کی تجلّی اعلیٰ ہے۔

اس پر غور کریں اور اس فضل کو کھولیں۔ ہم نے زیرک انسان کے لئے رمزِ بیان کی ہے اور اُس کا یہ لفظ بُرا اور معنی اچھا ہے۔

روح الوجود الكبير	هذا الوجود الصغير
لولا ما قال انى	اذا الكبير القدير
لا يحجبك حدودى	ولا الفناء والنشور
فما تنى ان تأملتني	الحيط الكبير
فللقديم بذاتى	وللجديد ظهور
والله فرد قديم	لا يعتريه قصور
والكون مخلق جديد	فى قبضتيه أسير
فما من هذا انى	اذا الوجود الحقير
وان كل وجود	على وجودى يدور
فلا كليلى ليل	ولا كنورى نور
لمن يقل فى عبد	اذا العبد الفقير
أوقال انى وجود	اذا الوجود الحبير
ضحى ملكا تجلنى	أوسرقه ما تجور
فيا جهول بقدرى	أنت العليم البصير
بلغ وجودى عنى	والقول صدق وزور
وقل لقومك انى	اذا الرحيم الغفور
وقل بأن عندي	هو العذاب المبير
وقل بأنى ضعيف	لا أستطيع أسير
فكيف ينعم شخص	على يدى أويبور

ترجمہ اشعار کا

وجودِ کبیر کی روح یہ چھوٹا وجود یعنی انسان ہے۔

اگر یہ نہ ہوتا تو وہ نہ کہتا کہ میں کبیر و قدیر ہوں۔

میرا حدوث تجھے مخدوم نہ کہہ دے اور نہ فنا و نشور یعنی موت اور دوبارہ ^{صط} اٹھانا

اگر تو تامل کرے تو میں بڑا گھرنے والا ہوں۔

تیم کے لئے میری ذات کے ساتھ اور جدید کے لئے ظہور ہے۔
 اور اللہ تیم کرتا ہے۔ اسے کوئی کمی نہیں پہنچتی۔
 عالم خلق جدید ہے اور اس کی دونوں ٹھیکوں میں قید ہے۔
 اس سے ظاہر ہوا کہ میں ایک حقیقہ وجود ہوں۔

ہر وجود میرے وجود پر دورہ کرتا ہے۔

میری رات کی طرح رات نہیں اور نہ میرے نور کی طرح نور ہے۔

جو میرے حق میں غبنہ کہتا ہے تو میں محتاج بندہ ہوں۔

یا کہے کہ میں وجود ہوں تو میں جاننے والا وجود ہوں۔

میرے بادشاہ ہونے کی صحت کو مانو تو مجھے پالو گے۔

یا اس کا بازار مانو جس میں تجارت ہوتی ہے۔

اے قدر کو نہ جاننے والے تو علیم و بصیر ہے۔

مجھ سے میرے وجود کو بات پہنچی ہے اور بات صداقت و کذب پر مبنی ہے۔

اپنی قوم سے کہہ کہ میں رحیم و غفور ہوں۔

کہہ کہ میرا عذاب ہلاکت میں ڈالتے والا عذاب ہے۔

کہہ کہ میں ضعیف ہوں اور قید ہونے کی استطاعت نہیں رکھتا۔

میرے ہاتھ پر کوئی شخص کیسے متمتع یا ہلاک ہوگا۔

یہ باب کھول کر لکھا گیا ہے اور اس کے بیان میں اللہ تعالیٰ کی تائید اور

مدد شامل ہے۔

جاننا چاہیے کہ معلومات چار ہیں۔

معلوم اول

حق تعالیٰ وجود مطلق کے ساتھ موجود ہے کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ

کسی چیز کے لئے نہ معلول ہے نہ علت، کیونکہ وہ بذاتہ موجود ہے اور اُس کے ساتھ علم ہونا اُس کے وجود کے ساتھ علم ہونے سے عبارت ہے اور اُس کا وجود اُس کی ذات کا غیر نہیں۔ باوجودیکہ اُس کی ذات غیر معلوم ہے لیکن اُس کی طرف منسوب صفات معلوم ہیں۔ یعنی صفات معانی اور یہی صفات کمال ہیں۔

رہا حقیقت ذات کے ساتھ علم تو وہ دلیل اور بُرہان عقلی کے ساتھ ممنوع ہے اور اُس کی صفت نہیں پائی جاتی کیونکہ اللہ تعالیٰ سبحانہ کے ساتھ کوئی چیز مشابہ نہیں اور نہ وہ کسی چیز کے ساتھ مشابہ ہے۔ وہ اُسے کیسے جان سکتا ہے جس کی کسی چیز کی مشابہت نہیں اور نہ اُس کی کسی چیز کے ساتھ مشابہت ہے پس اُس کے ساتھ تیری مشابہت یہ ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَ

یعنی اُس کی مثل کوئی چیز نہیں اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات کے بارے میں ڈراتا ہے اور شریعت میں اللہ تعالیٰ کی ذات میں تفکر کرنا منع ہے۔

دوسرا معلوم

اور وہ حقیقتِ کلّیہ ہے جو حق کے لئے اور عالم کے لئے ہے اور نہ وجود کے ساتھ نقص ہے نہ عدم کے ساتھ اور نہ حدیث کے ساتھ متصف ہے اور نہ قدم کے ساتھ۔ یہ قدیم میں ہے جب اُس کی صفتِ قدیم کے ساتھ کی جائے اور محدث میں ہے جب اُس کی صفتِ محدث کے ساتھ کی جائے۔ قدیم و حدیث کی معلومات کا علم نہیں ہو گا۔ یہاں تک کہ اس حقیقت کا علم ہو جائے اور یہ حقیقت نہیں پائی جاتی یہاں تک کہ اس کے ساتھ اشیائے موصوفہ کو پایا جاتے۔ اگر غیر عدم سے پہلے کوئی چیز پائی جاتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا وجود اور اُس کی صفات تو اس میں کہتے ہیں

کہ قدیم اس کے ساتھ اتصافِ حق کے لئے موجود ہے اور اگر کوئی چیز عدم سے پائی جائے جیسا کہ مابہوا اللہ کا وجود تو وہ اُس کے بغیر مُحدث موجود ہے۔ اس میں کہتے ہیں مُحدث تو یہ اپنی حقیقت کے ساتھ ہر موجود میں ہے کیونکہ یہ تجزی یعنی اجزاً کو قبول نہیں کرتی تو اس میں نہ کُل ہے اور نہ بعض اور نہ دلیل و بُرہان کے ساتھ اُس کی ایسی صورت کی طرف معرفت حاصل ہوتی ہے۔

پس اس حقیقت سے حق تعالیٰ کی وساطت کے ساتھ عالم وجود میں آیا اور موجود کے ساتھ تھا پس حق تعالیٰ نے ہمیں موجودِ قدیم سے پیدا کیا تو ہمارے لئے قدم ثابت ہوا۔ ایسے ہی یہ بھی جان لیں کہ یہ حقیقت عالم پر تقدّم کے ساتھ مُتصف نہیں اور نہ عالم اس سے تاخر کے ساتھ ہے۔ لیکن یہ بالعموم موجودات کی اصل ہے اور یہی اصل جوہر اور نلکِ حیات ہے اور اس کے ساتھ اور دوسروں کے ساتھ مخلوق ملی ہوتی ہے اور یہی نلکِ محیط معقول ہے۔ اگر آپ کہیں کہ یہ عالم ہے تو آپ نے سچ کہا۔ یا کہیں عالم نہیں ہے تو آپ نے سچ کہا۔ اور یہ حق ہے یہ حق نہیں ہے تو آپ نے سچ کہا۔ یہ ان تمام کو قبول کرتی ہے۔ اشخاصِ عالم کے متعدد ہونے سے متعدد ہے اور تنزیہ بہر حق کے ساتھ منترہ ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس کی مثال ہو یہاں تک کہ آپ کی سمجھ کے قریب ہو جائے تو کپڑی، کرسی، دوات، منہر اور صندوق پر غور کریں اور ایسے ہی مُرتبہ اور اس کی مثل شکلوں میں دیکھیں۔ مثلاً ہر مُرتبہ میں گھر، صندوق اور کاغذ اپنی حقیقت کے ساتھ مُرتبہ ہے اور یہ ہونا ان جیسوں میں سے ہر جسم میں ہے۔ ایسے ہی کپڑوں کے رنگ جوہر، کاغذ، آٹا اور روغن وغیرہ میں ہے کہ کپڑے میں یہ سفیدی اُس کا جنم ہے۔ بلکہ اُس کی حقیقت کپڑے میں اُسی طرح ظاہر ہوتی ہے جس طرح کاغذ میں۔ ایسے ہی علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر اور تمام اشیاء کی صورت ہے۔

ہم نے یہ معلومات آپ کے لئے کھول کر بیان کی ہیں اور اس قول میں بہت سی باتیں ہم نے اپنی کتاب "النشأہ جداول و دوائر" میں مزید کھول کر بیان کی ہیں۔

تیسرا معلوم

یہ تمام عالم ہے۔ افلاک و فَلَاک اور عوالم سے جس کے ساتھ احاطہ ہے اور ہوا اور زمین اور عالم میں سے جو ان دونوں میں ہے اور یہ ملک اکبر ہے۔

چوتھا معلوم انسان ہے

چوتھا معلوم یہ انسان ہے۔ جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس عالم میں خلیفہ مقرر فرمایا اور عالم کو اس کی تسخیر کے تحت مغلوب کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا

"اور جو آسمان اور زمین میں سب کچھ ہے اسے تمہارے لئے مستخر کر دیا پس جو ان معلومات کو جان لیتا ہے اس کے لئے ہرگز کوئی معلوم باقی نہیں رہتا۔ جسے وہ طلب کرے۔ تو اس سے ہم نہیں جانتے۔ مگر اس کا وجود اور وہ حق تعالیٰ ہے اور اس کے افعال و صفات کو ضرب المثل سے جانتے ہیں۔ اور اس میں سے وہ ہے جسے مثال کے بغیر نہیں جانتے جیسے حقیقتِ کلیہ کا علم۔ اور ان میں سے وہ ہے جسے ان دونوں وجہوں سے اور ماہیت و کیفیت سے جانتے ہیں۔ اور وہ عالم اور انسان ہیں۔

خدا تھا اور کچھ نہ تھا

كَانَ اللَّهُ وَلَا شَيْءٌ مَعَهُ الْحَدِيثُ

اللہ تھا اور اُس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔

پھر اُس میں درج ہوا اور وہ اِس وقت اُسی پر ہے جس پر تھا۔ اِس عالم کی ایجاد سے اُس کی طرف ایسی کوئی صفت راجع نہیں جس پر وہ نہیں تھا۔ بلکہ وہ اپنی ذات کے لئے اِس مخلوق سے پہلے اُن اسماء کے ساتھ موصوف اور مسمیٰ تھا جس کے ساتھ اُس کی مخلوق اُسے پکارتی ہے۔

جب اُس نے وجودِ عالم کا ارادہ کیا اور اُسے ایک صفت پر پیدا کیا جو اُس کے علم کے ساتھ بنفسہ اُس کے علم میں تھی۔ اُس ارادہ مقدسہ سے تجلیاتِ تنزیہیہ سے ایک تجلی حقیقتِ کلّیہ کی طرف پڑی جس سے حقیقتِ ہبیا موسوم ہے۔ یہ بمنزلہ چُونے کچ عمارت کے ہے اِس میں اشکال و صور سے جو چاہا اُس کا افتتاح کیا۔ اور یہ عالم میں وہ موجودِ اول ہے۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سہیل بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہما اہل تحقیق اور اہل کشف و وجود نے اِس کا ذکر کیا ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ سبحانہ نے اِس ہبیا کی طرف اپنے نور کی تجلی فرمائی۔ اہل انکار اُسے ہیولہ کُلّ سے موسوم کرتے ہیں اور اِس میں تمام عالم قوت و صلاحیت کے ساتھ موجود تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اِس ہبیا میں اپنی قوت و استعداد کے مطابق اِس سے ہر چیز کو قبول کیا۔ جیسا کہ گھر کے گوشے چراغ کی روشنی کو قبول کرتے ہیں اور یہ نور اِس نور کی روشنی کو وہ جگہ زیادہ قبول کرتی ہے جو اُس کے زیادہ قریب ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

مَثَلُ نُورٍ كَوَسْكَوَةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ

اُس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے طاق میں چسراغ۔

پس اپنے نور کو مصباح یعنی چراغ کے ساتھ تشبیہ دی تو اس ہبیا میں اس کے قبول کی طرف کوئی چیز نہ تھی سوائے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کے جسے عقل سے موشوم کرتے ہیں۔

چنانچہ وجود میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے ظاہر ہونے والے ہیں اور آپ کا وجود اقدس اس نور فداوندی اور ہبیا اور حقیقت کلیہ سے ہے اور ہبیا میں اس کا عین پایا گیا اور عالم کا عین اس کی تجلی سے ہے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لوگوں سے زیادہ ترقیب حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمام انبیاء کے اسرار ہیں۔ اور وہ مثال جس پر تمام عالم بنیہ تفصیل کے وجود میں آیا۔ وہ حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ علم قائم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سبحانہ ہمیں بذاتہ اس علم کے ساتھ جانتا ہے اور ہمیں اس صفت پر پیدا کیا جس کو وہ جانتا ہے اور ہم اس معین شکل میں ہیں جو اس کے علم میں تھی۔ اور اگر یہ امر نہ ہوتا تو ہم اس شکل کو نہ بالاتفاق لیتے اور نہ قصد سے کیونکہ وہ نہیں جانتا تھا۔ اور ممکن نہیں کہ حکم اتفاق کے ساتھ وجود میں صورت کا اخراج ہو پس اگر اللہ تعالیٰ سبحانہ کے لئے یہ معین شکل معلوم اور مراد نہ ہوتی تو اس پر ہمیں پیدا نہ کرتا۔ اور نہ یہ شکل اس کے علاوہ سے اخذ کی جاسکتی کیونکہ یہ ثابت ہے کہ وہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی تو کوئی امر باقی نہیں سوائے اس کے کہ جو فی نفسہ صورت سے اس پر ظاہر ہے۔ پس بنفسہ اس کا علم ہمارے ساتھ اس کا علم ہے۔ ایسے ہی ہمارے لئے جو علم ہے۔

اُس کا علم قدیم ہے

ہمارے ساتھ اُس کا یہ علم قدیم حق کے ساتھ عین قدیم سے ہے۔ کیونکہ اُس کی صفت ہے اور اُس کی ذات کے ساتھ حادث قائم نہیں ہوتے اور اللہ تعالیٰ اس سے بڑا اور پاک ہے۔

ہمارا یہ قول اور نہیں پایا کہ اس کی غایت کیا ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِعِبَادَتِي میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر عبادت کے لئے۔ تو اس سبب کی صراحت فرمائی گئی ہے کہ اُس نے ہمیں اور اس تمام عالم کو کیوں پیدا کیا۔ اور یہاں ہمارا اور جنوں کا ذکر بطور خاص کیا گیا ہے۔ جنوں سے مراد یہاں ہر نوپشیدہ مخلوق اور ہر فرشتہ وغیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے حق میں فرماتا ہے۔

فَقِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالُوا أَتَيْنَا طَائِعِينَ
خُِمَّ السَّجْدَةُ آیت ۱۱
دونوں حاضر ہو خوشی سے چاہے ناخوشی سے دونوں نے عرض کی ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوتے۔

اور ایسے ہی فرمایا۔

الاحزاب آیت ۷۲

فَالْيَيْنَ أَنْ يُخِمْ لَهَا

تو انہوں نے اُس کے آٹھانے سے انکار کر دیا۔

یہ جب ہو واجب انہیں پیش آیا اور اگر انہیں ہوتا تو اطاعت کرتے اور اسے آٹھاتے۔ اس لئے کہ اُن سے معصیت کا تصور نہیں کیونکہ اُن کی فطرت اس پر ہے اور جتنی ناری میں اور ان کی فطرت اُس پر نہیں۔ ایسے ہی انسانوں سے اہل نظریں سے اصحاب فکر کہتے ہیں جن کے دلائل مقصورہ حواس و ضروریات

اور بدیہیات پر ہیں کہ مکلف کا عقل مند ہونا ضروری ہے کہ جس کے ساتھ اسے خطاب کیا جائے اسے سمجھ لے اور وہ سچ کہتے ہیں۔

مکاشفین کی نظر میں عالم زندہ ہے

ایسے ہی کشف اور خرقِ عادت کی چہت سے تمام عقل مند عالم زندہ اور ناطق ہے، وہ خرقِ عادت جس پر لوگ ہیں یعنی اُن کے علاوہ ہمارے نزدیک اس علم کے حصول کے ساتھ وہ کہتے ہیں کہ یہ جمادات عقل نہیں رکھتے اور اُس پر ٹھہرے رہتے ہیں۔ جو انہیں اُن کی نظر عطا کرتی ہے ہمارے نزدیک اس کے برعکس ہے۔ جب کہ آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پتھر نے یا بکری نے کلام کیا یا کھجور کے درخت نے فریاد کی یا چار پالیوں نے کلام کیا۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُس وقت میں اُن میں زندگی اور علم پیدا فرمایا تھا جب کہ ہمارے نزدیک ایسا نہیں ہے۔ بلکہ تمام عالم میں زندگی کا راز ہے اور تمام خشک و تر موزن سے اذان سن کر اُس کی گواہی دیتا ہے اور گواہی ہمیں دی جاتی مگر اُس علم سے اور ہمارے نزدیک کشف سے بھی ثابت ہے۔ نہ صرف یہ کہ نظر کے استنباط سے جو ظاہر خبر کا اقتضاء کرتی ہے اور نہ اس کے علاوہ سے۔ اور جو شخص چاہتا ہے کہ اس پر واقف ہو تو وہ اس راہ کے رجال کا مسلک اختیار کریں اور خلوت اور ذکر کو لازم کر لیں۔

پس اللہ تبارک و تعالیٰ اس تمام پر مطلع فرمائے گا اور وہ جان لے گا کہ لوگوں کی آنکھ ان حقائق کے ادراک سے نابینا ہے۔

پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے دنیا کو پیدا فرمایا تاکہ اپنے اسماء کا تسلط ظاہر فرمائے۔ کیونکہ بلامقدور قدرت، بلیغ عطا کے جود، بلیغ مرزوق کے رازق، بلیغ

فریادی کے فریادِ درس اور بغیر مرحوم کے رحیم ایسے حقائق ہیں جن کی تاثیر مطلق ہوتی ہے۔
 اللہ تبارک و تعالیٰ نے دنیا کا عالم میں ایسا امتزاج کر کے پیدا فرمایا جیسے
 خیر میں آٹے کی دو ٹھٹھیاں ملا کر یکجا کئے جاتے ہیں۔ پھر اس سے اشخاص کو الگ کیا
 اور ہر ٹھٹھی سے ایک کو دوسری میں داخل کیا اور ان کے احوال غیر معروف ہو گئے۔
 خبیث سے طیب کو اور طیب سے خبیث کو نکالنے میں علماء کو ایک دوسرے پر
 بڑائی حاصل ہوئی اور اس کی غایت اس ملاوٹ سے حاصل کرنا تھا اور دونوں
 ٹھٹھوں میں امتیاز قائم کرنا تھا۔ یہاں تک کہ یہ اپنے عالم سے اور وہ اپنے عالم کے
 ساتھ انفرادیت حاصل کر لیں۔

جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔

لِيُمَيِّزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضُهُ عَلَى
 بَعْضٍ يَكُونُ جَمِيعًا فِي جَهَنَّمَ

اس لئے کہ اللہ ناپاک کو پاک سے جدا فرمائے اور نجاستوں کو تلے اوپر رکھ کر
 سب ایک ڈھیر بنا کر جہنم میں ڈال دے۔

جس میں اُس کی موت تک کچھ ملاوٹ باقی رہ جائے گی۔ اس کا حشر تیات
 میں امن والوں سے نہیں ہوگا۔ لیکن وہ ان میں سے ہے جس کے امتزاج سے
 علیحدگی ہوگی اور ان میں سے وہ ہے جو جہنم کے بغیر خالص نہیں ہوگا۔ جب وہ
 خالص ہو کر نکلیں گے تو وہ اہل شفاعت ہوں گے۔ مگر جو یہاں دونوں ٹھٹھوں سے
 کسی ایک میں دابہ آخرت کی طرف منقلب ہوگا۔ اُس کی حقیقت کے ساتھ اُس کی
 قبر سے باغِ نعیم کی طرف جانا ہے یا عذاب و جہنم کی طرف۔ کیونکہ وہ اس آمیزے سے
 خالص ہو چکا ہے۔ پس ہر عالم کی غایت یہی ہے اور دونوں حقیقتیں ایک صفت
 کی طرح رجوع کرتی ہیں۔ وہ حق تعالیٰ اپنی ذات میں اس پر ہے یہاں یہ کہتے

ہیں کہ آزاد کئے جانے والے اہل دوزخ اور نعمتیں دیتے جانے والے اہل جنت اُسے دیکھیں گے اور یہ سب شریف ہے جس پر ثواب اللہ دارِ آخرت میں مشاہدے کے وقت واقف ہوگا۔ اور محققین اسی دنیا میں اُسے پہنچ چکے ہیں۔

عالمِ اصغر و اکبر کی معرفت

اس باب میں ہمارا قول عالمِ اکبر و اصغر کی معرفت ہے اور وہ انسان ہے۔ تو اس کا معنی عوالم کی کلیات اور اُس کی اجناس ہیں۔ اور اُمر وہ لوگ ہیں جن کی تاثیر دوسروں میں ہے جس کا مقابلہ کر لیا گیا ہے۔ یہ اس سے ایک نسخہ ہے جس کے لئے ہم نے افلاک کی صورتوں پر دائرے بنائے ہیں اور اس کی ترتیب کتاب ”النسب دوائر وجداد“ میں ہے جس کی ہم نے اپنے پسندیدہ دوست ابی محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر ابتداء کی تھی۔ اس باب میں اُس سے اختصار کے ساتھ الحاق کیا جاتا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ عوالم چار ہیں۔
 عالمِ اعلیٰ : اور وہ عالمِ بقا ہے۔
 عالمِ استمالہ : اور وہ عالمِ فنا ہے۔
 عالمِ تعمیر : اور وہ عالمِ بقا و فنا ہے۔
 چوتھا عالم : عالمِ نسب ہے۔ یہ عوالمِ اکبر میں دو مقامات میں ہیں۔
 اور وہ جو انسان سے نکلا اور عالمِ اصغر میں ہے، وہ انسان ہے۔

عالمِ اعلیٰ حقیقتِ محمدیہ ہے

عالمِ اعلیٰ : تو یہ حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

اِس کا فلک زندگی ہے۔

انسان سے اِس کی نظیر لطیفہ اور رُوح قدسی ہے۔

اِس سے عرش محیط ہے۔

انسان سے اُس کی نظیر جسم ہے۔

اِس سے کرسی ہے۔

انسان سے اُس کی نظیر نفس ہے۔

اِس سے بیت المعمور ہے۔

ان سے اِس کی نظیر قلب ہے۔

اِس سے ملائکہ ہیں۔

انسان سے ان کی نظیر وہ ارواح ہیں جن میں قوتیں ہیں۔

اِس سے اُس کا زحل اور اُس کا فلک ہے۔

انسان سے اُس کی نظیر اُس کی قوتِ علمیہ اور نفس ہے۔

اِس سے مشتری اور اُس کا فلک ہے۔

دونوں کی نظیر قوتِ ذاکرہ اور دماغ کا آخری حصہ ہے۔

اِس سے احمر اور اُس کا فلک ہے۔

دونوں کی نظیر قوتِ عاقلہ اور تالو کا حصہ ہے۔

اِس سے سورج اور اُس کا فلک ہے۔

دونوں کی نظیر قوتِ مفکرہ اور دماغ کا وسط ہے۔

پھر زہرہ اور اُس کا فلک ہے۔

دونوں کی نظیر قوتِ دہمیہ اور رُوح حیوانی ہے۔

پھر کاتب اور اُس کا فلک ہے۔

دونوں کی نظیر قوت خیالیہ اور دماغ کا پہلا حصہ ہے۔
 پھر چاند اور اس کا فلک ہے۔
 دونوں کی نظیر قوت حسیہ اور اعضائے احساس ہیں۔
 پس عالم اعلیٰ کے یہ طبقات ہیں اور ان کے نظائر انسان سے ہیں۔

عالم استحالہ

اس سے گرمہ اشیر ہے۔ اور اس کی روح حرارت اور خشکی ہے اور یہ
 آگ کا گرمہ ہے۔ اس کی نظیر صفراء اور اس کی روح قوت ہاضمہ ہے۔
 اس سے ہوا ہے اور اس کی روح حرارت و رطوبت ہے اور اس کی
 نظیر خون ہے اور اس کی روح قوت جاذبہ ہے۔
 اس سے پانی ہے۔ اور اس کی روح سرد اور مرطوب ہے اور اس کی
 نظیر بلغم اور اس کی روح قوت مدافعت ہے۔
 اس سے مٹی ہے اور اس کی روح سرد خشک اور اس کی نظیر سودا،
 اور اس کی روح قوت ماسکہ ہے۔

زمین کے طبقات

زمین کے سات طبقات ہیں سیاہ زمین، تاریک زمین، سرخ زمین،
 زرد زمین، سفید زمین، نیلی زمین، اور سبز زمین۔
 انسان سے ان ساتوں کی نظیر اس کے جسم میں کھال، چربی، گوشت،
 رگیں، اعصاب، عضلات اور ہڈیاں ہیں۔

عالمِ تعمیر

ان میں سے روحانی ہیں۔ ان کی نظیر انسان کے قویٰ ہیں، ان میں سے عالمِ حیوان ہے۔ اُس کی نظیر وہ ہے جس سے انسان محسوس کرتا ہے۔

ان میں سے عالمِ نباتات ہے جس کی نظیر انسان کے بال ہیں۔

اس سے عالمِ جمادات ہے جس کی نظیر وہ ہیں جو انسان سے محفوظ نہیں ہوتے۔

عالمِ نسب

تو یہ ارض سے ہے۔ اس کی نظیر سیاہ اور سفید ہے، ہے اور علوان و اکوان سے ہے۔
پھر کیفیت ہے۔ اس کی نظیر صبح و شام کی مثل احوال ہیں۔

پھر کمیت ہے۔ اس کی نظیر پنڈلی ہے۔ جو ہاتھ سے لمبی ہوتی ہے۔
پھر این ہے۔ اس کی نظیر بر کے مقام پر گردن اور ران کے مقام پر پنڈلی ہے۔
پھر زمان ہے۔ اس کی نظیر ہاتھ کی حرکت کے وقت سر کی حرکت ہے۔

پھر اضافت ہے۔ اس کی نظیر یہ ہے میرا باپ اور میں اُس کا بیٹا ہوں۔
پھر وضع ہے۔ اُس کی نظیر میری تخت اور میرا کھن ہے۔ پھر کہا جائے کہ اُس کی نظیر یہ ہے۔

پھر کھایا تو اُس کی نظیر یہ ہے۔ پھر سیر ہوا تو اُس کی نظیر یہ ہے اور ان سے اُتہات میں صورتوں کا اختلاف ہے۔ جیسا کہ ہاتھی، گدھا، شیر اور صرصر ہے۔
اس قوتِ انسانیہ کی نظیر وہ ہے جسے مذموم و محمود سے معنوی صورتیں قبول کرتی ہیں۔ یہ ذہین وہ ہاتھی، یہ غیر ذہین اور وہ گدھا ہے، یہ بہادر ہے وہ شیر ہے یہ بزدل اور وہ صرصر ہے۔

اور اللہ ہی حق فرماتا ہے۔

اور وہی راہ دکھاتا ہے۔

الحمد لله چھٹے باب کا ترجمہ ختم ہوا۔

102-210

تجارت و بازرگانی

۲۵۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب ہفتم

اجسامِ انسانیہ کی پیدائش کی معرفت اویہ دوسری

جنس عالم کبیر سے موجود ہے اور آخری صنف مولدات سے ہے

نشأت جمیعۃ ما خلق الانسان	ملک اقویا ظاہر السلطان
ثم استوت فی عرش آدم ذانہ	مثل استواء العرش بالرحمان
فبدت حقیقۃ جسمہ فی عینہا	وہا انتہی ملک الوجود الثانی
وبدت معارف لفظہ فی علمہ	عن الکرام وجامع الشان
فتصاغرۃ لعلومہ احلامہم	وتکبر الملعون من شیطان
باوذا بقرب اللہ فی ملکوتہ	الا الشویطن باء بالخسران

انسان کی پیدائش کی بالہنی حقیقت ایک زبردست ظاہر سلطان ہے۔ پھر اُس کی ذات نے آدم کے عرش میں اُستواء کیا جس طرح رحمان نے عرش پر اُستواء فرمایا، اُس کے جسم کی حقیقت اُس کی عین میں ظاہر ہوئی۔ اور اُس کے ساتھ وجودِ ثانی کے ملک کی انتہا ہو گئی۔ اُس کے علم میں اُس کے لفظ کے معارف ظاہر ہوئے بزرگی کے نزدیک اور دشمنی اٹھانے والے کے نزدیک۔ اُس کے علوم کے لئے اُن کی عقلیں چھوٹی ہو گئیں۔ اور شیطان تبکّر سے لعنتی ہو گیا۔ فرشتے قُربِ الہی میں اُس کے ملکوت میں پلٹ آتے مگر شیطان خسارے کے ساتھ واپس لوٹ آیا۔

دُنیا کے ماہ و سال

اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرماتے جاننا چاہیے جب عالم طبعی کی عمر سے زمان کی قید اور مکان کے حصر کے ساتھ ہماری دُنیا کے اکثر سال گزر جاتے ہیں تو یہ مدت اس علم کے علاوہ گیارہ دن اور ایام ذوالمعارج سے چھ دن ہے اور ایام میں تفاضل واقع ہوتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

تَعْرِجُ الْمَلَائِكَةُ وَالنُّفُوسُ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ فَتَسْتَأْذِنُ الْاَنْفُسُ مِنْ رَبِّكَ
مَلَائِكَةُ اور جبریل اُس کی بارگاہ کی طرف عروج کرتے ہیں۔ وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔ المعارج آیت نمبر ۷۔
اور فرمایا!

وَإِنْ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ الْحُجَّ آیت ۴۷

ترجمہ: تیرے رب کے نزدیک ایک دن ہزار سال کا ہے جو تم شمار کرتے ہو۔
سب سے چھوٹے دن وہ ہوتے ہیں جنہیں ہم اُس فلک محیط کی حرکت کہتے ہیں جس کی رات میں دن کا ظہور ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ دن اہل عرب کے نزدیک سب سے چھوٹا دن ہے اور یہ فلک اکبر ہے۔ اور یہ اُس حکمت کے لئے ہے جو انلاک کے خوف میں ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ رات اور دن میں اُس کی حرکت حرکتِ قسریہ ہے جس کے لئے تمام انلاک کو اُس کے غلبے نے گھیرا ہوا ہے۔ ہر فلک کے لئے حرکتِ طبعیہ ہوتی ہے جس کے لئے اُس کے ساتھ حرکتِ قسریہ ہے تو ہر فلک اس کے علاوہ ایک وقت میں دو حرکتیں کرتا ہے۔ یعنی حرکتِ طبعیہ اور حرکتِ قسریہ اور ہر طبعی حرکت کے لئے ہر فلک میں ایک دن مخصوص ہے جس کی مقدار ان ایام حادثہ کے ساتھ فلک محیط سے شمار ہوتی ہے جو اس سے تعبیر ہوتا ہے جیسا کہ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا!

يَمَّا تَعْدُونَ یعنی جس سے شمار کرتے ہو۔

تمام تر نلک محیط میں قطع ہوتے ہیں جب وہ تمام کمال پر قطع ہو جاتے ہیں تو ان کے لئے ایک دن ہوتا ہے اور وہ دورہ کرتا ہے پس ان سے چھوٹے دن اٹھائیس یوم ہوتے ہیں جو تم شمار کرتے ہو۔ اور یہ مقدار نلک محیط میں چاند کی حرکت قطع ہونے کی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمانوں میں یہ سات ستارے نصب کر رکھے ہیں تاکہ نلک محیط میں اُس کے نلک کا قطع کیا جانا دیکھا جاسکے تاکہ برسوں اور حساب کا علم ہو سکے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَقَدْ رُءُوسُ الْمَلٰٓئِكَةِ اَعْدَادُ السَّجَّاتِ وَرَبِّ ۱۲
ترجمہ: اور اس کے لئے منزلیں ٹھہرائیں کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جان لو۔

اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔

وَكُلُّ شَيْءٍ فُضِّلَهُ تَفْصِيْلًا ۱۲
ترجمہ: اور ہم نے ہر چیز کی تفصیل علیحدہ علیحدہ بیان کر دی۔

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۹۴
یہ زبردست جاننے والے کی تقدیر ہے

ان سے ہر ستارے کا دن تقدیر کیا گیا ہے۔ اور ایک کو دوسرے پر اپنی طبعی حرکت کی تیزی کے مطابق چھوٹا یا بڑا نلک ہونے پر فضیلت حاصل ہے۔

کس کو کیسے پیدا فرمایا جانا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قلم اور لوح کو

پیدا کیا تو ان کا نام عقل اور رُوح رکھا اور رُوح کو دو صفتیں عطا کیں صفتِ علیہ اور صفتِ علیہ اور عقل کو اس کا معلم مقرر فرمایا۔ اور مشاہدہِ حالیہ سے فائدہ پہنچانے والا بنایا۔ جیسا کہ تم بغیر نطق کے پھری سے کاٹنے کا کام لیتے ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جوہر کو نفس کے بغیر پیدا فرمایا اور یہ مذکورہ رُوح ہے جس کا نام ہبا ہے اور اس کا یہ نام ہم نے حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کے کلام سے نقل کیا ہے۔ ہبا کا لفظ عربی زبان میں ذکر کیا جاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "كَانَتْ هَبًا مِّنْثَبًا"

ایسے ہی جب حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس جوہر مِّنْثَبَا کے معنی کو جمیع طبعی صورتوں میں دیکھا اور کسی صورت کو اس سے خالی نہ پایا۔ کیونکہ کوئی صورت نہیں ہوگی مگر اس جوہر میں تو اس کا نام "ہبا" رکھا۔ اور یہ ہر صورت کے ساتھ اپنی حقیقت کے اعتبار سے غیر منقسم، غیر تجزئی ہے اور نقص سے متصف نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ جیسا کہ ہر سفید میں بنا تہ اور حقیقتاً سفیدی موجود ہوتی ہے۔ اور یہ نہیں کہتے کہ اس سفید سے جو سفیدی حاصل ہوتی ہے اس میں کمی واقع ہو گئی ہے اور یہ مثل اس جوہر کے حال کی ہے۔

فرشتوں کے مرتبے

اللہ تبارک و تعالیٰ سبحانہ کی ذات ان دو صفاتوں سے موصوف رُوح کے درمیان ہے۔ "ہبا" کے درمیان چار مرتبے ہیں اور ہر مرتبہ چار فرشتوں کی منزل مقرر ہے اور یہ فرشتے عالمِ علیین سے أسفل السافین تک اللہ سبحانہ کے علاوہ مقرر ہیں اور ملائکہ سے ہر فرشتے کو وہ علم عطا کیا جاتا ہے جو عالم میں جاری ہے۔ پس اعیان میں اللہ تعالیٰ نے جو چیز پہلے پیدا فرمائی۔ اور جس کا علم ان ملائکہ سے

تعلق رکھتا ہے اور اُن کی تدبیر جسم کُلی سے ہے۔ وہ شکلِ اول ہے۔ جو اس جسم میں
میں گولائی کی شکل پر کھولی گئی اور دائرے کی شکل میں ہے۔ کیونکہ یہ تمام شکلوں سے
انفصل ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایجاد و خلق کے ساتھ تمام صنعت کی طرف رجوع
فرمایا۔ اور اپنی تمام مخلوق کو ان ملائکہ کی مملکت مقرر فرمایا اور انہیں دُنیا و آخرت
کے امور پر والی بنایا اور مخالفت سے معصوم و محفوظ فرمایا جس میں اُن کا امر ہے۔
پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں خبر دی۔

لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ التحريم آیت ۶
ترجمہ: جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور نہ ہی کُریں جس کا انہیں حکم دیا جاتا
انسان کا اعزاز

جب جمادات و نباتات و حیوانات میں سے مولات کی پیدائش کو دُنیاوی سال
کے حساب سے اکہتر ہزار سال پورے ہو گئے اور عالم کی ترکیب حکیمانہ طور پر مرتب
ہو گئی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے پہلے موجود سے آخری مولود تک کسی زندہ کو اپنے
سامنے جمع نہیں کیا۔ سوائے انسان کے، اور وہ یہی نشاۃِ بدنیہ تھا۔ یہ ہے۔
بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے سوا ہر ایک کو امر الہی یا ایک ہاتھ سے پیدا فرمایا۔
اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِذَا قُلْنَا لِلشَّيْءِ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ النحل آیت ۴
جو چیز ہم چاہیں اس سے ہمارا فرمانا یہی ہوتا ہے کہ ہم کہیں ہو جا۔ وہ
فوراً ہو جاتی ہے۔ تو یہ امر الہی سے ہے۔ اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اُس
نے جنتِ عدن کو اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا۔ اور تورات کو اپنے ہاتھ سے لکھا اور

شجر طوبیٰ کو اپنے ہاتھ سے لگایا اور آدمؑ کو جو کہ انسان ہے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا فرمایا۔

چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی بزرگی کی جہت سے فرمایا۔

فَاَصْنَعُكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیْدَیْ

ص آیت ۳۸

تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اُس کے لئے سجدہ کرے۔ جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے فلکِ ادنیٰ کو پیدا فرمایا جو کہ ابھی فلکِ اول مذکور ہوا۔ اُسے بارہ قسموں پر تقسیم فرمایا۔ اور اُس کے نام رکھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ

البروج آیت ۱

قسم آسمان کی جس میں بُرج ہیں۔

آسمانی بُرجوں کا تعارف

چنانچہ ہر قسم کو ایک بُرج بنایا اور یہ اقسام طبیعت میں چار کی طرف لوطی ہیں۔ پھر مقرر چاروں سے ہر ایک کو تین مقامات میں رکھا۔ اور ان اقسام کو منازل اور راستوں کی طرح مقرر فرمایا۔ جن میں مسافروں کا نزول ہوتا ہے اور اس میں وہ سیر اور سفر کرنے کے حال میں چلتے ہیں تاکہ ان اقسام میں ستاروں کی سیر و سیاحت کے وقت منزل بتائیں۔ اُن کی سیاحت جسے اللہ تعالیٰ اُس فلک کے جوف میں ستاروں سے پیدا کرتا ہے۔ جسے وہ اپنی سیر کے وقت ان بُرجوں میں قطع کرتے ہیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اُن کے قطع کرنے اور سیر کے وقت طبعی اور مختصری عالم سے جو چاہے کرے۔ اور انہیں بُرجوں کے فلک کی حرکت کے

اثر پر نشائیاں بنایا پس اسے جان لیں۔

ان کی تقسیم ان چار طبعیتوں پر ہے۔

نمبر ۱: حرارت و دبوست یعنی گرمی اور خشکی۔

نمبر ۲: برودت و دبوست یعنی سردی اور خشکی۔

نمبر ۳: حرارت و رطوبت یعنی گرمی اور تری۔

نمبر ۴: برودت و رطوبت یعنی ٹھنڈک اور تری۔

ان اقسام سے پانچویں اور نویں کو پہلی کی مثل اور چھٹی اور دسویں کو دوسری کی مثل اور ساتویں اور گیارہویں کو تیسری کی مثل اور آٹھویں اور بارہویں کو چوتھی کی مثل طبع میں مقرر فرمایا۔

یہ غلیٹیں

اجسام طبعیہ کو اختلاط کے ساتھ اور اجسام غنصریہ میں بلا اختلاط ان چاروں میں محصور فرمایا۔ یہ چاروں حرارت، برودت، رطوبت اور دبوست ہیں۔ باوجود اس کے یہ چاروں آفتات ہیں۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان سے دو کو دو آخری وجودوں میں اصل مقرر فرمایا۔ پس خشکی گرمی سے اور تری سردی سے متاثر ہوئی۔ پس تری اور خشکی دو اسباب سے موجود ہیں اور وہ دو سبب گرمی اور سردی ہیں۔ لہذا اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

۵۹

الانعام آیت

وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَافُوسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ

ترجمہ: اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں نہ لکھا ہو۔

کیونکہ سبب کے لئے وجود سبب لازم ہے یا وجود فاعل کا اثر انداز ہونا

ضروری ہے۔ جیسے چاہیں کہہ لیں سبب کے وجود سے سبب کا وجود لازم نہیں

دورۂ افلاک

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے پہلے فلک کو پیدا فرمایا تو وہ غیر معلوم مدت تک دورہ کرتا رہا۔ جس کا اللہ تبارک و تعالیٰ کو علم ہے کیونکہ اُس کے اوپر اجرام سے کوئی چیز محدود نہیں جس میں قطع ہو۔ کیونکہ اول اجرام شفات ہیں پس حرکات متعدّدہ اور امتیاز کرنے والی ہیں۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُس کے جوف میں کسی چیز کو پیدا نہیں فرمایا۔ پس تمیز کرنے والی حرکات اُس کے نزدیک منہتی ہیں۔ اگرچہ اُس کے جوف میں نہ ہوں۔ اور اگرچہ تمیز نہ بھی کرتی ہوں کیونکہ وہ اطلس ہے۔ اُس میں کوئی ستارہ اجزاء کی مشابہت نہیں رکھتا۔ پس اُس سے حرکت واحدہ کی مقدار کو نہیں جانتا اور نہ تعین کرتا ہے۔ تو اگر اس میں اُس کے تمام اجزاء کے لئے مخالفت جز ہو تو بلا شک اُس کی حرکات کے ساتھ شمار ہوگی۔

ولیکن اللہ تبارک و تعالیٰ اُس کے اندازہ و انتہا اور دورے کو جانتا ہے پس اس حرکت سے دن کو پیدا کیا اور اُس میں دن اور رات نہ تھے۔ پھر اس فلک کی حرکات قائم رہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے پینتیس^{۳۵} فرشتوں کو پیدا فرمایا۔ ان کے علاوہ سولہ فرشتوں کے بارے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔ ان کی مجموعی تعداد اکاون ہوتی ہے۔ مَیْخَلہ ان فرشتوں کے حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل علیہم السلام ہیں۔ پھر نو سو فرشتوں کو اور چار سو کو اور ستر فرشتوں کو پیدا کیا جن کے بارے میں ہم بیان کر چکے ہیں اور ان کی طرف وحی فرمائی اور جو امر ان کے ہاتھوں پر اُس کی مخلوق میں جاری ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔

وَمَا نُنْزِلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِيَنَا وَمَا

خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَلِكَ وَمَن يَرْثُ رَبِّكَ نَسِيًّا

ہم فرشتے نہیں اترتے مگر حضور کے رتب کے حکم سے اسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے اور جو اس کے درمیان ہے۔ اور حضور کا رتب بھولنے والا نہیں اور اُن کے حق میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔

لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ

انہیں جو حکم دیا جاتا ہے اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے

دارِ دنیا کی تخلیق

یہ وہ ملائکہ ہیں جن کے لئے خاص حکومت ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی عبادت کے لئے اُن ملائکہ کو بھی پیدا فرمایا جو آسمانوں اور زمین کو معمور کرتے ہیں۔ آسمان و زمین میں کوئی مقام ایسا نہیں مگر اُس میں ایک فرشتہ ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیشہ انفاسِ عالم کے مطابق فرشتوں کو پیدا فرماتا ہے جو ہمیشہ سے ہیں اور جب اس نلکِ اول کی حرکات منتهی ہو گئیں اور اُن کی مدتِ پچوٹن ہزار سال ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے دارِ دنیا کو پیدا فرمایا اور اُس کے لئے معلوم مدت مقرر کی جو اس پر منتهی ہوگی اور اُس کی صورت ٹوٹ جائے گی اور ایک ایسی صورت مخصوص کو قبول کرے گی جس کا آج مشاہدہ ہو رہا ہے یہاں تک کہ

يَوْمَ تَبْدِلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ

ترجمہ! یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی

دارِ آخرت کی تخلیق

جب اس نلک کی حرکت کی مدت کو چھتیس ہزار سال گزر گئے۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے دارِ آخرت اور جنت و دوزخ کو پیدا فرمایا جو اُس کے سید

اور شقی دونوں طرح کے بندوں کے لئے ہے پس دنیا اور آخرت کی تخلیق کے درمیان نو ہزار سال کی گنتی ہے اور اس کا نام آخرت اس لئے ہے کہ وہ دنیا کی تخلیق کے بعد پیدا ہوئی۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ

آپ کے لئے آخرت دنیا سے بہتر ہے۔

جنت کی چھت

آخرت کی مدت مقرر نہیں فرمائی جو اس کی طرف باقی ہو کیونکہ اس کے لئے ہمیشہ بقا ہے اور اس نلک کو جنت کی چھت بنایا۔ اور اس کے نزدیک عرش ہے جس کی حرکت کا تعین نہیں اور نہ ہی وہ امتیاز کرتی ہے پس اس کی حرکت دائمی ہے جو ٹوٹتی نہیں یعنی ختم نہیں ہوتی۔

ہر چیز خدا کی تسبیح کرتی ہے

تخلیق سے ہم نے جو ذکر کیا ہے اس کی خلقت کا تعلق وجودِ انسانی سے دوسرے قصد کا ہے جو کہ عالم میں خلیفہ اور نائب ہے۔ اور میں نے دوسرا قصد کہا ہے جب کہ پہلا قصد حق تعالیٰ کی معرفت اور اس کی عبادت ہے جس کے لئے تمام عالم کو تخلیق کیا تو کوئی ایسی چیز نہیں مگر وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرتی ہے۔ قصد ثانی اور قصد اول کے معنی تعلقِ ارادی ہے نہ کہ ارادہ کا حدوث کیونکہ ارادہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے قدیمیہ ازلیہ صفت ہے جس کے ساتھ اس کی ذات تمام صفات کی طرح متصف ہے۔

خدا نے چراغاں کیا

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان افلاک و سماوات کو پیدا فرمایا اور ہر آسمان میں اُس کے مرتبے کے مطابق وحی کی اور اُمر فرمایا اور انہیں منور کیا اور اُن میں چراغاں کیا اور انہیں فرشتوں کے ساتھ آباد کیا اور ان آسمانوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حرکت عطا فرمائی تو وہ اطاعتِ الہی میں متحرک ہو گئے اور اپنی شان کے لائق اُس کی عبودیت میں کمال کے طالب ہوئے۔

آسمانوں کی اور زمین کی اطاعت کا فرق

کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں اور زمین کو بلایا تو انہیں فرمایا۔ طوعاً و کرہاً میرے اُمر کی اطاعت کرو۔ جو دونوں کے لئے حد ہے۔ دونوں نے کہا کہ ہم تیری اطاعت کرتے ہیں۔ پس وہ دونوں ہمیشہ کے لئے اطاعت گزار ہو کر حرکت کرنے لگے۔ سوائے اس کے کہ زمین کی حرکت ہمارے نزدیک مخفی ہے اور زمین کی حرکت درمیانی گھیرے میں ہے۔ کیونکہ وہ کُترہ ہے۔ مگر آسمان اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کے نزدیک اطاعت گزار ہے۔ مگر زمین کی اطاعت تب ہوئی۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ اُس کی ذات مقبور ہے اور اُس کے ساتھ لازماً اطاعت کرنی پڑے گی۔ بقول اُس کے اُو کُترھا۔ تو یہ اُس کی اطاعت کُترھا یعنی جبراً ہے۔ پس ساتوں آسمانوں کو دہ یوم میں بلند کیا اور ہر آسمان میں اپنے اُمر کو وحی کیا۔ اور زمین کو پیدا کیا اور مَولِدات سے اُس میں قوتوں کا اندازہ کیا۔ اور اُن کی قوتوں کے لئے خزانہ مقرر کیا۔ اور ہم نے نشاۃِ عالم کی ترتیب اپنی کتاب ”عقائد المستوفز“ میں بیان کی ہے۔

کس کو کس سے پیدا کیا

قوتوں کی تقدیر سے پانی، ہوا اور آگ کا وجود ہے۔ اور جو اس میں تجارت
بادل، بجلیاں، رعد اور آتارِ علویہ ہیں۔

ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ

یہ ہے اندازہ زبردستِ علیمِ دلے کا

اور جنوں کو آگ سے پیدا فرمایا اور بری اور خری پرندوں اور چوپایوں کو
پیدا فرمایا اور زمین کے تعفن سے حشرات الارض کو پیدا کیا تاکہ ہمارے لئے ہوا
کو تعفن کے تجارت سے مصفا کر دیں۔ اگر وہ ہوا میں مخلوط ہو جائیں تو اللہ
تبارک و تعالیٰ نے انسانوں اور حیوانوں کو جو زندگی اور عافیت عطا فرمائی ہے
وہ متاثر ہوتی اور لوگ ہمیشہ بیمار اور علیل رہتے۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے
اپنے لطف سے ان تعفونات کو دور فرمایا جنہیں ہم بیماریاں اور علالتیں کہتے
ہیں۔ جب مملکت قائم ہو چکی اور ان تمام مخلوقات میں سے کسی کو معلوم نہ تھا کہ
یہ خلیفہ کون سی جنس سے ہوگا۔ جس کے وجود کے لئے یہ مملکت بنائی ہے۔

جب ملک بن گیا بادشاہ بنا دیا

جب وہ وقت آگیا جو اس خلیفہ کو پیدا کرنے کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ
کے علم میں تھا تو دنیا کی عمر ستترہ ہزار گزر چکی تھی۔ اور آخرت کی عمر جس کی کوئی انتہا
نہیں اور اس کے لئے دوام ہے سے آٹھ ہزار سال گزر چکے تھے اللہ تبارک و
تعالیٰ نے اپنے بعض ملائکہ کو حکم دیا کہ زمین کی مٹی کی تمام اجناس سے ایک ایک
ٹھٹھی لے آئیں۔ تو وہ لے آئے۔ یہ ایک لمبی حدیث ہے جو لوگوں کو معلوم ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ سبحانہ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اُس کا خیر بنایا۔
پس اُس کا ارشاد دے۔

لَمَّا كُنْتُمْ بِيَدِي ۖ

عَلَيْتُ ۚ

آیت ۵۰

جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔

اور اُن ملائکہ سے جن کا ہم نے ذکر کیا ہر ایک کو حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے لئے امانت عطا فرمائی اور انہیں فرمایا۔

"میں مٹی سے بشر کو بناؤں گا۔ اور یہ امانتیں اُس کے لئے ہیں جو تمہارے پیروں کی گئی ہیں جب میں اُسے پیدا کروں تو تم میں سے ہر ایک اسے واپس کر دے۔ پھر جب میں اُسے راست کروں اور اُس میں اپنی رُوح پھونکوں تو اُس کے حضور میں سجدہ ریز ہو جانا۔"

اولادِ آدم میں شقی بھی اور سعید بھی

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے طینتِ آدم کا خیر کیا۔ یہاں تک کہ اُس کی خوشبو تبدیل ہو گئی۔ اور وہ مستون ہے۔ اور یہ ہوا کی جزو ہے۔ جو نثارِ آدم میں موجود ہے۔

پھر حضرت آدم علیہ السلام کی پشت کو ان کی ذریت سے شقیوں اور سعیدوں کا مقام بنایا۔ اور جو اُس کی دونوں ٹھنڈیوں میں تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو ودیعت کر دیا۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے کہ اُس کی ذاتیں متعلق ہیں سعید اور دوسرے ہاتھ کی ٹھنڈی میں شقی تھے اور میرے رب کے دائیں ہاتھ تبارک میں جو لوگ تھے فرمایا کہ "وہ جتنی ہیں اور وہ اہل جنت کے اعمال کریں گے۔ اور جو آگ کے سنے ہیں وہ اہل جہنم کے اعمال کریں گے۔"

آدم کو کیسے پیدا فرمایا

اللہ تعالیٰ نے طینتِ آدم کو ہر چیز و دلالت کر دی اور اس میں مجاہدیت کے حکم کے ساتھ اَضداد کو جمع کر دیا۔ اور انہیں حرکتِ مستقیمہ پر پیدا فرمایا اور یہ برجوں سے سنبلہ کے زمانہ میں ہوا۔ اور اس کے لئے شش جہات مقرر فرمائے۔ فوق، یعنی اوپر جو اس کے سر کو ملتی ہے، تحت نیچے جو اس کے مقابل ہے اور جو اس کے دونوں پاؤں کو ملتی ہے۔ "میں" یعنی دائیں جو ایک طرف ہے اور اس کی قوتوں کو ملتی ہے۔ "شمال" یعنی بائیں جو مقابل ہے اور اس کے ضعیف پہلو سے ملتی ہے۔ "امام" یعنی اگلی جو اس کے چہرے سے ملتی ہے۔ "خلف" یعنی پھلی جو اس کے مقابل ہے اور پشت سے ملتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے صورت عطا فرمائی اور اس کے لئے درستگی کی۔ پھر اس میں اپنی روح پھونکی جو اس کی طرف مضاف ہے۔ پس یہ پھونک اس کے اجزاء کے ارکان اخلاط میں جاری ہو گئی اور یہ ارکان صفراء، سوداء، خُون اور بلغم ہیں۔

صفراء۔ ناری رکن سے ہے جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس سے پیدا فرمایا اور فرمایا۔

مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ
الرَّحْمَنِ آیت
اور سوداء کو مٹی سے پیدا فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ میں نے اسے مٹی سے پیدا کیا۔

فَلَمَّا خَلَفْنَاكُمْ مِنْ نَارٍ
الحج آیت ۵

میں نے اسے مٹی سے پیدا کیا۔

خُون کو ہوا سے پیدا فرمایا اور فرمایا۔ مَسْنُون۔

بلغم کو اس پانی سے پیدا فرمایا جس سے مٹی کو گوندھا تھا۔

قوتوں کی تخلیق

پھر اس میں قوتِ جاذبہ کو پیدا فرمایا جس سے وہ غذاؤں کو جذب کرتا ہے۔
پھر قوتِ ماسکہ پیدا فرمائی جس کے ساتھ حیوان اپنی غذا کو روکتا ہے۔ پھر قوتِ
باضعہ پیدا فرمائی جس کے ساتھ غذا کو ہضم کرتا ہے، پھر قوتِ دافعہ پیدا فرمائی۔
جس کے ساتھ وہ اپنی ذات سے پسینہ، بخارات، ہوا، براز اور اس کی مثل فضلات
کو دور کرتا ہے۔

اب جاری ہونا مگر اس کا حصہ اور رگوں اور جگر میں خون کا تقسیم ہونا ہے۔
جو ہر جزو حیوان سے خالص کرتا ہے تو وہ قوتِ جاذبہ سے ہوتا ہے نہ کہ دافع سے
جیسا کہ ہم نے کہا۔ قوتِ دافع جو نکالتی ہے وہ فضلات سے ہے نہ کہ اس کے
علاوہ سے۔

پھر اس میں قوتِ غاذیہ، قوتِ منویہ، قوتِ حاسیہ، قوتِ خیالیہ، قوتِ دہمیہ
قوتِ حافظہ اور قوتِ ذاکرہ کو پیدا فرمایا۔ اور یہ تمام قوتیں انسان میں موجود ہیں۔
جس کے ساتھ وہ حیوان ہے نہ کہ صرف انسان ان کے علاوہ چار قوتیں ہیں، قوتِ
خیال، قوتِ دہم، قوتِ حفظ اور قوتِ ذکر یہ انسان میں حیوان سے زیادہ طاقتور
ہیں۔ پھر آدم کو جو کہ انسان ہے قوتِ مصورہ، قوتِ مفکرہ اور قوتِ عاقلہ سے
مفتخ کیا۔ اور اس کا حیوان سے امتیاز ہو گیا۔ اور یہ تمام قویٰ نفسِ ناطقہ کے
لئے اس جسم میں آلات مقرر کیے جس کے ساتھ اپنے تمام محسوس اور معنوی
منافع کی طرف پہنچ سکے۔

پھر اسے دوسری پیدائش سے پیدا کیا اور وہ انسان بن گیا۔ پھر ان

قوتوں کے ساتھ اُسے زندہ، عالم، قادر، مرید، متکلم، سمیع، بصیر بنایا اُس حد معلوم
معتاد تک جس میں وہ اکتساب کرتا ہے۔

فَبَرَكَ اللَّهُ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ
پس برکتوں والا اللہ احسن الخالقین ہے۔

ہر اسیم الہی سے انسان کا حصہ ہے

اللہ سبحانہ تعالیٰ اپنے جن اسماء سے موسوم ہوا۔ انسان کے لئے بھی ان میں سے
ہر اسیم کا حصہ پیدا فرمایا جو عالم میں اسی قدر ظاہر ہوا جس کے وہ لائق تھا اس لئے
بعض نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی ان معنوں پر تاویل کی ہے

إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ الْحَدِيثِ

اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا

اور اسے اپنی طرف سے اپنی زمین میں خلیفہ بنا کر اتارا۔ کیونکہ زمین عالم
اعلیٰ کے برعکس عالم تغیر و استحالات ہے۔ چنانچہ اس عالم ارضی میں تغیرات کی حیثیت
سے احکام ہوتے ہیں۔ تو اس کے لئے تمام اسمائے الہیہ کا حکم ظاہر ہوتا ہے۔ لہذا
یہ آسمان اور جنت کی بجائے زمین میں خلیفہ ہوا۔ پھر اس کے حکم سے اُسے علم اسماء
دیا گیا اور فرشتوں کا سجود بنایا۔ مگر ابلیس نے انکار کیا۔ اس کا تمام ذکر انشاء اللہ
اپنے مقام پر آئے گا۔ کیونکہ یہ باب اجسام النسانیہ کی ابتدا کے ساتھ مخصوص ہے۔

اجسام النسانیہ کی ترکیب

اس کی چار انواع ہیں جسم آدمؑ، جسم حواؑ، جسم عیسیٰؑ اور اجسام بنی آدمؑ۔
ان چاروں میں سے ہر جسم کی پیدائش بسبب اس کے ساتھ صورت جسمانیہ

اور روحانیہ کے ایک دوسرے سے منت ہے۔

ہم نے اس کا سیاق و سباق اس پر رکھا کیونکہ ہو سکتا ہے کمزور عقل والے کو وہم ہو کہ قدرت الہیہ یا حقائق اس نشاۃ الانسانیہ سے بغیر سبب واحد کے بذاتہ نہیں ہوئے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس شبہ کا رد کیا جس کے ساتھ آدم میں یہ نشاۃ انسانی اس طریق سے ظاہر فرمائی جس کے ساتھ جسم حوا کو نہیں ظاہر کیا اور جسم حوا کو اس طریق پر ظاہر فرمایا جس طریق پر اولادِ آدم کا جسم نہیں ظاہر فرمایا اور جس طریق پر اولادِ آدم کا جسم ظاہر فرمایا اس طریق پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم نہ ظاہر فرمایا جب کہ صفت و حقیقت کے اعتبار سے ان سب پر اسم انسان کا اطلاق ہوتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ البقرة آیت ۲۳۱

بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے

اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ان انواع اربعہ کی تخلیق کا ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورت حجرات میں بیان فرمایا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ سُوْرَةُ الْحَجَرَاتِ آیت

اے لوگو! ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا ہے۔

خَلَقْنَاكُمْ یعنی تمہیں پیدا کیا سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ مِنْ ذَكَرٍ یعنی مذکر سے مراد حضرت حوا علیہا السلام ہیں۔ وَأُنْثَىٰ یعنی مادہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں اور تمام ذکر و انثیٰ سے مراد بطریق نکاح و تولد بنی آدم مراد ہیں۔ تو یہ آیت جو امع الکلم اور انس فصل الخطاب سے ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیے۔

مرد عورت کی محبت کی وجہ

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کا جسم ظاہر ہوا تو اس میں نکاح کی خواہش نہ تھی۔ جب کہ حق تعالیٰ کے علم میں ایجادِ تولد اور تناسل و نکاح موجود تھا۔ اور یہ اس دنیا میں بقا پر نوع کے لئے ہے۔

پس حضرت حوا علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی چھوٹی پسلی سے نکالا۔ جس کے ساتھ مرد سے عورت کا درجہ چھوٹا قرار پایا۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَاللَّيْطُ جَالٍ عَلَيْهِنَّ ذَوِجَةً

البقرة آیت

ترجمہ :- یعنی مردوں کا درجہ عورتوں پر اونچا ہے۔

عورتیں مردوں کے درجہ کے ساتھ کبھی نہیں مل سکتیں۔ عورت کا پسلی سے پیدا ہونا اپنے بیٹے اور شوہر سے میلانِ محبت کے لئے ہے۔ پس مرد کا عورت پر شفقت کرنا اپنی ذات پر شفقت کرنا ہے۔ کیونکہ وہ اس کا جزو ہے۔ اور وہ اس کی پسلی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور پسلی میں جھکاؤ اور ٹیڑھا پن ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے اس مقام سے جہاں سے حضرت حوا علیہا السلام نکلی تھیں ان کی طرف خواہش کا مقام بنایا کیونکہ وجود میں خلا باقی نہیں رہتا۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے خواہش سے معذور کر دیا تو حضرت آدم نے ان کی طرف میلان کیا جیسے خود پر مائل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ ان کی جزو تھیں اور وہ بھی ان کی طرف مائل ہو گئیں۔ کیونکہ وہ ان کا وہ مقام تھے جہاں سے ان کی پیدائش ہوتی تھی پس حضرت حوا علیہا السلام کی حضرت آدم علیہ السلام سے محبت حُبِ مقام تھی اور حضرت آدم علیہ السلام کی ان سے محبت اپنی ذات کی

مقرر کیا ہے۔ پس اس جسم میں تیسرا جسم ہو گیا۔ یہ اُس طریق کے علاوہ تھا جس سے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا سلام اللہ علیہما کے جسموں کو پیدا کیا تھا۔

پس یہ تیسرا جسم ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے پیدائش کو رحم میں ایک حال کے بعد دوسرے حال کی طرف منتقل کیا۔ اور پانی کو نقطہ کی طرف اور نقطہ کو علقہ کی طرف اور علقہ کو مضغہ کی طرف اور مضغہ کو ہڈی کی طرف پہنچایا۔ پھر ہڈی کو گوشت پہنایا۔ پس جب نشاۃ حیوانیہ پوری ہو چکی تو اس سے دوسری مخلوق پیدا کی۔ پس اُس میں رُوح انسانی پھونکی۔

تَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ

پس اللہ برکت والا احسن الخالقین ہے۔

اگر خوف طوالت نہ ہوتا تو ہم اُس کی تکوین کو رحم میں ایک حال کے بعد دوسرے حال کی طرف بیان کرتے۔ اور اُن مؤکل فرشتوں کا ذکر کرتے۔ اور جوارِ حام میں اِن صورتوں کے بنانے پر مؤکل ہیں یہاں تک کہ خرّوج ہو۔ لیکن ہماری غرض اُن اعلام کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اجسامِ انسانیہ کا تعلق ہے۔ اگرچہ حد و حقیقت اور حسیہ و معنویہ صورتوں میں ایک ہیں لیکن اسبابِ تالیف مختلف ہیں شاید کوئی خیال کرے کہ یہ سببِ ذات کے لئے ہے تو یہ نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ فاعلِ مختار کی طرف راجح ہیں۔ وہ جو چاہے کرے۔ اور وہ بغیرِ کاٹ اور قصور کے جیسے چاہے کرتا ہے۔ اِس امر پر دوسرا امر ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ الْكَافِرُ

نہیں کوئی معبود مگر وہ غائبِ حکمت والا ہے۔

جب اہل طبعیات نے کہا کہ عورت کی منی سے کچھ نہیں ہوتا اور رحم میں ہو

عقل کیسے پیدا ہوئی

ہم نے اجسامِ انسانیہ کی ابتداء کا ذکر کیا اور وہ چار مختلف پیداائیں ہیں جو ہم نے مقرر کیں۔ اور یہ آخری مولات ہیں۔ اس کی نظیر عقلِ اول ہے جس کے ساتھ اس کا رابطہ ہے۔ کیونکہ وجود دائرہ ہے اور ابتداء دائرہ عقلِ اول کا وجود ہے اس میں حدیث وارد ہوئی ہے کہ۔

أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْعَقْلَ

الحديث

یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا

اور عقلِ اول اجناس سے ہے اور پیدائش کی انتہا تخلیق جنسِ انسانی پر ہے پس دائرہ مکمل ہوا تو انسان عقل کے ساتھ متعقل ہو گیا۔ جیسا کہ دائرہ کا آخری حصہ پہلے حصے سے مل جاتا ہے تو یہ دائرہ ہے۔ اور دائرہ کے دلوں کو شل کے درمیان اللہ تبارک و تعالیٰ نے اجناسِ عالم سے جو کچھ تخلیق فرمایا وہ عقلِ اول کے درمیان ہے اور عقلِ اول قلم بھی ہے اور انسان کے درمیان ہے جو آخری موجود ہے۔

جب کہ خطوط نقطہ سے خارج ہوتے ہیں جو محیطِ دائرہ کے وسط میں ہے اور وہ محیط سے ہر جزو کے لئے مساوات پر نکلتے ہیں۔ ایسے ہی اللہ تبارک و تعالیٰ کی نسبت تمام موجودات کی طرف نسبتِ واحدہ ہے اور یہاں ہرگز تغیر واقع نہیں ہوتا۔ تمام تر اشیاء اسی کی طرف دیکھ رہی ہیں اور اس امر کو اسی سے قبول کرتی ہیں جو نظرِ اجزائے محیط نقطہ کی طرف عطا کرتی ہے۔

انسان خیمۂ افلاک کا ستون ہے اللہ سبحانہ تعالیٰ نے یہ صورتِ انسانیہ

خیمہ کے درمیانی ستون کی صورت حرکت کے ساتھ قائم فرمائی اور اُسے اُن آسمانوں کے قعر کے لئے مقرر فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اِس ستون کے ساتھ آسمانوں کو تھام رکھا ہے، جب یہ صورت نہ رہے گی اور زمین پر کوئی متنفس باقی نہ رہے گا تو آسمان پھٹ جائے گا۔ تو یہ وہ وقت ہے جب مضبوطی قائم نہ رہے گی۔ کیونکہ ستون زائل ہو جائے گا اور وہ انسان ہے۔ جب انتقالِ انسان کے ساتھ یہ عمارت و ابراہیم کی طرف منتقل ہو جائے گی تو اِس منتقلی کے ساتھ دنیا برباد ہو جائے گی۔

انسان مقصودِ خداوندی ہے

ہمیں قطعی طور پر معلوم ہو چکا ہے کہ انسان عالم سے اللہ تعالیٰ کا عین مقصود ہے اور یہ خلیفہ برحق ہے۔ اور یہ ظہورِ اسمائے الہیہ کا محل ہے۔ اور یہ تمام ہے ملک و ملک، روح و جسم، طبعیات و جمادات اور نباتات و حیوانات سے حقائق عالم کا جامع ہے۔ اِس کا جسم و حجم چھوٹا ہونے کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اِس کے حق میں کہا ہے۔

”لوگوں کے پیدا کرنے سے آسمان و زمین کا پیدا کرنا بڑا ہے کیونکہ انسان آسمان و زمین سے پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ دونوں اُس کے لئے ماں باپ کی طرح ہیں۔“ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اِس کی تدریس فرمائی لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے اور حرم میں نہیں ٹوٹا یا کیونکہ یہ معلوم و محسوس ہے۔ مگر اللہ تبارک و تعالیٰ ایسے ابتلا و آزمائش میں ڈالتا ہے جس میں مخلوق سے کسی کو نہیں ڈالتا۔ اِس لئے اُس کی توفیق کے مطابق اس ابتلا کے ذریعہ سے اُسے سعید یا شقی قرار دیتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اِس میں ایک قوت پیدا کی ہے جس کا نام فکر ہے جس کی بنیاد پر یہ امتحان میں ڈالا جاتا ہے۔ اِس قوت کو اُس قوت کا خادم بنایا جس کا نام عقل ہے

اور عقل کو فکر پر زبردستی سرداری دی کہ وہ اس چیز کو اخذ کرے جو اسے فکر سے ملے اور فکر کے لئے مجال نہیں کہ وہ کوئی چیز قوتِ خیالیہ کے بغیر حاصل کرے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قوتِ خیالیہ کو قوتِ احساس کا محل بنایا اور اس کے لئے ایک اور قوت بنائی جو قوتِ مصورہ ہے پس قوتِ خیالیہ میں وہی حاصل ہوتا ہے جو اسے قوتِ حس یا قوتِ مصورہ عطا کرتی ہے اور قوتِ مصورہ کا مادہ محسوسات سے صورتیں ترتیب دیتا ہے اور اس کی عین نہیں لیکن اس کے تمام اجزاء جس میں موجود ہیں اور یہ اس لئے ہے کہ عقل کو سازجا پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے نزدیک علوم نظریہ سے کوئی چیز نہیں اور فکر کے لئے کہا گیا کہ جو اس میں قوتِ خیالیہ ہے اس سے حق و باطل کی تمیز کر لو چنانچہ اس کے لئے حسبِ واقع نظر آتا ہے تو اسے کبھی شبہ حاصل ہوتا ہے اور کبھی اسے اس کے ساتھ دوسرے علم سے دلیل حاصل ہو جاتی ہے لیکن اسے اپنے گمان میں دلائل سے شبہ کی صورتوں کا عالم ہوتا ہے اور وہ اس مواد کی طرف نہیں دیکھتا جن سے علوم حاصل کرنے میں مستدک رہتا ہے پس وہ اس سے عقل کو قبول کرتا ہے جس کے ساتھ اس علم سے اس کی جہالت میں اضافہ ہوتا ہے جو متقارب نہیں ہوتا۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس عقل کو اپنی معرفت کا مکلف کیا تاکہ اس کے ذریعہ سے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے نہ کہ اس کے غیر کی طرف۔ اور عقل اس نقیض سے ارادۃ الہی کو بھانپ لیتی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا الْقَوْمُ يَتَفَكَّرُونَ ۝

”تو یہ فکر کی طرف مستند ہے۔ اور اسے امام بنایا۔ جس کی اقتدار کی

جاتی ہے۔“

اہل اللہ عجز سے معرفت حاصل کرتے ہیں

وہ شخص اپنی مراد میں فکر کے ساتھ حق تعالیٰ سے غافل ہو جاتا ہے کہ وہ اُسے فکر کرنے کے لئے مخاطب فرماتا ہے پھر وہ اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بری ہو جاتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کی تعریف کے کوئی راستہ نہیں۔ پھر اُس پر یہ امر مشکف ہو جاتا ہے جس پر وہ ہے۔

پس ہر عقل اُس کا فہم نہیں رکھتی۔ مگر یہ عقول اللہ تبارک و تعالیٰ کے انبیاء اور اولیاء کے لئے مخصوص ہیں۔

کاش مجھے معلوم ہوتا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے اُن کی ذریت کو مٹھتی ہیں لے کر گواہ بنایا تھا تو کیا انہوں نے اپنے افکار سے بلی یعنی ہاں کہی تھی۔ نہیں خدا کی قسم نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے اُن کی پشتوں سے لیتے وقت اپنی گواہی پیش فرمائی جب وہ اپنی مفکرہ قوتوں سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی معرفت میں اُخذ کرنے کے لئے رجوع کرتے ہیں تو معرفت الہیہ میں ایک حکم پر کبھی جمع نہیں ہوتے اور ہر طائفہ ایک مذہب کی طرف چلا جاتا ہے اور جمال الہی میں کثرت سے گفتگو کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں انتہائی جرأت سے کام لیتے گئے۔ یہ سب کچھ اس ابتلاء سے ہے جس کا ذکر ہم نے انسان میں اُس کی فکر کی تخلیق سے کیا۔

اہل اللہ جو اپنی معرفت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ مکلف فرمائے ہیں۔ وہ اُس کی طرف محتاج ہیں اور جانتے ہیں کہ اُن سے مراد اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا ہے اور اُن میں سے ہر حال میں اس امر کے قائل ہیں کہ وہ پاک ہے جس نے اپنی معرفت کا راستہ سوائے عجز کے اور کوئی نہیں مٹھرایا۔

ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ درک الادراک سے عاجز ہونا ہی ادراک ہے۔
 حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ الہی !
 ”میں تجھ پر شمار کا شمار نہیں کر سکتا۔“
 اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔

آیت ۱۱۰ سورۃ طہ
 وَلَا يَحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا
 ”لوگ اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے“

پس معرفت الہیہ میں اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس مرتبہ میں فکر کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس کا حق ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ جس امر میں فکر کرنے کا حق نہیں پہنچتا اسے نقل نہیں کیا۔ اور بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات میں غور و فکر کرنے سے روک دیا گیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
 وَيَخَذَرُكُمْ اللَّهُ تَعَالَىٰ - یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات میں فکر کرنے سے ڈراتا ہے۔

پس اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں اپنی معرفت عطا کرتا ہے۔ جو عطا کرتا ہے اور اپنی مخلوقات میں سے مشاہدہ کر داتا ہے۔

اور وہی مظاہرہ ہے جو انہیں مشاہدہ کر داتا ہے۔ اور وہ جان لیتے ہیں کہ جو طریق فکر سے عقلاً محال ہے۔ نسبت الہیہ سے محال نہیں۔ جیسا کہ اس کا ذکر اس زمین کے باب میں آئے گا۔ جسے حضرت آدم علیہ السلام وغیرہ کی باقی مٹی سے تخلیق کیا گیا۔

ذی عقل کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی ذات میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا فرماں بردار ہے اور جان لے کہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے آگے کوئی امر محال نہیں۔ اس کا

اقتدار نافذ ہے۔ اور وہ وسیع عطا کرنے والا ہے۔ اُس کے پیدا کرنے میں کوئی تکرار نہیں بلکہ وہ سب عالم اُمثال میں ایک ہی جوہر میں پیدا ہو جاتے ہیں جنہیں وہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اُس کی مرضی ہے کہ انہیں باقی رکھے یا انفاس کے ساتھ فنا کر دے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ط ال عمران آیت ۱۸

نہیں کوئی معبود مگر وہ غالب حکمت والا
الحمد للہ ساتویں باب کا ترجمہ ختم ہوا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب ہشتم

"اس زمین کی معرفت جو حضرت آدم علیہ السلام کے خمیر کی باقی طینت سے پیدا کی گئی یہی زمین حقیقت ہے اور بعض اُن عجائب و غرائب کا بیان جو اس میں ہیں۔"

بَاخْتِ بِلْ يَاعْمَى الْمَقُولَه	أَنْتَ الْأَمِيَّةُ عِنْدَنَا الْمَجْهُولَه
نَقَرُ الْبَنُونِ إِلَيْكَ أَخْتِ أَيُّهُمُو	فَتَنَافَسُوا عَنْ عَمْعِ مَعَاوِلَه
أَلَا الْقَلِيلُ مِنَ الْبَنِينَ فَانْهَمِ	عَطْفُوا عَلَيْكَ بِأَنْفُسِ مَجْبُولَه
يَاعْمَى قُلْ كَيْفَ أَظْهَرْتَهُ	فِيكَ الْإِخْوَةَ مُحَقَّقَاتِ زِيلَه
حَتَّى بَلَّغْتِ مِنْهُمْ ذَاتَكَ عَالَمِ	قَدْ يَرْتَضِي رَبُّ الْوَرَى تَوَكِيلَه
أَنْتَ الْأَمَلَةُ وَالْأَمَامُ أَخُوكَ وَالْمَاءُ	مَوْمُ أُمْنَالُ لَهْ مَسْلُولَه

اے بہن بلکہ اے میری پھوپھی! تو ہمارے نزدیک غیر معروف چھوٹی ماں ہے۔ بیٹوں نے تیری طرف اپنے باپ کی بہن کی نظر سے دیکھا پس بہت معلول سے رغبت کرنے لگے۔ مگر تھوڑے بیٹوں نے تجھ پر نفس مجبورہ سے عطف کیا۔ اے پھوپھی! تیرے بھائی نے تجھ میں اپنا بھید کیسے ظاہر کیا جس کا ذکر تنزیل الہی میں محقق ہے۔ یہاں تک کہ تیری ذات کی مثل ایک عالم ظاہر ہوا۔ رَبُّ الْعَزَّ وَجَلَّ تیری توکیل سے راضی ہے۔ تو ابا مہ ہے اور تیرا بھائی امام ہے اور اس کی مثل اقتداء کرنے والے اُس کے برابر ہیں۔

مخصوص زمین

جاننا چاہیے کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور وہ پہلا انسانی جسم ہے اس جسم کو اجسامِ انسانیہ کے وجود کے لئے اصل قرار دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے خیر کی جو مٹی باقی بچی اُس سے کھجور کا درخت پیدا فرمایا تو یہی کھجور حضرت آدم علیہ السلام کی بہن ہے اور یہی ہماری پھوپھی ہے۔ شریعت نے بھی اس کا نام پھوپھی رکھا۔ اور اس کی تشبیہ مومن کے ساتھ دی۔ دوسری نباتات کے برعکس اس کے عجیب اسرار ہیں اور اس کھجور کی تخلیق کے بعد سمسہ کی مقدار پوشیدگی میں مٹی بچی اُس میں وسیع زمین کو کھینچا۔ جب عرش کو مقرر فرمایا اور جو اُس کے ارد گرد آسمان، زمینیں گہری، تحت الثریٰ اور تمام جنتیں اور دوزخ ہیں اس زمین میں پیدا کئے گئے۔ یہ سب اس میں ایسے ہیں جیسا کہ زمین کے جنگل میں زنجیر کا ایک چھوٹا سا حلقہ، اور اس زمین میں ایسے عجائب و غرائب ہیں جن کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اور اس امر سے عقلیں حیران ہیں۔ اس کے ہر نفس میں اللہ تبارک و تعالیٰ عوالم پیدا فرماتا ہے جو روز و شب خدا کی تسبیح میں لگے ہوتے ہیں۔ اور غافل نہیں ہوتے۔ اس زمین میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظمت ظاہر ہے اور دیکھنے والے کے نزدیک یہ عظمت اور بھی زیادہ ہے۔ اور کثیر محالات عقلیہ جن پر صحیح عقلی دلیل قائم ہو چکی ہے وہ اس زمین میں موجود ہیں۔ اور یہ عارفوں اور علماء باللہ کی نظروں کو نواز رہی ہے اور وہ اُس میں جولانی دکھاتے ہیں۔

ایک روایت جملہ عوالم سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہماری صورتوں پر عالم

پیدا فرماتے۔ جب عارف ان کو دیکھتا ہے تو اس میں اپنی ذات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کی مثل کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں اس حدیث کعبہ میں روایت آتی ہے کہ یہ چودہ گھروں میں سے ہے۔ ساتوں زمینوں سے ہر زمین میں ہماری مثل مخلوق ہے یہاں تک کہ ان میں میری طرح ابن عباس موجود ہے۔ اہل کشف کے نزدیک یہ روایت سچی ہے۔

اور بھی زمینیں ہیں

ہم زمین اور اس کی وسعت اور اس کے عوالم کی کثرت اور اس میں مخلوقات کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس سے اس میں عارفوں کے لئے تجلیات الہیہ وارد ہوتی ہیں۔

ایک عارف نے مجھے اس امر کی خبر دی ہے جسے میں مشاہدہ سے جانتا ہوں۔ اس نے کہا کہ میں ایک روز اس زمین کی ایک مجلس میں داخل ہوا جس کا نام مجلس رحمت تھا۔ میں نے اس سے عجیب مجلس کبھی نہیں دیکھی۔ میں اس میں تھا کہ مجھے یہ تجلی الہی ظاہر ہوئی اور اس تجلی نے مجھے پکڑا نہیں یعنی بے ہوش نہیں کیا بلکہ میں اس کے ساتھ باقی رہا۔ اور یہ اس زمین کی خاصیت ہے کیونکہ اس دنیا میں ان ہیکلوں کی جو تجلیات الہیہ انبیاء و اولیاء پر وارد ہوتی ہیں وہ انہیں ان کے دیکھنے سے از خود رفتہ کر دیتی ہیں۔

ایسے ہی بلند آسمانوں کے عالم اور گہری اور عالم عرش محیط اعلیٰ اور اس کے میکینوں پر جب تجلیات الہیہ وارد ہوتی ہیں۔ تو انہیں ہوش و خرد سے بیگانہ کر دیتی ہیں۔ چنانچہ جب یہ زمین صاحب کشف عارف کو حاص ہوتی ہے تو اس کے لئے واقع ہونے والی تجلی اسے شہود سے غافل نہیں کرتی اور نہ اسے

اُس کے وجود سے بے پھرہ کرتی ہے اور اُس کی رویت اور گفتگو کے درمیان اجتماع قائم رہتا ہے۔

اُس نے کہا: اُس مجلس میں میرے لئے ایسے امور و اسرار کا اتفاق ہوا۔ جن کے دقیق معانی اور عدم وصول اور اکات کی بنا پر بیان کی گنجائش نہیں۔ اس سے پہلے کہ انسان ان مشاہد کی مثل اُس کا خود مشاہدہ کرے۔ اُس زمین میں گلستان، باغات، حیوانات و معدنیات کا اندازہ سوائے اللہ تعالیٰ کے نہیں لگایا جاسکتا۔

وہاں بھی زندگی ہے

اُس زمین میں جو چیز ہے زندہ اور ناطق ہے اور اُس کی حیات و نطق ہماری دنیا کی اشیاء میں زندگی اور نطق کی طرح ہے اور وہ اشیاء باقی ہیں نہ فنا ہوتی ہیں اور نہ تبدیل ہوتی ہیں اور نہ اُن کے عالموں کو موت ہے۔ اور وہ زمین طبعیہ اور طہینت بشریہ کے اجسام سے کسی چیز کو قبول نہیں کرتی۔ سوائے اس کے عوالم کے یا بالخصوص ہمارے عالم ادواح کو قبول کرتی ہے۔

جب عارف اُس میں داخل ہوتے ہیں تو وہ اپنی ارواح کے ساتھ داخل ہوتے ہیں نہ کہ جسموں کے ساتھ۔ پس وہ اپنے سہیکل اسی دنیا کی زمین میں چھوڑ دیتے ہیں اور مجرّد ہوتے ہیں۔ اُس زمین میں عجیب و غریب صوم میں ظاہر یا پیدیا ہوتی ہیں جو اس عالم کے راستوں کی گلیوں کے سرِ راہ کھڑی ہوتی ہیں جس میں ہم بستے ہیں اور وہ جو زمین و آسمان اور جنت و دوزخ میں رہتے ہیں۔

وہاں داخلہ کیسے ہوتا ہے جب ہم سے کوئی عارف وہاں جانا چاہتا

ہے یا نوبع الانسانہ یا جن اور فرشتہ یا اہل جنت سے بشرط معرفت اس میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اپنے جسمانی ہیکلوں سے مجرد ہو جاتا ہے۔ اور اُن صورتوں کو گلیوں کے سروں پر پاتا ہے جس کے ساتھ وہ مَوکل قائم ہو جاتے ہیں۔ انہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسی شغل کے لئے کھڑا کر رکھا ہے۔ اور اُن میں سے کوئی ایک اس داخل ہونے والے کی طرف لپکتا ہے۔ اور اُس کی قدر و منزلت کے مطابق لباس پہناتا ہے اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُس زمین میں چکر لگاتا ہے۔ اور اُس سے جہاں چاہتا ہے لیٹ جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی مصنوعات میں عبرت پکڑتا ہے۔ اور وہ کسی جرد و شجر وغیرہ اور کسی چیز کے پاس سے نہیں گذرتا کہ وہ اُس سے کلام کا ارادہ کرے مگر ہر چیز اُس سے کلام کرتی ہے۔ جیسا کہ اُس کا ساتھی شخص کلام کرتا ہے اُن لوگوں کی مختلف زبانیں ہیں اور اُس زمین کو یہ خاصیت عطا کی گئی ہے کہ اس میں جو شخص داخل ہوتا ہے اُس میں بولی جانے والی تمام زبانوں کو سمجھ لیتا ہے۔ جب وہاں سے وہ اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد واپسی کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کا ساتھی اُسے اُس مقام پر واپس لے آتا ہے جس مقام سے وہ داخل ہوا تھا۔ اور جب اُسے نکالتا ہے تو اُس کا وہ لباس اُتار لیتا ہے جو اُسے پہنایا تھا اور اُس سے واپس لوٹ جاتا ہے۔ اور اُسے دلائل و علوم حاصل ہوتے ہیں اور اُس میں اُس کا عِلْم باللہ زیادہ ہوتا ہے جو کہ مشاہدہ کے وقت نہیں ہوتا۔

میں نے اُس زمین میں حاصل ہونے والے فہم کی سرعت اور کہیں نہیں دیکھی اور ہمارے نزدیک اُس دار اور اُس نشاۃ میں جو کچھ ظاہر ہوا ہے وہ اس قول کے بالعکس ہے جس کا ہم نے مشاہدہ کیا اور اُسے بیان نہیں کیا۔

دوسرے کا وجود اپنانا

ان میں سے ایک بات یہ ہے جو اوصد الدین حامد بن ابی فخر کرمانی نے بیان کی۔ اللہ تعالیٰ اُس کی موافقت فرماتے۔ اُس نے کہا: میں نو جوانی کے وقت ایک بزرگ کا خادم تھا۔ شیخ پچیش کا بیمار ہو گیا۔ جب ہم تکریت کے مقام پر پہنچے تو میں نے کہا: یا سیدی! مجھے چھوڑ دیں تاکہ میں راستے سے سبجار کے دواخانے کے مالک سے آپ کے لئے پچیش روکنے کی دوا لے آؤں۔ جب اُنہوں نے میرے دل کی جَلَن کو دیکھا تو مجھے کہا: اُس کی طرف جاسکتے ہو۔ کہا کہ جب میں اُس صاحب سبیل کی طرف گیا تو وہ خیمہ میں بیٹھا ہوا تھا اور لوگ اُس کے سامنے کھڑے تھے اور اُس کے سامنے شمع جَل رہی تھی، نہ تو وہ شخص مجھے پہچانتا تھا اور نہ میں اُسے پہچانتا تھا۔ جب اُس نے مجھے لوگوں میں کھڑے دیکھا تو میری طرف اُٹھ کر آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر میرا اکرام کیا اور مجھ سے میری حاجت دریافت کی۔

میں نے اُسے شیخ کا حال بتایا۔ تو اُس نے دوا حاضر کی اور مجھے دے دی اور وہ میرے اعزاز کے لئے میرے ساتھ باہر آیا اور اُس کے خادم نے شمع اُس کے آگے کر رکھی تھی۔ میں خوفزدہ تھا کہ شیخ نے اُسے دیکھ لیا تو اُس میں حرج واقع ہو گا۔ پس میں نے اُسے قسم دی اور وہ واپس ہو گیا۔

میں نے شیخ کی طرف واپس آ کر اُنہیں دوا دی اور اُن سے صاحب سبیل امیر کا اپنی عزت افزائی کرنا بیان کیا۔

شیخ نے تبسم کُناں ہو کر مجھے فرمایا: اے بیٹے جب میں نے تیسری جاں سوزی کو دیکھا تو تجھ پر شفقت کرتے ہوئے تجھے اجازت دے دی۔ جب تو چلا گیا تو میں خائف ہوا کہ کہیں امیر تیرے عدم استقبال سے تجھے رُسوانہ

کرنے چنانچہ میں اپنے اس ہیکل سے مجرّد ہو کر اُس امیر کے ہیکل میں داخل ہو گیا اور اُس کے مقام میں بیٹھ گیا۔

پس جب تم آئے تو میں نے تمہارا اکرام کیا۔ اور تمہارے ساتھ وہ سلوک کیا جو تم نے دیکھا۔ پھر میں اپنے اس ہیکل میں لوٹ آیا اور مجھے اس دوا کی ضرورت نہیں اور نہ میں اسے استعمال کروں گا۔

کستوری کا خطّہ

جب یہ شخص دوسری صورت میں ظاہر ہو سکتا ہے۔ تو اُس زمین کے پہنے والے کیسے ہوں گے۔ مجھ سے ایک عارف نے کہا کہ جب میں اُس زمین میں داخل ہوا تو وہاں اُس زمین کا ایک خطّہ دیکھا جو سارے کا سارا عطر کستوری تھا۔ اگر اُس دُنیا میں ہم میں سے کوئی اُسے سونگ لے تو خوشبو کی قوت سے ہلاک ہو جائے جسے اللہ تعالیٰ لمبا کرنا چاہے لمبا ہوتا ہے۔

سونے کی زمین

میں اُس زمین میں زمین کے ایک ایسے خطّے میں داخل ہوا جو سرخ اور نرم سونے کا تھا۔ اُس کے تمام درخت سونے کے تھے۔ اُس کے تمام پھل سونے کے تھے۔ پس اگر کوئی وہاں سے سیب یا دوسرا پھل لے کر کھائے تو اُس میں میں ایسی لذت، احسن اور خوشبو پائے گا جس کا وصف بیان کرنے والا وصف بیان نہیں کر سکتا۔

جنت کے پھل اس سے قاصر ہیں تو دُنیا کے پھل کیسے مقابلہ کریں گے۔ ان کے جسم شکل اور صورت سونے کی تھی اور صورت و شکل ایسی تھی جیسا کہ

ہمارے ہاں پھل کی شکل و صورت ہوتی ہے۔ اور اُن کی لذت مختلف ہے۔ اور اُس پھل میں نقش بدیع اور زینت حسن ایسی ہے جس کا گمان نہیں کیا جاسکتا اور اُس کا مشاہدہ آنکھ بھی کر سکتی ہے۔

میں نے اُس کے پھل اتنے بڑے بڑے دیکھے کہ اگر انہیں آسمان و زمین کے درمیان ٹھہرایا جائے تو اہل زمین اُس کے نیچے چھپ جاتیں اور آسمان کو نہ دیکھ سکیں اور اگر اُسے اس زمین پر ٹھہرایا جائے تو یہ زمین اُس کی تحمل نہ ہو سکے۔ کیونکہ وہ اس سے بڑا ہے اور جب اُسے کھانے کے ارادے سے مٹھی میں لیا جائے تو وہ اس ہاتھ میں آجاتا ہے۔ وہ ہوا سے زیادہ لطیف ہے۔ باوجود اس بڑائی کے وہ ہاتھ میں سما جاتا ہے اور یہ وہ امر ہے جو یہاں ہماری نظر میں محال ہے۔ حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اس کا مشاہدہ کیا تو انہوں نے اس کی حکایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ بڑی چیز چھوٹی چیز پر ایراد کر سکتی ہے۔ بغیر اس کے کہ چھوٹی کو بڑی یا بڑی کو چھوٹی یا وسیع کو تنگ یا تنگ کو وسیع کیا جائے۔

جیسا کہ میں نے ذکر کیا کہ سیب کی بڑائی باقی رہتی ہے اور اُس پر چھوٹے ہاتھ کے ساتھ مٹھی میں لینا اور احاطہ کرنا موجود ہے۔ کیفیت مشہودہ غیر محذوف ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اس کے ساتھ حق تعالیٰ منفرد ہے۔

ہمارے نزدیک زمانے کا ایک دن اُن کے نزدیک کئی سالوں کی مدت ہوتا ہے اور اُس زمین کے زمانے مختلف ہوتے ہیں۔

چاندی کا خطہ کہا کہ میں اُس زمین میں زمین کے ایک ایسے خطے میں گیا

جو سفید چاندی کی صورت تھا۔ اور اُس کے درخت، نہریں اور لذت والے پھل سب کے سب چاندی کی شکل کے تھے۔ اور وہاں رہنے والوں کے تمام اجسام چاندی کے تھے۔ ایسے ہی وہاں کی ہر زمین کے درخت، پھل، نہریں اور دریا اُسی جنس سے پیدا کئے گئے تھے۔ جب اُن پھلوں کو کھایا جائے تو اُن میں لذت اور خوشبو دوسری تمام کھائی جانے والی چیزوں کی مثل ہوتی ہے۔ باوجودیکہ اُن کی لذت کی توصیف نہیں کی جاسکتی اور نہ بیان کی جاسکتی ہے۔

کافوری خطہ

یہ اِس زمین کے ایک سفید کافوری خطہ میں داخل ہوا اور اُس کے بعض مقامات اُگ سے زیادہ گرم تھے جس میں انسان داخل ہو کر جلتا نہیں۔ بعض مقامات معتدل اور بعض ٹھنڈے تھے۔ اور اُن زمینوں سے وہاں کی زمین بڑی ہے۔ یہ مقامات اُسی بڑی زمین میں ہیں۔ اگر اِس میں آسمان رکھا جائے تو صحرا میں پڑی ہوئی انگوٹھی کی طرح ہوگا۔

اور جو کچھ اُن تمام زمینوں میں ہے میرے نزدیک بہت اچھا ہے اور میرے مزاج سے زعفران کی زمین کا خطہ زیادہ موافقت رکھتا ہے۔

اِس زمین کے عجائب و غرائب

یہ نے دنیا کی کسی زمین میں وہاں کے عالم میں زیادہ ہشاش بشاش اور کھلا ہوا شخص نہیں دیکھا۔ اُن واردات کے ساتھ جو اُن پر ہوتی ہیں۔ وہ لوگ نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں۔ اور اُن کے کھانوں میں سے تعجب خیز امر یہ ہے کہ آپ وہاں سے کوئی چیز کھاتے یا پھل ٹوٹ جاتے تو اُسی

وقت اُس کی جگہ پر دوسرا پھل لگ جاتا ہے۔ اور دوسری چیز آگ آتی ہے جب اُس پھل کو آپ اپنے ہاتھ سے توڑ کر اُس جگہ سے علیحدہ کر دیں تو بھی اُس کی جگہ دوسرا پھل لگ جاتا ہے۔ اسے سہوائے زیرک انسان کے کوئی نہیں جانتا۔ اُس زمین میں ہرگز نقص ظاہر نہیں ہوتا۔ یعنی کمی واقع نہیں ہوتی۔ جب آپ وہاں کی عورتوں کی طرف دیکھیں گے تو آپ گمان کریں گے کہ جنت کی حُوریں ان کی نسبت ایسی ہیں جیسا جنت کی حُوروں کی نسبت ہماری بشری عورتیں ہوتی ہیں اور اُن سے جماع کی لذت کو کسی لذت کے ساتھ مشابہت نہیں دی جاسکتی۔ وہاں کے اہل زمین اپنے پاس آنے والے کے ساتھ عشق و محبت سے پیش آتے ہیں۔ اُن کے نزدیک تکلیف نہیں بلکہ وہ حق تعالیٰ کی تعظیم میں اسی جبلت پر ہیں۔ اگر وہ اس کے خلاف استطاعت بھی رکھتے ہوں تو بھی وہ ایسا کام نہیں کرتے جو خدا کے حکم کے خلاف ہو یعنی وہ کوئی غلط حرکت کر ہی نہیں سکتے۔

اُن کی عمارتیں اُن کی ہمتوں سے پیدا ہوتی ہیں جیسا کہ ہماری عمارتیں آلات اور حُسنِ صنعت سے تعمیر ہوتی ہیں۔

وہاں کے دریا

پھر ان کے دریا ہیں جن کا ایک دوسرے سے امتزاج نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

مَرْجٍ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ لَا بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ ۝ الرُّحْنُ آيَتِ ۱۹ ۲۰

دو بڑے ہوتے دریا جہتے ہیں اُن کے درمیان بَرْزَخ ہے۔ وہ ایک

دوسرے پر بغاوت نہیں کرتے۔

آپ سونے کے دریا کی انتہا دیکھیں تو اُس کی موجیں اٹھتی ہیں۔ اور

پڑوس کے لوہے کے دریا میں مل جاتی ہیں۔ مگر ایک میں دوسرے سے کوئی چیز داخل نہیں ہوتی حرکت اور بہنے میں اُن دریاؤں کا پانی ہوا سے زیادہ لطیف ہے۔ اور اُس کی صفائی کا یہ عالم ہے کہ اُس کے کناروں پر چلنے والے چار پائے اور زین اُس میں صاف نظر آتی ہے جس میں وہ دریا بہہ رہا ہے جب آپ اُس کے پانی کو پینا چاہیں گے تو اُس میں ایسی لذت پائیں گے جو کسی مشروب میں نہیں پائی جاتی۔

اُس میں نباتات کی تخلیق جیسا کہ تمام نباتات ہیں، سے بغیر تناسل کے ہوتی ہے بلکہ جس طرح ہمارے نزدیک حشرات الارض پیدا ہوتے ہیں اس میں بھی ہوتے ہیں۔ اور اُن کے پانی سے اُن کے نکاحوں کے انعقاد سے اولاد پیدا نہیں ہوتی۔ مگر وہ محض خواہش اور سرور کے لئے نکاح کرتے ہیں۔

مزید عجائبات

اُن کی سواریاں سوار کی خواہش کے مطابق بڑی اور چھوٹی ہوتی ہیں۔ جب وہ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف سفر کرتے ہیں۔ تو وہ خشکی اور تری میں سفر کرتے ہیں اور برد و بحر میں اُن کی رفتار دیکھنے والے کے ادراک بصارت سے بھی تیز ہوتی ہے۔

وہاں کی مخلوق کے احوال میں تفادت ہے۔ ان میں سے بعض پر شہوت کا غلبہ ہے اور بعض پر جناب حق تعالیٰ کی عظمت کا غلبہ ہے۔ میں نے وہاں کیسے رنگوں کو دیکھا جو اس دنیا میں نہیں ہیں اور وہاں سونے کی کانیں دیکھیں جو سونے کی بھی نہیں اور پتیل کی بھی نہیں اور جواہرات کی بھی نہیں، سرخ یا قوت اِس قدر موصفا تھے کہ اُن سے نظریار ہو جاتی۔ تعجب خیز بات یہ ہے کہ اُن

کے سفلی اجسام کے رنگ ہوا کی طرح ادراک کرتے ہیں اور رنگوں کے ساتھ یہ ادراک ایسے ہوتا ہے جیسے رنگوں کا تعلق اجسام کثیفہ میں ہوتا ہے۔

شہروں کے دروازوں پر یاقوت کے پتھروں کی گرہیں لگائی جاتی ہیں اور ان میں سے ہر پتھر پانچ سو گز کا ہوتا ہے۔ ہوا میں دروازے کی بلندی بہت بڑی ہوتی ہے اور اس پر اس قدر زیادہ اسلحہ لٹکایا ہوا ہوتا ہے کہ اگر زمین کی تمام ملکیت جمع کر لی جائے تو بھی اس کے برابر نہ ہو۔

ان کے ہاں بغیر سورج کے ظلمت اور روشنی ہوتی ہے۔ جو ایک دوسرے کے پیچھے ظاہر ہوتے ہیں اور وہ جان لیتے ہیں کہ کون سا زمانہ ہے۔ ان کی ظلمت بصارت کو ادراک سے محجوب نہیں کرتی جیسا کہ اسے روشنی محجوب نہیں کرتی۔ وہ لوگ بغیر عداوت و دشمنی اور فساد کے ایک دوسرے سے لڑتے ہیں وہ جب دریا میں سفر کرتے ہوئے غرق ہوتے ہیں تو پانی ان پر غلبہ نہیں کرتا جیسا کہ ہمیں ڈبو دیتا ہے بلکہ وہ اپنے چوپایوں کی طرح دریا میں چلتے ہیں۔ یہاں تک کہ ساحل پر پہنچ جاتے ہیں۔

وہاں زلزلے کیوں آتے ہیں

اس زمین میں ایسے زلزلے آتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے ساتھ یعنی ہماری زمین پر آتیں تو زمین اٹھ جائے اور جو کچھ زمین پر ہے وہ سب ہلاک اور برباد ہو جائے۔

اس نے کہا: ایک دن میں ان کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا باتیں کر رہا تھا کہ شدید زلزلہ آیا اور میں نے دیکھا کہ عمارتیں اس قدر تیزی سے تھرا رہی تھیں جتنی تیزی بصارت کے لئے بھی ممکن نہیں۔ اور ہمیں پتہ بھی نہ چل سکا

گویا کہ ہم زمین کے ایک قطعہ پر بیٹھ ہوئے ہیں اور زلزلہ رک گیا ہے۔ جب ہم زلزلے سے فارغ ہوئے اور زمین ٹھہر گئی تو اس جماعت نے میرا ہاتھ پکڑا اور میری بیٹی فاطمہ کی عزاداری کرنے لگے۔

میں نے کہا: میں تو اسے خیریت و عاقبت کے ساتھ اس کی والدہ کے پاس چھوڑ کر آیا تھا۔

انہوں نے کہا: آپ سچ کہتے ہیں مگر یہ زمین اس وقت متزلزل ہوتی ہے جب ہمارے ساتھ بیٹھا ہوا شخص یا اس کے اہل خانہ سے کوئی شخص فوت ہو جائے، اور یہ زلزلہ آپ کی بیٹی کی موت کی وجہ سے آیا ہے۔ اس کے حال کا پتہ کرو۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا میں ان کے ساتھ بیٹھا اور میرے ساتھی میرے آٹھنے کا انتظار کرتے رہے۔ جب میں نے ان سے علیحدہ ہونے کا ارادہ کیا تو وہ میرے ساتھ چلتے ہوئے راستہ کے دھنپر آگئے اور انہوں نے اپنا لباس لے لیا اور میں اپنے گھر آ گیا۔ میری ملاقات ایک ساتھی سے ہوئی تو اس نے کہا: فاطمہ پر نزع طاری ہے۔ میں اس کے پاس آیا تو وہ فوت ہو چکی تھی، اور میں ان دنوں مکہ میں مجاور تھا۔ چنانچہ اپنی بیٹی کی تجیز و تکفین کے بعد اسے جنت المعلیٰ میں دفن کیا۔

تو یہ اس زمین کے تعجب خیز امور ہیں جن کی میں نے خبر دی۔

وہاں کعبہ بھی ہے

اس زمین میں میں نے ایک کعبہ دیکھا۔ وہاں کے رہنے والے بغیر لباس کے اس کا طواف کرتے تھے اور وہ مکہ معظمہ کے بیت اللہ شریف سے بڑا تھا۔ اس کے چار ارکان تھے۔ جب لوگ اس کا طواف کرتے تو وہ ان کے ساتھ گفتگو

کرتا اور انہیں سلام کرتا۔ اور وہ انہیں اُن علوم سے مستفید کرتا جو اُن کے پاس نہیں تھے۔

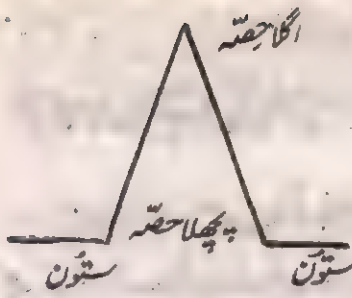
مٹی کا سمندر پتھروں کی کشتی

میں نے اُس زمین میں مٹی کا ایک سمندر دیکھا جو پانی کی طرح جاری تھا اور چھوٹے اور بڑے پتھروں کو دیکھا جو ایک دوسرے کی طرف اس طرح چل رہے تھے جیسے لوہا مقناطیس کی طرف چلتا ہے۔ یہ پتھر طبعی طور پر ایک دوسرے سے نااصل نہ رکھتے تھے بلکہ ان کا فاصلہ لوہے اور مقناطیس کی کشتی کی طرح تھا، کہ اُس میں قوت نہیں کہ اُسے روک سکے۔ چنانچہ جب انہیں چھوڑ دیا جاتا تو وہ ایک مخصوص نااصل سے ایک دوسرے کی طرف چلتے ہوئے ایک دوسرے میں ضم ہو جاتے اور اُن پتھروں سے ایک کشتی کی صورت پیدا ہو جاتی۔ اور میں نے اُن میں سے ایک چھوٹی سی کشتی دیکھی۔

جب ان پتھروں کا سفینہ مکمل ہو جاتا تو وہ لوگ اُس میں سوار ہو کر مٹی کے دریا میں چھوڑ دیتے اور اپنی خواہش کے مطابق دوسرے شہروں میں سفر کرتے تو اپنی خاصیت کے مطابق ریت، مٹی وغیرہ سفینے کے بیرونی حصہ میں چمٹ جاتی۔

میں نے وہاں جو کچھ دیکھا اُن میں سفینوں کا اس دریا میں چلنا عجیب تر تھا۔ ان سفینوں کی صورت ایک جیسی ہوتی ہے۔ سفینے کے دونوں بازوؤں کے آخر پر دو بڑے ستون ہوتے ہیں اور یہ سفینے سوار کے قد سے اونچے ہوتے ہیں۔ اس سفینے کی زمین پچھلی جہت سے دونوں ستونوں کے درمیان کھلی اور دریا کے برابر ہوتی ہے اور اُس میں اس دریا کی ریت سے اپنی خاصیت کے ساتھ ہرگز کوئی چیز داخل نہ ہوتی۔

اور اُس کشتی کی شکل یہ ہے۔



وہاں کے شہر

اس زمین میں شہر ہیں جن کا نام

روشنی کے شہر ہیں۔ ان میں عارفوں سے

وہی شخص داخل ہو سکتا ہے جو مصفا اور اختیار دیا گیا ہو۔ ان شہروں کی تعداد تیرہ^{۱۳} ہے اور یہ سب ایک ہی سطح پر بنے ہوئے ہیں۔ ان کی بنیادیں عجیب ہیں۔ یہ شہر اس زمین کے ایک ہی مقام پر بنائے گئے ہیں۔ ان میں ایک چھوٹا شہر ہے اور اس کی دیواریں بہت بڑی ہیں جب سوار اُس کا چکر کاٹنا چاہے تو اُسے تین سال کا عرصہ درکار ہے۔

جب اس شہر کو قائم کیا تو انہوں نے اُسے اپنے منافع و مصالح اور اعداد کا خزانہ مقرر کیا اور بعد ازاں اُس کے پہلوؤں میں برج بنائے جو شہر کے برجوں سے اونچے ہیں اور ان کی عمارت پتھروں سے تعمیر کی۔ یہاں تک کہ وہ عمارت گھر کی چھت کی طرح ہو گئی۔ انہوں نے اس چھت کو زمین بنا کر اُس کے اوپر ایک اور بہت بڑے شہر کی بنیاد رکھی جس کی عمارتیں اُس سے بڑی تھیں۔ انہوں نے اُس شہر میں سکونت اختیار کی اور وہ اُن سے تنگ ہو گیا تو انہوں نے اُس پر دوسرے بہت بڑے شہر کی بنیاد رکھی۔ اور وہ ہمیشہ عمارتیں بناتے رہے اور ایک طبقہ پر دوسرے طبقہ کی بنیادیں رکھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ اُن کی تعداد تیرہ^{۱۳} ہو گئی۔

پھر میں کچھ مدت کے لئے اُن سے غائب رہا اور دوسری مرتبہ اُن کی طرف گیا تو پتہ چلا کہ انہوں نے دو شہر مزید بنائے ہیں جن میں ایک کو دوسرے کے

اوپر بنایا گیا ہے۔ اور اُن میں اُن کے لئے بادشاہ ہیں جن میں نطف اور رحم دلی پائی جاتی ہے۔

وہاں کے بادشاہ

میں نے اُن میں سے ایک جماعت کے ساتھ صحبت اختیار کی اور وہ بمنزلہ حمیر میں فیل کے اتباع کرنے والا تھا۔ اور میں نے کوئی بادشاہ نہیں دیکھا جو اُس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو۔ اُسے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر نے اپنی ملکی تدبیروں سے روک رکھا تھا۔ میں نے اُس کے ساتھ نفع حاصل کیا اور اُس کے ساتھ بہت سی مجلسیں کیں۔

اُن میں ایک بادشاہ کا نام ذوالعرف تھا اور وہ بہت بڑا بادشاہ تھا۔ میں نے زمین کے بادشاہوں میں کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا جس کی طرف اُس سے زیادہ بادشاہوں کے پیغام لانے والے آتے ہوں۔ وہ بہت زیادہ متحرک اور نرم تھا۔ وہ اپنی طرف آنے والوں کے ساتھ نطف اور مہربانی سے پیش آتا۔ لیکن جب وہ غضب ناک ہوتا تو اُس کے غصے کے سامنے کوئی چیز نہ ٹھہرتی۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے جو چاہی قوت عطا فرما رکھی تھی۔

میں نے اُس زمین کے دریا کا ایک بادشاہ دیکھا جو منبع الحمی تھا اور سابع کے نام سے بلایا جاتا تھا۔ وہ کم مجالس کرتا تھا۔ لوگ اُس سے بلنا چاہتے تھے اور وہ کسی کی طرف التفات اور توجہ نہ کرتا تھا۔ اُس کے پڑوس میں ایک بہت بڑا سلطان تھا۔ اُس کا نام سابق ہے۔ جب اُس کے پاس کوئی شخص آتا تو وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو جاتا اور بہان کے آنے سے اُس کے چہرے پر لبناشت اور

خوشی کا اظہار نہ ہوتا۔ اور اپنے حاجت مند کے سوال سے پہلے تمام لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو جاتا۔ میں نے اُسے اُم میں کہا تو اُس نے مجھے کہا! مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ مخلوق سے غیرت سوال کے باعث سائل کے چہرے پر ذلت دیکھوں۔ کہ وہ کسی غیر اللہ کے سامنے ذلت اٹھائے اور وہ شخص توحید کے قدم پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ واقفیت رکھتا ہو۔ اور بہت سے چہرے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف حجاب کے ساتھ اسباب موضوعہ کی طرف مصروف رہتے ہیں۔ تو یہ امر مجھے ہمان کی تحکیم پر اُبھاتا ہے۔

ایک اور بادشاہ

اُس نے کہا! میں ایک اور بادشاہ کے پاس گیا جسے القام بامر اللہ کے نام سے پکارتے۔ وہ اپنے دل میں غنیمت الہیہ کے غلبہ سے ہمان کی طرف التفات نہ کرتا۔ اور نہ اُس ہمان کو جانتا۔ عارفوں سے جو ہمان اُس کے پاس آتا تو وہ صرف اُسے اس لئے دیکھتا کہ وہ کس حال پر ہے۔ اُس نے اپنے ہاتھ ملزموں اور عہد در ماندہ کی طرح اپنے سینے پر باندھ رکھے تھے اور دونوں پاؤں کے مقام کو سر جھکا کر دیکھ رہا تھا۔ اُس سے کوئی بال حرکت نہیں کرتا تھا اور نہ اُس سے اعضاء مضطرب تھے۔ جیسا کہ ایک قوم کی اُن کے سلطان کے ساتھ حالت کے بابے میں کہا گیا ہے۔

کأنما الطیہ منہم فوق ارضہم

لا خوف ظلم لکن خفا جلال

” جیسا کہ اُن کے سروں کے اوپر پرندہ بیٹھ جائے تو جلال الہی کے خوف سے اُن کا یہ حال ہے۔ لیکن خوف اجلال سے پرندہ اُن سے نہیں ڈرتا۔“ عارفین اُس سے مراقبہ کے حال کی تعلیم دیتے ہیں۔

غیرت مند بادشاہ

اُس نے کہا! میں نے ایک بادشاہ کو دیکھا تو ردِ آع کے نام سے منسوب کرتے تھے۔ وہ مہیب المنظر، لطیف الخیر، شدید غیرت مند اور دائم الفکر تھا۔ جب وہ کسی کو طریقِ حق سے نکلنے دیکھتا تو اسے حق کی طرف لوٹا دیتا۔ کہا! کہ میں نے اس کی صحبت سے فائدہ اٹھایا اور وہاں کے بہت سے بادشاہوں کے ساتھ مجلس کی اور اُن کے عجائب سے یہ امر دیکھا کہ اُن کے نزدیک اللہ تبارک و تعالیٰ کی تعظیم راجح تھی۔

اگر ہم اسے کھول کر تحریر کریں تو کتابت کرنے والا اور سُسنے والا تنگ آ جاتے۔ پس اُس زمین کے عجائبات سے اسی قدر کافی ہے۔

وہاں اٹھارہ بادشاہ ہیں

اُن کے شہر بے شمار ہیں اور وہاں کے دیہات سے زیادہ ہیں اُس مملکت کے اٹھارہ بادشاہ ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر ہم نے کیا ہے اور بعض سے سکوت اختیار کیا ہے۔

ہر بادشاہ کے لئے جو سیرت و احکام ہیں وہ دوسرے کے لئے نہیں ہیں۔

کھانا بادشاہ کھلاتے ہیں

اُس نے کہا! ایک دن میں اُن کے دیوان میں گیا تاکہ اُن کی ترتیب کو دیکھوں۔ تو میں نے ہر بادشاہ کو دیکھا کہ اپنی رعایا کا رزق دینے پر قائم ہے۔ جو پیچھے وہ پہنچے تو میں نے انہیں دیکھا۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو بے شمار

خلقت کھڑی ہو گئی۔ اُن کا نام جبات ہے اور وہ ہر گھر کے قاصد تھے اور امیر اُسے مطبخ سے اُس کے خاندان کی مقدار پر کھانا عطا کر دیتا اور وہ مجاہبی کو لے کر واپس چلا جاتا اور جو شخص اُنہیں کھانا تقسیم کرتا۔ وہ ایک ہوتا اور دوسرا نہ ہوتا۔ اُس کے ہاتھ قاصدوں کی مقدار لمبے تھے۔ پس وہ ایک ہی وقت میں کھانا ہر شخص کے برتن میں ڈال دیتا اور وہ واپس چلا جاتا۔ جو مزید کھانا بچ رہتا اُسے اٹھا کر وہ خزانے کی طرف لے جاتا۔ جب اس تقسیم سے نارغ ہو جاتا تو خزانے میں داخل ہو جاتا۔ اور فاضل کھانے کو لے کر اُن فیروں کے پاس آ جاتا جو بادشاہ کے دروازے پر کھڑے ہوتے۔ چنانچہ وہ اُن کی جھولی میں کھانا ڈال دیتا اور وہ اُسے کھا لیتے اور وہ ہر روز ایسے ہی کرتے۔

ہر بادشاہ کے خزانہ پر خوبصورت شخص مقرر ہوتا جسے خازن کہتے۔ اس بادشاہ کی تمام مملکت اُس کے ہاتھ میں ہوتی۔ اُن کی شرع سے یہ بھی ہے کہ وہ کسی کو دالی بنا کر معزول نہ کرتے۔

ہر کام پر ایک شخص ہوتا

میں نے اُن میں سے ایک شخص کو دیکھا جس کی حرکات مجھے بہت اچھی معلوم ہوئیں۔ وہ بادشاہ کے ایک طرف بیٹھا ہوا تھا اور میں بادشاہ کے دائیں طرف تھا۔ میں نے اُس بادشاہ سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک اس شخص کا کیا مقام ہے؟ بادشاہ نے تبسم ریزہ ہو کر کہا۔ ”جھے یہ اچھا لگتا ہے؟“ میں نے اسے کہا: ”ہاں!“

بادشاہ نے کہا: ”یہ معمار ہے جو ہماری سکونت کے لئے گھر بناتا ہے اور شہر بناتا ہے۔ تم نے جو کچھ دیکھا اسی کے عمل کے آثار ہیں۔“

میں نے اُن کے صرافہ بازار میں دیکھا کہ پورے شہر میں اُن کا کھراکھوٹا دیکھنے والا ایک ہی شخص ہے۔ علاوہ ازیں اُس بادشاہ کے زیر تسلط جتنے بھی شہر ہوتے ہیں اُن میں بھی اکیلا وہی سنار ہوتا۔

ایسے ہی میں نے اُن کی سیرت میں دیکھا کہ اُن کا ہر امر ایک ہی شخص کے سپرد تھا۔ لیکن اُس کے لئے کار بندے ہوتے۔

اس زمین کے رہنے والوں کو اللہ کی معرفت دوسرے لوگوں سے زیادہ ہوتی۔ ہر وہ چیز جسے عقل ہمارے نزدیک دلیل کے ساتھ محال جانتی ہے۔ ہم نے اُسے اُس زمین میں ممکن اور وقوع پذیر دیکھا۔

إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

خدا قادر ہے

ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ عقیدے قاصر ہیں اور اللہ تعالیٰ اجتماعِ خُشْدِین، جسم کے دو مکانوں میں موجود ہونے، عرض کا اپنی ذات کے ساتھ قیام و انتقال اور معنی کے معنی کے ساتھ قیام کرنے پر قادر ہے۔

ہمارے نزدیک وارد ہونے والی ہر آیت و حدیث جسے عقل اُس کے ظاہر سے پھرتی ہے۔ اُسے ہم نے اُس زمین میں اُس کے ظاہر پر پایا اور ہر جسم میں روحانی فرشتہ اور جتن اور ہر وہ شکل جسے انسان خواب میں دیکھتا ہے مشکل ہو سکتا ہے۔ پس اُس زمین کے اجساد کے لئے اُس زمین میں مخصوص مقام ہے اور اُن کے لئے تمام عالم کی طرف کھینچے ہوئے رقائق ہیں اور ہر رقیقہ پر ایک امین ہے جب یہ امین ارواح سے کسی روح کا معائنہ کرتا ہے وہ

ان صورتوں سے کسی صورت کے لئے مستعد ہوتا ہے۔ پس اُسے اُس صورت کا لباس پہنا دیتا ہے۔ جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت اپنا لیتے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس زمین کو حق تعالیٰ نے برزخ میں بنایا ہے اور اُس کے اجساد کے لئے اُس کی عین سے ایک مقام مقرر فرمایا ہے۔ موت کے بعد اور نیند کی حالت میں اُن کا روحانیت کا لباس اور نفوس اُس کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔

پس ہم اُس زمین کا ایک عالم ہیں اور اُس زمین کی ایک سمت جنت میں داخل ہوتی ہے جس کا نام سوق یا بازار ہے۔

ایک دقیق مثال

ہم آپ کے لئے اُس طرف کی مثال امتداد کی صورت بیان کرتے ہیں جس کا عالم اُس زمین سے بلا ہوا ہے۔

چنانچہ یہ ایسے ہیں کہ انسان جب چراغ یا سورج اور چاند کی طرف دیکھتا ہے۔ پھر ابروؤں کے ساتھ جسم مستقیم اور آنکھ کے درمیان اس جسم مستقیم کی طرف اُن خطوط کی شبیہ کو دیکھتا ہے جو چراغ سے اُس کی آنکھ کی طرف اتصال کرتی ہے۔ چنانچہ جب ناظر کے مقابلہ میں یہ پلکیں تھوڑی تھوڑی اکٹھی ہیں تو وہ اُن خطوط کو لمبا دیکھتا ہے جو اُس جسم منور کی طرف جاتے ہیں۔

پس جسم منور اُس زمین سے اُن صورتوں اور ناظر کے لئے معینہ مقام کی مثال ہیں اور عالم اور امتداد کی مثال یہ خطوط ہیں جیسا کہ اجساد کی صورتیں نیند میں اور موت کے بعد اُس کی طرف اور جنت کے بازار کی طرف منتقل ہوتی ہیں۔

وہ ارواح جو اُس سے متلبس ہیں اور ان خطوط کی رویت کی طرف تیرا قصد
 اس فعل کے ساتھ پلکوں کے حائل ہونے والے کے ارسال کرنے سے ہے۔ ناظر
 اور جسم منور کے درمیان استعداد کی مثال ہے۔ اور ان خطوط کا اٹھانا اس
 حال کے نزدیک استعداد و انقباض خطوط کے نزدیک صورتوں کا اٹھانا ہے اور
 منور جسم کی طرف رفع حائل کے وقت صورتوں کا رجوع اس زمین کی طرف زوال
 استعداد کے وقت ہے۔

ابس بیان کے بعد کوئی بیان نہیں ہم نے اس زمین کے عجائبات اور
 جو اس کے ساتھ متعلق ہے۔ اس کے معارف اپنی بڑی کتاب میں کھول کر
 بیان کئے ہیں جو ہم نے تالیف کی ہے۔
 الحمد للہ گیارھویں جز اور آٹھویں باب کا ترجمہ ختم ہوا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

باب نہم

وجود ارواح مارجیہ ناریہ کی معرفت کا بیان !

مرح النار والنبات فقامت	سورة الجن برزخا بین شیعین
بین روح بحسب ذی مکان	فی حسیض و بین روح بلا این
فالذی قابل التجسم منها	طلب القوت للتغذی بلامین
والذی قابل الملائک منها	قبل القلب بالتشکل فی العین
ولھذا یطیع و فقاو یمسی	و یجازی مخالفو ہم بنارین

آگ اور نباتات جیسے توجہ کی صورت قائم ہوئی جو دو چیزوں کے درمیان برزخ ہے۔ پسٹی اور روح لامکان کے درمیان، اور مکان والا روح مجسم کے درمیان ہے جس نے اس سے جسم کو قبول کیا۔ وہ امین کے ساتھ اپنی غذا کے لئے کھانا طلب کرتا ہے۔ اس سے جو فرشتوں کے مقابل ہوا۔ اس نے عین کے ساتھ متشکل قلب قبول کیا۔

اس لئے وہ کسی وقت فرمانبردار اور کسی وقت نافرمان ہوتا ہے اور ان کے مخالفوں کو دو جہنموں کے درمیان بدلہ دیا جاتا ہے۔

شعلہ مارنے والی آگ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَارٍ الرَّحْمَنُ آيَت ۱۵

اللہ تعالیٰ نے جنوں کو شعلہ مارنے والی آگ سے پیدا فرمایا:

صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ملائکہ کو نور سے پیدا فرمایا اور آس نے جنوں کو

آگ سے پیدا کیا۔ اور انسان کو آس چیز سے پیدا فرمایا جو تمہارے لئے کہی گئی۔

تخلیقِ انسانی میں اختصار کیوں

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسان کی تخلیق کے بارے

میں فرمایا کہ جو چیز تمہارے لئے کہی گئی اور ملائکہ اور جنوں کی تخلیق کی طرح وضاحت

نہیں فرمائی تو اس سے آپ کو اختصار مطلوب تھا۔ کیونکہ آپ کو جامع کلمات عطا

ہوتے تھے اور یہ اسی جامعیت سے ہے کیونکہ ملائکہ اور جن اپنی اصل تخلیق

سے مختلف نہیں۔

انسان کی تخلیق مختلف ہے

رہا انسان تو یہ اپنی تخلیق سے چار انواع پر مختلف ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق حضرت حوا علیہا السلام کی تخلیق کے

مشابہ نہیں اور حضرت حوا علیہا السلام کی تخلیق تمام بنی آدم کی تخلیق کے

مشابہ نہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق مخلوق سے مشابہ نہیں جیسا کہ

ہم نے ذکر کیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اختصار کا قصد فرمایا۔

اور تخلیقِ انسان کی تفصیل جو ہمیں پہنچی ہے۔ اُسے اسی مقام پر رہنے

دیا۔ پس حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے اور حضرت حوا علیہا السلام پسلی

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح پھونکنے سے اور بنی آدم کو ماہر مہین سے پیدا کیا۔

اربعہ عناصر کی تشریح

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارکانِ اربعہ کو پیدا فرمایا اور فلک کو اکب ثابتہ کے مقعر کی طرف دھوئیں کو بلند کیا اور اس دھوئیں کو پھاڑ کر سات آسمان پیدا کئے جو ایک دوسرے سے امتیاز کرتے ہیں اور ہر آسمان میں اس کے امر کی وحی فرمائی۔

اس کے بعد زمین میں قوتوں کے اندازے قائم کئے اور یہ سب کچھ چار روز میں پیدا ہوا۔

پھر زمین کے آسمانوں کے لئے فرمایا کہ طوعاً و کرہاً میری اطاعت کریں۔ یعنی جب تم دونوں سے میں کسی چیز کا ارادہ کروں تو اس پر فرماں برداری کرو۔ پس دونوں نے کہا۔ ہم تیری اطاعت کرنے والے ہیں۔

پس اللہ سبحانہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کے درمیان حمامِ معنویہ مقرر فرمایا۔ اور اللہ سبحانہ نے زمین سے مولدات و معدنیات، اور نباتات و حیوانات کو وجود میں لانے کا ارادہ فرمایا۔ اور زمین کو اہل خانہ کی طرح مقرر فرمایا اور آسمان کو شوہر کی طرح مقرر فرمایا اور آسمان اس امر کو زمین کی طرف ڈال دیتا جو اسے اللہ تعالیٰ وحی فرماتا۔ جیسا کہ مرد و عورت میں جماع کے ساتھ پانی ڈال دیتا ہے۔ اور زمین میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے زمین کے طبقات پر تکوینیات سے جو خاصیت رکھی ہے اسے ظاہر کر دیتی ہے۔ جب ہوا اس سے مشتعل اور گرم ہوتی ہے تو چراغ کی مثل روشن ہو جاتی ہے۔ آگ کے اس شعلے کا مشتعل ہونا

اتحراق ہوا ہے۔ اور اس کا نام مارج ہے یعنی شعلہ مارنے والی آگ۔ کیونکہ آگ کا ہوا سے اختلاط ہوتا ہے۔ اور یہ اشتعال ہوا ہے۔ اس لئے کہ مارج کا معنی اختلاط ہے اور مارج کا نام مارج اس وجہ سے ہے کہ اس میں نباتات کا اختلاط ہے تو یہ ہوا اور آگ دو عنصروں سے ہے۔ یعنی جنات۔

جیسا کہ آدمی مٹی اور پانی کے گوندھنے سے دو عنصروں سے پیدا ہوا تو اس کا نام ”طین“ رکھا گیا۔

جنات کیوں متکبر ہیں

جیسا کہ آگ اور ہوا کے امتزاج سے اسم ”مارج“ بنا۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس مارج میں جنوں کی صورت کو کھولا۔ کیونکہ جنات میں ہوا ہے۔ اس لئے وہ جس صورت میں چاہیں متشکل ہو جاتے ہیں۔ اور جن میں آگ ہے جو آ سے ہلکا پھلکا اور بہت ہی لطیف رکھتی ہے اور جن میں قہر و تکبر اور غرور ہے کیونکہ وہ آگ سے پیدا ہوا ہے جو ارکانِ مکان سے بلند ہوتی ہے۔ اور اس کے لئے محال اشیاء پر تسلط ہے جس کا اقتضائے اس کی طبیعت کرتی ہے اور یہی سبب تھا کہ اس نے اللہ عزوجل کے فرمان کے وقت حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار اور غرور کیا اور یہ تاویل پیش کی کہ میں اس سے بہتر ہوں۔ یعنی اس اصل کے حکم کے ساتھ جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارکانِ اربعہ کے درمیان ارسال فرمایا تھا۔ اور یہ نہ جانا کہ پانی کا تسلط اور غلبہ جس سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا گیا اس سے زیادہ طاقتور ہے کیونکہ وہ آگ کو بجھا دیتا ہے اور مٹی اس سے ٹھنڈک اور خشکی کی وجہ سے زیادہ ثبات والی ہے۔

انسان کیوں متواضع ہے

پس آدم کے لئے قوت اور ثبات ان دونوں ارکان کے لئے ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے ان دونوں سے پیدا فرمایا ہے۔ اگرچہ اس میں باقی ارکان ہیں لیکن ان کے لئے یہ تسلط اور غلبہ نہیں۔ اور وہ ہوا اور آگ ہیں۔ جیسا کہ جنات میں باقی ارکان ہیں جن کا نام مارج ہے لیکن ان کے لئے اس پیدا آتش میں یہ غلبہ نہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آدم کو تواضع اور انکسار اس کی طینت و طبیعت کے ساتھ عطا فرماتے ہیں۔

چنانچہ اگر وہ تکبر کرتا ہے تو وہ اس کے لئے عارضی امر ہے جس کو وہ آگ کے رکن کی وجہ سے قبول کرتا ہے۔ جیسا کہ صورتوں کا اختلاف اپنے خیال اور اپنے احوال میں ہوا سے قبول کرتا ہے۔

اور جنات کو آتش طبع کے طور پر تکبر عطا ہوا ہے۔ اگر وہ کسی امر میں تواضع سے کام لیتا ہے تو یہ اس کے لئے عارضی ہے جس کو وہ مٹی سے قبول کرتا ہے۔

جنات کا انکسار کیوں ہے

جیسا کہ شیطان ہونے کے باوجود وہ اغوار پر ثبات کو قبول کرتا ہے اور اگرچہ وہ شیطان ہے لیکن فرماں برداری پر ثبات کو قبول کرتا ہے۔ صحابہ کرام کے پاس سورت رحمن کی تلاوت کے وقت حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دیتے ہوئے فرمایا جب میں نے یہ سورت

غالب آگئی۔ اور وہ ایک حالت پر قرار نہ لے سکی۔ تو اس صورت پر عالم جنات ظاہر ہو گئے۔

جیسا کہ تناسل بشری میں رحم میں پانی ڈالتے سے اس صنف بشریہ آدمیہ میں اولاد پیدا ہوتی ہے۔ ایسے ہی رحم موتث میں ہوا ڈالتے سے جنات میں تناسل واقع ہوتا ہے اور ان سے صنف جنات میں ذریت و توالد کا سلسلہ چل نکلتا ہے۔ جنات کا وجود آگ کی کمان سے ہے۔ اور ان کا وجود آگ کی کمان سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتے۔ وارد نے ایسا ہی ذکر کیا ہے۔

جن انسان سے کتنا عرصہ پہلے پیدا ہوئے

جنات کی تخلیق اور آدم کی تخلیق کے درمیان ساٹھ ہزار سال کا عرصہ ہے بعض لوگوں کا گمان ہے کہ جنات کا توالد چار ہزار سال گزرنے کے بعد منقطع ہو جاتا ہے جب کہ بشر کا توالد سات ہزار سال گزرنے کے بعد منقطع ہوتا ہے لیکن اس امر پر واقع نہیں ہوتا بلکہ راجح امر یہ ہے کہ جو اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ پس جنات میں توالد آج تک باقی ہے اور ایسے ہی ہم میں ہے۔

آپ اس کے ساتھ تحقیق کر سکتے ہیں کہ آدمی کی کتنے سال عمر باقی ہے اور دنیا ختم ہونے اور فنا بر بشر کے لئے اس کے ظاہر ہونے سے اور اس کے دارِ آخرت کی طرف منقلب ہونے تک کتنا عرصہ باقی ہے۔ یہ علم میں راسخین کا مذہب نہیں۔ بلکہ بہت ہی کم لوگوں کا گمان ہے۔

جَنّات کیسے پیدا ہوتے ہیں

پس ملائکہ انوار میں پھونکی ہوئی ارواح ہیں اور جنّات ہواؤں میں پھونکی ہوئی ارواح ہیں اور انسان جسموں میں پھونکی ہوئی ارواح ہیں۔

کہتے ہیں کہ جنّات سے اُس کی مَوْت پہلے نہیں پیدا ہوتی۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت حوا علیہا السلام پیدا ہوئیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک جَنّ میں اندام نہانی پیدا کئے اور اُس نے اپنے آپ سے خود ہی مجامعت کی تو اُس سے ذریتِ آدم کی طرح مذکر اور مؤنث پیدا ہوئے۔ پھر انہوں نے ایک دوسرے سے مجامعت کی تو اُن سے مُخَنَّث پیدا ہوئے۔ اسی لئے برزخ میں جنّات فرشتوں اور انسانوں کے مشابہ ہیں جیسا کہ مُخَنَّث کی مشابہت مذکر سے بھی ہوتی ہے اور وہ مؤنث سے بھی مشابہ ہوتا ہے۔ ہم نے یہ وہ روایت بیان کی ہے جو ہم سے بیان ہوئی کہ دین کے ایک امام نے ایک مُخَنَّث کو دیکھا جس کے پاس دو لڑکے تھے ایک لڑکے نے اُس سے پشت کی طرف سے اور ایک نے اُس کے پیٹ کی طرف سے جماع کیا تو اُس کے ہاں اولاد پیدا ہو گئی۔ مُخَنَّث کا نام انخثاٹ ہے اور وہ ایسترخاٹ کے معنوں میں ہے اور رخاوت و استرخاٹ کا معنی قوت اور شدت کا نہ ہونا ہے۔ پس اُس میں نہ تو مذکر کی طرح نر کی قوت ہوتی ہے اور نہ مؤنث کی طرح مادہ کی قوت ہے۔ چونکہ وہ دونوں قوتوں میں سُستی اور کمزوری کا شکار ہوتا ہے اس لئے اُسے خُنْثی یا مُخَنَّث کہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

جَنّوں کی غذا جنّات پر چونکہ ہوا اور آگ غالب ہوتی ہے۔ اس لئے اُن

کی وہ غذا ہوتی ہے جسے ہوا اٹھا لیتی ہے اور وہ ہڈیوں کی چربی ہوتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن کا رِزق ہڈیوں میں مقرر فرمایا ہے۔ پس ہم دیکھتے ہیں تو ہڈیوں کے جوہر اور اُن پر چڑھے ہوئے گوشت میں سے کسی چیز کو کم نہیں پاتے۔ اس سے ہمیں قطعی طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن میں اُن کا رِزق مقرر فرمایا ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہڈیاں تمہارے جہنم بھائیوں کے لئے خوراک ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن کے لئے ان میں رِزق رکھا ہے۔

مکاشفین میں سے ایک شخص نے مجھے بتایا کہ میں نے جنوں کو دیکھا کہ وہ ہڈیوں کے پاس آکر درندوں کی طرح سونگھتے پھر واپس چلے جاتے۔ وہ ہڈیوں کو سونگھ کر اپنی غذا اور قوت حاصل کر لیتے ہیں۔ پس لطیف و خیر ذات پاک ہے۔

جنوں کا ملاپ

جَنّات کا جماع کے وقت ایک دوسرے سے ملاپ اس طرح ہے جیسے آپ آتش دان یا انگیسٹی سے دھواں خارج ہوتا دیکھتے ہیں کہ ایک دھواں دوسرے دھوئیں میں داخل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اسی طرح جَنّات ایک دوسرے میں داخل ہوتے ہیں اور دونوں میں سے ہر ایک اس دخول سے لذت اندوز ہو لیتا ہے اور اُن کا ملاپ کھجور کے مجرد راج کے ساتھ پیچھے ہٹنے کی طرح ہے ایسے ہی اُن کی غذا برابر ہے۔

بگولے کب اٹھتے ہیں جَنّات کے شعوب و قبائل ہوتے چنانچہ بیان کیا گیا

ہے کہ اصولی طور پر ان کے بارہ قبیلے ہیں۔ پھر ان میں افخاذ کی طرف شاخیں ہیں اور ان کے درمیان بڑی بڑی جنگیں واقع ہوتی ہیں اور بعض بگولے عین جنتوں کی جنگ کے وقت پیدا ہوتے ہیں کیونکہ بگولہ جب دو ہواؤں کے درمیان مقابل میں آتا ہے تو ہر ہوا ایک دوسری کو آگے نکل جانے سے روک دیتی ہے۔ اور ان کی آپس کی یہ رکاوٹ ایک دائرہ بنا دیتی ہے جو غبار میں بظاہر دیکھی اور محسوس کی جاسکتی ہے اور اس کے آثار دو متضاد ہواؤں کے سامنے ہوتے ہیں تو ان کی جنگیں اس کی مثل ہوتی ہیں اور ہر بگولہ ان کی جنگ کی وجہ سے نہیں ہوتا۔

عمر و جن کی بابت یہ بات مشہور روایت میں آتی ہے کہ اس کا قتل بگولے میں ہوا جو دیکھا گیا اور جب یہ بگولہ منتشر ہوا تو عمر و قریب المرگ تھا اور کچھ دیر بعد وہ مر گیا۔ اور وہ جنتوں میں نیک بندہ تھا۔ اگر یہ کتاب اخبار و حکایات پر مبنی ہوتی تو ہم اس میں اس گوشہ کا بھی ذکر کرتے۔ مگر یہ کتاب علم معانی پر ہے پس آپ یہ حکایات تواریخ ادب اور ان کے اشعار میں دیکھیں۔

روحانیوں کو قید کرنے کا طریقہ

ہم پھر واپس ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ عالم روحانی جب متشکل ہو کر صورتِ حسیہ میں ظاہر ہو تو آنکھ اسے قید کر لیتی ہے اور اس کی یہ طاقت نہیں کہ وہ اس صورت سے نکل سکے جب تک کہ خاصیت کے ساتھ آنکھ اس کی طرف دیکھتی رہے۔ لیکن جب انسان اسے قید کر لے اور ناظر اس کی طرف سے نظر نہ ہٹائے اور اس کے لئے چھپنے کی جگہ نہ ہو تو یہ روحانی اس کے لئے ایسی صورت ظاہر کرتا ہے جسے وہ اپنے اوپر پردہ بتا لیتا ہے۔ پھر ناظر کے تخیل میں یہ صورت مخصوص جہت کی طرف چلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور اس

کی بصارت اُس کا بچھا کرتی ہے جب اُس کی نظر اُس کے پیچھے رہتی ہے تو روحانی اُس کی نظر سے نکل کر غائب ہو جاتا ہے اور روحانی کے غائب ہونے سے یہ صورتِ ناظر کی نظر سے پھپھپ جاتی ہے جو اُس کے پیچھے لگی ہوتی تھی۔

کیونکہ وہ روحانی کے لئے ایسے ہے جیسا کہ چراغ کی روشنی گوشوں میں منتشر ہوتی ہے تو جب چراغ کا جسم غائب ہو جاتا ہے تو یہ روشنی گم ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی اس صورت کے گم ہو جانے کا حال ہے۔

چنانچہ جو اس امر کو جانتا ہے اور روحانی کو قید کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ اُس کی بصارت اُس صورت کے پیچھے نہیں جاتی۔ یہ وہ اسرارِ الہیہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی تعریف کے علاوہ نہیں پہچانے جاتے۔ اور یہ صورت عینِ روحانی کی غیر نہیں بلکہ یہ اُس کی صورتِ عین ہے۔ اگرچہ وہ صورت ایک ہزار مکان میں ہو یا مختلف شکلوں میں ہر مکان میں ہو۔ اور جب ان صورتوں میں سے کسی صورت کے قتل ہونے کا اتفاق ہو اور وہ ظاہرِ امر میں مَر جاتے تو یہ روحانی حیاتِ دنیوی سے برزخ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جیسا کہ ہم موت کے ساتھ منتقل ہوتے ہیں۔ اور عالمِ دنیا میں ہماری طرح اُس کی کوئی بات باقی نہیں رہتی۔ ان صورتِ محسوسہ کا نام جن میں روحانیت ظاہر ہوتی ہے اجساد ہوتا ہے اور یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہے۔

وَالْقَيْنَا عَلٰی كُوسَيْتٍ جَسَدًا
صل آیت ۳۴

اور اُن کے تخت پر ایک جسم ڈال دیا۔
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا اَلَا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ
الانبیاء آیت ۸

اور ہم نے انہیں ایسا جسم نہیں بنایا کہ کھانا نہ کھاتے ہوں

جنوں اور فرشتوں کا فرق

اگرچہ جنوں اور فرشتوں کا روحانیت میں اشتراک ہے لیکن اُن کے درمیان فرق ہے جنوں کی غذا وہ ہے جنہیں اجسام طبعیہ کھانے کی چیزوں کے ساتھ اٹھاتے ہیں اور ملائکہ اس طرح نہیں ہیں۔

لہذا اللہ تبارک و تعالیٰ نے ابراہیم خلیل علیہ السلام کے جہان کے قبضہ میں فرمایا۔

فَلَمَّا رَأَىٰ أَنَّهُ لَا يُصَلِّیْهِمْ إِلَیْهِ فَاذْكُرْهُمْ ۝ هُوَ ذَا بَ ۝

پس جب دیکھا کہ اُن کے ہاتھ کھانے تک نہیں پہنچے۔

جنوں کی پہلی تخلیق کیسے ہوتی

جب چنات کی پیداوار کا وقت آیا تو فلکِ اول سے تین امین فرشتے ان لوگوں کی پیداوار کے سلسلہ میں متوجہ ہوئے۔ پھر انہوں نے دوسرے آسمان سے اپنی ضرورت کے مطابق ان کی پیداوار کے سلسلہ میں اپنے نائبین کو لیا۔ پھر دیگر آسمانوں کی طرف نازل ہوئے اور دوسرے اور چھٹے آسمان سے دو فرشتے لیتے اور ارکان کی طرف نزول کیا اور جگہ تیار کی اور اُن کی اتباع تین اور فرشتوں نے کی اور اپنی ضرورت کے مطابق دوسرے آسمان سے اپنے نائب لیتے پھر تیسرے اور پانچویں آسمان کی طرف نازل ہوئے تو وہاں سے دو فرشتے لیتے اور پھر چھٹے آسمان پر پہنچے تو وہاں سے ملائکہ سے اپنا ایک دوسرا نائب مقرر کیا اور ارکان کی طرف اترے تاکہ ارکانِ چنات کو مکمل اور درست کریں۔ پھر چھ باقی بھی اتر آئے اور انہوں نے

دیگر آسمانوں میں سے اپنے اپنے نابتین کو ساتھ لیا۔ چنانچہ یہ تمام جمع ہو کر علیم و حکیم کے اذن کے ساتھ اس پیدائش کو درست کرتے گئے۔ جب اُس کی نشاۃِ پوری اور تہیاد قائم ہو چکی تو رُوح نے عالمِ اُمر سے توجہ کی اور اس صورت میں رُوح پھونکی جو اُس میں جاری ہو گئی۔ اور اُس کے وجود میں زندگی آ گئی۔ تو وہ حمد و ثنا بولتا ہوا کھڑا ہو گیا جس کے لئے اُس کی جبلت کو بنایا گیا تھا۔ وہ اُس جبلت پر تھا اور اُس کی ذات میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی عزت و عظمت نے گھر کر لیا۔ جس کے سبب کو وہ ہمیں جانتا تھا اور نہ کسی دوسرے کو اس کے ساتھ عزت دیتا تھا۔ کیونکہ عالمِ طبائع سے دوسری مخلوق نہ تھی۔

جن سے شیطان

پس وہ اپنے پروردگار کی عبادت پر اصرار کرتا تھا۔ اور اپنے بنائے والے کی ربوبیت کے لئے اُس کی عزت کا متواضع تھا۔ جس کے ساتھ وہ اپنی نشاۃ میں آیا تھا۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش تک جاری رہا۔ جب جنات نے حضرت آدم علیہ السلام کی صورت دیکھی تو اُن میں سے ایک پر اس پیدائش کے ساتھ بغض غالب آ گیا جس کا نام حارث تھا۔ اُس نے اس صورتِ آدمی کی رویت کے لئے اپنا چہرہ اُس کے سامنے رکھا اور یہ بغض اُس کی جنس کے لئے ظاہر ہوا تو اُس کے ساتھیوں نے اُسے غمزہ اور ملول دیکھا۔

جب آدم کا امر حارث پر ظاہر ہوا اور جو بغض اُس نے اپنی ذات میں اُس کے لئے پایا تھا اُس سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کے

ہائے میں اپنے خالق کا حکم ماننے سے انکار کر دیا اور حضرت آدم علیہ السلام کی
پیداؤش کے ساتھ تکبر کیا اور اپنی اصل کے ساتھ فخر کیا تو اس سے پانی کی قوت
کار از غائب ہو گیا تھا جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر چیز کو زندگی دی اور
اُسی سے ہی جنات کی زندگی ہے اور وہ نہیں جانتے تھے۔
اگر آپ اہل فہم سے ہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد پر غور کریں۔

ہود آیت ،

وَكَانَ عَرْضُهُ عَلَى الْمَاءِ

اور اُس کا عرض پانی پر تھا۔

پس عرض اُور وہ مخلوقات جو عرض کے بر دسی رہے ، رن

اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ

ہی اس آیت ۲۴

ایسی کوئی چیز نہیں جو اس کی حمد کے سوا اس کی یا کبریا کی بیان نہ کرتی ہو۔

پس چیز کو نعرہ کے ساتھ بیان کیا ہے اور تسبیح وہی کرتا ہے جو زندہ ہو۔

انسان سب سے طاقتور ہے

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسن حدیث میں وارد ہوا
ہے کہ فرشتوں نے طویل گفتگو میں کہا! اے پروردگار! کیا تو نے آگ سے زیادہ
شدید چیز بھی پیدا فرمائی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا! ہاں پانی۔

پس پانی کو آگ سے زیادہ طاقتور ٹھہرایا۔ تو اگر ہوا کا عنصر جنات کی
نشاة میں بغیر آگ کے مشتعل ہوتا تو جنات بنی آدم سے طاقتور ہوتے کیونکہ

ہوا پانی سے زیادہ طاقتور ہے۔ اس لئے کہ ملائکہ نے اس حدیث میں کہا ہے۔
اے پروردگار! کیا تو نے پانی سے زیادہ شدید چیز بھی کوئی پیدا فرمائی
ہے؟ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔ ہاں! ہوا پانی سے زیادہ طاقت ور ہے۔
فرشتوں نے پھر عرض کی۔

اے پروردگار! کیا تو نے ہوا سے زیادہ شدید چیز بھی پیدا فرمائی ہے؟
فرمایا! ہاں ابنِ آدم ہوا سے زیادہ طاقت ور ہے۔ (الحديث)
اس جگہ نشۃ انسانہ کو ہوا سے زیادہ طاقت ور مقرر فرمایا ہے۔ اولہ
پانی کو آگ سے زیادہ طاقت ور مقرر کیا ہے۔ اور پانی انسان میں عنصرِ اعظم
ہے۔ جیسا کہ جنات میں بڑا عنصر آگ ہے۔ اس لئے شیطان کے حق میں
کہا گیا۔

إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا (النساء آیت ۷۶)

بے شک شیطان کا داؤ کمزور ہے۔

تو اس کی طرف قوت سے کوئی چیز منسوب نہیں کی گئی۔ اور مصر کے
بادشاہ عزیز کے اس قول کی تردید نہیں فرمائی۔ جو اس نے عورتوں کے حق
میں کہا تھا۔

إِنَّ كَيْدَ كُنَّ عَظِيمٌ (یوسف آیت ۲۸)

بے شک ان کا داؤ بڑا ہے۔

باوجود اس کے عورت کی عقل مرد سے کمزور ہوتی ہے۔ کیونکہ عورتیں
ناقص العقل ہوتی ہیں، تو مرد کی قوت کے ساتھ تیرا کیا گمان ہے۔

انسان میں عقل کیوں زیادہ ہے

اس کا سبب یہ ہے کہ نشاءِ انسانیہ امور میں مودہ، نرمی، فکر اور تدبیر عطا کرتی ہے۔ کیونکہ اس کے مزاج پر پانی اور مٹی دو عنصر کا غلبہ ہے۔ تو اس میں عقل وافر ہوتی ہے۔ کیونکہ مٹی اسے قائم رکھتی ہے اور روکتی ہے اور پانی اسے نرمی اور آسانی فراہم کرتا ہے۔

جہنم کی عقل کیوں کم ہے

اور جہنم ایسے نہیں ہیں کیونکہ جہنم کے لئے عقل نہیں جو اس امساک پر اسے روکے جو انسان کے لئے ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ فلاں خفیف العقل اور سخیف العقل ہے جب کہ کسی کی رائے کمزور ہوتی ہے۔ اور یہ تعریف جہنم کی ہے کہ وہ اپنی عقل کی خفت اور نظر میں عدم اثبات کی وجہ سے سیدھے راہ سے گمراہ ہوا تو اس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں۔ تو عقل خفیف ہونے کی وجہ سے اس میں جہالت اور سوء ادبی جمع ہو گئیں۔ تو جہنم سے جو نافرمان ہوا وہ شیطان ہے۔ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت سے راندہ ہوا۔

جہنم سے پہلا شیطان

جہنم میں سے جس کا نام سب سے پہلے شیطان ہوا اس کا نام حارث ہے۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے ابلیس بنا دیا۔ یعنی اپنی رحمت سے دور ہٹا دیا اور رحمت کو اس سے دور کر دیا۔ اور تمام شیاطین اس کی فرع ہیں۔ تو ان میں سے جو ہامہ بن ہام بن لاقیس بن ابلیس کی طرح ایمان

لے آتے وہ جنوں سے مومنوں کے ساتھ مل گئے اور جو اپنے کفر پر باقی رہا وہ شیطان ہوا۔ اور یہ مسئلہ علمائے شریعت کے درمیان اختلافی ہے۔

کیا شیطان مسلمان ہو سکتا ہے

بعض نے کہا کہ شیطان کبھی اسلام قبول نہیں کرتا اور شیطان کے بارے میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول میں تاویل کرتے ہیں۔ کہ وہ مومن کے قریب ہے۔ بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس پر آپ کی اعانت فرمائی تو وہ مسلمان ہو گیا۔

بعض نے اسلم کی میم کو زبر سے اور بعض نے پیش سے پڑھا ہے تو اس کہنے والے کی تاویل زبر کے ساتھ ہے۔ اس نے اس کے ساتھ کہا۔ "فَاَسْلَمَ مِنْهُ" یعنی میں اس سے سلامت رہتا ہوں۔ اس کا داؤ مجھ پر نہیں چلتا۔ اور ایسے ہی مخالفت کی تاویل ہے کہ وہ اس میں پیش سے پڑھتا ہے کہ شیطان میرا فرماں بردار ہو گیا۔ کہا کہ باوجود وہ دشمن ہونے کے وہ میرا مطیع ہے۔ اور وہ مجھے نیکی کے سوا کوئی حکم نہیں دیتا۔

گویا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لئے شیطان پر جبر کیا۔ یعنی اسے جبراً حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطیع بنایا ہے۔

اور اس معنی سے اختلاف رکھنے والے نے کہا کہ "اسلم" کی میم پر زبر ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ ایمان لایا جیسا کہ ہمارے نزدیک کافر مسلمان ہو کر مومن بن جاتا ہے۔ اور یہ معنی بہتر ہے۔

کیا شیطان پہلا جن ہے

اکثر لوگوں کا گمان ہے کہ شیطان پہلا جن ہے جیسا کہ انسانوں میں حضرت آدم علیہ السلام پہلے بشر ہیں۔ اور ہمارے نزدیک ایسا نہیں بلکہ وہ جنوں میں سے ایک ہے اور ان میں جو پہلا جن تھا۔ جیسا کہ بشریت میں حضرت آدم علیہ السلام پہلے ہیں تو وہ جن شیطان کے علاوہ تھا۔ اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔

إِلَّا ابْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ
مگر ابلیس جنوں میں سے تھا۔
الکہف آیت ۵۰

یعنی مخلوقات جنات کی اس صنف سے جیسا کہ نوع بشریہ سے قابل ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے شقی لکھ دیا اور وہ مخلوق بشریہ سے پہلا شقی ہے اور جنوں میں پہلا شقی شیطان ہے۔

کیا جنوں کو آگ کا عذاب ہوگا

جنوں میں سے شیاطین کو جہنم میں اکثر طور پر گرمی سے نہیں بلکہ ٹھنڈک سے عذاب دیا جائے گا۔ جب کہ انہیں آگ سے بھی معذب کیا جائے گا اور بنی آدم کو اکثر طور پر آگ سے عذاب دیا جائے گا۔

میں نے ایک روز ایک مخبوط الحواس ولی سے واقفیت حاصل کی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور وہ لوگوں سے کہتا تھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے صرف اس قول کے ساتھ توقف نہ کرو۔ جو اس نے ابلیس کے لئے کہا۔

لَا مُلْكَ لَكُمْ فِيهِمْ مِنْكُمْ
صل آیت ۸۵

میں تجھ سے جہنم کو بھڑوں گا۔

بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس اشارہ کی طرف غور کرو جو تمہارے لئے اُس کے قول کے ساتھ کہ جہنم ابلیس کے لئے ہے بیان ہوا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی اُس پر لعنت ہو۔ وہ آگ سے پیدا ہوا ہے اور وہ اپنی اصل کی طرف لوٹ جائے گا اور اگر اُسے معذب کیا گیا تو عذابِ قہار آگ سے زیادہ شدید ہے پس اِس امر کی حفاظت کرو۔

جہنم ٹھنڈا بھی ہے اور گرم بھی

اِس دلی کی نظر جہنم سے بطور خاص آگ پر تھی۔ اور اِس سے غافل رہا کہ جہنم گرمی اور ٹھنڈک کو کہتے ہیں اور گرمی اور ٹھنڈک کو جمع کرنے کا نام جہنم ہے۔ کیونکہ جہنم گریہ المنظر کو کہتے ہیں۔ اور جہام وہ بادل ہے جس کا پانی برس چکا ہوا اور بارش اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے۔ پس جب اللہ تبارک و تعالیٰ بادل سے بارش برسا کہ بادل سے بارش کو زائل کر دیتا ہے تو اُس رحمت کے زائل ہونے سے جسے بارش کہا جاتا ہے اُس کا نام جہام ہو جاتا ہے۔

ایسے ہی اللہ تبارک و تعالیٰ نے جہنم سے رحمت کو زائل کر دیا ہے تو وہ گریہ المنظر ہو گیا۔

اور جہنم کا دوسرا نام بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اُس کی گہرائی بہت دور ہے۔ کہتے ہیں کہ ”رکیتہ جہنام“ جب اُس کی گہرائی بہت دور ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سے اور مومنوں سے سوال کرے گا۔ مگر جو اِس سے ہو گا اِس باب میں اِسی قدر کافی ہے۔

باب دہم

بادشاہ کے دورہ کی معرفت میں اور اس میں منفصل ہونے والے پہلے وجود اور دوسرے وجود کا ذکر جو اس میں اس سے علیحدہ ہوتا ہے اور اس مقام کا ذکر جس سے دونوں علیحدہ ہونے والوں کو پورا کیا۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا اس مملکت کی تہید کرنے کا بیان یہاں تک کہ اس کا بادشاہ آجائے اور اس مرتبہ عالم کا ذکر جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ہے اور وہ فترت کا زمانہ ہے۔

وَلَمْ تَكُنْ صَفَةً مِّمَّا بِهِ وَصَفَا	الْمَلِكُ لَوْلَا وَجُودُ الْمَلِكِ مَا عَرَفَا
قَدْ انْقَضَتْ طَرَفَا هَا هَكَذَا كَشَفَا	فَدَوْرَةُ الْمَلِكِ بَرَهَانٌ عَلَيْهِ هَذَا
وَكَانَ أَوَّلُهَا عَنْ سَابِقِ سَلَفَا	فَكَانَ آخِرُهَا كَشْفُ أَوَّلُهَا
مَلِكُهَا سَيِّدُ اللَّهِ مُعْتَرَفَا	وَعِنْدَ مَا اكْتَمَلَتْ بِالْخَتْمِ قَامَ بِهَا
وَمَا يَكُونُ وَمَا قَدْ كَانَ وَالْصَّرَفَا	أَعْطَاهُ خَالِقُهُ فَضْلًا مَعَارَفَا

بادشاہ: اگر بادشاہ کا وجود نہ ہوتا تو دونوں کی پہچان نہ ہوتی اور نہ ایسی صفت ہوتی جس سے دونوں کا وصف بیان ہو سکتا۔

بادشاہی کا دورہ اس پر دلیل ہے۔ اس لئے اس کی دونوں طرفیں مل گئیں۔ ایسے ہی کشف ہوا ہے۔

اُس کا آخر پہلے کی طرح ہے اور اُس کا اوّل سابق سے بھی پہلے ہے جب ختم کے ساتھ اُس کے مکمل ہونے کے نزدیک ہوا تو اُس کے ساتھ اللہ کا سردار قائم ہو کر معترف ہو گیا۔

اُس کے خالق نے اُسے اُس کے معارف عطا فرمائے اور جو کچھ ہو گا اور جو کچھ ہو چکا ہے اور جس کی طرف پھر نا ہے بیان کیا۔

حضور رسالت مآب کی سرداری

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔ جان لیں کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فخر کی را کے ساتھ فرمایا۔
 اِنَّا سَيِّدُ وَلَدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ "الحديث"

میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور اس پر فخر نہیں۔

ایک روایت میں "زا" کے ساتھ ہے۔ یعنی فخر۔ اور اُس سے مراد ہے باطل پر فخر نہیں۔

صحیح مسلم کی روایت میں آیا ہے۔

اِنَّا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الحديث

میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا۔

تو اس روایت سے جنسِ بشریہ سے اُس کے انبار پر آپ کی سیادت اور شرف ثابت ہے۔

اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

كُنْتُ نَبِيًّا وَاَدَمُ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْطَّيْنِ "الحديث"

"میں نبی تھا اور حضرت آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔"

اس سے مراد آپ کو اس کا علم ہے۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے اس مرتبہ کی خبر دی ہے اور وہ اجسام انسانیہ سے پہلے آپ کی روح کا پیدا ہونا ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بنی آدم پر اُن کے اجسام کی پیداوار سے پہلے وعدہ لیا۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں اپنے انبیاء کرام علیہم السلام سے ملحق کر دیا کہ ہمیں اُن کے ساتھ اُن کی امتوں پر گواہ بنایا۔ جب ہر اُمت سے اُن کے لوگوں سے گواہ بنایا جاتے گا۔ اور وہ رسول ہوں گے۔

تمام انبیاء آپ کے نائب ہیں

پس انبیاء کرام علیہم السلام حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری رسول تک حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب ہیں۔ اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مقام سے متعدد امور کو بیان کیا ہے۔ جن میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا ہے۔

وَاللّٰهُ لَوْ كَانَ مُوسٰى حَيًّا وَاَوْسَعُ الْاَلَا انْ يَتَّبِعُنِي الحدیث

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو اُن کے لئے میری اتباع کے سوا کچھ باتیں نہیں تھیں۔

اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے آخری زمانہ میں نزول کے بارے میں آپ نے فرمایا۔

اِنَّهُ يَوْمًا لَيَنْبَغِيْ فِيْهِمْ فِيْ بَنِي صَالِيٍّ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ طَرِيقًا مَّطَابِقًا حَكَمَ دِيْنًا اَوْ رَصِيْبًا كَوْتُوْرِيْنَ كَے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔ اور اگر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ

میں مبعوث ہوتے تو انبیاء کرام اور تمام لوگ قیامت تک آپ ہی کی شریعت کے حکم کے تحت ہوتے۔ اس لیے وہ عام طور پر مبعوث نہیں ہوتے بلکہ ان کی بعثت خاص علاقوں تک تھی۔

پس آپ تمام رسولوں کے بادشاہ اور سردار ہیں اور دیگر انبیاء کرام کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے خاص قوموں کی طرف مبعوث فرمایا اور سوائے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی رسول کی رسالت عام نہیں ہوتی۔

حضور رسالت مآب انبیاء کے بادشاہ ہیں

حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ تک اور قیامت کے دن تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بادشاہی ہے اور آخرت میں بھی آپ تمام رسولوں سے مقدم ہوں گے اور قیامت کے دن آپ کی سرداری صحیح نص کے ساتھ ثابت ہے۔

پس حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانیت موجود ہے اور ہر نبی اور رسول کی روحانیت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک سے مدد لیتی ہے اور رسولوں کے اپنے زمانے میں انہوں نے شریعتیں اور علوم ظاہر کیے۔ ان میں اسی روح اقدس کی امداد شامل تھی۔ جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کے احکام اپنے زمانہ میں موجود تھے اور ان کا موجود ہونا حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے حکم میں تھا۔ ایسے ہی حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا ظاہر ہونا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آخر زمانے میں اپنے زمانہ ظہور میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر حکم دینا ہے

اور اُن کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے مطابق حکم دینا مقرر ہے۔ کیونکہ وہ آپ کی امت میں ظاہر ہوں گے۔ لیکن چونکہ عالم جس میں پہلے یہ نہیں ہوا تھا اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود یعنی پہلے تھا۔ لہذا ہر شریعت کی نسبت اُس نبی کے ساتھ ہوتی جس کے ساتھ وہ مبعوث ہوا۔ حقیقت میں ہر شریعت حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی شریعت تھی اگرچہ مفقود العین تھی۔ کیونکہ اُس وقت اُس کے آثار ظاہر نہ تھے۔ جیسا کہ اب آپ سے پہلی شریعت کی علامت مفقود ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانہ میں اور اُن کی شریعت کے حکم میں بھی یہی بات ہے۔

شریعتِ مصطفیٰ ناسخ ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے ساتھ تمام شریعتوں کو منسوخ فرمادیا ہے اور یہ نسخ اس امر کو خارج نہیں کرتا کہ وہ شریعتیں بھی آپ کی شریعت سے ہوں۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں آپ کی اس شریعت میں گواہ بنایا۔ اور اُس نسخ کو ظاہر فرمایا جو قرآن و سنت میں نازل فرمایا تھا۔ باوجود اس کے ہمارا اس منسوخ پر اجماع و اتفاق ہے کہ وہ شریعتیں آپ ہی کی شریعت سے ہیں جس کے ساتھ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف مبعوث ہوئے۔ پس بعد میں آنے والا پہلے کو منسوخ کرتا ہے۔ اس میں ہمیں خرد ار کیا گیا ہے کہ یہ نسخ قرآن و سنت میں موجود ہے اور یہ نسخ پہلی تمام شریعتوں کو آپ کی شریعت سے خارج نہیں کرتا۔

آپ کی شریعت کا حکم نافذ ہے گا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آخری زمانہ میں نزول سے اُن کی اپنی شریعت یا اُس کے بعض سے وہ اپنی رسالت اور حکم کے زمانہ میں شریعت محمدی کے ساتھ حکم دیں گے جو آج مقرر ہے۔ یہ اُس امر پر دلیل ہے کہ اس زمانہ میں بھی انبیائے کرام میں سے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُس حکم کے کسی کا حکم نہیں جو آپ نے اپنی شرع میں مقرر فرما دیا ہے۔ اس میں اہل کتاب ذمی بھی اسی پر ہیں کہ وہ اطاعت گزار ہو کر جزیہ دیتے رہیں کیونکہ وہ مطیع ہیں۔ اور شریعت کا حکم احوال پر ہے۔ تو اس تمام مجموعہ سے یہ بات نکلتی ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام بنی آدم کے بادشاہ اور سردار ہیں۔ اور پہلے تمام زمانوں میں بھی آپ ہی کی بادشاہی تھی اور آپ ہی کی اطاعت کی جاتی تھی اور حکومت کرنے والے انبیاء اس امر میں آپ کے نائب تھے۔

ہم فضیلت نہیں دیتے خدا دیتا ہے۔

اگر کہا جائے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے کسی نبی پر فضیلت نہ دو تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے آپ کو یہ فضیلت نہیں دی بلکہ یہ فضیلت اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود آپ کو عطا فرمائی ہے کیونکہ یہ ہمارا حق نہیں کہ ہم فضیلت دے سکیں۔ اگرچہ قرآن مجید میں یہ وارد ہوا ہے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدْلِهِمْ أَتَّخِذُ
الانعام آیت ۹۱

یہ وہی لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے راہ دکھائی تو آپ انہی کی راہ پر چلیں،

اس لئے انبیائے کرام علیہم السلام کا یہ ذکر صحیح ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ فرمایا ہے کہ اُن کی ہدایت کے راستے پر چلیں کیونکہ اُن کی ہدایت اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور یہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی شریعت ہے۔ یعنی آپ اس شریعت کو لازم کر لیں جس کے ساتھ اقامتِ دین میں آپ کے نائبین نے ظہور فرمایا۔ اور اس میں متفرق نہ ہوں۔ تو یہ نہیں کہا کہ اس کی اقتدا کریں بلکہ اس میں فرمایا ہے۔

الشورى آیت ۱۳

وَلَا تَتَّبِعُوا فِيهِ

کہ اس میں علیحدگی نہ کریں

یہ شریعتوں کے اتحاد پر تنبیہ ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد

الغزل آیت ۱۲۳

اَتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ

یعنی ملتِ ابراہیم کی اتباع کریں

اور وہ ملتِ دین ہے۔ تو وہ اتباعِ دین پر مامور تھے۔ کیونکہ دین اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ دوسرے کی طرف سے نہیں۔

طریق اور ہے پیروی اور ہے

آپ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف دیکھیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے سوا گنجائش نہ تھی۔ تو اتباع کی اضافت آپ کی طرف ہے اور آپ کو انبیائے کرام کے دین اور ہدایت کا امر ہوتا ہے۔ نہ کہ اُن کی پیروی کا، کیونکہ جب امام اعظم موجود ہو تو اس کے نائبین کا حکم باقی نہیں رہتا بلکہ اُسی کا حکم ہوتا ہے۔ جب اس کے مراسم کے ساتھ نائبین کا حکم غائب ہو جاتا ہے تو وہ غیب و حضورِ حاکم ہوتا ہے۔

یہ اخبار کیوں درست ہیں

ہم یہ اخبار و تنبیہات اس لئے لاتے ہیں کہ جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی ذات کی طرف سے اطلاع نہیں دی۔ اور وہ کشف سے اس مرتبہ کو نہیں جانتا تو وہ اسے جان لے اور اس سے مانوس ہو جائے۔ رہے اہل اللہ تو وہ اسی عقیدہ پر ہیں جس پر ہم ہیں۔ اور ان کے لئے اس پر ان کے نفوس میں ان کے رب کے نزدیک تحقیقی شواہد قائم ہو چکے ہیں۔ ہم اس میں جو کچھ لاتے ہیں اگرچہ ان میں کثیر احتمالات متصور ہیں۔ تو یہ قوت کے ساتھ ان الفاظ کی طرف راجح ہیں جو اپنی اصل وضع میں ہیں۔ اور ان اہل ذوق کے نزدیک یہ امر فی نفسہ ہے جو اس علم کو حضرت خضر علیہ السلام اور ان کی مثل اللہ تبارک و تعالیٰ سے اخذ کرتے ہیں۔ کیونکہ انسان گفتگو کرتا ہے تو مثال کے طور پر اس کے ان معانی سے اس کی مراد ایک معنی ہوتی ہے۔ جو اس کلام کو متضمن ہیں۔ تو جب ان معانی سے متکلم کے مقصود کے علاوہ اس کی تفسیر کی جاتی ہے تو مفسر اس کی تفسیر اس امر کے ساتھ کرتا ہے جو اسے قوت لفظ عطا کرتی ہے۔ اگرچہ وہ متکلم کے مقصود کو نہ پہنچے۔

تفسیر ایک مشکل کام ہے

کیا آپ نے دیکھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اوپر اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد سے کتنی مشقت پڑی۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ۚ أَلَا نَعْلَمُ ۚ

اے ایمان والو! اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ ملنیں نہ کرو۔

چنانچہ اس کے ساتھ ظلمِ نحرہ کے لحاظ سے ہے۔ تو انہوں نے کہا۔ ہم میں سے کس نے ایمان کو ظلم کے ساتھ متلبس نہیں کیا۔ حالانکہ یہ صحابہ کرام و وہ عربی لوگ ہیں جن کی زبان میں قرآن مجید نازل ہوا۔ اور وہ حق تعالیٰ کے اس مقصود کو نہ سمجھ سکے جو اس آیت میں مضمر تھا اور اس کلمہ میں مناسب معنی کی طرف نہ دیکھ سکے۔ چنانچہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ یہ وہ امر نہیں جس کا تم گمان کرتے ہو اور یہاں اللہ تبارک و تعالیٰ کی ظلم سے مراد وہ امر ہے جو حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

يٰۤاِبْنُ اٰدَمُ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ لقمان آیت ۱۳

اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ شریک نہ کر دے شک شریک کرنا ظلمِ عظیم ہے۔ تو اس کلمہ کی قوت نے ظلم کو عام معنوں میں کر دیا اور متکلم کا مقصد ظلم سے مراد مخصوص اور معین ظلم ہے۔

یہ روایات بھی ایسے ہی ہیں

ایسے ہی ہم جو روایات لاتے ہیں کہ تمام بنی آدم رعایا ہیں اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بادشاہ اور سردار ہیں تو ہمارا یہ مقصد کشف کے طریق پر ہے جیسا کہ وہاں ظلم سے متکلم کا مقصد خاص شریک تھا۔ اس لئے قرآن احوال کے ساتھ کلام میں تفاسیر کو تقریت حاصل ہوتی ہے کیونکہ تفسیر میں متکلم کے مقصود معانی کے لئے امتیاز کرتی ہیں تو وہ شخص اس کی تفسیر کیسے نہیں کرے گا۔ جس کے پاس کشف الہی اور علم الدینی ربانی ہو۔ منصف عاقل کا حق یہ ہے کہ اس گروہ کی خبروں کو تسلیم کرے

اگر اس میں ان کی تصدیق کی جائے گی تو یہ ان کے ساتھ حسن ظن ہوگا اور تسلیم کرنے والے منصف قرار پائیں گے۔ اس لیے کہ تسلیم کرنے والا اس کی تردید نہیں کرتا جو نفس الامر میں حق ہوتا ہے۔

اگر ان کی تصدیق نہیں کرتے تو تسلیم نہ کرنا نقصان دہ نہیں بلکہ اس میں انہیں نفع حاصل ہوتا ہے کہ انہوں نے اس پر غور و خوض کرنا ترک کر دیا جس میں ان کے لئے قطعی حکم نہیں۔ اور اس علم کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف لوٹا دیا۔ اور اس طرح انہوں نے حق ربوبیت کو ادا کر دیا۔

جب کہ اولیاء اللہ اسے جو کہیں وہ ممکن ہوتا ہے پس اس کا تسلیم کرنا ہر وجہ سے اولیٰ و افضل ہے۔ اور یہ وہی بات ہے جس کی طرف ہم نے دورۃ الفلک میں اشارہ کیا ہے اور ہمارے علاوہ دوسروں نے بھی یہی بات کہی ہے۔ جیسا کہ امام ابی قاسم بن قیس نے اپنی کتاب "خلع" میں بیان کیا ہے اور ہم نے یہ روایت اس کے بیٹے سے کی ہے اور وہ قوم کے سرداروں سے تھا۔ اور اس کا شیخ جس کے ہاتھوں پر اسے اس کا کشف ہوا وہ شیوخ مغرب سے بہت بڑا شیخ تھا۔ اور اہل لبلکہ اسے ابن خلیل کہتے ہیں۔ تو ہم نے جس بات کا ذکر کیا ہے اس پر اعتماد نہیں کرتے۔ مگر ہمارا اعتماد اس پر ہے جو ہمیں اس سے اللہ تبارک و تعالیٰ ایقان فرماتا ہے۔ اور اس سے نہیں جن کے الفاظ کسی وجہ سے محمول ہوتے ہوں۔ اور بعض کلام میں تمام تر احتمالات متکلم کا مقصود ہوتے ہیں۔ جن تمام کے ساتھ وہ کہتا ہے پس دورۃ الملک اللہ تبارک و تعالیٰ کی وہ تمہید ہے جو اس نشاۃ النانیہ میں ترتیبات سے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ تک ہیں جن کے ساتھ اس میں احکام الہیہ کا ظہور

ہوتا ہے۔

اجسام انسانی میں پہلا باپ

پس وہ تمام سردار خلیفہ کے خلفاء ہیں۔ تو اجسام انسانیہ میں سب سے پہلے جو وجود ظاہر ہوا وہ حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ اور وہ اس جنس سے پہلے باپ ہیں۔ اور تمام اجناس کے آباء کا ذکر انشاء اللہ العزیز اس باب کے بعد آئے گا۔ اور وہ پہلا باپ ہے جو اس جنس سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کے ساتھ ظاہر ہوا۔ لیکن جیسا کہ ہم نے مقرر کیا ہے۔ پھر اس سے ہمارے باپ علیحدہ ہوئے۔ تو درست یہ ہے کہ پہلے باپ کا درجہ اس کے بعد آنے والے باپ کے اوپر ہو۔ اس لئے کہ وہ اس کی اصل ہے۔

دورۃ الملک سے ناتبین کا ختم ہونا اسی کی مانند ہے جس کے ساتھ شروع ہوا تاکہ تپہ چل جاتے کہ فضیلت اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور یہ وہ امر ہے جس کا اقتصار پہلے باب میں اپنی ذات کے لئے کیا۔

حضرت آدم اور مریم باپ ہیں

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام سے پیدا ہوئے تو حضرت مریم علیہا السلام بمنزلہ حضرت آدم علیہ السلام کے تھیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بمنزلہ حضرت حوا علیہا السلام کے تھا تو جیسے مذکور سے موت پیدا ہوئی ایسے ہی موت سے مذکور پیدا ہوا اور بغیر باپ سے بیٹے کو پیدا کرنے میں وہ مثال ختم ہو گئی جس کے ساتھ ابتدا ہوئی تھی جیسا کہ حضرت حوا بغیر ماں کے پیدا ہوئیں۔ تو حضرت عیسیٰ اور حضرت حوا دو بھائی

ہیں اور حضرت مریم علیہا السلام دونوں کے دو باپ ہیں۔

اِنْ مَثَلْ عِيسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ
 ال عمر ۵۹
 بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ کی مثل ایسے ہے جیسے آدم کی مثل
 عدم البوت میں مذکر کی تشبیہ کا واقع ہونا اس لئے ہے کہ یہ دلیل
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اُن کی والدہ کی بریت میں تصب ہوئی۔
 اور حضرت حوا علیہا السلام کے ساتھ تشبیہ واقع نہیں ہوئی۔

عالم میں غلام نہیں

کیونکہ عورت وجود محل کے باعث اس امر پر محل تہمت ہے کیونکہ عورت
 محل ولادت ہوتی ہے اور مرد کے لئے یہ مقام نہیں ہوتا اور دلائل سے مقصود
 شکوک کو رفع کرنا ہوتا ہے۔ حضرت حوا علیہا السلام سے حضرت آدم علیہ السلام
 میں التباس اور شبہ واقع نہیں ہوا۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کا محل
 یہ نہیں کہ اُن سے صدور ولادت ہو۔ اور یہ دلیل اُس کے نزدیک ہوگی جس
 کے نزدیک حضرت آدم کا وجود اور اُن کی تکوین ثابت ہے اور تکوین اُن سے ہے
 جیسا کہ بیٹا بغیر باپ کے نہیں ہوتا۔ ایسے ہی ماں کے بغیر نہیں ہوتا۔

پس یہ مثل معنی کے طریق سے ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت
 حوا سلام اللہ علیہا کی طرح ہیں جب کہ اس امر میں انکار کرنے والوں کا دخل
 مؤثرت ہونے کی حیثیت سے ہے جیسا کہ ہم نے کہا کہ عورت سے اولاد کا
 محل صدر ہے۔ اس لئے اُن پر تہمت لگائی گئی اور حضرت آدم کے لئے
 تشبیہ حضرت مریم کی بریت حاصل کرنے کے لئے ہے کیونکہ یہ عادت میں
 ممکن ہے۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے حضرت مریمؑ سے ظہور فرمانا ایسے ہی ہے جیسے حضرت حوا علیہا السلام بغیر ماں کے حضرت آدم علیہ السلام سے ظاہر ہوئیں اور وہ دوسرا باپ ہیں۔ جب حضرت حوا حضرت آدم علیہ السلام سے علیحدہ ہوئیں تو حضرت آدم علیہ السلام کا وہ مقام نکاح کی خواہش سے معمور ہو گیا جس سے تناسل و تولد کے ظہور کا وقوع ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام کا وہ مقام جہاں سے ہوا خارج ہوتی ہے۔ ہوا خارج ہونے کے وقت حضرت حوا کا جسم تھا۔ کیونکہ عالم میں خلا نہیں ہے۔ پس ہوا کے اس جُز نے اُس مقام کو طلب کیا جہاں سے حضرت حوا نے اپنی شخصیت کو اخذ کیا تھا۔

پس حضرت آدم علیہ السلام نے اُس مقام کی طلب کے لئے حرکت کی تو اُسے حضرت حوا علیہا السلام کے ساتھ بھرا ہوا پایا۔ پس آپ اُس مقام پر واقع ہوئے اور جب اُس پر پردہ ڈالا تو وہ حاملہ ہو گئیں اور اولاد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ چنانچہ بنی آدم وغیرہ سے حیوان میں یہ سنت بالبطبع جاری رہی۔

انسان نسخۂ عالم ہے

لیکن انسان کلمہ جامعہ اور نسخہ عالم ہے۔ لہذا عالم کی ہر چیز اُس کی جُز ہے اور اِنسان عالم سے کسی ایک چیز کے لئے جُز نہیں۔ اس نصل اور اس پہلے تنفصل کی ایجاد کا سبب اُس جنس میں ہم شکل کے ساتھ اُنس کو طلب کرنا ہے۔ جو خاص الناص نوع ہے تاکہ عالم اجسام میں طبعی انسانی ملاوٹ کا بل صورت کے ساتھ وقوع پذیر ہو جو اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارادہ ہے۔ اور جو قلم اعلیٰ اور لوح محفوظ سے مشابہت رکھتی ہے اور جسے عقل اول اور نفس کل سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جب آپ قلم اعلیٰ کہیں گے تو اس

اشارہ کو اُس امر سے سمجھ لیں جو کاتب اور قصدِ کتابت کو متضمن ہے۔ اس طرح آپ کے ساتھ شارح کے اس قول کا معنی قائم ہوگا۔

إِنَّا اللَّهُ خَلَقْنَا آدَمَ عَلَى صُكْرَةٍ

یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔

کُن کا درمیانِ رابطہ

پھر شارح علیہ السلام کی عبارت ایجادِ اشیاء کے سلسلہ میں کتابِ عزیز میں ہے۔ جو کُن کہلاتی ہے۔ پس کُن میں دو حرف لائے گئے جو بمنزلہ دو مقدموں کے ہیں اور جو کچھ کُن کے وقت نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔

یہ دو حرف ظاہر ہیں اور تیسرا وہ ہے جو دونوں کے درمیان رابطہ ہے اور کُن میں پوشیدہ ہے اور وہ واؤ محذوف ہے جو ساکنین کی ملاقات کے لئے ہے۔ ایسے ہی جب مرد اور عورت کا ملاپ ہوتا ہے تو قلم کا وجود ظاہر نہیں ہوتا اور وہ ملاپ رحم میں نطفہ غیب ڈال دیتا ہے۔ اس لئے شارح کی زبان میں نکاح کو راز سے تعبیر کیا گیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَكِنْ لَا تُنَاجِدُ وَهْنًا

لیکن عدت کے دوران ان سے پوشیدہ نکاح کا وعدہ نہ کرو

ایسے ہی عند الملاقات دونوں حرکت سے ساکن ہو جاتے ہیں اور اخصاب قلم ممکن ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ تیسرا حرف واؤ ساکنین کے لئے کُن سے مخفی ہے کیونکہ اُس کے لئے بلندی ہے اور وہ رفح سے متولد ہوتی ہے اور اُس سے

اشباعِ ضمتہ ہے اور وہ یعنی واو حروفِ علت میں سے ہے جس کا ہم نے ذکر کیا۔

اگر تجھے پیدا نہ کرتا

یہ اُس وقت ہوگا جب ملک خاص انسان سے عبارت ہوگا۔ کیونکہ ہم جمیع ماسوا اللہ پر اُس کی سرداری کی طرف نظر کرتے ہیں جیسا کہ حدیث کی روایت میں بعض لوگوں کا مذہب ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔

لَوْلَا اَنْ يٰمُحَمَّدُ مَا خَلَقْتَ سَمَاءً وَّلَا اَرْضًا وَّلَا جَنَّةً وَّلَا نَارًا ۱

یا محمد اگر آپ نہ ہوتے تو میں نہ آسمان کو پیدا کرتا اور نہ زمین کو نہ جنت کو پیدا کرتا اور نہ دوزخ کو۔

یعنی اپنے سوا تمام موجودات کا باعث حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا۔

اور ماسوا اللہ ہر مخلوق کا ذکر کیا تو موجودِ اول سے اس میں نفسِ کلّیہ اول علیحدہ کرنے والا ہوگا اور وہ عقلِ اول ہے اور اس میں آخری موجودِ آدم سے علیحدہ ہونے والی ہستی حضرت حوا ہیں۔

اجناسِ عالم کیا ہیں

چنانچہ اجناسِ عالم میں سے آخری موجود انسان ہے۔ اس لئے کہ عالم کی چھ اجناس ہیں اور ہر جنس کے تحت انواع ہیں اور ہر انواع کے تحت انواع ہیں۔

جنسِ اول ملک دوسری جن، تیسری معدنیات، چوتھی نباتات اور پانچویں

جنس حیوانات ہے جب کہ فرشتے کی انتہا و تمہید اور استواء ہوا۔ اور چھٹی جنس انسان ہے اور وہ اس مملکت پر خلیفہ ہے اور وہ آخر میں اس لئے پیدا ہوا کہ حقیقتاً بالفعل امام ہوئے کہ صلاحیت اور قوت سے۔

اول بھی تو آخر بھی تو

جب انسان کا وجود پیدا ہوا تو اسے والی اور سلطان ملحوظ پایا گیا۔ اور جب اس کے جسد کی پیدائش موخر ہوئی تو اس کے لئے نائبین مقرر ہوئے اور اس کے پہلے نائب اور خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام ہوئے۔ پھر ان کی اولاد اور اتصال تناسل ہوا اور ہر زمانہ میں خلفاء متعین ہوتے رہے یہاں تک کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسد اطہر پیدا ہوا۔ تو آپ سورج کی طرح روشن اور ظاہر و باہر تھے۔ چنانچہ ہر نور آپ کے درخشندہ نور میں درج ہو گیا اور ہر حکم آپ کے حکم میں غائب ہو گیا اور تمام شریعتیں آپ کی اطاعت گزار ہو گئیں اور باطن سے آپ کی سیادت ظاہر میں آگئی۔

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

پس آپ ہی اول و آخر اور ظاہر و باطن ہیں اور ہر چیز کو جاننے والے ہیں

اولین و آخرین کے عالم

آپ کا ارشاد ہے کہ مجھے جوامع الکلم یعنی جامع کلمات عطا فرماتے گئے ہیں اور آپ نے فرمایا:

ضرب بیند بین کہ تنفی فوحدت برد انا ملہ بین تدبیری
فعلمت علم الاولین والآخرین ، الحدیث ،

یعنی میرے پروردگار نے میرے دونوں کاندھوں کے درمیان تھپکی دی تو میں نے اُس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنی چھاتیوں میں محسوس کی تو میں نے اولین و آخرین کے علم کو جان لیا۔

پس آپ کو وہ تخلق اور نسبت الہی حاصل ہوگئی جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے بیان کی ہے۔

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ
الحمدید آیت ۳

وہی پہلے ہے۔ وہی پیچھے ہے۔ وہی ظاہر ہے وہی پوشیدہ ہے
وہی ہر چیز کا جانتے والا ہے۔

تلوار اور رحمت

اور سورت حدید میں یہ آیت آتی ہے۔

الحمدید آیت ۲۵

فَهِمَّ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ النَّاسِ

اور ہم نے لوہے کو نازل فرمایا کہ اس کے اندر شدید ہیبت ہے۔ اور لوگوں کے لئے فائدہ سے بھی۔

اس لئے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلوار کے ساتھ مبعوث ہوئے اور رحمت للعالمین بنا کر بھیجے گئے۔ اور آپ ہر چیز سے علیحدہ ہو گئے اور آپ اُس سے ہر چیز کو معذور فرمانے والے ہیں جس سے آپ علیحدہ ہوتے۔

آپ کے ساتھ نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے

جیسا کہ ہم نے کہا کہ عالم میں خلا باقی نہیں۔ چنانچہ آپ کے ظل مبارک نے

اُس جگہ کو معزور فرما دیا۔ جہاں سے آپ علیحدہ ہوتے تھے۔ کیونکہ آپ کا اتصال نور کی طرف تھا اور وہ نور ظہور کے لیے ہے۔ چنانچہ جب آپ اپنی ذات کے ساتھ نور کے بالمقابل ہوتے تو آپ کا سایہ دراز ہو گیا اور اُس نے مقام انفصال کو معزور کر دیا۔ اور وہ اس علیحدگی سے گم نہیں ہوا۔ اور جس کی طرف منفصل ہوا اسی کی طرف وہ مشہود ہے اور جس سے منفصل ہوا اُس کے لیے بھی وہ مشہود ہے۔

اور اُس کہنے والے کی مراد کا یہی معنی ہے جس نے کہا۔

لَا هَدْيَكَ مَوْجُودًا بِلِ مَكَانٍ، الحديث

یعنی: میں تیری گواہی دیتا ہوں کہ تجھے ہر جگہ موجود پایا۔

ساتے کیوں گھٹتے بڑھتے ہیں

عالم کے اسرار سے یہ بھی ہے کہ اس دُنیا سے جس چیز کی پیدائش ہو اُس کا سایہ پہلے برابر ہوتا ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے تاکہ وہ ہر حال میں اپنے رب کی عبادت کے ساتھ قائم رہے۔ پیدا ہونے والا خواہ اطاعت گزار ہو یا نافرمان۔ اگر وہ اہل موافقت سے ہے تو اُس کا سایہ اوپر وہ برابر ہوتے ہیں۔ اگر اگر وہ مخالف ہو تو اُس کا سایہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی اطاعت میں اُس کا نائب ہوتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الرعد آیت ۱۵

وَّظِلُّهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ

اور اُن کے سامنے صبحِ شام اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتے ہیں۔

بادشاہ اللہ کا سایہ ہوتا ہے

سلطان زمین میں خدا کا سایہ ہوتا ہے کیونکہ اُس کا ظہور اسمائے الہیہ

کی اُن تمام صورتوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جو عالم دنیا میں اثرات مرتب کرتی ہیں۔ اور آخرت میں عرش اللہ تبارک و تعالیٰ کا سایہ ہوگا۔ پس ساتھ جسا اور معنا صورت کی اتباع کرتے ہیں۔ چونکہ جس ناصر ہوتی ہے اس لیے صورت معنویہ کے لئے نفل معنوی کی قوت سے مقوی نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ مقید نور کے لئے استدعا کرتی ہے جب کہ جس میں قید، تنگی اور عدم وسعت پاتے جاتے ہیں۔ اس لئے ہم نے نفل معنوی پر آگاہ کیا ہے۔ شریعت سے حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔

السُّلْطَانُ ظِلُّ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ

الحدیث

بادشاہ زمین میں اللہ تعالیٰ کا سایہ ہوتا ہے۔

اس سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ سایوں کے ساتھ مکانات معمور اور بھرے ہوتے ہیں۔ یہاں ہم نے اُن گوشوں کا ذکر کر دیا ہے جو اس باب کے لائق تھے۔ اور مزید وہ امر بیان نہیں کیا جس میں طوالت کا خوف اور دلوں کے رنجیدہ ہونے کا ڈر تھا۔ اور اس میں ہم نے صاحب عقل سلیم کے لئے کافی دوافی بیان کر دیا ہے اور یہ تذکرہ اُن اہل اللہ کے لئے کیا گیا ہے جو اُس چیز کے ساتھ شاہد و عالم اور مشغول رہنے والے ہیں جو بلند ہے یا اُس چیز کے ساتھ غافل ہیں جو پست ہے۔ تو وہ ہمارے اس ذکر کی طرف رجوع کریں گے جو اس باب میں ناظر کے لئے بیان کیا۔

اہل فہرت کا حال

فصل :- حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے درمیان جو مرتبہ عالم ہے۔ وہ اہل فہرت ہیں اور وہ اُس تجلی کی حیثیت سے مختلف مرتبوں پر فائز ہیں جو اُن کے لئے علم اسماء کے جاننے اور

نہ جاننے سے ہے۔ اُن میں سے حق تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل وہ لوگ ہیں جن کے غور و فکر کے وقت اُن کے قلب پر تجلی واقع ہوتی ہے۔ اور وہ صاحب دلیل ہیں۔ اور وہ اپنے پروردگار کی طرف سے نور پر تھے جس کا امتزاج اُن کے فکر کے ساتھ تھا۔ تو یہ قیامت کے دن امت و احدہ کی صورت میں مبعوث ہوں گے۔ جیسا کہ قیس بن ساعدہ اور اُن کی مثل کیونکہ اُن کا ذکر خطبہ میں کیا گیا۔ جس پر یہ دلیل ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخلوقات کا ذکر کیا اور اس میں اُن کا اعتبار کیا۔ اور یہ وہ فکر ہے جس سے وہ اپنے قلب میں اُس نور و ودان کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کی وحدانیت کو کو مانتے تھے۔ جسے وہ بغیر فکر و رویت اور نظر و استدلال کے ہٹانے پر قدرت نہ رکھتے تھے پس وہ اپنے رب کے نور پر بغیر امتزاج کے خالص تھے۔ اور وہ قیامت کے دن ننگے پاؤں اٹھائے جائیں گے۔

یہ طبقہ مومنوں کا ہے

ان میں سے وہ ہیں جن کی ذات میں انوار ہوا اور وہ شدت نور و صفا کے کشف سے مطلع ہوئے اور اپنے خلوص و یقین کی وجہ سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کی سرداری پر ایمان لائے اور حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے اُس وقت تک آپ کی عام رسالت باطنی سے آگاہ ہوتے تو عالم غیب میں اور اللہ رب العزت کی شہادت سے آپ پر ایمان لائے اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

اَلْهَمَنُ كَانَ عَلَىٰ بَيْتِنَا مِنْ ذُرِّيَّتِهِ وَيَمْلُوكُ شَاهِدَاتِنَا ۚ هُوَ دَائِمٌ

جو اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل عقلی پر ہوں اور اس سے

اُس کی طرف سے ایک گواہ بھی آچکا ہو۔

چنانچہ اُس کا دل اُس کے کشف کے مطابق اُس کی صداقت کی گواہی دیتا ہے۔ تو یہ لوگ قیامت کے دن حضرت محمد مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باطن پر محسوس ہوں گے۔

یہ لوگ بھی ایمان والے ہیں

ان میں سے جو لوگ اپنے پہلوں سے ملتِ حق کی اتباع کرتے ہیں۔ جیسا کہ وہ لوگ جو یہود و نصاریٰ یا ملتِ ابراہیم کی اتباع کرنے والے تھے اور یہ کہ اُسے اُن کے نبی ہونے کا علم دیا گیا ہو، اور وہ جانتا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مخصوص گروہ کو حق کی طرف بلانے والے رسول ہیں اور یہ جان کر اُن اتباع کی اور اُن پر ایمان لایا اور اُن کے راستے پر چلا اور اُس چیز کو اپنے اُپر حرام کیا جو اُس رسول نے حرام کی تھی اور اپنی ذات کو اُس شریعت کے ساتھ اللہ کی عبادت میں مصروف رکھا۔ اگرچہ یہ اُس پر واجب نہ تھا اس لیے کہ وہ رسول علیہ السلام اُس کی طرف مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ تو یہ شخص قیامت کے دن اُس رسول کی اتباع کرنے والوں سے محسوس ہوگا۔ اور اُس نبی کی شریعت میں ظاہر ہوگا۔ اور اُس کے زمرہ میں تمیز کیا جاتے گا۔ جب کہ ظاہر میں اُس نے نبی کی شریعت کو اپنے لیے مقرر کیا ہو۔

یہ پہلی کتابوں میں آپ کا ذکر پڑھنے والے

ان میں سے ایسے لوگ ہوں گے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی کتابوں میں حضرت محمد مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف اور آپ کے دین

کے بارے میں مطالعہ کیا ہوگا۔ اور آپ کی اتباع کرنے والوں اور آپ پر ایمان لائے والوں اور تصدیق کرنے والوں کے ثواب کے بارے میں پڑھا ہوگا۔ اگرچہ وہ پہلے گزرنے والے کسی نبی کی شریعت میں داخل نہ ہو جو مکارم اخلاق لایا ہو تو اس شخص کا حشر بھی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مومنین میں ہوگا۔ نہ کہ عالمین میں۔ لیکن یہ شخص حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہریت میں ہوگا۔

دوہرے اجر والے

ان میں سے وہ ہے جو اپنے نبی کے ساتھ ایمان لایا۔ اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ دیکھا تو آپ کے ساتھ بھی ایمان لایا تو اس کے لئے دوہرا اجر ہوگا۔ اور یہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سعادت مند ہیں۔

بد بخت اہل فترت

ان میں سے جو معطل ہوگا تو وہ نظرِ قاصر سے وجود کے ساتھ اقرار نہیں کریں گے۔ یہ قصور اس کی نظر کے ساتھ اس کی انتہائی قوت کی طرف سے جو اس کے علاوہ قوت سے کمزوری کے لئے اس کے مزاج میں ہے اور ان میں وہ ہے جو نظر سے نہیں بلکہ تقلید سے معطل ہوگا۔ تو یہ مطلق عشقی اور بد بخت لوگ ہیں۔

یہ بھی بد بخت ہیں

اور ان میں سے ایسے لوگ ہیں جنہوں نے طریقِ حق میں خطائے نظری سے

شرک کیا۔ باوجودیکہ وہ اس بات کی کوشش کرتے تھے کہ اس کی قوت عطا کی جائے۔
 ان میں سے بعض نے شرک کیا۔ اگرچہ استقصائے نظر سے نہ ہو تو یہ بھی
 شقی اور بد بخت ہیں۔

ان میں سے بعض نے تعلیداً شرک کیا تو یہ بھی شقی اور بد بخت ہیں۔ اور
 ان میں سے بعض ایسے ہیں جنہوں نے اپنی نظر کی پہنچ تک اثبات حق کیا اور
 بعد میں معطل ہو گئے۔ جس میں جو انتہائی قوت ہے وہ اس پر ضعف کے لئے
 ہے۔ ان میں سے وہ ہیں کہ ان پر تحقیق نظر یا تعلید کے بغیر اثبات حق ہوا اور
 وہ اس کے بعد معطل ہو گئے۔ تو یہ بھی شقی اور بد بخت ہیں۔

یہ تمام مراتب اہل فطرت کے ہیں جن کا ذکر ہم نے اس باب میں کیا۔
 الحمد للہ دسویں باب کا ترجمہ تمام ہوا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

گیارہواں باب

ہماری بلند پایوں اور سخی ماؤں کی معرفت کا بیان

أنا ابن آباء أرواح مطهرة	وأمهات نفوس عنصريات
ما بين روح وجسم كان مظهرًا	عن اجتماع فتعنيق ولذات
ما كنت عن واحد حتى أوحده	بل عن جماعة آبله وأمات
هم لازله اذا حققت شأنهمو	كصانع منيع الاشياء بالآلات
فنسبة الصنيع للنجار ليس لها	كذلك أوجدنا رب البريات
فيصدق الشخص في توحيد موجدہ	ويصدق الشخص في اثبات علات
فان نظرت الى الآلات طالع بنا	اسناد عنقنة حتى الى الآلات
وان نظرت اليه وهو يرحدنا	فلنا بوحدته لنا الجماعات
أني ولدت وحين العین منفردا	والناس كلهمو أولاد علات

میں آبا و اجدادِ ارواحِ مطہرہ اور اُمہاتِ نفوسِ عنصریات کا بیٹا ہوں۔
جو روحِ مجسم کے درمیان ہے۔ وہ اجتماعِ معانقہ اور لذات سے ہمارا
ظہور کا مقام ہے۔

میں ایک سے نہیں ہوں کہ اسے ایک کہوں بلکہ آبا و اُمہات کی ایک
جماعت سے پیدا ہوا ہوں۔

اگر ان کے حال کی تحقیق کریں تو وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ایسے کاریگر ہیں۔ جو اشیاء کو آلات کے ساتھ گھڑتا ہے۔
 بنجار کے لئے نسبتِ صنعت اُن چیزوں پر نہیں۔ ایسے ہی ہمیں ربِّ ابرہہؑ نے پیدا فرمایا ہے۔

شخص کا وجود اپنے توجہ کی توحید کا مُصدق ہے اور شخص کی تصدیق عِلّات کے اثبات میں ہے۔

اگر آلات کو دیکھیں گے تو ذات کی طرف اسناد لانے میں ہمارے ساتھ طوالت ہوگی۔

اگر اُس کی طرف نظر کرے گا تو اُس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ ہم اُس کی وحدانیت بیان کرتے ہیں جماعتوں کے ساتھ نہیں۔
 میں وحید العین اکیلا پیدا ہوا ہوں اور تمام لوگ عِلّات کی اولاد ہیں۔

علوی باپِ سفلی مائیں

اللہ تعالیٰ آپ کی ابداد فرمائے۔ جانا چاہیے کہ چونکہ اس عالم کا مقصود انسان ہے اور وہ اس عالم کا اہام ہے۔ اِس لئے ہم نے آبادِ آفتاب کی طرف اضافت کی تو ہم نے کہا۔ ہمارے باپ علویات اور مائیں سفلیات ہیں۔ تو ہر مؤثر اِس میں ماں ہے۔ اِس باب کے لئے یہی وہ ضابطہ ہے اور اِس آخر سے دونوں کے درمیان متولد ہونے والے کا نام بیٹا ہے اور علوم کے نتائج میں ایسے ہی مائی پاتے جاتے ہیں۔ وہ دو مُقتدوں کے ساتھ ہے۔ ایک سے دوسرے کا نکاح اُس ایک فرد کے ساتھ ہے جو اِس میں تکرار کرتا ہے اور وہ رابطہ ہے۔ اور یہی نکاح ہے۔

جس سے دونوں کے درمیان نتیجہ کا صدور ہوتا ہے اور یہی مطلوب ہے۔

پس تمام ارواح باپ ہیں اور طبیعت ماں ہے۔ اس لئے وہ محلِ استعمال ہوتی ہیں اور یہ ارواح اُن ارکان پر مقویہ ہوتے ہیں جو عناصر تغیر اور استعمال کے قابل ہوتے ہیں۔ اس میں تولدات ظاہر ہوتے ہیں اور یہ معدنیات و نباتات حیوانات و جنات ہیں۔ ان سب سے کامل انسان ہے۔

چار عورتوں سے نکاح کیوں؟

ایسے ہی ہماری شریعت تمام شریعتوں سے کامل تر آتی ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ تمام حقائق کو اٹھانے والی اور جاری کرنے والی ہے۔ پس یہ جامع کلمات لائی ہے اور چار عورتوں کے نکاح پر کفایت کی ہے۔ اور اس سے زیادہ طریقِ نکاح موقوفِ عقد پر حرام ہوگی۔ مگر اس میں بلکہ یمین داخل نہیں اور اس پانچویں امر کے مقابلہ میں بلکہ یمین متباح ہے جس کی طرف بعض علما گئے ہیں۔

اس لئے عالمِ طبیعت سے چار ارکان ہیں اور عالمِ علوی سے چار کے ساتھ ان کا نکاح ہے۔ ان چاروں کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ اُسے پیدا فرماتا ہے۔ جو ان میں سے پیدا ہوتا ہے۔

اصل کیا ہے

اس میں چھ مختلف مذاہب ہیں۔ ایک طائفہ کا گمان ہے کہ ان چاروں

میں سے ہر چیز فی نفسہ اصل ہے۔

ایک طائفہ کہتا ہے: آگ رکن ہے اور وہ اصل ہے۔ اور اس سے

جو کثیف چیز ہے وہ ہوا ہے اور جو ہوا سے کثیف ہے وہ پانی ہے اور جو پانی سے کثیف ہے وہ مٹی ہے۔

ایک طائفہ کہتا ہے کہ ہوا رکن کی اصل ہے۔ اور ہوا سے جو گرم ہے وہ آگ ہے اور جو اس سے کثیف ہے وہ پانی ہے۔

ایک طائفہ کہتا ہے کہ پانی رکن ہے اور وہ اصل ہے۔

ایک گروہ کہتا ہے کہ مٹی رکن ہے اور وہ اصل ہے۔

ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ پانچواں امر اصل ہے جو ان چاروں میں

سے نہیں۔ اور وہ یہ ہے جسے ہم نے بمنزلہ ملکِ یمن کے مقرر کیا ہے۔

پس ہماری شریعت نکاح میں تمام مذاہب سے کامل تر ہے اور یہ

مذہب پانچویں اصل کے ساتھ ہے جب کہ ہمارے نزدیک یہی اصل ہے

اور اس کا نام طبیعت ہے کیونکہ طبیعت معقول واحد ہے اور اس سے

آگ کا رکن اور جمیع ارکان ظاہر ہوتے ہیں۔

ارکان کی مناسرت

کہتے ہیں کہ آگ کا رکن طبیعت سے ہے۔ اور وہ اس کا عین نہیں اور یہ

نادرسست ہے کہ وہ عین اربعہ کو جمع کرنے والا ہے۔ کیونکہ بعض ارکان کی

ایک دوسرے سے کئی طور پر مناسرت ہے۔ اور بعض ایک دوسرے سے

کبھی ایک امر میں نفرت کرتے ہیں۔ جیسا کہ آگ اور پانی تمام وجوہ سے ایک

دوسرے سے نفرت کرتے ہیں اور ایسے ہی ہوا اور مٹی کا حال ہے۔

اس لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے وجود میں حکیمہ طور پر محالات کو

مرتب کیا ہے۔ پس اگر ایک نفرت کرنے والے کو دوسرے نفرت کرنے

والے کا ہمایہ بنادیا جائے تو اُس کی طرف استعمال ہو جاتا ہے۔ اور حکمتِ باطل ہو جاتی ہے۔

نفرت کیسے دور کی

پس ہوا کو آگ کے رکن کے ساتھ بلایا اور دونوں کے درمیان حرارت اجتماع ہے، پانی کو ہوا کے ساتھ بلایا اور دونوں کے درمیان رطوبت کا اجتماع ہے، مٹی کو پانی کے ساتھ بلایا اور دونوں کے درمیان کھنڈک کا اجتماع ہے۔

چنانچہ باپ مستحیل کرنے والا اور ماں مستحیل ہے۔ اور استعمالِ نکاح ہے۔ اور جس کی طرف استعمال ہوتا ہے وہ بیٹا ہے۔ پس کلام کرنے والا باپ، سننے والی ماں اور تکلم کا نام نکاح ہے۔ اور سننے والے کے نہم میں اس سے بیٹا موجود ہے۔

پس ہر باپ علوی ہے۔ کیونکہ وہ مؤثر ہے۔ اور ہر ماں سفلی ہے کیونکہ اُس میں اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اور دونوں کے درمیان ہر نسبت معینہ نکاح اور توجہ ہے۔ اور ہر نتیجہ بیٹا ہے اور یہاں متکلم کے قول کو سمجھتا ہے جس سے اُس کے قیام کا ارادہ کرتا ہے۔ تو تم کہتا ہے۔ تو لفظ "تم" کے اثر سے قیام کے ساتھ مُراد قائم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ سننے والا قائم نہیں ہوتا اور بلا شک وہ ماں ہے۔ تو وہ بائخ ہے۔ اور جب بائخ ہوگی تو اس حالت میں ماں نہیں ہوگی۔

باپ باپوں میں ماں ماؤں میں ساری ہیں

یہ باب آمہات کے لئے مخصوص ہے۔ عالم علویہ سے پہلا باب معلوم ہے اور عالم سفلیہ سے پہلی ماں معدوم و ممکن شے ہے پہلا نکاح تصد امر کے ساتھ ہے اور پہلا بیٹا اُس شے کا وجود عین ہے جس کا ہم نے ذکر کیا۔

یہ باپ باپوں میں اور یہ ماں ماؤں میں سرایت کئے ہوئے ہے اور یہ نکاح ہر چیز میں ساری ہے اور نتیجہ دائمی ہے اور ظاہر وجود کے حق میں منقطع نہیں ہوتا۔ ہمارے نزدیک اس کا نام تمام ذرتوں میں جاری و ساری نکاح ہے۔ ہم نے جو کہا اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد دلیل ہے۔

إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (الفعل آیت ۴۰)

جس چیز کا ہم ارادہ کرتے ہیں۔ تو اُس سے یہی فرماتے ہیں۔ ہو جا۔ تو وہ ہو جاتا ہے۔

ہمارے لئے اس میں ایک بزرگ کتاب ہے جسے دیکھنے والا بینائی سے محروم ہو جاتا ہے۔ تو جو پہلے ہی تابینا ہوں اُن کی حالت کیسی ہوگی۔

یہ ایک امر عظیم ہے

اگر آپ اس مقام کو اور ابن اسماء الہیہ کے اعلام کی توجیہات کو دیکھیں گے تو ایک امر عظیم کو دیکھیں گے اور ایک عظیم الشان مقام کا مشاہدہ کریں گے پس عارف اس مقام کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی تنزیہ و تہمہ اور اُس کے پہلے اور بعد اُس کی صنعت جمیل ہے۔

پس ہم نے آپ کے روشن فہم اور صائب نظر کی طرف ساری پہلے باپ کا اشارہ کیا ہے اور وہ اسم جامع اعظم ہے جس کی زیر اور پیش

کے حکم میں تمام اسماء اُس کی اتباع کرتے ہیں۔ اور پہلی اور آخری ماں تمام بیٹوں میں موتش کی نسبت میں ساری ہے۔ پس ہم ان آباء و اہلبات کے حق میں وضع الہی کے ساتھ جو اسباب موضوعہ ہیں۔ اُن کا آغاز کرتے ہیں اور اُس بیان کو شروع کرتے ہیں جو ان دونوں کے اتصال سے جستی اور معنوی نکاح کے ساتھ مشروع ہے۔ یہاں تک کہ اُن کے بیٹے تناسل انسانی کی طرف اصل تک حلال بیٹے ہوں اور وہ دوسری نوع ہوگی اور وہ قصد تئیں کے ساتھ پہلا مبدع ہے۔

قلم اعلیٰ پہلے پیدا ہوتی ہے

ہم کہتے ہیں کہ وہ عقل ہے جو سب سے پہلے پیدا ہوتی اور وہ قلم اعلیٰ ہے اور اس کے علاوہ کوئی چیز پیدائش کی گئی تھی اور وہ لوح محفوظ کے اٹھانے سے اس میں موثر تھی جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے پیدا فرمایا تھا۔ جیسا کہ اجرام میں حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت حوا علیہا السلام کو اٹھایا گیا تھا۔ تاکہ یہ لوح وہ مقام و محل ہو جس میں اس قلم اعلیٰ الہیہ سے لکھا جائے اور دلائل کے لئے اُن حروف موضوعہ کو رقم کیا جائے جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُس پر دلائل بنایا ہے۔ پس لوح محفوظ اٹھایا جانے والا پہلا موجود ہے۔

شریعت میں وارد ہوا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا۔ پھر لوح کو پیدا فرما کر قلم کو حکم فرمایا۔ لکھ دے۔ قلم نے کہا۔ کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، لکھ اور میں تجھ پر اہلار کرتا ہوں۔ پس قلم نے لوح پر خط کشید کیا جس پر حق نے اہلار کروائی اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا خلقت کے بارے میں علم تھا جو قیامت تک پیدا ہوگا۔ پس قلم اور لوح محفوظ کے درمیان نکاح معنوی معقول اور اثر جستی مشہود ہوا۔ ہمارے نزدیک

یہاں تحریر کردہ حروف کا عمل ہے اور اس بار دافق کی مثل اثر ہے جو لوح میں ودیعت کیا گیا جو قونٹ کے رحم میں حاصل ہوتا ہے اور ان حروف جرمیہ میں جو اس کتابت کے ساتھ ودیعت کئے گئے۔ معافی سے ظاہر ہوتا ہے۔ بمنزلہ ان کے اجسام میں ودیعت کی گئی۔ اولاد کے ارواح کے لئے پس اس پر غور کریں۔ اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔

سنگریزوں کا تسبیح پڑھنا

اس لوح عاقل میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اس کی طرف وحی ہونے والا حق مقرر فرمایا اور وہ اس کی حمد کی تسبیح بیان کرنے لگی جس کی تسبیح کو سمجھا نہیں جاسکتا۔ سوائے اس کے کہ اسے اللہ تبارک و تعالیٰ جانتا ہے یا وہ جان سکتا ہے جس کی سماعت کو اللہ تعالیٰ کھول دے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے صحابہ کرام کی سماعت کو کھول دیا تھا کہ انہوں نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طیب و طاہر کف دست مبارک میں سنگریزوں کی تسبیح کو سن لیا۔

ہم کہتے ہیں کہ ان کی سماعت کو کھولا گیا تھا اور نہ کنکریوں کو جب سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے۔ وہ ہمیشہ سے اپنے موجد کی تسبیح و تحمید میں مصروف ہیں تو یہ ادراک سمعی خرق عادت سے تھا نہ کہ اس میں۔

دو صفات ہیں

پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں دو صفات پیدا فرمائیں۔ ایک صفت علم ہے

اور دوسری صفت عمل ہے۔ پس صفت عمل کے ساتھ اس سے عالم کی صورتوں کو ظاہر فرمایا۔ جیسا کہ نجار کے عمل کے وقت آنکھ کے لئے تابوت کی صورت ظاہر ہوتی ہے پس اس کے ساتھ صورتیں عطا ہوتی ہیں۔

صورتوں کی قسمیں

صورتوں کی دو قسمیں ہیں۔ صورتِ ظاہرہ حسیہ اور یہ اجرام اور وہ اشیاء ہیں جو ان کے متقبل حس کے ساتھ ظاہر ہوتی ہیں جیسا کہ اشکال و انوان اور اکوان، یعنی شکلیں، رنگ اور عوالم۔

مہر دوم صورتِ باطنیہ معنویہ غیر محسوسہ۔ اور یہ وہ ہیں جن میں علوم و معارف اور ارادے ہیں۔ اور آپ کے لئے جو ظاہر ہے انہی دو صفتوں سے ظاہر ہے۔ چنانچہ جو صورتیں صفتِ علامت ہیں وہ باپ ہے کیونکہ وہ مؤثر ہے اور صفتِ عاملہ ماں ہے کیونکہ اس میں مؤثر ہے اور ایسی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

مہندس کا نجار کو سمجھانا

نجار مہندس جب عالم ہو اور کام کو اچھی طرح نہ جانتا ہو تو وہ اس کام کو اس کے سپرد کر دیتا ہے جس کے بارے میں اس نے اچھا کام کرنے والا سن رکھا ہو اور یہ القابِ نکاح ہے۔ پس مہندس کا کلام باپ ہے اور سامع کو قبول کرنا ماں ہے۔ پھر سامع کا علم باپ اور اس کے جوارح ماں ہوتے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو کہہ لیں کہ مہندس باپ ہے اور وہ کاریگر جو نجار ہے ماں ہے۔ اس حیثیت سے کہ اسے مہندس کی طرف سے یہ امر حاصل ہوا ہے

چنانچہ جب اُس میں اثر ہوا تو ہندس کی قوت نفسِ بجا میں نازل ہو گئی اور
 بجا کے لئے اُس کی باطنی صورت ظاہر ہو گئی جس سے ہندس نے اُس کی
 طرف ڈالا تھا۔ اور اُس کے خیال کے وجود میں قائمہ ظاہرہ حاصل ہوا جو اُس
 کے لئے بمنزلہ اُس بیٹے کے ہے جو ہندس کی طرف سے اُس کے لئے اُس
 کا ہم پیدا ہوا۔

پھر بجا کا عمل باپ سے اور لکڑی میں جو اُس کی کارگیری ہے۔ وہ اُن
 آلات کے ساتھ ماں سے جس کے ساتھ نکاح واقع ہوا۔ یہ قدم کے ساتھ ہر
 ضرب کا اثر ہے یا منشاء یعنی آری کے ساتھ کاٹنا ہے اور بجا کی کاٹی ہوئی چیز پر
 قطع و فصل اور جمع صورتوں کے پیدا کرنے کے لئے ہے۔ پس تابوت یعنی صندوق
 ظاہر ہوا، جو خارج جس کے لئے بمنزلہ بیٹے کے پیدا ہونے کے ہے، ایسے
 ہی آباد آسمات و انباء اور کیفیتِ اسماج پر غور فرمائیں۔

کس وجہ سے باپ ہے

ہر وہ باپ جس کے پاس صفتِ عمل نہیں وہ اس وجہ سے باپ نہیں اگر
 وہ عالم ہوتا اور کلام یا اشارہ کے ساتھ آلہٴ توصیل کو منع کرتا۔ تاکہ انہما واقع
 ہو اور وہ عامل نہیں تو تمام وجہ سے باپ نہیں ہوگا اور وہ ماں ہوگی اس
 لئے کہ اُس کی ذات میں علوم کا حصول اُس کے علاوہ ہے کہ جنین میں روح
 ماں کے پیٹ میں پیدا نہیں ہوتی یا اپنی ماں کے پیٹ میں مرجاتا ہے تو
 اُس کی ماں کی طبیعت تصرف کی طرف مستعمل کرتی ہے اور اُس کی عین ظاہر
 نہیں ہوتی۔ پس غور فرمائیں۔

پہلی ماں جڑواں ہے

اس کے بعد کہ آپ ممکنات میں سے دوسرے باپ کو جان چکے ہیں اور وہ ماں ہے اور وہ قلم اعلیٰ کے لئے دوسری ماں ہے جس سے اس کی طرف القاب قدس سے ڈالا گیا وہ روحانی طبیعت اور ہبیار ہے۔

پس پہلی ماں جڑواں پیدا ہوتی تو جو پہلے ڈالا گیا وہ طبیعت ہے پھر اس کی اتباع ہبیار نے کی تو طبیعت اور ہبیار ایک باپ اور ایک ماں کے لئے بہن بھائی ہیں پس طبیعت کی ہبیار سے مناکحت ہوتی تو دونوں کے درمیان جسم کلی کی صورت پیدا ہوتی اور وہ پہلا ظاہر جسم ہے۔ پس طبیعت باپ ہے کیونکہ وہ مؤثر ہے اور ہبیار ماں ہے جس میں اثر ظاہر ہوا اور اس کا نتیجہ جسم ہے

نزولِ توالد

پھر مخصوص ترتیب پر عالم میں مٹی کی طرف نزولِ توالد ہوا جس کا ذکر ہم نے اپنی کتاب میں کیا جس کا نام "عقلۃ المستوفز" ہے۔ اس میں اس امر کا طویل بیان ہے جس کی اس باب میں گنجائش نہیں کیونکہ ہماری غرض اختصار ہے اور ہم مرکز کے ساتھ نہیں کہتے بلکہ ہم نہایت ارکان کے متعلق کہتے ہیں اور بڑا رکن چھوٹے کو جذب کر لیتا ہے۔ اس لئے آپ دیکھتے ہیں کہ بخار اور آگ دونوں بلندی کو طلب کرتے ہیں اور اس جیسی چیزیں پستی کو طلب کرتے ہیں۔ تو حیوانات مختلف ہو گئیں اور یہ امر دونوں سے اُن کی استقامت پر ہے۔ یعنی وہ بلندی اور پستی کو طلب کرتے ہیں۔

مرکز کون ہے

کیونکہ مرکز کا قائل کہتا ہے کہ یہ معقول اور دقیق امر ہے جسے ارکان طلب کرتے ہیں۔ اگر دائرہ کے لئے بیٹی نہ ہوتی تو مرکزیت پانی کے لئے ہوتی۔ اور اگر پانی کے لئے مرکز نہ ہوتا تو ہوا سے ہوتا۔ اور اگر ہوا کا دائرہ نہ ہوتا تو مرکز آگ کے لئے ہوتا۔ جیسا کہ مرکز کا قائل کہتا ہے اگر یہ ہوتا تو ہم دیکھتے کہ بخار پستی کو طلب کرتا ہے۔ جب کہ جس اس کے غلات گواہی دیتی ہے۔ اس فصل کو ہم نے اپنی کتاب ”المرکز“ میں بیان کیا ہے اور وہ ایک لطیف جز ہے۔ ہم نے جب کبھی اس کا ذکر اپنی کتابوں میں کیا ہے تو کتوں سے نقطہ کی مثال کی جہت سے کیا ہے جس سے محیط پیدا ہوا۔ اس لئے کہ اس میں ہماری عرض معارف الہیہ اور نسبتوں کے متعلق ہے۔ کیونکہ نقطہ سے دائرہ کی طرف نکلنے والے خطوط برابر ہوتے ہیں تاکہ نسبتوں کو برابری حاصل رہے اور وہاں فضیلت واقع نہ ہو۔ کیونکہ اگر تفاضل واقع ہوگا تو مفضل کے نقص کی طرف لوٹے گا اور امر واقعی ایسا نہیں ہے۔ ہم نے اسے عنصر اعظم مقرر کیا ہے اور اس پر آگاہ کیا ہے کہ بڑے کا حکم چھوٹے پر ہوتا ہے اور ہم نے اپنی کتاب ”عقلۃ المستوفز“ میں اشارہ الیہ کا ذکر کیا ہے۔

دنوں کی پیدائش

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان افلاک علیہ کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا اور فلک اول کے ساتھ دنوں کو پیدا فرمایا اور دوسرے فلک کے ساتھ اس کی عین بنائی جس میں بصارتوں کے لئے کوکب ثابتہ ہیں۔

پھر مٹی، پانی، ہوا اور آگ کے ارکان پیدا فرماتے پھر آسمانوں کو سات طبقات پر راست فرمایا اور انہیں ہر ایک کو حدت سے بھاڑ کر الگ کر دیا جب کہ پہلے وہ دھواں تھے اور زمین کو سات زمینوں کی طرف پھاڑا۔ پہلا آسمان پہلی زمین کی طرف اور دوسرا آسمان دوسری زمین کی طرف بنایا۔ یہاں تک کہ ساتوں آسمان ساتوں زمینوں کی طرف بنائے اور پانچ پیچھے رہنے والے ستارے پیدا فرماتے ہر آسمان میں ایک ستارہ ہے اور چاند کو پیدا فرمایا اور ایسے ہی سورج کو پیدا فرمایا اور سورج کی تخلیق سے دن اور رات پیدا فرمائے۔ دن موجود تھا تو اس سے اہل زمین کے لئے نصف دن مقرر فرمایا اور وہ طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک ہے اور نصف دن کو رات بنایا اور وہ غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک ہے۔

یہ مجموعہ سے عبارت ہے اس لئے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کو چھ دن میں پیدا فرمایا کیونکہ نلک برّوج کی حرکت کے وجود کے ساتھ ایام موجود تھے۔ اور ہمارے نزدیک یہی ایام معروف ہیں۔

دنوں کی مدت

اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ عرش اور کرسی کو پیدا فرمایا۔ بلکہ فرمایا۔ میں نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا فرمایا۔ جب نلک برّوج کے دائرہ کا پہلا دور ہوتا ہے تو یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے دگر آفتاب کے نزدیک دن اور رات کو پیدا فرمایا نہ کہ ایام کے وجود سے، چنانچہ رات اور دن میں جو کمی بیشی ہوتی ہے وہ ساعتوں میں نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ چوبیس ہیں اور یہ

منطقہ بروج میں حلولِ آفتاب کے لئے ہے اور یہ ہماری طرف نسبت کے ساتھ جماعت ہے
اس میں میلان ہے۔

جب آفتاب منازلِ عالیہ میں ہوتا ہے تو دن کہیں بھی ہولبا ہوتا ہے اور جب
آفتاب منازلِ نازلہ میں ہوتا ہے تو خواہ کہیں ہو دن چھوٹا ہو جاتا ہے اور ہم نے
سورج کا کہیں بھی ہونا اس لئے کہا ہے کہ جب ہمارے نزدیک رات لمبی ہوتی ہے
تو ہمارے علاوہ یعنی دوسری جگہ پر رہنے والوں کے لئے دن لمبا ہوتا ہے تو ان
کی نسبت کے ساتھ آفتاب منازلِ عالیہ میں اور ہماری نسبت کے ساتھ منازلِ نازلہ
میں ہوتا ہے۔ جب ہمارے نزدیک دن چھوٹا ہے ان کے نزدیک رات لمبی ہوتی
ہے اس لئے ہم نے اس کا ذکر کیا۔

پس دن بعینہ وہی دن ہے جو چوبیس گھنٹوں کا ہوتا ہے اور اعتدال کے
مقام پر نہ زیادہ نہ کم نہ بڑا نہ چھوٹا، تو یہ وہ حقیقتِ یوم ہے اور حقیقتِ اصطلاح
کے حکم کے ساتھ دن کا نام ایک یوم رکھا جاتا ہے تو اس پر غور کریں اور سمجھیں۔
دن اور رات کا نام یوم ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس دن اور رات کا نام یوم مقرر فرمایا ہے اور اس
رات اور دن کے زمانہ کا نام یوم ہے جس زمانہ میں یہ دونوں موجود ہوتے ہیں
ان دونوں کا نام باپ اور ماں رکھا۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان دونوں میں پیدا
کرتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔

يُنشِئُ النَّيْلَ النَّهَارَ

جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے حق میں فرمایا۔

فَلَمَّا تَغَشَّيَا جَمَلَتِ

چنانچہ جب رات دن پر پردہ ڈالتی ہے تو رات باپ اور دن ماں ہوگا۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ دن میں جو کچھ پیدا فرماتا ہے وہ بمنزلہ اولاد کے ہوگا جیسے اس عورت نے جنا اور جب دن رات پر پردہ ڈالتا ہے تو دن باپ ہوگا اور رات ماں ہوگی اور جو کچھ اللہ تبارک و تعالیٰ نے رات کے زمانہ میں پیدا فرمایا۔ وہ بمنزلہ اس اولاد کے ہے جسے ماں جنبتی ہے۔

یہ فصل ہم نے کتاب "الشان" میں بیان کی ہے۔ اس میں ہمارا کلام اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے۔ کُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ۔ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں ایام کی ایک طرف شافی معرفت عطا فرمائی تو ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب میں اسے بیان کریں گے۔ ایسے ہی اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

دن اور رات کی مناکحت

يُولِجُ اللَّيْلُ فِي النَّهَارِ وَيُؤَلِّجُ النَّهَارُ فِي اللَّيْلِ

الحج آیت ۶۱

رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اس فرمان میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے رات اور دن کی مناکحت کو زیادہ سے زیادہ وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ اور دوسری آیت ہے۔

لَهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ

سیس آیت ۳۷

اُن کے لئے رات ہے ہم اس سے دن کو نکالتے ہیں

اس آیت میں یہ ہے کہ رات ماں ہے اور دن اس سے پیدا ہوتا ہے اور مولود ماں سے نسلخ ہے جب اس سے نکلتا ہے اور سانپ اپنی گھنٹی سے باہر آتا ہے تو پیدا ہونے والا دن اس دوسرے عالم میں ظاہر ہوتا ہے جو اس عالم کے علاوہ ہے جس پر رات حاوی ہے اور وہاں دن باپ ہوگا۔

جس کا ہم نے ذکر کیا۔ اسے ہم نے اپنی کتاب "الزمان ومعرفت الہر" میں بیان کیا ہے۔

دونوں ماں بھی ہیں اور باپ بھی

یہ رات اور دن ایک وجہ سے دو باپ اور ایک وجہ سے دو ماں ہیں اور ان دونوں کی گردش و تصریف کے وقت ارکان عالم میں اللہ تبارک و تعالیٰ جو ان دونوں میں پیدا فرماتا ہے وہ رات اور دن کی اولاد ہے جیسا کہ ہم نے مقرر کیا۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے تکوین کے لئے تمام اجرام عالم کو قابل پیدا فرمایا۔ تو اس میں ایک حد مقرر فرمائی جو آسمان دنیا کے مقعر سے زمین کے اندر کی طرف مٹی ہوتی ہے۔ عالم طبیعت و احتمالات اور ان اعیان کا ظہور جو احتمالات کے وقت پیدا ہوتے ہیں اسے بمنزلہ ماں کے مقرر فرمایا اور آسمان دنیا کے مقعر فلک سے دوسرے افلاک کی طرف بمنزلہ باپ کے ہے اور اس میں منزلیں مقرر فرمائیں اور اسے انوار ثابۃ اور سالجہ سے مزین فرمایا۔ پس سالجہ ثابۃ میں منزل قطع کرتا ہے اور ثابۃ اور سالجہ تقدیر عزیر کے ساتھ فلک محیط میں منازل قطع کرتے ہیں۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اہرام مصر کی تاریخ میں قلم سے لکھا ہوا ہے کہ ان اہرام کو اس وقت بنایا گیا جب برج نسربہ برج اسد میں تھا اور اس میں شک نہیں کہ اس وقت برج جدی میں ہے۔ ہم نے ایسا ہی ادراک کیا اور جانا ہے۔

چاند اور سورج کی گردش

یہ امر دلالت کرتا ہے کہ کوکب ثابۃ برج سورج اطلالہ قطع کرتے ہیں اللہ

تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالْقَمَرَ قَدْ زَنَّهُ مُتَابِلًا

یسین آیت ۳۹

اور ہم نے چاند کے لئے منزلیں مقرر کی ہیں۔
اور کوکب کے حق میں فرمایا۔

وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ

یسین آیت ۴۰

اور ہر ایک فلک میں تیرتا پھرتا ہے۔
اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا !

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا

یسین آیت ۳۸

اور شرج اپنے ایک مستقر پر چلتا ہے۔
اور یہ بھی پڑھا جاتا ہے لامستقر لہا یعنی اس کے لئے مستقر نہیں اور
ہر دو قرأت میں تنافر نہیں۔ پھر فرمایا۔

ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ

یسین آیت ۳۸

یہ اندازہ زبردست جاننے والے کا ہے۔
اور چاند کے حق میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف دیکھیں
کہ اس نے چاند کی منازل کا اندازہ کر رکھا ہے اور فرمایا۔

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا

یسین آیت ۴۱

ترجمہ: ”نہ سورج کی مجال ہے کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دین سے پہلے آسکتی ہے اور ہر ایک آسمان کے دائرہ میں تیرتا پھرتا ہے۔“

یعنی دائرے کی چیز میں ہے اور ان انوار کے لئے جن کا نام کو اکب ہے ارکان کے ساتھ اتصال کرنے والی شعاعیں مقرر کی گئیں۔ اس کے اتصالات کا قیام آبار کا اُتہات کے ساتھ نکاح کی صورت میں ہے۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ عالم طبیعت سے ارکان اربعہ میں ان نوری شعاعوں کے اتصال کے وقت پیدا فرماتا ہے جو ان میں ہوتی ہیں اور جن کا مشاہدہ جس کو ہوتا ہے۔

رازوں بھری آیت

پس یہ ارکان اربعہ ہماری خیریت میں مثل چار عورتوں کے ہیں جیسا کہ ہمارے نزدیک نکاح شرعی حلال نہیں ہوگا مگر عقد شرعی کے ساتھ ایسے ہی حق تعالیٰ ہر آسمان میں اپنے امر کو وحی فرماتا ہے تو اس وحی سے ان کے درمیان امر نازل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے۔

يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمْنَ

الطلاق آیت ۱۲

ابن میں اللہ تعالیٰ کا امر اترتا ہے تاکہ تم جان لو۔
امیر الہی اور اس کے نزول کی تفسیر میں عظیم اسرار ہیں جن کی طرف اس باب میں اشارہ کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ آپ نے اس آیت کریمہ کے بارے میں فرمایا۔

تَوَفَّرْتُمْ مَا بَقَلْتُمْ اِنِّي كَاْفِرٌۢ

(المحدث)

اگر میں اس کی تفسیر کروں تو تم مجھے کہو گے میں کافر ہوں۔
اور ایک روایت میں فرمایا! اگر جتونی، یعنی تم مجھے ہنگسار کر دو۔
اور یہ قرآن مجید کے اسرار میں سے ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ

اللہ وہی ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی کی تعداد میں زمینیں بنائیں
پھر فرمایا!

يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ

الطلاق آیت ۱۲

ان کے درمیان اللہ کا امر اترتا ہے۔
پھر تمام کیا اور ظاہر طور پر فرمایا!

لَتَعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

الطلاق آیت ۱۲

تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔
اور یہ وہ صفتِ عمل ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا اور اس کا
ذکر ہم نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایجاد سے دوسرے باپ کے حق میں علم و عمل
کی صفت سے کیا اور ہم نے اُس صفتِ علم کے ساتھ اُس کی طرف اشارہ
کیا ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے دوسرے باپ کو عطا فرمایا۔ کیونکہ قدرتِ
ایجادِ عمل ہے پھر اخبار میں پورا کر کے فرمایا!

وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے علم سے ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے جو کہ اٹھایا جانے والا نفسِ کلید بنے۔ پس وہ سبجاء تعالیٰ اس چیز کو جانتا ہے۔ جسے پیدا فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے ایجاد کرتا ہے۔ اسے کوئی روکنے والا نہیں۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ کا امر آسمان و زمین کے درمیان نازل ہوتا ہے۔ جیسا والدین کے درمیان بیٹا ظاہر ہوتا ہے۔

جنتی مردوں کی خصوصیت

رہا! ارکانِ اربعہ کے ساتھ فلکیہ سماویہ کی حرکت سے نورانی کواکب کی شعاعوں کا اتصال تو یہ ہر ایک کے ساتھ بیک وقت اُمّ المولودات ہیں۔ ایسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے عارفوں کے لئے مثال مقرر فرمائی ہے کہ جنت میں اہل جنت اپنی تمام عورتوں اور کنیزوں سے ایک ہی وقت میں حسی طور پر نکاح یعنی جماع کر لیں گے۔ جیسا کہ ان اتصالات کا احساس ہوتا ہے، پس جنت میں مرد کے پاس جتنی بھی منکوحہ عورتیں ہوں گی حسب خواہش وہ اُن سب سے ایک ہی وقت میں بغیر تقدیم و تاخیر کے حسی مجامعت سے لطف اندوز ہو سکے گا۔ اور یہ وہی دائمی نسیم اور اقتدارِ الہی ہے اور فکر کی حیثیت سے عقل اس حقیقت کے ادراک سے عاجز ہے۔ اور اس کا ادراک اس دوسری قوت سے ہوتا ہے جسے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں سے جس کے دل میں چاہے ڈال دیتا ہے۔ جیسا کہ انسان جنت میں صورتوں کے شوق میں جس صورت میں چاہے گا داخل ہو جاتے گا۔ جیسا کہ یہاں ہمارے نزدیک

روح متشکل ہو جاتی ہے۔ اگرچہ جسم ہو۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ اسے اس پر یہ قدرت عطا فرمادیتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور جنت کے بازار کی حدیث کا ذکر ابو عیسیٰ ترمذی نے اپنی تصنیف میں کیا ہے تو اسے وہاں دیکھیں۔

نورانی شعاعوں کی اولاد

جب نورانی شعاعوں کا ارکانِ اربعہ میں اتصال ہوتا ہے تو اس نکاح سے مولدات کا ظہور ہوتا ہے اور اسے غالب جاننے والے نے ایسے ہی مقرر کر رکھا ہے۔ تو مولدات آبار میں جاری رہیں گی اور یہ اُتھات کے درمیان افلاک اور انوارِ علویہ ہیں اور یہی ارکانِ طبیعیہ سفلیہ ہیں اور ارکان کے ساتھ انوار سے شعاعوں کا اتصال نکاح کی طرح ہے اور افلاک کی حرکات اور انوار کی رفتار بمنزلہ جماعت کے ہے اور ارکان کی حرکات عورت کے وضع حمل کی طرح ہے۔ اس جھاگ کے اخراج کے لئے جو درِ درزہ سے نکلتی ہے اور یہ ان ارکان میں عین کے لئے معدنیات و نباتات، حیوانات اور جنوں انسانوں کی نوع سے مولدات کا ظہور ہے پس اللہ سبحانہ تعالیٰ قادر ہے جو چاہے کرے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ہر چیز کا پروردگار اور مالک ہے۔

میرا اور اپنے والدین کا شکر کرو اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنْ شَكَرْتُمْ لَازِدْ لَكُمْ اِلٰى الْمَوْزِدِ

لثَمَانِ آیت ۱۴

میرا شکر کرو اور اپنے والدین کا شکر گزار رہو اپنی کی طرف پھرنا ہے

لئے دوست ہم نے آپ کے لئے آپ کے باپوں اور ماؤں کے بارے میں بیان کر دیا ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ اُن میں آپ کا قریب تر باپ کون ہے اور آپ کا وجود آپ کے باپ سے ظاہر ہوا ہے اور ایسے ہی آپ کی ماں جو آپ کی طرف قریب ہے آپ کے پہلے باپ کے قریب ہے اور وہ جدِ اعلیٰ ہے اور جو آباء و اہتات کے درمیان کی طرف ہے پس آپ اُن کا وہ شکر کریں جس سے وہ مسرور ہوں اور اُن پر ایسی ثناء کریں جس سے وہ فرحت حاصل کریں اور انہیں اُن کے مالک اور موجد کی طرف منسوب کریں اور اُن سے فعل کو سلب کر کے اُس کے ساتھ ملتی کریں جو اس کا مستحق ہے اور وہ ہر چیز کا خالق ہے۔

جب آپ ایسا کریں گے تو اپنے اس فعل سے اپنے آباء پر مسرور داخل کریں گے یعنی انہیں خوش کر دیں گے اور انہیں اس مسرت سے ہمکنار کرنا آپ کا اُن کے ساتھ نیکی کرنا اور اُن کا شکریہ ادا کرنا ہے۔

جب آپ ایسا نہیں کریں گے اور اُن کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کو بھول جاتیں گے تو آپ نے اُن کا شکریہ نہیں ادا کیا۔ اور نہ ہی تم نے اُن کا شکریہ ادا کرنے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے امر کی اطاعت کی۔ کیونکہ اُس کا فرمان اِنْ شَكَرْتُمْ لَازِدْ لَكُمْ اِلٰى الْمَوْزِدِ یعنی میرا شکر کرو۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو مقدم کیا تاکہ آپ جان لیں کہ وہ سببِ اول و اولیٰ ہے۔ پھر واو عاطفہ لا کر فرمایا۔ وَلِوَالِدَيْكَ۔ یعنی اپنے والدین کا شکریہ ادا کرو۔

اور یہ وہ اسباب ہیں جن سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو وجود دیا تاکہ آپ اس کی نسبت اللہ سبحانہ کی طرف کہیں اور وجودِ خاص کے ساتھ آپ پر اس کی فضیلت مقدم ہو نہ کہ تاثیر کے ساتھ، کیونکہ درحقیقت اُن کے لئے اثر نہیں اگرچہ وجودِ آثار کے لئے اسباب ہیں۔

پس اُن کے لئے اسی قدر فضیلت درست ہے اور تم سے شکر طلب کیا ہے اور تمہارے لئے نازل کیا ہے اور تمہارے نزدیک تم پر اُن کی منزلت مقدم کی ہے نہ کہ اثر میں شفاء مقدم ہوگی اور تاثیر اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے ہے اور تقدّم و توقّف والدین کے لئے ہے لیکن ہماری اس شرط کے ساتھ کہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں۔

جب میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی ثنا کرتا ہوں۔ اور کہتا ہوں۔ اے ہمارے رب اور ہمارے علوی باپوں اور سفلی ماؤں کے رب تو اس میں میرے کہنے اور بشر سے تمام بنی آدم کے کہنے کے درمیان کچھ فرق نہیں۔

ترجمانی ہو جائے گی

کسی شخص کو بعینہ مخاطب نہیں کیا جاتا یہاں تک کہ آپ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام سے لے کر اس زمانہ تک اپنے آباء و اُمّہات کو شامل کر سکتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ نشاۃ النسانیہ ہے تو اس تمجید کے ساتھ آپ عالم ارکان اور عالم طبیعت و انسان سے ہر پیدا ہونے والے کی ترجمانی کر لیں گے پھر آپ ہر پیدا ہونے والے سے مؤثر اور مؤثر فیہ کے درمیان نیابت سے ترقی کریں گے اور ہر زبان کے ساتھ اس کی حمد بیان کریں گے اور ہر وجہ سے اس کی طرف متوجہ ہوں گے تو اس مقام کلی سے اللہ تبارک و تعالیٰ

کے ہاں ہمارے لئے جزا ہوگی۔

سلام کا جواب آتا ہے

جیسا کہ میرے مشائخ میں سے ایک بزرگ نے مجھے کہا!
جب تُو اَلسَّلَام عَلَیْنا دُعِی اَعْبَادُ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ کہے یا اَلسَّلَام عَلَیْکُمْ کہے۔
یعنی یہ کہے کہ ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر سلام ہو یا تو اپنے
راستے میں کسی کو ملتے وقت اَلسَّلَام عَلَیْکُمْ کہے اور تیرے دل میں یہ موجود ہو
کہ زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کا ہر نیک بندہ، مُردہ اور زندہ اس سلام
میں شامل ہے تو اس مقام سے سلام تجھ پر لوٹ آئے گا اور کوئی مُقَرَّب
فرشتہ اور پاک رُوح ایسا باقی نہیں رہے گا جس پر تیرا سلام پہنچے اور وہ
تجھ پر سلام نہ لوٹائے اور یہ وہ دُعا ہے جو تیرے حق میں قبول اور باعث
نجات ہوگی۔

جن کو سلام نہ پہنچے

اللہ تبارک و تعالیٰ کے جن خاص بندوں کو اُن کے جلالِ خداوندی میں
مشتغول ہونے کی بنا پر تیرا سلام اُن کی طرف سے نیابت کے طور پر اللہ تعالیٰ
تجھ پر سلام لوٹائے گا اور تیرے حق میں اس حیثیت سے یہ شرف کافی ہے
کہ تجھ پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا سلام آئے۔
اندریں صورت تو کہے گا! کاش میرا سلام کوئی بھی نہ سُننا جس پر
میں نے سلام کہا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ سب کی نیابت
سے تجھ پر سلام لوٹاتا۔ کیونکہ تیرے ساتھ یہ بڑا شرف ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حق میں تشریف فرمایا۔

وَسَلَّمَ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا

مریم آیت ۱۵

اور اُس پر سلام ہو جس دن پیدا ہوا اور جس دن انتقال کیا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاتے گا۔

جب خدا واجب کر کے سلام کہے

یہ سلام فضیلت اور خبر ہے تو وہ سلام کیسا ہوگا جو اللہ تبارک و تعالیٰ حق نیابت واجب کر کے اُس کی طرف سے جواب دے گا جس نے سلام نہیں سنا جب کہ فرائض کی جزاء سے اُس کے حق میں بہت بڑی ہے جس کے لئے کہا! و سلام علیہ یوم ولدہ یعنی اُس پر سلام جس روز پیدا ہوا تو اُس کے لئے شرف کو دو فضیلتوں کے درمیان جمع کیا گیا۔

لفظ صَلَوة تھا سلام نہیں

ابتداء میں صَلَوة اللہ عَلَیْنا یعنی ہم پر رحمت ہو وارد ہوا ہے اور میری طرف یہ نہیں پہنچا کہ کیا ابتداء میں سلام وارد ہوا ہے یا نہیں؟ جیسا کہ صَلَوة وارد ہوا ہے۔ چنانچہ جو یہ روایت بیان کرے گا اور تحقیق کرے گا۔ میں نے یہ امانت اُس کی گردن میں دال رہی کہ وہ صَلَوة اللہ عَلَیْنا کی طرف اسے اس مقام میں اس باب میں تلخ کر دے۔ یعنی سلام عَلَیْنا کی حدیث مل جاتے تو اس کتاب میں شامل کر دے تاکہ مومنین کو بشارت ہو اور میری اس کتاب کے لئے باعث شرف ہو، اور اللہ ہی معین و مددگار اور توفیق

دینے والا ہے اُس کے سوارت نہیں۔

دوباپ دو مائیں

رہے آبار و آتہاتِ طبعی تو ان کا ذکر ہم نے نہیں کیا اور اس سے امرِ کلی کا ذکر کرتے ہیں۔

وہ دوباپ اور دو مائیں ہیں۔ دوباپ دو ناعل ہیں اور دو مائیں دو منفصل ہیں اور جو دونوں سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ دونوں سے منفصل یعنی متاثر ہونے والا ہے۔

حرارت و برودت دو ناعل اور رطوبت و یبوست دو منفصل ہیں حرارت کی یبوست یعنی خشکی کے ساتھ مناکت ہوتی تو اس سے آگ کا رکن ظاہر ہوا اور حرارت کا رطوبت یعنی تری کے ساتھ نکاح ہوا تو رکن پدید ہوا۔ پھر برودت اور رطوبت کا نکاح ہوا تو پانی کا رکن نکلا اور برودت کے ساتھ خشکی کا نکاح ہوا تو مٹی کا رکن پیدا ہوا۔ اور بیٹوں میں آبار و آتہات کے حقائق حاصل ہوتے۔

کون کس کے ماں باپ ہیں

آگ گرم خشک ہے اُس کی گرمی باپ کی جہت سے ہے اور خشکی ماں کی طرف سے ہے۔

ہوا گرم مرطوب ہے۔ اس کی گرمی باپ کی طرف سے اور رطوبت ماں کی طرف سے ہے۔

پانی سردی اور تری سے ہے۔ اس کی سردی باپ کی طرف سے اور

ترّی ماں کی طرف سے ہے۔

زمین سرد خشک ہے۔ اس کی سردی باپ کی طرف سے اور خشکی ماں کی طرف سے ہے۔

پس حرارت و برودت علم سے ہے جب کہ ترّی اور خشکی ارادہ سے ہے یہ علم الہی سے اُن کے وجود میں ان کے تعلق کی اور اس کی تعریف ہے جو دونوں سے قدرت پیدا ہوتی ہے۔

ان ارکان کی اولاد

پھر ان ارکان میں ولادت واقع ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ آبا پر علویہ کی مائیں ہیں نہ کہ اُن کے باپ ہونے سے، اگرچہ ان میں اَبَوْت موجود ہے۔ پس ہم نے آپ کو متعارف کروا دیا ہے کہ اَبَوْت و بُنَوْت اضافتوں اور نسبتوں سے ہے، بیٹا اپنے بیٹے کا باپ ہے اور باپ اپنے باپ کا بیٹا ہے۔ ایسے ہی نسبتوں کا باب ہے۔ اس میں غور کریں۔ اور اللہ توفیق دینے والا ہے اُس کے سوا کوئی رَب نہیں۔

ماں باپ کیسے؟

چونکہ گرمی سے خشکی منفعل ہے یعنی تاثیر حاصل کرتی ہے اور ترّی سردی سے منفعل ہے یعنی اُس کا اثر قبول کرتی ہے تو ہم نے کہا۔ ترّی اور خشکی دونوں منفعل ہیں۔ یعنی مؤثر فیہ ہیں۔ چنانچہ ہم نے ارکان کے لئے ان دونوں کو بمنزلہ ماں کے مقرر کیا اور جب گرمی اور سردی دونوں فاعل یعنی مؤثر ہوں تو ہم نے ارکان کے لئے ان دونوں کو بمنزلہ باپ کے مقرر کیا۔

فاعل اور منفعل کی حیثیت

چونکہ صنعت صانع کی استعدا کرتی ہے تو لازماً منفعل بذاتہ فاعل کو طلب کرے گا۔ کیونکہ منفعل اُس کی ذات کے لئے ہے اور اگر اُس کی ذات کے لئے منفعل نہیں ہوگا تو یہ اس لئے ہوگا کہ فاعل کے بالعکس انفعال اور اثر کو قبول کرے اور اس میں موثر ہو۔ کیونکہ اگر وہ چاہے تو بالا اختیار کرے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے تو اُس کا نام فاعل ہوگا اور یہ امر منفعل کے لئے نہیں۔ اس حقیقت کا ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے اور وہ قرآن مجید کی فصاحت اور اختصار و ایجاز سے ہے۔

وَلَا رُطْبٌ وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِی کِتَابٍ مُّبِیْنٍ

الانعام آیت ۵۹

اور ہر ترہی اور ہر خشکی کتابِ مبین میں ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے نہ تو منفعل کا ذکر کیا اور گرمی اور سردی کا تذکرہ کیا۔ کیونکہ علماء طبعیت کے نزدیک خشکی اور ترہی، گرمی اور سردی کو طلب کرتی ہے اور دونوں ان دونوں سے منفعل ہیں۔ جیسا کہ صانع صنعت کو طلب کرتا ہے اس لئے اصل ذکر کے علاوہ ان دونوں کا ذکر کیا ہے۔ اگرچہ کتابِ مبین میں ہر چیز ہے۔

حضرت رسالت مآب سے زیادہ جانتے ہیں

ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو علوم عطا فرمائے وہ آپ کے علاوہ کسی دوسرے کو نہیں پہنچے۔

جیسا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ کی تھپکی کی حدیث میں فرمایا: **فَعِلْمُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ** یعنی میں نے اولین و آخرین کو جان لیا۔ پس علم الہی تمام علوم کی اصل ہے اور اس کی طرف سب کا رجوع ہے۔ یہ باب جس امر کا مستحق تھا، ہم نے انتہائی ایجاز و اختصار سے اسے پورا کر دیا۔ کیونکہ کیفیات کا بیان باعث طوالت ہے۔ اس لئے ہم نے اس کا ذکر کر دیا ہے اور اس کی ہم نے تزیین کر دی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سچ فرماتا ہے اور وہی سیدھے راستے پر چلتا ہے۔
الْحَمْدُ لِلّٰہِ بَارِہِیْنِ جزا اور گیارہویں باب کا ترجمہ تمام ہوا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

بارپواں باب

ہماری سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فلک کے دورہ کی معرفت کا بیان یہ دورہ سیادت ہے۔ زمانہ اسی دن کی ہیئت پر پلٹ آیا جس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے پیدا فرمایا تھا۔

الابابی من کان ملکا وسیدا و آدم بین الماء والطين واقف
فذاك الرسول الابطحي محمد له في العلي مجد تليد وطارف
أني بزمان السطحي آخر المدي وكافته في كل عصر مواقف
أني لانكسار الدهر يجبر صدعه فأثنت عليه ألسن وعوارف
اذا رام أمر الإيكون خلافة وليس لفاك الامر في الكون صارف

خبردار! حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میرا باپ قربان ہو وہ اس وقت بادشاہ اور سردار تھے جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان کھڑے تھے۔

وہ ذات رسول البطی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں آپ کے شرف و مجد کا تذکرہ بلندی میں جاری ہے۔

آپ آخری مدت میں سعادت کے زمانہ میں تشریف لائے اور ہر زمانہ میں آپ کے لئے توقف کیا جاتا۔

آپؐ زمانے کو توڑنے کے لئے تشریف لائے جو اپنے حق میں زبردستی کرتا تھا۔ پس آپؐ پر زبانیں اور عوارفِ ثناء کرتے ہیں جب آپؐ کسی امر کو درست فرمادیں تو اُس کا خلاف نہ ہو گا۔ دنیا میں کوئی آپؐ کے اس امر کو نہیں پھیر سکتا۔

آپؐ موجود تھے

اللہ تبارک و تعالیٰ آپؐ کی مدد فرماتے۔ جاننا چاہیے کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے وجودِ حرکتِ فلک کے وقت زمانہ کے ساتھ اجسام کے لئے ارواحِ محصورہِ مدبرہ کو پیدا فرمایا تا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک مدتِ معلومہ کا تعین ہو جاتے تو اُس کی حرکت کے ساتھ زمانے کی پہلی تخلیق رُوحِ مدبرہ یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رُوحِ مبارک کو پیدا فرمایا گیا۔ پھر حرکات کے وقت ارواح کا صدور ہوتا رہا اور بغیر عالمِ شہادت کے عالمِ غیب میں آپؐ کی رُوحِ مبارک کا وجود موجود تھا۔

آپؐ نبی بھی ہو چکے تھے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپؐ کو آپؐ کی نبوت کا علم عطا فرما کر اُس کی بشارت دے دی تھی اور حضرت آدم علیہ السلام اُس وقت نہیں تھے۔ جیسا کہ آپؐ نے فرمایا کہ حضرت آدم مار و طین کے درمیان تھے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں زمانہ اسمِ باطن کے ساتھ منتہی ہوا۔ یہاں تک کہ آپؐ کے جسمِ اطہر کے وجود اور رُوحِ مبارک کا ارتباط ہو گیا تو زمانہ اپنے جاری ہونے میں اسمِ ظاہر کی طرف منتقل ہوا اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذاتہ جسم و رُوح کے ساتھ ظاہر ہو گئے۔

شرعیات کی منسوخی کیسے؟

انبیاء رسل سلام اللہ علیہم اجمعین کے ہاتھوں پر جو تمام شریعتیں ظاہر ہوئیں
 اُن میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم باطن تھا۔ پھر آپ کا حکم ظاہر ہو گیا
 تو وہ ہر شریعت جسے اسم باطن نے حکم ظاہر کے ساتھ ظاہر کیا تھا۔ دو اسموں کے اختلاف
 بیان کے حکم سے منسوخ ہو گئی۔ اگرچہ مشرع یعنی صاحب شرع ایک تھا۔ کیونکہ
 حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کُنْتُ نَبِيًّا۔ یعنی میں نبی
 تھا اور فرمایا۔ کُنْتُ اِنْسَانًا یعنی میں انسان تھا۔ نہ کہ یہ فرمایا کُنْتُ مَوْجُودًا
 یعنی میں موجود تھا اور نبوت نہیں ہوتی مگر اُس پر عند اللہ شریعت مقرر
 ہوتی ہے۔ چنانچہ صاحب نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن انبیاء کرام
 کے وجود سے پہلے اپنی نبوت کی خبر دی ہے جو اس دنیا میں آپ کے نابین
 ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے پہلے ابواب میں مقرر کیا ہے۔

آپ باطن سے ظاہر کی طرف لوٹ آئے

اسم باطن کے ساتھ آپ کا لوٹنا آپ کے دورے کی انتہا اور اسم ظاہر کے
 ساتھ دوسرے دورے کی ابتدا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ جس بیعت پر اللہ
 تبارک و تعالیٰ نے زمین کو پہلے دن پیدا فرمایا تھا اسی پر لوٹ آیا۔ اس نسبت میں
 ہمارے لئے ظاہر کا حکم ہے جیسا کہ پہلے دورہ میں ہماری طرف یعنی حضرت محمد
 مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف باطناً منسوب تھا اور ظاہراً اُس کی
 طرف منسوب تھا جو حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ اور جمیع انبیاء و رسل
 علیہم السلام کی شریعتوں سے تھا۔

انبیاء سے اور مہینوں سے چار چار حرم

انبیاء کرام میں زمانہ سے چار حرم ہیں۔ حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت شعیب علیہم السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور زمانے سے اُن کی عین، ذیقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب کے مہینے ہیں۔ چونکہ عرب مہینوں میں طہال و حرام کرتے تھے تو ان پر یہ ملت و حرمت لوٹا دی گئی اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے زمانہ اپنی اصل کی طرف لوٹ آیا۔ جس کا اس کی تخلیق کے وقت اللہ تبارک و تعالیٰ نے حکم فرمایا تھا۔ پس مہینوں سے حرم کا تعین اس صفت پر ہے جس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے پیدا فرمایا تھا۔ اس لئے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بسان ظاہر سے فرمایا: زمانہ اُسی دن کی ہیئت پر لوٹ آئے جس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے پیدا فرمایا تھا۔

ایسے ہی زمانہ لوٹ کر آیا تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہور فرمایا جیسا کہ ہم نے اس کا ذکر روئے اور جسماً حسّی صورت میں اسم ظاہر کے ساتھ کیا۔ پس جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے چاہا۔ آپ نے اپنی پہلی یعنی باطنی شریعت سے منسوخ کر دیا اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا اسے باقی رکھا اور یہ تفسیح اصول کی نہیں بلکہ خاص احکام کی تھی۔

آپ کا ظہور میزان اور عدل میں ہوا

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور برج میزان میں ہوا جس کا معنی دنیا میں عدل ہے اور میزان معتدل ہے۔ کیونکہ اس کی طبیعت گرم تر ہے۔

اور وہ آخرت کے حکم سے ہے پس جنت اور جہنم میں داخل ہونے تک میزان آخرت کے ساتھ متصل ہے۔ اس لئے اس اُمت کا علم پہلوں سے زیادہ ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا گیا۔ کیوں کہ حقیقت میزان یہی عطا کرتی ہے۔ اس اُمت میں کشف تیز ہوتا ہے جب کہ دوسری تمام پہلی اُمتوں میں سردی اور خشکی کا غلبہ تھا۔ اگرچہ ان میں بھی اذکیا اور علما تھے تاہم ان میں سے ایسے لوگ معین تھے۔ اس کے برعکس اس زمانہ میں لوگ زیادہ عالم ہیں۔ کیا آپ نے اس اُمت کے لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے تمام اُمتوں کے علوم کو کھنگال ڈالا ہے۔ اگر مترجم اُس معنی کو نہیں جانتا جو حتم کے لفظ پر دلالت کرتا ہے تو اُس کا مترجم ہونا درست نہیں اور نہ ہی اُس اسم پر ترجمہ کا اطلاق ہوگا۔

اُمت مصطفیٰ کے علوم

بے شک یہ اُمت پہلے لوگوں کے علوم کو بھی جانتی ہے اور ان علوم سے بھی محقق ہے جنہیں پہلے لوگ نہیں جانتے تھے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی لئے اشارہ فرمایا ہے کہ میں اولین کا علم جانتا ہوں۔ اس سے پہلے لوگ مراد ہیں۔ پھر فرمایا۔ اور میں آخرین کا علم جانتا ہوں تو یہ وہ علم ہے جو متقدمین کے پاس نہیں تھا اور یہ وہ علم ہے جو آپ کے بعد قیامت تک آپ کی اُمت کو حاصل ہوتا رہے گا۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہمارے پاس وہ علوم ہیں جو پہلے نہ تھے۔ عبتنا علوماً لم تکن قبل تو یہ ہمارے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی ہے اور آپ اس کے ساتھ سچے ہیں۔

تو حضور رسالت، مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دنیا میں علم میں سرورِ ثانی ثابت ہے اور آپ کے لیے حکم میں بھی سرورِ ثانی ثابت ہے جب آپ نے فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں میرے اتباع کے سوا چارہ کار نہ تھا اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت ہوگا اور قرآن کے ساتھ ہم میں حکم ہے تو دنیا میں آپ کے لیے ہر وجہ اور معنی کے ساتھ سرورِ ثانی ثابت ہے

پھر قیامت کے دن آپ کا بابِ شفاعت کو کھولنا تمام لوگوں پر آپ کی سرورِ ثانی ثابت کرتا ہے اور یہ امر سوائے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیامت کے دن کسی نبی کے لئے نہیں ہوگا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء و رسل میں شفاعت فرمائیں گے اور ملائکہ میں شفاعت فرمائیں گے پھر اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کی شفاعت کے وقت تمام فرشتوں اور انبیاء و رسل اور مومنوں کو شفاعت کی اجازت عطا فرمائے گا تو قیامت کے دن حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ اور رحم الراحمین کی اجازت سے اول و آخر شفیع ہونگے۔

اسمِ رحیم شفاعت سے کہئے

اسمِ مستقم کے پاس اس کا اسمِ رحیم شفاعت کرے گا کہ ان لوگوں کو جہنم سے نکالا جائے جنہوں نے کبھی کوئی اچھا عمل نہیں کیا۔ پس انہیں اسمِ منعم متفضل دوزخ سے نکال لے گا۔

اس دائرہ سے شرف اعظم اُس دائرہ کا ہے جس کا آخر اَرْحَمُ الرَّاحِمِین ہوگا۔ اور دائرے کے آخری حصے کا اتصال اُس کے پہلے حصے کے ساتھ ہے پس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف سے بڑا کون سا شرف ہوگا کہ آپ کے کمال کے لئے اُس دائرہ کی ابتداء کو آخر کے ساتھ ملایا گیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ سبحانہ نے اشیاء کی ابتدا کی تھی اور آپ ہی کے ساتھ اس دائرہ کو مکمل کیا اور مومن سے بڑا شرف کون سا ہے کہ اُس کی شفاعت کو اَرْحَمُ الرَّاحِمِین کی شفاعت سے ملایا گیا ہے۔

اگر علم ایمان کے ساتھ ہو

پس مومن اللہ تبارک و تعالیٰ اور انبیاء کرام کے درمیان ہے، کیونکہ علم مخلوق کے حق میں ہے اور اگرچہ اُس کے لئے وہ شرف تام ہے جو اپنے مکان سے غیر معرفت نہیں۔ لیکن سوائے ایمان کے قَرَبِ الہی عطا نہیں کرتا پس مخلوق میں ایمان کا نور اُس علم کے نور سے زیادہ شرف والا ہے جس علم کے ساتھ ایمان نہیں۔ چنانچہ جب علم ایمان سے حاصل ہوگا تو اس علم کا نور نورِ ایمان سے پیدا ہونے کی وجہ سے اعلیٰ ہے۔ اس کے ساتھ اہل ایمان عالم اُس مومن سے ممتاز ہے جو عالم نہیں پس اللہ تبارک و تعالیٰ جن مومنوں کو علم عطا فرماتا ہے اُن کے درجے اُن مومنوں سے بلند فرماتا ہے جنہیں علم نہیں عطا فرمایا اور عالموں کا علم باللہ نہیادہ فرماتا ہے کیونکہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو فرماتے ہیں تم اپنی دنیوی مصیبتوں کو زیادہ جلاتے ہو
 وسیع تر فلک حضورؐ کا ہے

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فلک سے کرنی فلک وسیع تر
 نہیں اور اُس نے احاطہ کر رکھا ہے اور یہ اُس کے لئے ہے جسے اللہ تبارک و تعالیٰ
 نے آپؐ کی امت سے حکم تبعیت کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے پس ہم نے تمام امتوں
 کا احاطہ کر رکھا ہے۔ اسی لئے ہمیں لوگوں پر گواہ بنایا گیا ہے۔

پہلے آسمان میں آپؐ کی خصوصیت

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمانوں
 کے اُمر کی وحی عطا فرمائی جو آپؐ کے علاوہ کسی کو اُس کے مولد کے طالع میں نہیں
 عطا فرمائی آپؐ کے پہلے آسمان کا اختصاص یہ ہے کہ وہاں قرآن مجید کا کوئی حرف
 اور کلمہ تبدیل نہیں ہوا۔ اور اگر شیطان دورانِ تِلَادَت میں کسی حرف کی کمی بیشی
 کی کوشش کرتا تو اللہ تبارک و تعالیٰ اُسے منسوخ فرما دیتا۔ یہ حفاظت اُس اُمر کا
 ثبوت ہے کہ آپؐ کی شریعت کو اس کے اپنے علاوہ منسوخ نہیں کیا جاسکتا
 بلکہ ہر آنکھ کی ٹھنڈک کے ساتھ اس کا محفوظ و مستقر ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس
 کے لئے ہر طائفہ کی گواہی ہے۔

دوسرے آسمان میں خصوصیت

آپؐ کے دوسرے آسمان کے ساتھ وہاں جو مخصوص اُمر ہے وہ یہ ہے کہ آپؐ
 کو اولین و آخرین کے علم سے مخفی کیا گیا اور آپؐ کو مودت و رحمت اور شفقت

عطا فرمائی گئی۔ چنانچہ آپؐ مومنوں کے ساتھ رحم فرمانے والے تھے اور کسی پر آپؐ کا تشدد ظاہر نہیں ہوا۔ مگر اُس وقت جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپؐ کو یہ ارشاد فرمایا۔

جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ

کافروں اور منافقوں کے ساتھ جہاد کریں اور اُن پر سختی کریں۔
 آپؐ نے اس امر الہی کی تعمیل فرمائی۔ حالانکہ یہ آپؐ کا طبعی اقتضائے تھا اور بتقصائے بشریت آپؐ کا کسی پر اپنی ذات کے لئے ناراض یا خوش ہونا اُس وقت ہوتا جب آپؐ اُس کے لئے فائدہ پہنچانے والی دُعا تجویز فرمالاتے اور آپؐ کے اس غضب میں رحمت ہوتی جس کا حالتِ غضب میں شعور نہیں کیا جاسکتا تھا۔ پس آپؐ کے غضب کے ساتھ اُس کی دلالت کی مثل آپؐ کی رضا ہوتی یعنی آپؐ کی ناراضگی آپؐ کی رضا پر دلالت کرتی۔ اِن اسرار کو ہم جانتے ہیں اور جو ہم میں سے اہل اللہ ہیں وہ جانتے ہیں۔

چنانچہ عالم پر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیادت و سرداری ابس باب سے درست ہے۔ کیونکہ آپؐ کی اُمت کے علاوہ دوسری اُمتوں کے حق میں کہا گیا ہے۔

يُخَيِّرُ قُلُوبَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا عَقِلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ

وہ جاننے اور عقل رکھنے کے باوجود تحریف کرتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں علم ہرنے کے باوجود گمراہ کہا ہے اور ہم میں ابس ذکر کی حفاظت اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے ذمے لیتے ہوئے فرمایا۔

ہم نے یہ ذکر نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔
 کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ بندے کی سمیع، بصر، زبان اور ہاتھ سے اسے محفوظ
 رکھتا ہے اور اس آیت کے علاوہ کسی کتاب کی حفاظت نہ فرمائی گئی تو لوگوں نے
 ان میں تحریف کر ڈالی۔

تیسرے آسمان میں آپ کی خصوصیت

تیسرے آسمان کی وحی سے وہاں کا آپ کے لئے مخصوص امر یہ بھی ہے کہ
 آپ کرتلوار اور خلافت عطا فرمائی گئی۔ اور ملائکہ کا آپ کے ساتھ مل کر قتال کرنا
 آپ کی خصوصیت ہے کیونکہ اس آسمان کے ملائکہ نے بدر کے دن آپ کی معیت
 میں جنگ کی اور اس آسمان سے یہ بھی ہے آپ کو اس قوم میں مبعوث فرمایا گیا
 جن کی ہمت، مہمان نوازی، اونٹوں کو زنج کرنے، دائمی جدال و قتال اور خونریزی
 میں ضرب ہرتی تھی۔ اور اسی کے ساتھ وہ آپس میں مدح سرائی کرتے کراتے تھے۔
 ان میں سے بعض نے کہا ہے۔

تتلوار کی نوک سے ضرب لگانے والے مہمان نوازی کے بانبار ہیں۔ جب
 ان کے پاس ذریعہ معاش نہ ہو تو جرات مند ہوتے ہیں۔

اور دوسرے نے اپنی قوم کی مدح سرائی کرتے ہوتے کہا۔

لَا يَبْغِضُن قَوْمِي الَّذِينَ هُمُو سَمِ الْعِدَاةِ وَآفَةُ الْجَزَرِ
 النَّازِلُونَ بِكُلِّ مَعْتَرِكٍ وَالطَّيِّبُونَ مَعَاذَ الْآزَرِ

میری قوم سے دوری اختیار نہ کر، یہ عداوت کا زہر اور لڑائی کی آفت ہیں۔
یہ ہر معرکہ میں اترنے والے اور ازار بند سے پاک ہیں۔
چنانچہ عنترہ بن شداد اپنے ہمسایہ کے گھر والوں کی حفاظت کے وقت
ان کے کرم اور شجاعت و عفت کے بارے میں کہتا ہے۔

جب تک میری ہمسایہ عورت میرے سامنے رہتی ہے۔ میں اپنی آنکھیں
بچی رکھتا ہوں کہ وہ اپنے گھر کی پناہ گاہ میں چلی جاتی ہے۔
عربوں کی کرامت و حماست اور وفاداری کی عجیبوں پر فضیلت کسی سے پوشیدہ
نہیں۔ اگرچہ عجم میں بھی اہل کرم اور بہادر ہیں مگر شاذ و نادر ایسے ہی عرب میں
بزدل اور خلیل ہوتے مگر اکیلا دو کیلا جب کہ بات غالب اکثریت کی ہے نادر
کی نہیں تو اس امر کا کسی کو انکار نہیں اور یہ امر اس سے ہے جو اللہ تبارک
تعالیٰ نے اس آسمان سے وحی فرمایا ہے اور یہ تمام اس امر سے ہے جو
آسمان اور زمین کے درمیان اس کے لئے نازل ہوتا ہے جو سمجھتا ہے۔
اگر ہم ہر آسمان سے اس امر کا تفصیلاً ذکر کرتے جو اس میں اللہ تعالیٰ
سبحانہ وحی فرماتا ہے تو ہم اس سے عجائبات کو ظاہر کرتے۔ بسا اوقات
اہل تعلیم میں سے کوئی شخص رصد و تیسیر کے طریق سے اس علم میں دیکھتا ہے
تو انکار کر دیتا ہے اور ان میں سے منصف جب اس میں سند ہے تو حیرت زدہ
رہ جاتا ہے۔

چوتھے آسمان میں آپ کی خصوصیت
چوتھے آسمان میں اس کے ساتھ مامور

وحی سے یہ ہے کہ آپ کی شریعت کے ساتھ تمام شریعتیں منسوخ ہو گئیں اور آپ کے دین کو تمام ادیان پر ظاہر فرمایا گیا۔ ہر اس رسول کے پاس جو آپ سے پہلے تھا اور ہر اس کتاب میں جو نازل ہوئی آپ کا دین ظاہر تھا، پس ادیان میں سے کسی دین کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں حکم باقی نہ رہا۔ مگر جو اس سے مقرر کیا اور اس کا تقرر ثابت ہے اور وہ آپ کی شریعت سے اور آپ کی رسالت کے عموم سے ہے، اور اگر ان میں سے کوئی حکم باقی ہے تو وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم سے نہیں۔ مگر خاص طور پر جزیہ دینے والوں میں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم نہیں کیونکہ اس کا نام باطل ہے تو یہ اس کے لئے ہے، جو آپ کا متبع ہے نہ کہ اس کے لئے یعنی آپ کے دین کا غلبہ تمام ادیان پر ہے جیسا کہ آپ کی مدح میں نابذ نے کہا۔

کیا آپ نے دیکھا کہ آپ کو وہ مرتبہ و درجہ دیا گیا ہے جس کے سامنے ہر بادشاہ تہذیب کا شکار ہے۔

آپ آفتاب ہیں اور بادشاہ ستارے ہیں جب آپ نے طلوع کیا تو ان سے کوئی ستارہ ظاہر نہ رہ سکا۔ اور یہ ہے حضرت محمد مصطفیٰ، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام و مرتبہ اور جو انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی شریعتوں سے ان کا مرتبہ آیا کیونکہ ستاروں کی روشنیاں آفتاب کے نور میں مندرج ہیں، پس دن ہمارے لئے اور اس کی تنہا اہل کتاب کے لئے ہے جس کی بنا پر وہ ذلت و پستی کو اختیار کر کے جزیہ ادا کرتے ہیں اور ہم نے آسمان کے ہر امر کو تنزیلات موصلیہ میں کھول کر بیان کیا ہے۔

جب تو اس سے واقفیت حاصل کر لے گا تو اس میں بعض امور کو جان لے گا۔

پانچویں آسمان میں آپ کی خصوصیت

پانچویں آسمان میں مائوریم وحی سے وہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اختصاص ہے کیونکہ حَبَّتِ إِلَيْهِ النِّسَاءُ کا جملہ سوائے آپ کے کسی نبی پر ہرگز وارد نہیں ہوا۔ یعنی آپ کی طرف عورتوں کی محبت دی گئی۔ اگرچہ حضرت سلیمان علیہ السلام وغیرہ کی طرح آپ کو کثیر عورتیں عطا کی گئی تھیں لیکن ہمارا کلام حَبَّتِ إِلَيْهِ کے ہونے سے ہے اور یہ اس لئے ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی تھے اور حضرت آدم علیہ السلام پانی اور کچھڑ کے درمیان تھے جیسا کہ ہم نے اُس وجہ پر مقرر کیا جس کی ہم نے شرع کی ہے کہ آپ اپنے رب کی طرف منقطع تھے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہونے کی بنا پر آپ اُس کے ساتھ دنیا کی طرف نہ دیکھتے تھے کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے القار کے ساتھ رعایتِ ادب کے ساتھ مشغول رہتے تھے اور دوسری چیز کی طرف فارغ نہ ہوتے۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی طرف عورتوں کی محبت راغب کر دی۔ اور یہ اُن خواتین یعنی آپ کی ازواجِ مطہرات پر اللہ تعالیٰ کی عنایت تھی۔ پس حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن سے محبت فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس محبت کی طرف راغب کیا۔

اللہ تعالیٰ خوبصورتی کو پسند کرتا ہے

مسلم نے صحت کے ساتھ اس حدیث کی تخریج ابواب الایمان میں کی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ

میں اچھے جڑتے اور اچھے کپڑے کو پسند کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔

ان اللہ جمیل یحب الجمال

الحديث

اللہ خوبصورت ہے۔ خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔

ابس آسمان سے غضب کو پسند فرماتا ہے اور نکاح آپ کی سنت سے ہے قطع کرنے سے نہیں اور نکاح کو اُس ستر الہی کے لئے عبادت مقرر کیا گیا جو آپ میں ودیعت کیا گیا تھا اور یہ نہیں مگر عورتوں میں اور یہ ظہر اعیان اُن تین احکام کے لئے ہے جن کا ذکر دو مقدموں سے نتیجہ میں پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور رابطہ وہ ہے جسے نتیجہ کی علت مقرر کیا گیا۔ تو یہ فضل اور اُس امر کی شکل ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مخصوص ہے۔

مہر میں قرآن سکھانا

اس میں نکاح ہبہ کو زیادہ کیا گیا ہے جیسا کہ آپ کی امت میں مقرر ہے جس میں کسی کے پاس معادضوں سے کوئی چیز نہ ہونے کی صورت میں نکاح کرنے کے لئے بطور خاص قرآن سے جو آسے یاد ہو ہر میں ادا کرے نہ کہ وہ جسے وہ عورت جانتی ہے اور یہ بات اگرچہ قربت ہبہ کا مقابلہ نہیں کرتی۔ تاہم اس میں امت کے لئے گنجائش ہے اور وسعت میں اُس امر کو پورا نہیں کیا گیا جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر آسمان میں وحی فرمایا۔

حضور کے خصوصی اعزازات

چھٹے آسمان میں امر وحی سے قرآن کا اعجاز ہے اور وہ جوامع الکلم سے

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اس آسمان سے نازل ہوا اور آپ سے پہلے یہ کسی نبی کو عطا نہیں ہوا۔ اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے چند چیزیں ایسی عطا فرمائی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں عطا کی گئیں اور یہ سب آسمانوں میں دجی کیا گیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ مَكَاةٍ أَنفُهَا . حم السجدة آیت ۱۲

اور ہر آسمان میں اس کا امر دجی کیا گیا۔

چنانچہ ہر آسمان میں وہ امر مقرر کیا گیا جو زمین کی اس مخلوق میں اصلاح کے لئے نافذ ہے۔ اسی بنا پر آپ اکیلے تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے اور آپ کی رسالت عام ہے، اور یہ وہ امر ہے جس کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ نے چوتھے آسمان میں دجی فرمائی اور آپ کو رعب کے ساتھ نصرت دی گئی اور یہ وہ ہے جو وہاں سے تیسرے آسمان میں دجی کیا گیا۔

اور ان میں سے اللہ تبارک و تعالیٰ کا آپ کے لئے غیبتوں کو حلال کرنا اور زمین کو آپ کے لئے مسجد اور پاک قرار دینا وہاں سے دوسرے آسمان سے ہے۔

آپ کو جوامع الکلم کا نطا ہونا چھٹے آسمان کی دجی کے امر سے ہے اور اس آسمان کے امر سے وہ ہے جس کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو مخصوص فرمایا اور وہ آپ کو زمین کے خزانوں کی چابیوں کا عطا ہونا ہے۔

وہاں سے ساتویں آسمان میں دجی مقرر ہے اور یہ آسمان دنیا ہے جو ہم سے بلا ہوا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے صریح کمال کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے اور اس کے ساتھ شریعتوں کو مکمل فرمایا۔ اور آپ کو

خاتم النبیین قرار دیا اور یہ امر حضور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ کے علاوہ کسی کے لئے نہیں۔ اسی لئے اور اس کی مثال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام سرداریوں کے لئے جامع سرداری کے ساتھ اور عام شرف محیط کے ساتھ منفرد ہوئے۔

زمان اور میزان

ہمیں اُس کی خبر دی گئی جو آپ کو اپنی ولادت مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی بعض وحی کا حصول ہوا جس کے ساتھ ہر آسمان میں اُس امر کے ساتھ ہے اور آپ نے زمان کہا اور دہر نہیں فرمایا اور نہ آپ کے علاوہ کسی نے میزان کے وجود کی خبر دی ہے کیونکہ زمان ذکر کے ساتھ اُن حرمت سے نہیں نکلا جو میزان میں ہیں۔

میزان کی کیا۔ مقرر کی جس سے زاہلی ہوئی ہے اور زاتخفیف کی اور زمان میں شمار کیا اور شمار مقرر کیا کہ اس زائیں ایک حرف مدغم ہے۔

چنانچہ میزان میں عدل روحانی کے لئے زمان موجودِ اول ہے اور اسم باطن میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا! میں نبی تھا اور حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ پھر اس دورۂ زمان کے ختم ہونے کے بعد لوٹ آیا اور یہ اٹھتر سال کا دورہ ہے۔

زمانے کا دوسرا دورہ میزان

پھر اسم ظاہر کے ساتھ زمان سے دوسرے دورے کی ابتدا ہوئی تو اس

میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اظہر ظاہر ہوا اور آپ کی شریعت کنایہ کے ساتھ نہیں بلکہ تعین و تصریح کے ساتھ ظاہر ہوتی اور آخرت کے حکم کے ساتھ متقبل ہوا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَنُضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ

الانبیاء آیت ۴

اور قیامت کے دن ہم انصاف کے ترازو قائم کریں گے۔
اور ہمارے لئے فرمایا!

وَأَقِمْوَا لْوِزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ

الرحمن آیت ۹

اور ہر چیز انصاف سے تولو اور وزن میں کمی نہ کرو۔
اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا!

وَالشَّامُ رَمَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ

الرحمن آیت ۶

اور اللہ نے آسمان کو بلند کیا اور میزان قائم کی۔
ہر آسمان میں اس کے اُمر کی میزان کے ساتھ وحی فرماتی اور اس کے ساتھ زمین میں قوتوں کا انبازہ فرمایا اور دنیا کی ہر چیز میں میزان کو نصب کیا۔ چنانچہ میزان معنوی اور میزان حسی کبھی غلطی نہیں کرتا۔

پس میزان کلام میں اور جمیع صنائع محسوسہ میں داخل ہے اور ایسے ہی معانی میں داخل ہے کیونکہ وہ اجسام و اجرام کے وجود کی اصل ہے۔ اور جن معانی کو حکم میزان کے وقت محمول کیا جاتا ہے۔ میزان کا وجود زمان کے اوپر اس وزن الہی سے ہے جو اسم حکیم کو طلب کرتا ہے اور اس سے حکم عدل

ظاہر ہوتا ہے نہیں کوئی معبود مگر وہ۔

تمام برجوں کو ظاہر کرنے والا میزان ہے

میزان سے برج عقرب ظاہر ہوتا ہے اور جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس میں امر الہی سے وحی کیا گیا ہے اور برج میزان سے ہی قوس، جدی، دلو، حوت، حمل، ثور، جوزاء، سرطان، اسد اور سنبلہ برج ظاہر ہوتے اور دُوروں کی تکرار کے لئے میزان کی طرف دورۂ زمانیہ کی انتہا ہوتی۔

بارہ برجوں کے نام فرشتوں کے نام پر ہیں

پس حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور مبارک ہوا۔ اور اجزاء زمان کے ہر جز میں آپ کا حکم تھا اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ظہور کے ساتھ اس میں جمع ہوتے اور برجوں کے یہ اسماء فرشتوں کے نام ہیں جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور وہ بارہ فرشتے ہیں اور ان کے لئے فلک محیط میں مراتب مقرر کئے اور ہر فرشتے کے ہاتھ میں ایک امر مقرر کر دیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس سے جو چاہے اس حکمت کو وہ فرشتے زمین کی طرف اپنے علاوہ فرشتوں کے ذریعہ سے ظاہر کرتے ہیں

صاحبِ خلقِ عظیم

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانیت زمانہ اخلاق سے اس حیثیت سے ہر اس حرکت سے اکتساب کرتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے امور الہیہ سے ان حرکات میں ودیعت فرمایا ہے چنانچہ وجود ترکیبی سے پہلے

ان صفات سے اکتساب ہمیشہ رہا یہاں تک کہ آپؐ کا جسم اظہر ان اخلاق محمودہ کے ساتھ ظاہر ہوا جس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپؐ کی جبلت کو بنایا تھا تو اس میں فرمایا!

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

القلم آیت ۴

اور بے شک آپؐ تو خُلقِ عظیم والے ہیں۔

اقسامِ اخلاق

جو صاحبِ خلق ہے صاحبِ تخلیق نہیں اس لئے کہ اخلاق مختلف ہوتے ہیں اُس محل کے اخلاق کے ساتھ جس کے ساتھ اُن کا مقابل ہے، صاحبِ خلق اُس علم کی طرف احتیاج رکھتا ہے جس پر وہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اُس محلِ خلق سے تصرف کرے جو اللہ تعالیٰ کے امر سے اُس کی شان کے لائق ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف قربت حاصل ہو جائے، اس لئے شریعتیں نازل ہوئیں تاکہ لوگوں کے لئے اُن احکامِ اخلاق کے محلات کو ظاہر کریں جس پر انسان کی جبلت رکھی گئی، تو اس کی بشل میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُس کے خلق میں وجودِ نافع اور سختی کے لئے فرمایا!

اسریٰ آیت ۲۲

یٰٰنِی وَالذِّینَ کُوۡفَرُوۡا فِیۡہٗ لَا تَحۡزَنُوۡا

اس خلق کو اُس محل سے الگ کر دیا جس میں اس خلق کا حکم ظاہر ہوتا ہے پھر اُس محل کو ظاہر کیا جس میں یہ خلق ظاہر ہوتا ہے۔
تو فرمایا!

اَفِئْتَكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

الانبیاء آیت ۶۷

تفہم ہے تم پر اور تمہارے اُن معبودوں پر جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: فَلَا تَخَافُوهُمْ یعنی اُن سے خوفزدہ نہ ہو۔ تو اس محل سے اسے ظاہر کیا جس میں خوف کے خلق کو ظاہر کرنا لائق نہیں، پھر اُن کے لئے فرمایا: خافونی یعنی مجھ سے خوفزدہ رہو تو اُن کے لئے اس صفت کے حکم کو ظاہر کیا جس کا حق پہنچتا تھا۔

ایسے ہی حُصْدِ حُصْص، اور وہ تمام اخلاق جن کی ردِ عینیت کا حکم اس نشاۃ طبعیہ میں ظاہر ہے اس میں ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے لئے انہیں ظاہر فرمادیا ہے جہاں انہیں ظاہر فرمادیا ہے جہاں انہیں ظاہر کرنا ہے اور جہاں ظاہر کرنے سے رد کیا گیا ہے کیونکہ اس نشاۃ سے اُن کا ازالہ محال ہے مگر اُن کے زائل ہونے سے کیونکہ وہ ذاتی ہیں اور کبھی چیز اپنی ذات سے الگ نہیں ہوتی۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جسند دو چیزوں میں ہے اور فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ تیری حرص کو زیادہ کرے اور تجاویز نہ کرے۔

جمادات ارواح ہیں

اور ہم نے اُن اخلاق کی ردِ عینیت ظاہری کے حکم میں کہا جس میں اس بات سے اہل کشف اور محققین سے علماء و راہبین سے احتراز کیا جاسکے کیونکہ جمادات و نباتات کا نام ہمارے نزدیک ارواح ہے جو اہل کشف کے علاوہ عادتاً ادراک سے پوشیدہ ہیں۔ حیوانات کو محسوس کرنے کی مثل اُن کا احساس

نہیں کیا جاسکتا۔

اہل کشف کے نزدیک تمام حیوانِ ناطق بلکہ زندہ ناطق ہیں۔ بغیر اس کے کہ مزاج خاص کا نام انسان ہے نہ کہ دوسری صورت کا، اور مخلوق کے درمیان مزاج میں تفاضل واقع ہے کیونکہ ہر ممتاز ج میں مزاج خاص کا ہونا لازمی ہے جو سوائے اُس کے دوسرے میں نہیں ہوگا جس کے ساتھ دوسرے کی تمیز کی جاسکے۔ جیسا کہ اُس کا اپنے غیر کے ساتھ کسی امر میں مجتمع ہونا جس کے ساتھ انشراق واقع ہو سکے تو وہ عین نہیں ہوگا اور تمیز عین ہے جس کے ساتھ اشتراک اور عدم تمیز واقع ہوتی ہے۔ پس اسے جان لیں اور تحقیق کریں۔
اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسْمِعُ بَعْدُ
بنی اسرائیل آیت ۴۲

کوئی شے ایسی نہیں جو اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو۔
حدیث میں آیا ہے کہ۔

أَنَّ الْمَوْزْنَ بِشَهْدِهِ مَدَى مَوْتِهِ مِنْ رَطْبٍ وَيَالْبَسَ الْحَدَثُ

جہاں تک موزن کی آواز پہنچتی ہے ہر خشک و تر چیز اس کی گواہی دے گی۔

پتھروں کی آواز

شریعتیں اور نبوتیں اس قبیل کے امور سے بھری پڑی ہیں اور ہم نے ایمان اور کشف کی خبروں کے ساتھ زیادہ کیا ہے اور ہم نے پتھروں کو اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہے اور وہ ہم سے اس

خطاب کے ساتھ مخاطب ہوتے ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے جلال کے ساتھ عارفوں کا خطاب ہے اور اس کا ادراک ہر انسان نہیں کر سکتا۔

حیوانوں کا ادراک

پس اللہ تبارک و تعالیٰ کی مخلوق سے ہر جنس اُمتوں سے ایک اُمت ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کی فطرت اور مخصوص عبادت پر پیدا فرمایا ہے جس کے ساتھ اُن کے نفوس میں اُن کی طرف وحی کی جاتی ہے اور اُن کا رسول اُن کی فوٹ سے ہوتا ہے۔ یعنی انہیں میں سے ہوتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے انہیں اُس خاص الہام کے ساتھ اعلام ہوتا ہے جس پر اُن کی جبلت ہوتی ہے جیسا کہ ایسی اشیاء کا بعض حیوانات کو علم ہوتا ہے جس کے ادراک سے ریاضی دان اور علما قاصر ہیں۔

حیوانات کا یہ علم حشرات الارض اور کھانے کی چیزوں پر علی الاطلاق اُن کے نفع کے لئے اور نقصان دہ چیزوں سے اجتناب کے لئے ہوتا ہے اور یہ سب کچھ اُن کی فطرت میں ہوتا ہے۔ ایسے ہی جمادات و نباتات کا مسمیٰ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہماری بصارتوں اور سماعتوں کو اُن کی گفتگو سننے سے روکا ہوا ہے اور قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک انسان سے اُس کی زبان کلام نہیں کرے گی اور اُسے نہیں بتائے گی کہ اُس کے اہل خانہ نے کیا کام ہے۔

علوم مصطفیٰ

حکماء میں سے جہلاء نے بابِ علم سے اختلاف کو مقرر کیا ہے جب کہ اُن کا ایمان اس کے ساتھ درست ہو۔ اس علم سے اُن کی مراد زبردانتبہا ہے۔

اگرچہ نفس الامر میں علم زجر درست ہے اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اصرار سے ہے لیکن اس کلام میں شارع علیہ السلام کا یہ مقصود نہیں کیونکہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کشف تمام و کمال تھا تو آپ اسے دیکھتے تھے، جیسے دوسرے نہیں دیکھ سکتے تھے اور آپ نے اس امر کی خبر دی جس پر اہل اللہ نے عمل کیا تو اسے درست پایا۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انشاء

لولا فتورید فی حدیثکم تمدح فی قلوبکم الایتم ما رى والستعم ما سمع

اگر تمہاری گفتگو میں سرعت اور تیزی نہ ہوتی اور تمہارے دلوں میں لرزش نہ ہوتی تو تم وہ دیکھتے جو میں دیکھتا ہوں اور وہ سنتے جو میں سنتا ہوں۔

پس آپ جمیع امور میں مخصوص مرتبہ کمال پر تھے اور ان میں سے آپ کا عبودیت میں کمال تھا۔ آپ صرف عبد تھے۔ آپ نے کسی پر اپنی ذات کے ساتھ ربانیت قائم نہیں فرمائی اور اسی امر نے آپ کے لئے سرداری واجب کی اور یہی امر آپ کے شرف دوام پر دلیل ہے۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يذكر الله على كل احيانه

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہر وقت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہا کرتے تھے۔

اور ہمارے لئے اس سے واقف میراث ہے اور یہ امر انسان کے باطن اور اس کے قول سے مخصوص ہے جب کہ کبھی باوجود اس مقام کے ساتھ تحقق ہونے کے انسان کے انصال کے ساتھ اس کے خلاف ظاہر ہوتا ہے تو یہ

اُمّ اس پر متبلس ہوتا ہے جسے احوال کے ساتھ اس کی معرفت حاصل نہیں۔
 ہم نے اس باب میں اپنی ضرورت کے مطابق امور کو بیان کر دیا ہے
 اور اللہ تعالیٰ سچ فرماتا اور سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔
 الْحَمْدُ لِلّٰہِ بَارِہوِیْں باب کا ترجمہ تمام ہوا۔

الفتوحات المكيّة

التي فتح الله بها على الشيخ الإمام العامل الراسخ الكامل
خاتم الأولياء قوارئين برزخ البرازخ محيي الحق
والدين أبي عبد الله محمد بن علي المعروف بابن عربي
الحلبي الطائفي قدس الله روحه ونور ضريحه آمين

على برادران نژاد جامعه رضويه جهنگ بازار فيصل آباد

چشتی کتب خانہ فیصل آباد

عزير حكيم لا يتوصل أحد إلى معرفة كنهه الا لوحة أبد ولا ينفي لها أن تحرك عزت وتعالى علوا كبيرا فالعالم كله من أوله إلى آخره مقيد بعبده عابد به بعضه معرفتهم منهم المهم وحقاتهم منبته عنهم بالسرا التي لا يدركونه وعائده أبهم فبحان من لا يجارى في سلطانه ولا يداني في احسانه لاله الا هو العزيز الحكيم فبعد فهم جوامع الحكم الذي هو العلم الاحاطي والنور الالهي الذي اخضع به سر الوجود وعمد القبة وساق للمرش وسبب نبوت كل نابت محمد صلى الله عليه وسلم فاعلموا وفقكم الله أن جوامع الحكم من عالم الحروف ثلاثة ذات غنية قائمة بنفسها وذات فقيرة إلى هذه الغنية غير قائمة بنفسها ولكن يرجع منها إلى الذات الغنية وصف تنصف به بها بآبائه فانه ليس من ذاتها الا بصاحبة هذه الذات لها فقد صرح أيضا من وجبه الفقر للذات الغنية القائمة بنفسها كما صرح للآخرى وذات ثالثة رابطة بين ذاتين غنيتين أو ذاتين فقيرتين أو ذات فقيرة وذات غنية وهذه الذات الرابطة فقيرة ولو جودها بين الذاتين ولا بد فقد قام الفقر والحاجة بجميع الذوات من حيث افتقار بعضها إلى بعض وان اختلفت الوجوه حتى لا يصح الغنى على الإطلاق الا لأنه تعالى الغني الحميد من حيث ذاته فلفهم الغنية ذاتا والذات الفقيرة حدثا والذات الثابتة رابطة فقول الحكم محصور في ثلاث حقائق ذات وحدت ورابطة وهذه الثلاثة جوامع الحكم فيدخل تحت جنس الذات أنواع كثيرة من الذوات وكذلك تحت جنس كفة الحدث والرابطة ولا يحتاج إلى تفصيل هذه الأنواع ومساها في هذا الكتاب وقد اتسع القول في هذه الأنواع في تفسير القرآن لنا وإن شئت أن نقسم على ما ذكرناه فانظر في كلام النحويين وتفسيهم الحكم وفي الاسم والفعل والحرف وكذلك المنطق بين فالاسم عندهم هو الذات عندنا والفعل عندهم هو الحدث عندنا والحرف عندهم هو الرابطة عندنا وبعض الاحداث عندهم بل كاهل اسماء كالقيام والقعود والضرب وجعلوا الفعل كل كلمة مقيدة بزمان معين ونحن انما قصدنا بالكمات الجري على الحقائق بما هي عليه فجعلنا القيام وقام وتقوم وفتح حدثا وفصلنا بينهم الزمان والمعين وقد تقطع لذلك الزجاجي فقال والحدث الذي هو القيام مثلا هو المصدر يريد هو الذي صدر من الحدث وهو اسم الفعل يريد أن القيام هذه الكلمة اسم لهذه الحركة المخصوصة من هذا التحرك الذي به اسماي قائما فذلك الطبيعة التي سميت قياما بالظن إلى حال وجودها وقام بالنظر إلى حال انقضائها وعدمها ويقوم وفتح النظر إلى توهم وقوعها ولا توجد أبدا إلا في متحرك فهي غير قائمة بنفسها ثم قال والفعل يريد لفظه قام ويقوم لانفس الفعل الصادر من المتحرك قائما مثلا مشتق منه الاء تعود على لفظه اسم الفعل الذي هو القيام مأخوذ يعني قام ويقوم من القيام لان السكره عنده قبل المعرفة والمهم نكرة والمختص معرفة والقيام مجهول الزمان وقام مختص الزمان ولودخلت عليه أن ويقوم مختص الزمان ولودخلت عليه لم وهذا مذهب من يقول بالتحليل أنه فرع عن التركيب وان المركب جسد مركبا وعلى مذهب من يقول بالتفريق وان التركيب طارئ وهو الذي يعرض في باب النقل أكثر فان الاظهر ان المعرفة قبل النكرة وان لفظه زيد انما وضعت لشخص معين ثم طرأ التكبير بكونه شورك في تلك اللفظة فاحتجج إلى التفرقة بالذات والبدل وشبه ذلك فان معرفة أسبق من النكرة عند المحققين وان كان لهو ذلك وجه ولكن هذا ألقى وأمان ومن جرى مجرا ناورق سرقا الانمخ ففرضا أمر آخر ليس هو قول أحد ههنا مطلقا لا ينسب وإضافات ونظر إلى وجوه ما يطول ذكرها ولا نتمس الحاجة إليها في هذا الكتاب إذ قد ذكرناها في غير من نوا لينا فلنبين أن الحركات على قسمين حركة جسمانية وحركة روحانية والحركة الجسمانية لها أنواع كثيرة سيأتي ذكرها في داخل الكتاب وكذلك الروحانية ولا يحتاج منها في هذا الكتاب إلا إلى حركات الكلام لفظا وخطا فالحركات الرقيقة كالاجسام والحركات اللغزية لها كالارواح والتمحركات على قسمين متمكن ومتاثر فان اتوا كل متحرك تحرك بجميع الحركات أو ببعضها فالتحريك بجميعها كالدال من زيد والمتحرك ببعضها كالاسماء التي لا تنصرف في حال كونها لا تنصرف فانما تنصرف في التكسير والإضافة كالدال من أحمد والمفك كل متحرك ثبت على حركة واحدة ولم ينتقل عنها كالاسماء المبنية مثل هؤلاء وحذام وكحروف الاسماء المعربة التي قبل حرف الاعراب منها كلزاي والياء من زيد وعشبهه واعلم أن أفلاك الحركات هي أفلاك

الحروف لتي تلك الحركات على النطق وخطا فانظر هناك ولها مسائل وأحوال ومقامات كما كان للحروف نذكرها
في كتاب المبادئ المخصوص بعلم الحروف ان شاء الله وكأيت التالوين والتمكين للذات كذلك ثبت للحدث والرباط
ولكن في الرفع والنصب وحذف الوصف وحذف الرسم ويكون تالوين تركيب الرباط لاسمين بالموافقة والاستعارة
والاضطرار فبالوافقة وهو الاتباع هذا التالوين وروايت اجما وعجبت من ابنه وبالأستعارة حركة النقل كحركة الهمال من قد
أدلم في قراءة من نقل وبالأضطرار التحريك لانتقاء الساكنين وقد تكون حركة الاتباع الموافقة في التركيب الدائري
وان كان أصل الحروف كلها التالوين وهو البناء مثل الفطرة فينا وهذا سر ارباب النطق ولكن الودان ينقلان عن
الفطرة المقيدة لا الفطرة المطلقة كذلك الحروف مقسمة في مقامها لا تختل ثابتة بصفة كلها كما كانت في حالها فأراد
الالفاظ أن يوصل الى السامع ما في نفسه فاقتصر الى التالوين فترك الفلك الذي عنه توجد الحركات عند أبي طالب
وعند غيره هو المتقدم والملفظ أو الرقم عن ذلك الفلك وهذا موضع طلب لم يردى معانية الحقائق وأما نحن فلانقول
بقول أبي طالب ونقتصر ولا بقول الآخر ونقتصر فان كل واحد منهما قال حقان جهاتهما ولم يتم فأقول ان الحقائق الاول
الالهية تتوجه على الافلاك العلوية بالوجه الذي تتوجه به على محال آثارها عند غير أبي طالب المسكي وتقبل كل حقيقة
على مرتبتها ولما كانت تلك الافلاك في الطائفة أقرب عند غير أبي طالب الى الحقائق كان قبولها أسبق لاسم الشغل
وصفاء المحل من كدورات العلائق فانه نزيه فلذلك جعلها السبب المؤثر ولوعرف هذا القائل ان تلك الحقائق الاول انما
توجهت على ما يناسبها في الطائفة وهو انفس الانسان فتحرك الفلك العلوي الذي يناسبه عالم الانفس وهذا مذهب
أبي طالب ثم يحرك ذلك الفلك العلوي الضوئ المطلوب بالعرض المطلوب بتلك المناسبة التي بينهما فان الفلك العلوي
وان لطف فهو في أول درج الكثافة وأخو درج الطائفة بخلاف عالم انفسنا واجتمعت المذاهب فان الخلاف لا يصح
عندنا ولا في طريقنا لكنه كاشف وكشف ففهم ما أثرنا به ونحققه فانه مرتجيب من أكبر الاسرار الالهية وقد
أشار اليه أبو طالب في كتاب القوت له ثم يرجع ونقول فاقتصر المتكلم الى التالوين ليبلغ المقصود فوجد عالم
الحروف والحركات قابلا لما يرد منها على ما أنها لا تزول عن حالها ولا تبطل حقيقة ما يتخيل المتكلم انه قد غير الحرف
وما غيره برهان ذلك أن تفني نظرك في دال زيد من حيث هو دال وانظر فيه من حيث تقدمه فاه مثلا وتفرغ اليه أو أي
فعل لفظي كان ليحدث به عنه فلا يصح لك الالرفع فيه خاصة فانزال عن بناءه الذي وجد عليه ومن تخيل أن دال
الفاعل هو دال المفعول أو دال المجرور فقد ضل واعتقد أن الكلمة الاولى هي عين الثانية لامتثلها ومن اعتقد هذا في
الوجود فقد بصدع الصواب وبما يأتي من هذا الفصل في الالفاظ شيء ان قدر وألهمناه فقد بين لك أن الأصل
الثبوت لكل شيء ألا ترى الصمد حقيقة نبوته ونسبته انما هو في العبودية فان اصف بوماتا بوصف باني فلانقل هو
معار عنده ولكن انظر الى الحقيقة التي قبلت ذلك الوصف منه تجد انها ثابتة في ذلك الوصف كما اظهر عينها تحت تلك
الحلية فإياك أن تقول قد خرج هذا عن طوره بوصف به فان الله تعالى ما زرع وصفه وأعطاه آياته وانما وقع الشبه في
اللفظ والمعنى معا عند غير الحق فيقول هذا هو هذا وقد علمنا أن هذا ليس هذا وهذا ينبغي لهذا ولا ينبغي لهذا ليسكن
عند من لا ينبغي له عار به وأمانه وهذا قصور وكلام من عي عن ادراك الحقائق فان هذا ولا بد ينبغي له هذا فإليس الرب
هو العبد وان قيل في الله سبحانه انه عالم وقيل في العبد انه عالم وكذلك الحق والمريد والسميع والبصير وسائر الصفات
والادراكات فإياك أن تجعل حياة الحق هي حياة العبد في الحد فتزلك المحال فاذا جعلت حياة الرب على ما تستحقه
الربوبية وحياة العبد على ما تستحقه الكون فقد انبني للعبد أن يكون حيا ولولم ينبغ له ذلك لم يصح أن يكون الحق
سما ولا قاهر الالفسه ونزهته تعالى أن يكون مأمورا أو مقهورا فاذا ثبت أن يكون المأمور والمقهور أمرا أو موعينا
أخرى فلا بد أن يكون حيا علما مريدا متكاملا بما يراه هكذا تعطى الحقائق فتم على هذا حرف لا يقبل سوى حركته
كالحاء من هذا وهم حرف يقبل الحركتين والثلاث من جهة صورته الجسمية والروحية كالحاء في الضمير وله وهاو به كما
تقبلات بنفسك التحمل وبصورتك جرته وتقبل بنفسك الوجع وبصورتك صفرته والتوبيق بقبل الألوان المختلفة وما

بقي الكشف الاعن الحقيقة التي تقبل الاعراض هل هي واحدة أو شأنها شأن الاعراض في العدم والوجود وهذا
 مبحث للنظر وأما نحن فلانحتاج اليه ولا نلتفت فانه بحر عميق بحال المريد على معرفته من باب الكشف عاياه فانه
 بالنظر الى الكشف يسير والنظر الى العقل عسير ثم أرجع وأقول ان الحرف اذا قامت به حقيقة الفاعلية بتفريغ
 الفعل على البنية المخصوصة في اللسان نقول قال الله واذا قامت به حقيقة تطلبه يسمى عنده هامنصوب بالفعل أو مفعولا
 كيف شئت وذلك بأن تطلب منه العون وتقصده كما تطلب مني القيام بما كلفني فمن أجل انه لم يعطني الا بعد سؤالي
 فكان سؤالي أو حالي انما هم مقام سؤالي بوعده جعله يعطيني قال تعالى وكان حقاعلينا نصر انؤمنين فسؤالنا يا من
 أمره ياى به واعطاه ياى من طلبى منه فقه قول دعوت الله فثبت حرف الهاء وقد كانت مرفوعة فلهنا بالحركات
 ان الحقائق قد اختلفت بهذا ثبت الاصطلاح في لحن بعض الناس وهذا اذا كان المتكلم به غربا وأما المتكلم فالحقائق
 يعلم أولا ويغير بها في أفلاكها على ما تقتضيه بالنظر الى أفلاك مخصوصة وكل متكلم بهذه المثابة وان لم يعلم هذا التفصيل
 وهو عالم به من حيث لا يعلم انه عالم به وذلك ان الاشياء المتلفظ بها اما لفظ يدل على معنى وهو مقام الباحث في اللفظ
 مامدلوله ليرى ما قصد به المتكلم من المعاني وامامعنى يدل عليه بلفظ ما وهو الخبر عما عتق وأضر بناعن اللحن فان
 أفلاكه غير هذه الأفلاك واسقاط الحركات من الخط في حق قوم دون قوم تناسبه ومن أين هو هذا كله في كتاب
 المبادئ اذ كان القصد بهذا الكتاب الإيجاز والاختصار جهد الطائفة ولوطاعتهم على الحقائق كأطاعتها عليها وعلى عالم
 الارواح والمعاني لرايتهم كل حقيقة وروح ومعنى على مرتبته فافهم والزم قد ذكرنا من بعض مالمعنى حقيقة الحركات
 ما يليق بهذا الكتاب فلهذا بعض العنان وانرجع الى معرفة الكلمات التي ذكرناها مثل كلمة الاستواء والابن وفي وكان
 والضحك والفرح والتبشيش والتعجب والمثل والنعبة والعين واليد والقدم والوجه والصورة
 والتحول والغضب والحياة والصلاة والفرار وما ورد في الكتاب العزيز والحديث من هذه الالفاظ التي توهم
 التشبيه والتجسيم وغير ذلك مما لا ياتي بالله تعالى في النظر الفكري عند العقل خاصة فنقول لما كان القرآن منزلا
 على لسان العرب ففيه ما في لسان العربي ولما كانت الاعراب لا تعقل مالا يعقل الا حتى ينزل لها في التوصل بماتفله
 لذلك جاءت هذه الكلمات على هذا الحد كما قال ثم دنا فتدلى فكان قاب قوسين أو أدنى ولما كانت الاملاك عند
 العرب تجلس عندها المغرب المكرم منها هذا القدر في المساحة فعمت من هذا الخطاب قرب محمد صلى الله عليه وسلم
 من ربه ولا تنال بما فهمت من ذلك سوى القرب فالبرهان العقلي ينفي الحدود الماسة حتى ياتي في الكلام في تنزيه الباري
 عما تعطيه هذه الالفاظ من التشبيه في الباب الثالث الذي يلي هذا الباب ولما كانت الالفاظ عند العرب على أربعة
 أقسام ألفاظ متباعدة وهي الاسماء التي تتسم بها كالبهر والفتاح والمقصان والافاظ متواطئة وهي كل لفظ قد
 توطن عليها أن تطلق على أحد نوع قانم الانواع كالر جبل والمرأة والافاظ مشتركة وهي كل لفظ على صيغة واحدة
 يطلق على معان مختلفة كالعين والشرى والانسان وأنفاط مترادفة وهي ألفاظ مختلفة الصيغ تطلق على معنى واحد
 كالاسد والحزير والفضنفر والسيف والحسام والصارم وكأثير والريحق والهباء والخندريس هذه الالهات مثل
 البرودة والحرارة واليوسنة والرطوبة في الطبائع وتم الالفاظ متشابهة غومستعارة ومنقولة وغير ذلك وكما ترجع الى
 هذه الالهات بالاصطلاح فان المشتبه وان قلت فيه انه قبيل خامس من قبائل الالفاظ مثل النور يطلق على العلوم وعلى
 العلم لانه العلم به من كشف عين البصيرة به المعلوم كالنور مع البصر في كشف المرئي المحسوس فلما كان هذا التشبيه
 محجبا سمي العلم نورا وابتدع بالالفاظ المشتركة فاذن لا ينفك لفظ من هذه الالهات وهما هو حد كل ناظر في هذا
 الباب وأما نحن فنقول بهناهم وعندنا من باب الاطلاع على الحقائق من جهة ثم يطعموا لتلمعاعلامها من
 الالفاظ كلها امتباينة وان اشتركت في النطق ومن جهة أخرى ايضا كالمشتركة وان تباينت في النطق فلهذا سمي
 شيء من هذا فباتقدم من هذا الباب في آخر فصل الحروف فاذا تبين هذا فاعلم أيها الولي الحليم ان اعقني الوافعا
 بما تقتضيه الحضرة الهلبي من التصديس والتنزيه وفي المائة والتشبيه لا يحجب ما نطق به لايات والانبياء في حق

الحق تعالى من ادوات التفييد الزمان والجهة والمكان كقوله عليه السلام ان الله فاشارت الى السماء فثبت لها
الايان فقال صلى الله عليه وسلم بالظرفية عما يجوز عليه المكان في النظر العقلي والرسول أعلم بالله والله أعلم بنفسه
وقال في الظاهر اؤمنتم من في السماء بالفناء وقال وكان الله بكل شيء عليا والرحمن على العرش استوى وهو معكم أينما
كنتم ما يكون من نجوى ثلاثة الا هو رابعهم ويفرح بثوبة عبده ويحب من الشاب ليست له صوة وما شبه ذلك
من الادوات للفظية وقد تقرر بالبرهان العقلي خلقه الازمان والامكنة والجهات والالفاظ والحروف والادوات
والتكلمات والمخاطبة من المحركات كل ذلك خالق لله تعالى فيعرف المحقق قطما انها مصروفة الى غير الوجه الذي
يمطبك التشبيه والتعبد وان الحقيقة لا تقبل ذلك أصلا ولكن تتفاضل العلماء السالمة عقائدهم من التجسيم فان
المشبهة والمجسمة قد يطابق عليهم علماء من حيث علمهم بأمور غير هذا فتفاضل العلماء في هذا العرف عن هذا الوجه
الذي لا يليق بالحق تعالى فطائفة لم تشبه ولم تجسم وصرفت علم ذلك الذي ورد في كلام الله ورسوله الى الله تعالى ولم
تدفع الى مقدم في باب التأويل ونقلت مجرد الايمان بما علمه الله في هذه الالفاظ والحروف من غير تأويل ولا
صرف الى وجه من وجوه التزيه بل قالت لا أدري جهة واحدة ولكنني أحبل ابقاءه على وجه التشبيه لقوله تعالى ليس
كشئله شيء الا لما يطبعه النظر العقلي وعلى هذا فضلا للمحدثين من أهل الظاهر السالمة عقائدهم من التشبيه والتعطيل
وطائفة أخرى من المتزعة لتبني هذه الكلمات عن الوجه الذي لا يليق بالله تعالى في النظر العقلي عدلت الى وجه ثامن
وجوه التزيه على التعيين مما يجوز في النظر العقلي أن يتصف به الحق تعالى بل هو متصف به ولا بد وما بقي النظر الا في
ان هذه الكلمة هل المراد بها ذلك الوجه أم لا ولا قدح ذلك التأويل في الوصف ويرى ما دلوا به الى وجهين وثلاثة
وأكثر على حسب ما تطبعه الكلمة في وضع اللسان ولكن من الوجوه المتزعة لا غير فاذ لم يعرفوا من ذلك الخبر
أو الآية عند التأويل في اللسان الاوجه واحد اقصر والخبر على ذلك الوجه التزيه وقالوا هذا هو ليس الا في علمنا
وفهمنا واذا وجدوا له مصرفين فصاعد اصرفوا الخبر الى الآية الى تلك المصارف وقالت طائفة من هؤلاء بحقل أن يريد
كذا ويحتمل أن يريد كذا وتعدد وجوه التزيه ثم نقول والله أعلم أي ذلك اذا ود طائفة أخرى تقوى عندها وجه
قائم تلك الوجوه الزبسية بقرينة ما قطعت تلك القرينة بذلك الوجه على الخبر وقصرته عليه ولم تخرج على باقي
الوجوه في ذلك الخبر وان كانت كلها متضمنة للتزيه وطائفة من المتزعة أيضا وهي الغالبة وهم من أصحابنا فرغوا
قلوبهم من الفكر والنظر داخلوها اذا كان المتقدمون من الطوائف المتقدمة المتأولة أهل فكر ونظر وبحث فقامت
هذه الطائفة المباركة الموقفة والكل موفون بحمد الله وقالت حصل في قلوبنا تعظيم الحق جل جلاله بحيث لا تقدر ان
نصل الى معرفة ما جاء ثامن عنده بدقيق فكر ونظر فاشبهت في هذا العقد المحدثين السالمة عقائدهم حيث لم ينظروا ولا
تأولوا ولا صرفوا بل قالوا ما فهمنا فقال أصحابنا بقلوبهم ثم اتفقوا عن مرتبة هؤلاء بأن قالوا انان تلك طريقة أخرى في
فهم هذه الكلمات وذلك بأن غرغ قلوبنا من النظر الفكري ونجلس مع الحق تعالى بالله صكر على بساط الادب
والرافقة والحضور والتهبي لقبول ما يردعنا بمانته تعالى حتى يكون الحق تعالى يتولى تعليمنا على الكشف والتعقيق لما
سمعه يقول وانقوائه ويعلمكم الله ويقول ان تتقوا الله يجعل لكم فرقا ما وفقر في زدي علماء وعلمنا من لدنا
علما فعندما توجهت قلوبهم ومهمهم الى الله تعالى والجهات اليه وألقت عنهما ما سفسك به الفجر من دعوى البحث
والنظر وتأتج له يقول كانت عقولهم سليمة وقلوبهم مطهرة فارفة فعندما كان منهم هذا الاستعداد تجلى الحق لهم معلما
فاطلعتهم تلك المشاهدة على معاني هذه الاخبار والكلمات دفعة واحدة وهذا ضرب من ضرب الكاشفة فانهم اذا
عابوا بعيون القلوب من زهته العلماء المتقدم ذكرهم بالادراك الفكري لم يصح لهم عنده هذا الكشف والمعاينة أن
يجعلوا خبرا من هذه الاخبار التي نوهم ولا ان يبقوا ذلك الخبر من حجاب ما فيهم من الاحتمالات الزبسية من غير تعيين
بل يعرفون الكلمة والمعنى التزيه الذي سبقت له فيقصر دواعي تأويله وان جاء في خبر آخر ذلك اللفظ عين فله
وجه آخر من تلك الوجوه المقدسة من عند هذا المشاهد هذا حال طائفة او طائفة أخرى متأيلا بسلم هذا التحلي

ولكن لم الاقناع والالهام واللقاء والكتابة وهم معصومون فيما يلقي اليهم به لانه عندهم لا يعرفها سواهم فيخبرون بما خوطبوا به وما ألهموا به وما أتى اليهم أو كتب فقد تقرّر عند جميع المحققين الذين سلموا الخبر لقائله ولم ينظروا ولا شبهوا ولا عطلوا او المحققين الذين بحثوا واجتهدوا ونظروا على ما بقايتهم أيضا والمحققين الذين كوشفوا وعابنوا والمحققين الذين خوطبوا وألهموا ان الحق تعالى لا تدخل عليه تلك الادوات المقيدة بالحدود والنشبية على حد ما نقله في المحدثات ولكن تدخل عليه بما فيها من معنى التزويه والتدليس على طبقات العلماء والمحققين في ذلك لمناقبه وتقتضيه ذاته من التزويه واذ تقرّر هذا فقد تبين أنها ادوات التوصيل الى افهام المخاطبين وكل عالم على حسب فهمه فيها وقوة نفوذه وبصيرته فمقيدة التكليف هيئة الخطب فطر العالم عليها ولو بقيت المشبهة مع ما فطرت عليه ما كبرت ولا جمت وان كان ما ارادوا التعجيب وانما قصدوا اثبات الوجود لكن لقصور افهامهم ثابت لم الابد التخييل فلم النجاة واذ وقد ثبت هذا عند المحققين مع تفاضل رتبهم في درج التعقيق فلنقل ان الحقائق أعطت لمن وقف عليها أن لا يتعبد وجود الحق مع وجود العالم بقلبية ولا معية ولا بعدية زمانية فان التقدم الزماني والمسكاني في حق الله ترمي به الحقائق في وجه القائل به على التعبد بالهم الان قال بهم من باب التوصيل كما قاله الرسول صلى الله عليه وسلم ونطق به الكتاب اذ ليس كل أحد يقرى على كشف هذه الحقائق فلم يبق لنا ان نقول الان الحق تعالى موجود بذاته لانه مطلق الوجود غير مقيد بغيره ولا ماعول عن شيء ولا علة لشيء بل هو خالق الماعولات والعلل والمالك القدوس الذي لم يزل وان العالم موجود بائنه تعالى لا بنفسه ولا لنفسه مقيد الوجود بوجوب وجود الحق في ذاته فلا يصح وجود العالم البتة الا بوجوب الحق واذ اتتني الزمان عن وجود الحق وعن وجود مبدأ العالم فقد وجد العالم في غير زمان فلا نقول من جهة ما هو الامر عليه ان الله موجود قبل العالم اذ قد ثبت ان القبل من صيغ الزمان ولا زمان ولا ان الهم موجود بعد وجود الحق اذ لا بدية ولا مع وجود الحق فان الحق هو الذي أوجده وهو فاعله ومخترعه ولم يكن شيئا ولكن كائنا الحق موجود بذاته والعالم موجود به فان سأل سائل ذو وهم متى كان وجود العالم من وجود الحق قلنا متى سأل زماني والزمان من عالم النسب وهو مخلوق لله تعالى لان عالم النسب له خلق التدبير لا خلق الاجداد فهذا سؤال الباطل فانظر كيف نسال فياك ان تعجبك ادوات التوصيل عن تحقيق هذه المعاني في نفسك وتفصيلها فلم يبق الا وجود صرف خالص لا عن عدم وهو وجود الحق تعالى ووجود عن عدم عين الموجود نفسه وهو وجود العالم ولا يمتنع بين الوجودين ولا امتدادا لانتوهم المقدر الذي يحيله العلم ولا يسبق منه شيئا ولكن وجود مطلق ومقيد وجود فاعل ووجود منفعل هكذا أعطت الحقائق والسلام **مسألة** سألني وارد الوقت عن اطلاق الاختراع على الحق تعالى فقلت له علم الحق بنفسه عين علمه بالهالم اذ لم يزل الهم مشهودا لله تعالى وان انصف بالعدم ولم يكن الهام متهودا لنفسه اذ لم يكن موجودا وهذا بحر هالك فيه الباطنون الذين عدموا الكشف ونسبوا لم تزل موجودا فعلم لم يزل موجودا وعلمه بنفسه علمه بالعالم فعلمه بالعالم لم يزل موجودا فلم العالم في حال عدمه وأوجده على صورته في علمه وسيا في بيان هذا في آخر الكتاب وهو سر القدر الذي خفي عن أكثر المحققين وعلى هذا لا يصح في العالم الاختراع ولكن يطلق عليه الاختراع بوجه تال من جهة ماته عليه حقيقة الاختراع فان ذلك يؤدي الى نقص في الجانب الالهي فالاختراع لا يصح الا في حق العبد وذلك ان المخترع على الحقيقة لا يكون مخترعا لاختراع غيره مثل ما ير يد ابراه في الوجود في نفسه ولا ثم بعد ذلك تبرزه القوة العملية الى الوجود الحسي على شكل ما يعلم له مثل ومتى لم يخترع الشيء في نفسه أولا ولا فليس بمخترع حقيقة فانك اذا قدرت أن شخصا علمك ترتيب شكل ما ظهر في الوجود له مثل فعلته ثم أبرزته أنت للوجود كاعلمته فقلت أنت في نفس الامر وعند نفسك بمخترع له وانما المخترع له من اختراع مثاله في نفسه ثم علمكته وان نسب الناس الاختراع لك فيه من حيث انهم لم يشاهدوا ذلك الشيء من غيرك فارجع أنت الى ما نعرفه من نفسك ولا تلثف الى من لا يعلم ذلك منك فان الحق سبحانه ما دبر العالم تدبير من يحصل ما ليس عنده ولا يفكر فيه ولا يجوز عليه ذلك ولا اختراع في نفسه شيئا لم يكن عليه ولا قال في نفسه هل نماله كذا وكذا هذا كله لا يجوز عليه فان المخترع الشيء بأجزاءه موجودا متفرقة

في الوجودات فيؤلفها في ذهنه وهمه تأليفاً يسبق اليه في علمه وان سبق فلا يبالى فانه في ذلك بمنزلة الاول الذي لم يسبقه احد اليه كما تفعله الشعراء والكتاب الفصحاء في اختراع المعاني المشتركة فتم اختراع فسبق اليه فيتمتع به السامع انه سرقه فلا ينبغي للمخترع أن ينظر الى أحد الا الى ما حدث عنده خاصة ان أراد أن يلتزم به منع بانه الاختراع وهما نظر المخترع لا امر مالى من سبقه فيه بعد ما اخترع عمر بما هلك وتقطرت كبده وأكثرا العلماء بالاختراع البلاء والمهندسون ومن أصحاب الصنائع التجارون والبنائون فؤلاً أكثر الناس اختراعاً وأكثرت فطارة وأشدّهم تعصراً لعمولهم فقد صحت حقيقة الاختراع ان استخرج بالمكر مالم يكن به لم قبل ذلك ولا علمه غيره بالقوة أو بالقوة والفعل ان كان من العلوم التي غايتها العمل والبارى سبحانه لم يزل عالماً بالعالم أزل ولم يكن على حاله لم يكن فيها العالم غير عالم فاختراع في نفسه شيئاً لم يكن بعلمه فاذ وقد ثبت عند العلماء بانه قدم علمه فقد ثبت كونه مخترعاً للفعل لانه اخترع مثلاً في نفسه الذي هو صورة علمه نأذ كان وجوده على حدة ما كفى علمه ولولم يكن كذلك لخرجنالى الوجود على حدة مالم بعلمه وما لا يعلمه لا يريده وما لا يريده ولا يعلمه لا يوجد فتمكون اذن موجودين بأنفسنا وبالانفاق واذا كان هذا فلا يصح وجودنا عن عدم وقد دل البرهان على وجودنا عن عدم وعلى انه علمنا وأراد وجودنا وأوجدنا على الصورة الثابتة في علمه بنا ونحن معدومون في أعياننا فلا اختراع في المثال فلم يبق الا الاختراع في الفعل وهو صحيح لعدم المثال الموجود في العين فتدقق ما ذكرناه وفي بعد ذلك ما شئت فان شئت وصفته بالاختراع وعدم المثال وان شئت ثبتت هذا عنه نفيته ولكن بعدوقوفك على ما أعلمتك به . . .

فصل الثالث في العلم والعالم والمعلوم من الباب الثاني

العلم والمعلوم والعالم • ثلاثة حكمهم واحد

وان نشأ أحكامهم مناهم • ثلاثة أثبتنا الشاهد

وصاحب القريب يرى واحداً ليس عليه في العلى زائد

اعلم أيديك ان الله ان العلم بتحصيل القلب أمر اتقاه على حده ما هو عليه ذلك في نفسه معدوماً كان ذلك الامر أو موجوداً فالعلم هو الصفة التي توجب التحصيل من القلب والعالم هو القلب والمعلوم هو ذلك الامر المحصل وتصور حقيقة العلم عسير جداً ولكن أُمهد لتحصيل العلم ما ينبغي به ان شاء الله تعالى فاعلموا ان القلب مرآة مصقولة كلها وجه لا تصدأ أبداً فان أطلق بوماعليها تصادت كما قال عليه السلام ان القلوب تصدأ كما تصدأ الحديد الحديث وفيه ان جلالة هاذكراته وتلاوة القرآن ولكن من كونه الذكركم الحكيم فليس المراد بهذا الصدأ انه طمخاء طلع على وجه القلب ولا كنه لما يتعلق واشتغل بعلم الاسباب عن العلم بانه كان ملحقه بغير الله صدأ على وجه القلب لانه المنافع من تجلي الحق الى هذا القلب لان الحضرة الالهية متجلاة على الدوام لا تتصور في حدها عجب عنا فقامت به بلها هذا القلب من جهة الخطاب الشرعي المحمود لانه قبل غيرهما عبر عن قبول ذلك الغير بالصدأ والكن وانقل والعلم والران وغير ذلك والافالحق يعطيك ان العلم عنده ولكن بغير الله في علمه وهو بانه في نفس الامر عند العلماء بانه وعما يؤيد ما قلناه قول الله تعالى وقالوا قلوا بنافي كنه عما ندعونا اليه فكانت في كنه عما يدعوه الرسول اليه خاصة لا أنها في كن ولكن تعلقت بغير ما ندعى اليه فعميت عن ادراك مادعيت اليه فلا تبصر شيئاً والقلوب أبداً لم تزل مفطورة على الجلاء مصقولة بصفية فكل قلب تجلج في الحضرة الالهية من حيث هي باقوت أحر الذي هو التجلي الذاتي فذلك قلب الشاهد المكمل العالم الذي لا أحد فرفقه في تجلج من التجليات ودونه تجلي الصفات ودونه ما تجلي الأفعال ولكن من كونه من الحضرة الالهية ومن لم تجلج له من كونه من الحضرة الالهية فذلك هو القلب العاقل عن الله تعالى المطرود من قرب الله تعالى فانظر وفك الله في القلب على حدة ما ذكرناه وانظر هل تجلج العلم فلا يصح وان قلت الصقالة الذاتية فلا سبيل ولكن هي سبب كان ظهور المعلوم للقلب سبب وان قلت السبب الذي يحصل المعلوم في القلب فلا سبيل وان قلت المثال المنطوق في النفس من المعلوم وهو تصور المعلوم فلا سبيل فان قيل لك فما هو العلم فقل ذلك المذكر

على ما هو عليه في نفسه ما إذا كان دركه غير متنع واماماً متنع دركه فالعلم به هو لادركه كما قال الصديق العجز عن
درك الادراك ادراك جعل العلم بانه هو لادركه فاعلم ذلك ولكن لادركه من جهة كسب العقل كما يعلمه غيره
ولكن دركه من جوده وكرمه ووجهه كما يعرفه العارفون أهل الشهود لامن قوة العقل من حيث نظره **﴿قيم﴾** ولما
ثبت ان العلم بأمر قلاباً يكون الاعرف قد تقدمت قبل هذه المعرفة بأمر آخر يكون بين العرفين مناسبة لابد
من ذلك وقد ثبت انه لا مناسبة بين الله تعالى وبين خلقه من جهة المناسبة التي بين الاشياء وهي مناسبة الجنس أو النوع
أو الشخص وليس لنا علم متقدم بشئ فنذكر به ذات الحق لما بينهما من المناسبة مثال ذلك عالم بطبيعة
الادراك التي هي طبيعة خاصة لم نعلمها أصلاً ولا ما سبق علمنا بالامهات الاربع فلما رأينا ذلك فلاك خارجة عن هذه
الطابع بحكم ليس هو في هذه الامهات علمنا ان ثم طبيعة خاصة من جهة الحركة العلوية التي في الاثير والهواء والسفالية
التي في الماء والتراب والنسابة بين الافلاك والامهات الجوهرية التي هي جنس جامع للكل والنوعية فانيها نوع
كأن هذه نوع لجنس واحد وكذلك الشخصية ولولم يكن هذا التناسب لعلمنا من الطابع علم طبيعة الفلك
وايس بين الباري والعالم مناسبة من هذه الوجود فلا يعلم علم سابق بغيره أبداً كما يزعم بعضهم من استدلال الشاهد
على الغائب بالعلم والاراد قول الكلام وغير ذلك ثم يقدره بعد ما قد جعله على نفسه وقاس بهائم انه مما يؤيد ما ذهبنا اليه
من علمنا بالله تعالى ان العلم يرتب بحسب المعلوم وينفصل في ذاته بحسب اتصال المعلوم عن غيره والشئ الذي به
ينفصل المعلوم اما ان يكون ذاتاً كالعقل من جهة جوهرية وكالنفس واما ان يكون ذاتاً من جهة طبعه كالحرارة
والاحراق للشارف كما انفصل العقل عن النفس من جهة جوهرية كذلك انفصل النار عن غيره بما ذكرناه
واما ان يفصل عنه بذاته لكن بما هو محمول فيه اما بالاحال كجولس الجالس وكتابة الكاتب واما بالهيئة كسواد
الاسود وياض الابيض وهذا حصر مدارك العقل عند العقلاء فلا يوجد معلوم قطعاً بالعقل من حيث هو خارج
عما وصفنا الا ان نعلم ما انفصل به عن غيره اما من جهة جوهره أو طبعه أو حاله وهيئته ولا يدرك العقل شيئاً لا يوجد
فيه هذه الاشياء البتة وهذه الاشياء لا توجد في الله تعالى فلا يعلمه العقل أصلاً من حيث هو ناظر وباحث وكيف
يعلمه العقل من حيث نظره وبرهانه الذي يستند اليه الحس أو الضرورة أو التجربة والباري تعالى غير مدرك
بهذه الاصول التي يرجع اليها العقل في برهانه وحينئذ يصبح له البرهان الوجودي فكيف يدعي العاقل انه قد علم ربه
من جهة الدليل وان الباري معلوم له ولو نظر الى المقعولات الصناعية والطبيعية والتكوينية والانعبانية والابداعية
ورأى جهل كل واحد منها بفعله لعلم ان الله تعالى لا يعلم بالدلائل أبداً لكن يعلم انه موجود وان العالم مفتقر اليه افتقارا
ذاتياً لا يحصى له عنه البتة قال الله تعالى يا أيها الناس أتمموا النعماء الى الله والله هو الغني الحميد فمن أراد أن يعرف باب
التوحيد فليتنظر في آيات الوارد في التوحيد من الكتاب العزيز الذي وحدها نفسه فلا أحد أعرف من الذي
بنفسه فليتنظر بما وصف نفسه ونسأل الله تعالى أن يفهمك ذلك فتقف على علم الهى لا يبلغ اليه عقل بفكره
أبد الآباد وسأورد من هذه الآيات في الباب الذي يلي هذا الباب شيئاً يسيراً والله يرزقنا الفهم عنه آمين ويجعلنا

من العالدين الذين يقولون آياته

الباب الثالث في تنزيه الحق تعالى عما في طي الكلمات التي أطلقها عليه سبحانه في كتابه وعلى لسان
رسوله صلى الله عليه وسلم من التشبيه والتجسيم تعالى الله عما يقول الظالمون علواً كبيراً

نظم

في نظر العبد الى ربه • في قدس الابد وتنزيه

وعلوه عن أدوات أنت • تلحن بالكيف وتشبيه

دلالة تحكم قطعاً على • منزلة العبد وتوسيره

وحمة اعلم وإتياته • وطرح بدعي وتوحيه

اعلم أيديك الله أن جميع المعلومات علوها وصفها حاملها العقل الذي يأخذ من الله تعالى خبراً وسطة فلم تخف عمنشئ

من علم الكون الاعلى والاسفل ومن وهب وجوده نكون معرفة النفس الاشياء ومن تجلده اليها ونوره وفيضه
 الاقدس فاعلم مستفيد من الحق تعالى مفيد للنفس والنفس مستفيدة من العقل وعنها يكون العمل وهذا اسار
 في جميع ما يتعلق به علم العقل بالاشياء التي هي دونه وانما قيدنا بالتي هي دونه من أجل ماذكرناه من الافادة وتحفظ
 في نظرك من قوله تعالى حتى نعلم وهو العلم فاعرف السبب واعلم ان العالم المهيمن لا يستفيد من العقل الاول شيئا وليس له
 على المهيمن سلطان بل هم وياه في مرتبة واحدة كالافراد متماثلين في حكم القطب وان كان القطب واحدا
 من الافراد لكن خصص العقل بالافادة كما خصص القطب من بين الافراد بالتولية وهو سار في جميع ما يتعلق به علم
 العقل الاعلى نجر يد التوحيد خاصة فانه يخالف سائر المعلومات من جميع الوجود اذ لا مناسبة بين الله تعالى وبين خلقه
 البتة وان اطلقت المناسبة بومام عليه كما طفقها الامام ابو حامد الغزالي في كتبه وغيره فبضر من التكلف ومرعى
 بعيد عن الحقائق والافاضة نسبة بين المحدث والقديم أم كيف يشبه من لا يبل التل من يقبل التل هذا محال كما قال ابو
 العباس بن العريف الصنهاجي في محاسن المجالس التي تعزى اليه ليس يمتنع بين العباد نسب الا لعناية ولا بسبب الاحكام
 ولا وقت غير الازل وما بقي فعمى وتليس وفي رواية فلم يدل من قوله فعمى فاعلم ما أحسن هذا الكلام وما أم هذه
 المعرفة بالله وما أقدس هذه المشاهدة ففعله الله بما قال فالعلم بالله عز يزعم ادراك العقل والنفس الا من حيث انه موجود
 تعالى وتقدس وكل ما يتلفظه في حق المخلوقات أو يشوهم في المركبات وغيرها فانه سبحانه في نظر العقل السليم من حيث
 فيكره وعصمته بخلاف ذلك لا يجوز عليه ذلك النور ولا يجري عليه ذلك المقتطعة من الوجه الذي تقبله المخلوقات فان
 أطلق عليه فعلى وجه التفریب على الاهتمام لنبوت الوجود عند السامع لانبوت الحقيقة التي هو الحق عليها فان الله تعالى
 يقول ليس كمثل شيء ولكن يجب علينا شرا من أجل قوله تعالى اطيعوا الله واطيعوا رسوله فاعلم انه لا اله الا الله يقول اعلم
 من اخباري الموافق لنظرك ليصح لك الايمان علما كما صح لك العلم من غير ايمان الذي هو قبل التعريف فامر من أجل
 هذا الامر على نظر بعض الناس ورأيه فيه نظرنا من أين تتوصل الى معرفته فنظرنا على حكم الانبياء وما أعطاه العقل
 الكامل بعد جده واجتهاده الممكن منه فلم نصل الى المعرفة سبحانه الا بالجزء من معرفته لا مطلقا ان نعرفه كما نطلب
 معرفة الاشياء كلها من جهة الحقيقة التي هي المعلومات عليها فلما عرفنا ان ثم موجود ليس له مثل ولا يتصور في الذهن
 ولا يدرك فكيف يضبطه العقل هذا لا يجوز مع ثبوت العلم بوجوده فنحن نعلم انه موجود واحد في ألوهيته وهذا هو
 العلم الذي طلب منا غير عالين بحقيقة ذاته التي يعرف سبحانه نفسه عليها وهو علم بعدم العلم الذي طلب منا لما كان تعالى
 لا يشبه شيئا من المخلوقات في نظر العقل ولا يشبه شيئا منها كان الواجب علينا ولا ما قيل لنا فاعلموا انه لا اله الا الله ان نعلم
 ما العلم وقد علمناه ففعله لنا ما يجب علينا من علم العلم ولا انتهى الجزء الثامن والحمد لله

• (بسم الله الرحمن الرحيم) •

فلما قلنا ان كانت أمهات المطالبات بعضها هي هل وما وكيف ولم يقل ولم يطلب ان روحانيان بسلطان يصحهما ما هو
 فهل ولم هما الاصلان الصحيحان للباطن لان في ما هو ضرب من الترتيب خاصة وليس في هذه المطالبات الارادية طلب
 ينبغي ان يسأل به عن الله تعالى من جهة ما عليه الحقيقة اذ لا يصح ان يعرف من علم التوحيد الا في ما يوجد فيها سواء
 سبحانه ولهذا قال ليس كمثل شيء وجهان ربك رب العزة عما يصفون فاعلم بالسلب هو العلم ما عليه سبحانه كالمعز أن
 تقول في الارواح كيف وتقدس عن ذلك لان حقائقها تخالف هذه العبارة فكذلك ما ينطاق على الارواح من
 الادوات التي يسأل عنها لا يجوز ان يطلق على الله تعالى ولا ينبغي للحق في حده الذي يحترم حضرة مبدعه ومخترعه
 ان يطلق عليه هذه الالفاظ فادن لا يعلم بهذه المطالبات أبدا ^{هو} ومن ثم ما ظننا أيضا في جميع ما سوى الحق تعالى
 فوجدناه على قسمين قسم يدرك بذاته وهو المحسوس والكشف وفهم يدرك بفعله وهو المعقول والاطيف فانرفع
 المعقول عن المحسوس بهذه منزلة وهي التميزان بذلك بذاته واعيد يدرك بفعله ولما كانت هذه اوصاف المخلوقين

تقدس الحق تعالى عن أن يدرك بجهانه كالحسوس أو بضعفه كاللطيف والعقول لانه سبحانه ليس يشبهه وبين خلقه
مناسبة أصلا لان ذاته غير مدركة لا تقتسبه الحسوس ولا فعلها كفضل اللطيف وبشبهه اللطيف لان فعل الحق تعالى ابدع
النسب لامن شئ والاطيف الروحاني فعل الشئ من الاشياء فأي مناسبة بينهما فاذا امتنع التشابه في الفعل فاحرى أن
تجتمع التشابه في الذات وان شئت ان تحقق شيئا من هذه الفصل فاطر الى مفعول هذا الفعل على حسب أمتان
المفعولات مثل المفعول الصناعي كالقميص والكرسی فوجدناه لا يعرف صنعه الا أنه يدل بنفسه على وجود
صانعه وعلى علمه بصنعه وكذلك المفعول التكويني الذي هو الفلك والكواكب لا يعرفون مكنونهم ولا مركب لهم
وهو النفس الكلية المحيطة بهم وكذلك المفعول الطبيعي كالماء والناس المعادن والنبات والحيوان الذين يعلمون
طبيعة من المفعول التكويني ليس لهم وقوف على الفاعل لهم الذي هو الفلك والكواكب فأي علم بالافلاك ما تراه
من جرمها وما يدركه الحس منها وأين جرم الشمس في نفسها منها في عين الراي لها ما وانما العلم بالافلاك من جهة
روحها ومعناها الذي أوجده الله تعالى لها عن النفس الكلية المحيطة التي هي سبب الافلاك وما فيها وكذلك المفعول
الانبعائي الذي هو النفس الكلية المنبثقة من العقل انبعثت العصور والحيية من الحقيقة الجبريية فانها لا تعرف
الذي انبعثت عنه أصلا لانها تحت حيطته وهو المحيط بها لانها خاطر من خواطره فكيف تعلم ما هو فوقها وما ليس فيها منه
الا ما فيها فلا تعلم منه الا ما هي عليه ففهمها علمت لاجلها وكذلك المفعول الابداعي الذي هو الحقيقة المحمدية عندنا
والعقل الاول عند غيرنا وهو القلم الاعلى الذي أبدعه الله تعالى من غير شئ هو أعز وأمنع عن ادراك فاعلم من كل
مفعول تقدم ذكره اذ بين كل مفعول وقاعله مما تقدم ذكره ضرب من ضروب المناسبة والمساكلة فلا بد ان يعلم منه
قدر ما بينهما من المناسبة اما من جهة الجوهرية وأخر ذلك ولا مناسبة بين المبدع الاول والحق تعالى فهو أعز عن
معرفة بقاعله من غير من مفعول الاسباب اذ قد عجز المفعول الذي يشبه سببه الفاعل له من وجوده عن ادراكه والعقل
به فافهم هذا وتحققه فانه نافع جدا في باب التوحيد والجزع نطق العلم بالله تعالى (وصل) يؤيد ما ذكرنا
ان الانسان إنما يدرك المعلومات كلها بأحدى القوى الخمس القوة الحسية وهي على خمس الشم والطعم واللمس
والسمع والبصر فالبصر يدرك الالوان والمنوعات والاشخاص على ما هو معلوم من القرب والبعد الذي يدرك منه
على ميل غير الذي يدرك منه على ميلين والذي يدرك منه على عشرين باعا غير الذي يدرك منه على ميل والذي يدرك
منه ويده في يده يقابله غير الذي يدرك منه على عشرين باعا والذي يدرك منه على ميا بين شخص لا يدري هل هو انسان
أو شجرة وعلى ميل يعرف انه انسان وعلى عشرين باعا انه أبيض أو أسود وعلى المقابلة انه أزرق أو أحمر وهكذا
الحواس في مدركاتها من القرب والبعد والباري سبحانه ليس بحسوس أي ليس بمدرك بالحس عندنا في وقت طلب
المعرفة به فلم نعلمه من طريق الحس وأما القوة الخيالية فانها لا تضبط الاما عطاها الحس اما على صورة ما عطاها
واما على صورة ما عطاها العكر من حمله بعض المحسوسات على بعض والى هنا انتهت طريقة أهل الفكر في معرفة الحس
فهو لسانهم ليس لسانا وان كان حقا ولكن نسبة اليهم فانه نقل عنهم فلم يبرح هذه القوة كيفما كان ادراكها
الحس البتة وقد بطل نطق الحس بالله عندنا فقد بطل نطق الخيال به وأما القوة المفكرة فلا يحكر الانسان أبدا الا
اشياء موجودة عنده تلقاها من جهة الحواس وأوائل العقل ومن المفكر في ان خزانة الخيال يحصل له علم بأسر آخر به
وبين هذه الاشياء التي فكر فيها مناسبة ولا مناسبة بين الله وبين خلقه فاذا نال ابصر العلم به من جهة الفكر ولهذا امتنع
العلماء من التفكير في ذات الله تعالى وأما القوة العقلية فلا يصح أن يدركه العقل فان العقل لا يقبل الا ما علمه بديه
أوما عطاها الفكر وقد بطل ادراك الفكر له فقد بطل ادراك العقل لمن طريق الفكر ولكن معاهو عقل اعطاه
ان يعقل ويضبط ما حصل عنده فحسبه الحق المعرفة في عقله لانه عقل لامن طريق الفكر هذا ما لا نعلمه فان هذا
المعرفة التي يهبها الحق تعالى ان شاء من عباده لا يستقل العقل باذراكها ولكن يقبلها فلا يقوم عليها دليل ولا بره
لانها اورا وطور ومدارك العقل ثم هذه الاوصاف الثمانية لا يمكن العبارة عنها لانها خارجة عن التمثيل والقياس فانه لا

كشله شيء فكل عقل لم يكشفه من هذه المعرفة فمضى يسأل عقلا آخر قد كشف له منها ليس في قوة ذلك العقل المسؤل
 العبارة عنها ولا يمكن وذلك قال الصديق الجوزي عن درك الإدراك أدراك وهذا الكلام مرتباً فافهم من طلب الله
 به قبله من طريق فكره ونظره وهوانه وانما حسبته النبي يقول ما به الله من ذلك فافهم واما القوة القادرة فلا سبيل
 ان تدرك العلم بالله فانها انما تدرك ما كان العقل قبس علمه ثم غفل أو نسي وهو لم يعلمه فلا سبيل للقوة القادرة
 وانحصرت مدرك الانسان بما هو انسان وما تعطيه ذاته وله فيه كسب وما بقي الا انه يؤلف العقل لقبول ما به الله الحق من معرفة
 جل وتعالى فلا يعرف أبداً من جهة الدليل الامعرفة الوجود وانه الواحد المعبود لا غير فان الانسان المدرك لا يمكن له ان
 يدرك شيئاً أبداً الا من له موجود فيه ولو لا ذلك ما أدركه البتة ولا عرفه فاذا لم يعرف شيئاً الا وفيه مثل ذلك الشيء
 المعروف فما عرف الا ما يشبهه وما يشبهه كالعلم والبرى تعالى لا يشبه شيئاً ولا في شيء مثله فلا يعرف أبداً وما يؤيد به
 ما ذكرناه ان الاشياء الطبيعية لا تقبل الغذاء الا من مشاكلها فأما ما لا يشاكلها فلا تقبل الغذاء منه قطعاً مثال ذلك ان
 اللؤلؤ من المعادن والنبات والحيوان مركبة من الطبايع الاربع والمعاد لا تقبل الغذاء الا منها وذلك لان فيها نصيب
 منها ولو رام أحد من الخلق على أن يجعل غذاء جسمه المركب من هذه الطبايع من شيء كائن عن غير هذه الطبايع
 أو ما تركب منها لم يستطع فكذلك يمكن كشيء من الاجسام الطبيعية ان تقبل غذاء الا من شيء هو من الطبايع التي هي منها
 كذلك لا يمكن لأحد ان يعلم شيئاً ليس فيه مثله البتة الا ترى النفس لا تقبل من العقل الا ما تشاركه فيه ونشأ كماله وما
 تشاركه فيه لا تعلمه منه أبداً وليس من الله في أحد شيء ولا يجوز ذلك عليه بوجه من الوجوه فلا يعرفه أحد من نفسه
 وفكره قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله احتجب عن العقول كما احتجب عن الابصار وان الملائكة الاعلى
 يطلبونه كما يطلبونه اتم فاخبر عليه السلام بأن العقل لم يدركه بذكره ولا بمن يصبره كالم يدركه البصر وهذا هو الذي
 أشرنا اليه فيما تقدم من بابنا فانه احمد على ما ألهم وأن علمنا ما لم نكن نعلم وكان فضل الله عظيمًا هكذا فليكن التنزيه وفي
 الماثلة والتشبيه وما ضل من ضل من المشبهة الا بالثأويل وحول ما وردت به الآيات والاخبار على ما يسبق منها الى الاف
 من غير نظر فيها بحسب الله تعالى من التنزيه ففادهم ذلك الى الجهل المحض والكفر الصراح ولو طلبوا السلامة وتركوا
 الاخبار والآيات على ما جاءت من غير عدول منهم فيها الى شيء البتة ولا يكون علم ذلك الى الله تعالى ولرسوله ويقولون
 لا ندري وكان يكفهم قول الله تعالى ليس كشله شيء فمضى جاءهم حديث فيه تشبيه فقد أشبه الله شيئاً وهو قد نفي التشبيه
 نفسه سبحانه فبأبى الان ذلك الخبر له وجه من وجوه التنزيه يعرفه الله تعالى وحي به لفهم العربي الذي نزل القرآن
 بلسانه وما يجد لفظه في خبر ولا آية جلة واحدة تكون نصافي التشبيه أبداً وانما تجده عند العرب تحتل وجوهها من
 ما يؤدى الى التشبيه ومنها ما يؤدى الى التنزيه فعمل المتأول ذلك اللفظ على الوجه الذي يؤدى الى التشبيه جور منه على
 ذلك اللفظ اذ لم يوف حقه بما يعطيه من معاني في اللسان وامتد على الله تعالى حيث حمل عليه سبحانه ما لا يليق بالله تعالى
 ونحن نورد ان شاء الله تعالى بعض احاديث وردت في التشبيه وانها ليست بنص فيه فلهذا الجملة الباطنة فلو شاء طردا
 أجمعين فمن ذلك قلب المؤمن بين أصابع من أصابع الله نظر العقل بما يقتضيه الوضع من الحقيقة والمجاز الجارح
 تستحيل على الله تعالى الاصبع لفظ مشترك يطلق على الجارحة ويطلق على النعمة قال الرازي

ضعيف الصابدي العروقي ترى له • عليها اذا ما حمل الناس اصبعاً

يقول ترى له عليها اثر احسان النعمة بحسن النظر عليها تقول العرب ما احسن اصبع فلان على ماله أي اثره وفيه تورية
 نحو ماله احسن تصريفه فيه أسرع انقلابه ما قبلته الاصابع لصغر حجمها وكال القدرة فيها فحركتها أسرع من حركة اليد
 وغيره وما كان قلب الله فلوب العباد أسرع شيء أفصح صلى الله عليه وسلم للعرب في دعائه بما تمقل ولان التقلب
 لا يكون الا باليد عندنا فلذلك جعل التقلب بالاصابع لان الاصابع من اليد والسرعة في الاصابع أمكرو
 فكان عليه السلام يقول في دعائه ياقلب القلوب ثبت قلبي على دينك وقلب الله تعالى القلوب هو ما غلظ في جوارحه
 اللهم بالحسن اللهم بالسوء فلما كان الانسان يحس بتأديف الخواطر المتعارضة عليه في قلبه الذي هو عبارة عن قلب

اخفى القاب وهذا لا يقر الانسان بدفع علمه عن نفسه لذلك كان عليه السلام يقول ياقلب ياقلب تستدعي على
ديك وفي هذا الحديث ان احدي أزواجه قالت له أو تخاف يا رسول الله فقال صلى الله عليه وسلم قلب المؤمن بين
اصبعين من اصابع شجرة يشرب صلى الله عليه وسلم الى سرعة التفتاب من الابمان الى الكفر وما تختمها قال تعالى فاعلمها
غورها ونفوها وهذا الالهام هو القلب والاصابع السرعة والانذية لها خطر الحسن وخطر النجس فاذا هم من
الاصابع ما ذكرته وفهمت منه الجارحة وفهمت منه النعمة والاثم الحسن فبأى وجه تلحقه الجارحة وهذه الوجوه
المنزهة يطلبه فاما ما كت ونسكل علم ذلك الى الله تعالى والى من عرفه الحق ذلك من رسول مرسل أولى ما هم بشرط نبي
الجارحة ولا بد وان أدركت فضول وغلب علينا الآن نرد ذلك على يدي بحسب من شئت فامس بفضل بل يجب على
العالم عند ذلك تبين ما في ذلك اللفظ من وجوه التنبيه حتى تدحض به حجة الجهم المخذول تاب الله علينا وعليه ورزقه
الاسلام فان تكامنا على تلك الكلمة التي توهم التشبيه ولا بد القاعدول بشرحها الى الوجه الذي يليق بالله سبحانه أولى
هذا حظ العقل في الوضع (نفس روح في روع) الاصبعان سر الكمال الذاتي الذي اذا انكشف الى الاصابع يوم
القيامة يأخذ الانسان أباه اذا كان كافرا ويرمي به في النار ولا يجد لذلك لنا ولا عليه شفقة بسر هذين الاصبعين
المتحدتين من الشئ لفظهما خلقت الجنة والنار وظهرا سم الذور والمظلم والنم والمتنم فلا تتخيلهما اثنين
من عشرة ولا بد من الاشارة الى هذا السر في هذا الباب في كتابي بهمين وهذه معرفة الكشف فان لاهل الجنة
نعمان بالجنة ونعمان بآبائهم أهل السارق النار وكذلك أهل النار لهم عذابان وكلا الفريقين يرون الله رؤية
الاسماء كما كانوا في الدنيا سواء وفي القبضتين الاثنين جاء تاعن الرسول صلى الله عليه وسلم في حق الحق سر ما أثرنا اليه
ومعناه والله يقول الحق وهو يهدي السبيل القبضة واليمين قال تعالى والارض جبه افقته والسماوات مطويات
بيمينه نظر العنل بما يقتضيه الوضع انه منع أو لا سبحانه أن ية قدره لما سبق الى القول الضعية من التشبيه
والتجسيم عند ورود الآيات والاخبار التي تعطي من وجهه تام من وجوهها ذلك ثم قال بعدها التنبيه الذي لا ينفقه الا
العاون والارض جبه افقته عرفنا من وضع الله ان العربي أن ية لفلان في قبضتي يريده ان تحت حكمي وان كان
ليس في يدي منه شئ البتة ولكن أمرى به ما من وحكمي عليه قاض مثل حكمي على ما ملكته يدي حوا قبضت
عليه وكذلك أقول ما في قبضتي أي في ملكي وانني متمكن في التصرف فيما في يدي لا يمنع نفسه مني فاذا صرته في وقت
تصرفي فيه كان أمكن لي أن أقول هو في قبضتي تصرف فيه وان كان عبيدي هم المتمصرفون فيه عن اذني فلما
استعالت الجارحة على الله تعالى عدل العقل الى روح القبضة ومعناها قائمتها وهو ملك ما قبضت عليه في الحال وان لم
يكن لها أعني للقباض فيما قبض عليه شئ ولكن هو في ملك القبضة قطعا فهكذا العالم في قبضة الحق تعالى والارض في
الدار الآخرة تدين بعض الاملاك كما نقول خادمي في قبضتي وان كان خادمي من جملة من في قبضتي فاما ما ذكرته
اختصاص الوقوع نازلة او اليمين عندنا محل التصريف المطلق اتموى فان اليسار لا يقوى قود اليمين فكيف اليمين عن
اليمين من المطلق فهي اشارة الى تمكن القدرة من الفعل فوصل الى افهام العرب بالفاظ تعرفها وتسرع بالتأني
لها قال الشاعر

اذا ماراة رعت لجد • تلقاها عرابة باليمين +

وايس للمجد رابة محسوسة فلا تتأقها جارحة بين مكائنه بقول لوطهر للمجد رابة محسوسة لما كان عليها وأحاطها
الابمين عرابة الاوسى أي سفة المجده قائمة وفيه كاملة فلم تزل العرب تطاق الفاظ الجوارح على ما لا يقبل الجارحة
لاشتراك بينهما من طريق المعنى (نفس روح في روع) اذا تجلى الحق لسر عبد ملكه جميع الاسرار وألحقه بالاحرار
وكان له التصرف الذاتي من جهة اليمين فان شرف اليمين بغيره وشرف اليمين بذاته ثم انزل شرف اليمين بالخطاب
وشرف الشمال بالتجلى شرف الانسان بمعرفة حقيقةه واطلاعه عليها وهو اليسار وكتابتها به من حيث هو شمال كان
كتفي يدي الحق عين ارجع الى معنى الاتحاد كاتبا يدي العبد يمين ارجع الى التوحيد كاتبا يدي بهمين والاخرى شمال

فتارة كون في الجمع وجمع الجمع وتارة كون في الفرق وفي فرق الفرق على حكم التجعل والوارد
بومايان اذا لقيت ذابن • وان اقيمت معديا فقد نافي

ومن ذلك التعجب والضحك والفرح والغضب التعجب انما يقع من موجود لا يعلم ذلك المتعجب منه ثم يعلمه فيه تعجب
منه و باعق به الضحك وهذا محال على الله تعالى فانه ما خرج شيء عن علمه فقي وقوع في الوجود شيء يمكن التعجب منه
عندنا جل ذلك التعجب والضحك على من لا يجوز عليه التعجب ولا الضحك لان الامر الواقع متعجب منه عندنا
كالشاب ابست له صبوة فهذا أمر يتعجب منه خلق عند الله تعالى محل ما يتعجب منه عندنا وقد يخرج الضحك والفرح
الى القبول والرضى فان من فعلت له فعلا أظهر لك من أجله الضحك والفرح فقد قبل ذلك الفعل ورضى به فضحك
وفرحه تعالى قبوله ورضاه عنا كما ان غضبه تعالى منزعه عن غلبان دم القلب طلبا للاتصاف لانه سبحانه يتقدس عن
الجمية والعرض فذلك قد يرجع الى أن يفعل فعل من غضب عن يجوز عليه الغضب وهو انتقامه سبحانه من
الجبارين والمخالفين لامرهم والمتعدين حدوده قال تعالى وغضب عليه أي جازاه جزاء المنصوب عليه فالجأزي يكون
غاضبا فظهر الفعل أطلق الاسم (التبش) من باب الفرح ورد في الخبر ان الله يتبش للرجل يوطئ المساجد
للاسلامة والحدوث لما يحب العالم بالا كون واستغفوا بغير الله عن الله فصاروا بهذا الفعل في حال غيبة عن الله فلما
وردوا عليه سبحانه بنوع من أنواع الحضور اسدل اليهم سبحانه في قلوبهم من لذة نعيم محاضرتهم ومناجاة
ومشاهدته ما تعجب بها الى قلوبهم فان النبي عليه السلام يقول جوا الله لما ينفذكم به من نعمه فكفي بالتبش عن هذا
الفعل منه لانه اظهر سرور بقدومكم عليه فانه من سر بقدومك عليه فعلامته سروره اظهره لرجل بجانبك والتعجب
وارسال ما عنده من نعم عليك فلما ظهرت هذه الاشياء من الله الى العبيد النازلين به ساء تبش (الانبيان) قال الله
تعالى فتسبيهم البارئ تعالى لا يجوز عايه النبيان ولكنه تعالى لما عذبهم عذاب الأبد ولم تلهم رحمة تعالى صاروا كأنهم
منسيون عنده وهو كأنه ناس لم أي هذا فعل الناسي ومن لا يتذكر ما هم فيه من آليم العذاب وذلك لانهم في حياتهم
الدنيا نسوا الله فجاءهم بفعلهم وفعلهم أعاده عليهم للمناسبة وقد يكون نسيتهم آخرهم نسوا الله أي أخروا أمر الله فلم
يعملوا به آخرهم الله في النار حين أخرجهم من من أذخه فيها من غيرهم ويقرب من هذا الباب انصاف الحق بالمكر
والاستهزاء والسخرية قال تعالى سخرنا منهم وقال ومكرنا الله وقال الله ينزوي بهم (النفس) قال صلى الله
عليه وسلم لاتنسوا الرج فاتهم من نفس الرحمن وقوله عليه السلام اني لاجد نفس الرحمن يأتي مني من قبل الجن وهذا كله
من التنفيس كانه يقول لاتنسوا الرج فاتهم بما ينفس بها الرحمن عن عباده وقال عليه السلام نصرت بالصبا وكذلك
بقول اني لاجد نفس أي تنفيس الرحمن عن الكرب الذي كان فيه من تكذيب قومه اياه وردتهم أمر الله من قبل الجن
فكان الانصار نفس الله بهم عن نبه صلى الله عليه وسلم ما كان كربه من المكذبين فان الله تعالى مره عن النفس
التي هو الهواء الخارج من التنفس تعالى الله عما يأنس اليه الظالمون من ذلك علوا كبيرا (الصورة) تطلق على
الامر وعلى المعلوم عند الناس وعلى غير ذلك ورد في الحديث اضافة الصورة الى الله في الصحيح وغيره مثل حديث
عكرمة قال عليه السلام رأيت رب في صورة شاب الحديث هذا حال من النبي صلى الله عليه وسلم وهو كلام العرب
معلوم متعارف وكذلك قوله عليه السلام ان الله خلق آدم على صورته اعلم أن المثلية الواردة في القرآن لنوبة لاعقلية
لان المثلية العقلية تستحيل على الله تعالى زيدا لا شدزة بدهر شعر اذا وصفت موجودا بمصفة وصفتين ثم وصفت
غيره بتلك الصفة وان كان بينهما تابن من جهة حقائق آخر ولكنهما مشتركان في روح تلك الصفة ومعناها فكل
واحد منهما على صورة الآخر في تلك الصفة خاصة فافهم وتنب وانظر كونك دليلا عليه سبحانه وهل وصفته بمصفة كال
الانك لفظن فاذا دخلت من باب التعرّية عن المناظرة سلبت النقائص التي تجوز عليك عنه وان كانت لم يعم قط به
وايكن الجسم والمثب لما أضافها اليه سلبت أن تلك الاضافة ولولم يتوهم هذا ما قلنا شيئا من هذا السلب علم وان
كان للصورة ههنا داخل كثيرة أضربنا عن ذكرها رغبة فيما قصدناه في هذا الكتاب من حذف التلوثر لانه يقول

الحق وهو يهدي السبيل (الذراع) ورد في الخبر عن النبي صلى الله عليه وسلم ان ضرس الكافر في الدنيا أحد وكفة جلده أو يعون ذراعاً بذراع الجبار هذه اضافة شريفة مقدار جوده الله تعالى اضافة اليه كما تقول هذا الشيء كذا وكذا ذراعاً بذراع الملك تريد الذراع الاكبر الذي جعله الملك وان كان مثلاً ذراع الملك الذي هو الجارحة مثل أذرع الناس والذراع الذي جعله مقداراً يز يد على ذراع الجارحة بضعفه أو ثلثه فليس هو اذن ذراعه على حقيقته وانما هو مقدار نصبه ثم أضيف اليه جاعله فاعلم والجبار في اللسان الملك العظيم وهكذا (القدم) يضع الجبار فيها قدمه القدم الجارحة ويقال لقلائ في هذا الامر قدم أي ثبوت والقدم جماعة من الخلق فتكون القدم اضافة وقد يكون الجبار ملكاً وتكون هذه القدم لهذا الملك اذا الجارحة تستحيل على الله تعالى وجل (والاستواء) أيضاً ينطلق على الاستقرار والقعود والاستيلاء والاستقرار من صفات الاجسام فلا يجوز على الله تعالى الا اذا كان على وجه الثبوت والقصد هو الارادة وهي من صفات الكمال قال ثم استوى الى السماء أي قصد واستوى على العرش أي استولى

فد استوى بشر على العراق * من غير سيف ودم مہراق

والاخبار والآيات كثيرة منها صحيح وسقيم ومانها خبر الاول وجه من وجوه التنزيه وان أردت أن يقرب ذلك عليك فاعلم الى اللفظة التي توهم التشبيه وخذ فائدتها وروحها أو ما يكون عنها فاجعله في حق الحق نفز بدرجته التنزيه حين حاز غيرك درك التشبيه فهكذا فاعلم وطهر ثوبك ويكني هذا التقدير من هذه الاخبار فقد طال الباب نفث الروح الاقدس في الروح الانفس بما تقدم من الالفاظ لما تعجب المتعجب من خروج على صورته وخالقه في سريره ففرح بوجوده ونحك من شهوده وغضب لتولييه وتبشش لتدليه ونسي ظاهره ونفس فاطلق مواخره وثبت على ملكه وعظم بالتقدير على ملكه فكان ما أراد والى الله المعاد فهذه أرواح مجردة تفتخر بأشباح مسنده فاذا بلغ المقات وانقضت الاوقات ومارت السماء وكورت الشمس وبدلت الارض وانكسرت النجوم وانتقلت الامور وظهرت الآخرة وحشر الانسان وغيره في الحافره حينئذ نعمد الاشباح وتنقسم الارواح ويتجلى الفتاح ويتقدم المصباح وتشتع الرياح ويظهر الود الصراح ويروى الاخاح ويرفر الجناح ويكون الابتهاج الصراح من أول الليل الى الاصباح فما أسناهم من مثله وما أشهاها الى النفوس من حالة مسكله متعنا الله بها

﴿ الباب الرابع في سبب بدء العالم ومراتب الاسماء الحسنی من العالم كله ﴾

في سبب البدء وأحكامه * وغاية الصنع وأحكامه

والفرق ما بين رعاة العلى * في نشئه وبين حكمه

دلالت دل على صانع * فدقهر الكل بأحكامه

قد وقف الصفي الولي أبقاه الله على سبب بدء العالم في كتابنا المسمى بعنقاء مغرب في معرفة ختم الاولياء وشمس المغرب وفي كتابنا المسمى بإنشاء الدوائر الذي ألفنا بعضه بمنزلة الكريم في وقت زيارتنا ليايه سنة ثمان وتسعين وخمسة ونحن نريد الخ فبقيدته منه خديمه عبد الجبار أعلی الله قدره القدر الذي كنت سطرته منه ورحلت به معي الى مكة زاد الله ثريته في السنة المذكورة لاعمه بها فاشفنا لهذا الكتاب عنه وعن غيره بسبب الامر الالهي الذي ورد علينا في تقييده مع رغبة بعض الاخوان والفقراء في ذلك حرمنا منهم على مزيد العلم ورغبة في أن تعود عليهم بركات هذا البيت المبارك الشريف محل البركات والهدى والآيات اليبينات وان نعرف أيضاً في هذا الموضوع الصفي الكريم بأحمد عبد العزيز رضي الله عنه ما تعظمه مكة من البركات وانما خبير وسيلة عبادية واشرف منزلة جادة ترابية عبي تهض به همه الشوق اليه وتنزل به رغبة الزيد عليه فقد قيل لمن أوتي جوامع السكام وكان من ربه في مشاهدة العين أدنى من قاب قوسين ومع هذا التقريب الاكل والخط الاوفر الاجزل أنزل عليه وقل رب زدني علماً ومن شرط العالم المشاهد صاحب المقامات الفيزية والمشاهد ان يعلم ان لا يمكنه في القلوب الاطيفة تأثيراً ولو وجد القلب في أي موضع كان الوجود الاعم

فوجوده بمكة أسمى وأتم فكما تفاضل المنازل الروحية كذلك تتفاضل المنازل الجسائية والافضل العر مثل الحجر الا
هند صاحب الحال وأما المكمل صاحب المقام فإنه يميز بينهما كما يميز بينهما الحق هل ساوى الحق بين دار بناؤها لبن
التراب والتين ودار بناؤها لبن السجود واللبجين فالحكيم الواصل من أعطى كل ذي حق حقه فذلك واحد عصره
وصاحب وقته وكثير بين مدينة يكون أكثر عمارتها الشهوات وبين مدينة يكون أكثر عمارتها الآيات البينات
أليس قد جمع معنى أبقائه الله أن وجود قلوبنا في بعض المواطن أكثر من بعض وقد كان رضى الله عنه يترك الخلوة
في بيوت المنارة المحروسة الكائنة بشرق تونس بساحل البحر وينزل الى الرابطة التي في وسط المنابر بقرب المنارة من
جهة بابها وهي تسمى الى الخضرفاء لثمن ذلك فقال ان قلبي أجده هناك أكثر منه في المنارة وقد وجدت فيها أنا نصيب
ما قاله الشيخ وقد علمت دلي أبقائه الله أن ذلك من أجل من يصعد ذلك الموضع اتفق الحال من الملائكة المكرمين أو من
الجن الصادقين وإيمانهم من كان يصعد وقد كيت في يزيد الذي يسمى بيت الابرار وكرارة الجيد بالشويزية
وكفارة ابن آدم بالتمن وما كان من أما كن الصالحين الذين فتوا عن هـ الدار وبيت آتارهم في أما كنهم تنقل
لها القلوب اللطيفة ولهذا يرجع فاضل المساجد في وجود القلب لا في تصعب الاجرة فقد تجد قلبك في مسجد أكثر مما
تجده في غيره من المساجد وذلك ليس للتقرب ولكن لمجالة التراب وهمهم ومن لا يجد الفرق في وجود قلبه بين
السوق والمساجد فهو صاحب حال لا صاحب مقام ولا شك كشفا وعلمنا أنه وان عمرت الملائكة جميع الارض مع
تفاضلهم في المعارف والرتب فإن أعلامهم رتبة وأعظمهم علما ومعرفة عمرة المسجد الحرام وعلى قدر جلالته يكون
وجودك فإنه لهم الجلوس في قلب الجليل لم تأثيرا وهمهم على قدر مراتبهم وان كان من جهة الهمهم فقد طاف بهذا
البيت مائة ألف نبي وأربع وعشرون ألف نبي سوى الاولياء وإيمان نبي ولأولى الاولوية متعلقة بهذا البيت وهذا البلد
الحرام لانه البيت الذي اصطفا الله على سائر البيوت وله سر الاولية في المعابد كما قال تعالى ان أول بيت وضع للناس للذي
بمكة مبارك وهدي للعالمين فيه آيات بينات مقام ابراهيم ومن دخله كان آمنا من كل مخوف الى غير ذلك من الآيات فلو
رحل الصبي أبقائه الله الى هذا البلد الحرام الشرى لوجد من المعارف والزادات ما لم يكن رآه قبل ذلك ولا خطر له بالبال
وقد علم رضى الله عنه ان النفس تحسر على صورة علمها والجسم على صورة عمله وصورة العلم والعمل بمكة أتم عناية
سواها ولودخلها صاحب قلب ساعة واحدة لكان له ذلك فكيف اس جاورها وأقام وأتى فيها بجميع الفرائض
والفوائد فلا شك ان مشهدها يكون أتم وأجلى ومورده أسمى وأعذب وأعلى واذا وصفي أبقائه الله قد أخبرني أنه
بحسب الزيادة والنقص على حسب الاماكن والامزجة ويعلم ان ذلك راجع ايضا الى حقيقة السالكين به وأهمته كما
ذكرنا ولا شك عندنا ان معرفة هذا الفن أعنى معرفة الاماكن والاحساس بالزيادة والنقص من تمام تمكن معرفة
المعارف وعلو مقامه وشرافه على الاشياء وقوة ميزه فانه يكتب لولي فيها ثم احسنوا به فيها خيرا طيبا انه الى بذلك
والقادري عليه اعلم وفقنا الله وياك وجميع المسلمين ان أكثر العلماء بانه من أهل الكشف والحقائق ليس عندهم علم
بسبب بدء العالم الاتمق العلم القديم بإيجاده فكأن ما علم انه سيكون وهنا ينتهي أكثر الناس وأما نحن ومن أطلعه
الله على ما أطلعنا عليه فقد وفقنا على أمور أخرى غير هذا وذلك انك اذا نظرت العالم مفصلا بمحققاته ونسبه وجبته محصور
الحقائق والنسب معلوم المنازل والرتب متناهى الاجناس بين متماثل ومختلف فاذا وقفت على هذا الامر علمت ان لهذا
سرا لطيفا وأمر أعجيبا لا تدرك حقيقته بدق فكر ولا نظر بل يعلم موهوب من علوم الكشف ونتائج المجاهدات
المحاجة لهم فان مجاهدة بغير حمة غير منتجة شيئا ولا مؤثرة في العلم لكن تؤثر في الحال من رقة وصفاته بجده صاحب
المجاهدة فاعلم عليك الله سر الراسخ وحبك من جوامع الكمال ان الاسماء الحسنى التي تبلغ فوق أسماء الاحياء
عددا وتزل دون أسماء الاحياء سعادة هي المؤثرة في هذا العالم وهي المفاتيح الاول التي لا يعاملها الا هو وان لكل حقيقة
اسما خاصا هـ امن الاسماء وأعنى الحقيقة حقيقة تجمع جنسا من الحقائق رب تلك الحقيقة ذلك الاسم وتلك الحقيقة
عابد نهو تحت تكليفه ليس غـ برذلك وان جمع لك نتي ما أشياء كثيرة فليس الامر على ما توهمته فانك ان نظرت الى

ذلك نسى وجدت له من الوجوه ما يقابل به تلك الاسماء التي تدل عليها وهي الحقائق التي ذكرها ههنا ذلك ما ثبت لك في النظر التي صهر العقول ونحت حكمها في حق موجود ما فرد لا ينقسم مثل الجوهر الفرد الجزء الذي لا ينقسم فان هذه هي متعددة تطلب أسماء الحية على عددها حقيقة إيجادها تطلب الاسم القادر وجسه حكمه تطلب الاسم العالم ووجه حصصه تطلب الاسم المريد ووجه ظهوره تطلب الاسم البصير والرائي الى غير ذلك فهذا وان كان فردا فله هذه الوجوه وغيرها مما تدكرها ولكل وجه وجوه متعددة تطلب من الاسماء بحسبها وتلك الوجوه هي الحقائق عند التواني والوقوف عليها عسير ونحصيلها من طريق الكشف أعسر واعلم ان الاسماء قد تتركز كما على كثيرها اذا لحظنا وجوه الطالبين لها من العالم واذا لم نلاحظ ذلك فلنرجع ونلاحظ أمهات المطالب التي لا غنى لنا عنها فنعرف ان الاسماء التي الاتهامات موقوفة عليها أي أيضا أمهات الاسماء فيسهل النظر ويكمل الغرض ويتيسر التعمد من هذه الاتهامات الى البنات كما يتيسر رد البنات الى الامهات فاذا نظرت الاشياء كلها المعروفة في العالم العلوي والسفلي فنجده الاسماء السبعة المعبر عنها بالصفات عند أصحاب علم الكلام تنضم منها وقد ذكرنا هذا في كتابنا الذي سميناه انشاء الدوائر وليس غرضنا في هذا الكتاب في هذه الامهات السبعة المعبر عنها بالصفات ولكن قصدنا الامهات التي لا بد لإيجاد العالم منها كما اننا نحتاج في دلائل العقول من معرفة الحق سبحانه الا كونه موجودا عالميا مريدا قادرا احيالا وغيره وما زاد على هذا فالما يقضيه التكليف فجاء الرسول عليه السلام جعلنا نعرفه مستكاما والتكليف جعلنا نعرفه فسميعا بصيرا الى غير ذلك من الاسماء فالتدريج يحتاج اليه من معرفة الاسماء لوجود العالم وهي أرباب الاسماء وما عداها فسدنه لها كما ان بعض هذه الارباب سدنه لبعضها فامهات الاسماء الحكي العالم المريد القادر القائل الجواد المقسط وهذه الاسماء بنات الاسمين المدبر والمفصل فالحق ثبت فهمك بعد وجودك وقبله والعالم ثبت احكامك في وجودك وقبل وجودك ثبت تقديرك والمريد ثبت اختصاصك والقادر ثبت عدمك والقائل ثبت قدمك والجواد ثبت ايجادك والمفصل ثبت صربتك والمرتبة آخر منازل الوجود فهذه حقائق لا بد من وجودها فلا بد من اسمائها التي هي أربابها فالحق رب الارباب والربوبين وهو الامام ويلي في المرتبة العالم ويلي العالم المريد ويلي المريد القائل ويلي القائل القادر ويلي القادر الجواد وآخرهم المقسط فانه رب المراتب وهي آخر منازل الوجود وما بقي من الاسماء فتحت طاعة هؤلاء الاسماء الاثمة الأرباب وكان سبب توجده هؤلاء الاسماء الى الاسم الله في ايجاد العالم بقية الاسماء مع حقائقها أيضا على ان ثمة الاسماء من غير نظرائها في العالم انما هي أربعة لا غير اسمها الحكي والمستكام والسميع والبصير فانه اذا سمع كلامه ورأى ذاته فقد كمل وجوده في ذاته من غير نظرائها في العالم ونحن لا نريد من الاسماء الا ما يقوم بها وجود العالم فكثيرت علينا الاسماء فعدنا الى أربابها فدخلنا عليهم في حضراتهم فاجدها غير هؤلاء الذين ذكرناهم وأبرزناهم على حسب ما شاهدناهم فكان حسب توجده أرباب الاسماء الى الاسم الله في ايجاد أعياننا بقية الاسماء فاول من قام لطلب هذا العالم الاسم المدبر والمفصل عن سؤال الاسم الملك فعندما توجه على الشيء الذي عنه وجد المثال في نفس العالم من غير عدم متقدم ولكن تقدم مرتبة لا تقدم وجود كمتقدم طلوع الشمس على أول النهار وان كان أول النهار مقارنا لطلوع الشمس ولكن قد تبين ان العلة في وجود أول النهار طلوع الشمس وقد قارنه في الوجود فهكذا هو هذا الامر فلما دبر العالم وفصله هذا ان الاسمان من غيرهما هل متقدم به او عدم علم وانشأت صورة المثال في نفس العالم لتلقى اسمه العالم اذ ذلك بذلك المثال كما تعلق بالصورة التي أخذ منها وان كانت غير مرتبة لانها غير موجودة كما سنذكره في باب موجد العالم فاول أسماء العالم هذان الاسمان والاسم المدبر هو الذي حقق وقت الايجاد المقدر فتعلق به المريد على حد ما أبرزه المدبر ودر به وما عدا ذلك من نفي هذا المثال الا بمشاركة بقية الاسماء لكن من وراء حجاب هذين الاسمين ولهذا صحت لهما الامانة والآخر لا يشعرون بذلك حتى بدت صورة المثال فأروا ما فيه من الحقائق المناسبة لهم فبحسبهم للتعشيق ما فصار كل اسم يتشقق بحقيقته التي في المثال ولكن لا يقدر على التأثير فيها الا لتعطي الحضرة التي تجلي فيها هذا المثال فاذا هم ذلك التمتع والحب الى الطلب والسمي والرغبة في ايجاد صورة عين ذلك المثال ليظهر سلطانهم ويصح على الحقيقة وجودهم

فلا شيء أعظم همام من عز يز لا يجسد عز يز بقهره حتى يذل تحت قهره فيصيح سلطان عزه أو عى لا يجسم بعقري غناه
وهكذا جميع هذه الاسماء ولجأت الى أربابها الأئمة السبعة التي ذكرناها ترغيب اليها في إيجاد عين هذا الشئ الذي
شاهدوه في ذات العالم وهو المعبر عنه بالعالم ويرى يقول القائل يأبها الحق وكيف ترى الاسماء هذا المثال ولا يراه الا
الاسم البصير خاصة لا غيره وكل اسم على حقيقة ليس الاسم الآخر عليها قلنا لتعلم وفكك الله ان كل اسم اهل في ضمن
جميع الاسماء كلها وان كل اسم تحت بجميع الاسماء في أفقه فكل اسم فهو حي قادر سميع بصير متكلم في أفقه وفي علمه
والافك فيه يصح ان يكون بالعبادة هبات هبات غير ان ثم لطيفة لا يشعر بها وذلك انك تعلم قطعا في حبوب البر
وأمثاله ان كل مرة فيها من الحقائق ما في أختها كما تعلم ايضا ان هذه الحبة ليست عين هذه الحبة الاخرى وان كانتا نحويان
على حقائق متماثلة فاهما مثلان فابحث عن هذه الحقيقة التي تجعلك تفرق بين هاتين الحبتين وتقول ان هذه ليست
عين هذه وهذا سار في جميع المثالب من حيث ما علمنا لانه كذلك الاسماء كل اسم جامع لما جمعت الاسماء من الحقائق
ثم تعلم على القطع ان هذا الاسم ليس هو هذا الآخر بتلك اللطيفة التي بها فرقت بين حبوب البر وكل متماثل فابحث عن
هذا المعنى حتى تعرفه بالذكري لا بالغير غير اني أريد ان أوقعك على حقيقة ما ذكرها أحد من المتقدمين وربما ما أطلع
عليها فربما خصصت بها ولا أدري هل تعطي لغيري بعدى أم لا من الحضرة التي أعطيها فان استقرأها أو فهمها من
كتابي فاما المعلم له وأما المتقدمون فلم يجدوها وذلك ان كل اسم كافر بنا بجميع حقائق الاسماء ويحتوي عليها مع وجود
اللطيفة التي وقع لك التمييز بها بين المثبتين وذلك ان الاسم المنتم والاسم المذهب اللذين هما الظاهر والباطن كل اسم من
هذين الاسمين يتضمن ما تحويه سديته من أولهم الى آخرهم غير ان أرباب الاسماء ومن سواهم من الاسماء على ذلك
مراتبها ما يلحق بدرجات أرباب الاسماء ومنها ما ينفر بدرجتها ما ينفر بدرجته المنتم وبدرجته المذهب وهذه
أسماء العالم محصورة والله المستعان فلما لجأت الاسماء كلها الى هؤلاء الأئمة ولجأت الأئمة الى الاسم فجاء الاسم الله الى
الذات من حيث غناها عن الاسماء سائلا في اسعاف مأساته الاسماء فيه فانهم المحسان الجواد بذلك وقال قل لا اله الا
يتعلقون بأرباب العالم على حسب ما تعطي حقائقهم فخرج اليوم الاسم الله وأخبرهم الخبر فانقلبوا مسرعين فرحين
متبهجين ولم يزالوا كذلك فظنوا الى الحضرة التي أذكروها في الباب السادس من هذا الكتاب فوجدوا العالم كما
سند كره فيما يأتي من الابواب بعد هذا ان شاء الله والله يقول الحق وهو يهدي السبيل

باب الخامس في معرفة أسرار بسم الله الرحمن الرحيم والفاتحة من وجه تالان جميع الوجوه

بسملة الاسماء ذو منظرين * ما بين ابقاء وأفناء عسرين
الابن قالت لن حسد بين ما * خافت على الخمل من الحطمتين
فقال من أضحكك قولها * هل أثر يطلب من بعد عين
يا قيس يا نفس استقمعي فقد * عاينت من غلقتنا القبضتين
وهكذا في الحمد فاستنتها * ان شئت ان نسبح بالجنتين
احدهما من عسجد مشرق * جلتها وأختها من الجين
يا أم قرآن الصلى هل ترى * من جهة الفرقان للفرقتين
أنت لنا السبع الثاني التي * خص بها سيدنا دون مين
فانت مفتاح المهدى للنهي * وخص من عادك بالفرقتين

لما أردنا ان نفتتح معرفة الوجود وابتداء العالم الذي هو عندنا المصحف الكبير الذي نلاه الحق علينا تلاوة حال كان
القرآن تلاوة قول عندنا قاله الحروف مخطوطة مرفوعة في ريق الوجود المنشور ولا تزال الكتابة فيه دائما لا تنتهي
ولما افتتح الله تعالى كتابه العزيز بفاتحة الكتاب وهذا كتاب أعني العالم الذي تكلم عليه أردنا ان نفتتح بالكلام
على أسرار الفاتحة وبسم الله فاتحة الفاتحة وهي آية أولى منها أو ملازمة لها كالتلاوة على الخلاف المعلوم بين العلماء

فلا بد من الكلام على البسملة ورمها يقع الكلام على بعض آية من سورة البقرة آيتين أو ثلاث خاصة بربّ كالكلام
الحق سبحانه ثم سوق الابواب ان شاء الله تعالى فأقول انه لما قدمنا ان الاسماء الالهية سبب وجود العالم وانها المسلطة
عليه ومؤثرة لذلك كان بسم الله الرحمن الرحيم عندنا خبرا ابتداء مضمرا وهو ابتداء العالم وظهوره كانه يقول ظهور العالم
بسم الله الرحمن الرحيم أى باسم الله الرحمن الرحيم ظهر العالم واختص الثلاثة الاسماء لان الحقائق تعطى ذلك فانه هو
الاسم الجامع نلاسماء كلها والرحمن صفة عامة فهو الرحمن الدنيا والآخرة ارحم كل شيء من العالم في الدنيا ولما كانت
الامر في الآخرة لا يختص بالقبضة السعادة فانها انفراد عن أختها وكانت في الدنيا بمنزلة يولد كافر او يموت مؤمنا أى
ينشأ كاهرا في عالم الشهادة وبالعكس ونارة ونارة بعض العالم تميز باحدى القسطين باخبار صادق بخفاء الاسم الرحمن
محتصا بالدار الآخرة لكل من آمن وتم العالم بهذه الثلاثة الاسماء جملة في الاسم الله وتفصيل في الاسمين الرحمن الرحيم
فتحقيق ما ذكرناه فاني أريد أن أدخل الى ما في طي البسملة والفاصلة من بعض الاسرار كما شرطنا فلتبين وتقول بسم
بالباء ظهر الوجود بالنقطة تميز العابد من المعبود قيل للشبلى رضي الله عنه أنت الشبلى فقال أنا النقطة التي تحت الباء
وهو قولنا النقطة للغير وهو وجود العبد بما تقتضيه حقيقة العبودية وكان الشيخ أبو محمد بن رحمه الله يقول ما رأيت
شيئا إلا رأيت الباء عليه مكتوبة فالباء المصاحبة للموجودات من حضرة الحق في مقام الجمع والوجود أى في قام كل شيء
وظهوره من عالم الشهادة هذه الباء بدل من همزة الوصل التي كانت في الاسم قبل دخول الباء واحتيج اليها لا ينطق
بساكن فلبت الهمزة المعبر عنها بالقدرة محركة عابرة عن الوجود ليتوصل بها الى النطق الذي هو الابداع من ابداع
وخلق الساكن الذي هو العدم وهو أوان وجود المحدث بعد ان لم يكن وهو السين قد دخل في الملك بالميم المستبرك
قالوا بلى فصارت الباء بدلا من همزة الوصل أعني القدرة الازلية وصارت حركة الباء لحركة الهمزة الذي هو الابداع ووقع
الفرق بين الباء والالف الواصلة فان الالف تعطي الذات والياء تعطي الصفة ولذلك كانت لعين الابداع أحق من الالف
بالنقطة التي تحتها وهي الموجودات فصارت في الباء الانواع الثلاثة شكل الباء والنقطة والحركة العوالم الثلاثة فكان في العالم
الوسط نوههم ما كذلك في نقطة الباء فالباء ملكوتية والنقطة جبروتية والحركة شهادة ملكية والالف الحمد والثناء التي هي
بدل منها هي حقيقة القائم بالكل تعالى واحتجب رحمة منه بالنقطة التي تحت الباء وعلى هذا الحد تأخذ كل مسألة في هذا
الباب مستوفاة بطريق الإيجاز فقسم والم واحد ثم وجدنا الالف من بسم قد ظهرت في أفرأ باسم ربك وباسم الله
محجرا بين الباء والسين ولم تظهر بين السين والميم فلم تظهر في باسم السفينة ما جوت السفينة ولولم تظهر في أفرأ باسم
ربك ما علم المثل حقيقته ولا رأى صورته فتيقظ من سنة الغفلة وانبه فلما كنا نسمعها في أوائل السور حدثت
لوجود المثل مقامه في الخطاب وهو الباء فصار المثل مرآة للسين فصار السين مثالا وعلى هذا الترتيب نظام التركيب وانما
لم تظهر بين السين والميم وهو محل التغيير وصفات الافعال ان لو ظهرت زال السين والميم اذ ليسوا بصفة لازمة للقديم مثل
الباء فكان خفاؤه عنهم رحمة بهم اذ كان سبب بقاء وجودهم وما كان بشر أن يكلمه الله الا وحيا أو من وراء حجاب
أو يرسل رسولا وهو الرسول فهذه الباء والسين والميم العالم كله ثم عمل الباء في الميم الخفض من طريق النسبة
بالحدوث اذ الميم مقام الملك وهو العبودية وخفضها الباء عرفتها بنفسها وأوقفتها على حقيقة انها وجدت الباء وجدت
الميم في مقام الاسلام فان زالت الباء بومات السبب طارئ وهو ترقى الميم الى مقام الايمان فتح في عالم الجبروت بسبع
وأشباهه فأمر بتزجيه المحل لتجلى المثل فقبل له سبحانه اسم ربك الأعلى الذي هو مفد بك بالمواد الالهية فهو ربك بفتح
الميم وجاءت الالف ظاهرة زالت الباء لان الامر توجه عليها بالتسبيح ولا طاقة لها على ذلك والباء محدثة مثلها
والحدث من باب الحقائق لا فعل له ولا بد لها من امتثال الامر فلا بد من ظهور الالف الذي هو الفاعل القديم فلما ظهر
فعلت القدرة في الميم التسبيح فسبح كما أمر وقيل له الأعلى لانه مع الباء في الأسفل وفي هذا المقام في الوسط ولا يسبح
المسبح مثله ولا من هو دونه فلا بد أن يكون المسبح أعلى ولو كنا في تفسير سورة صبح اسم ربك الأعلى لا ظهرنا
أسرارها فلا يزال في هذا المقام حتى يشزه في نفسه فان من ينزهه منزّه فانه منزّه عن تنزيهه فلا بد من هذا التنزيه بأن يعود

على المنزه ويكون هو الاعلى فان الحق من باب الحقيقة لا يصح عليه الاعلى فانه من أسماء الاضافة وضرب من وجوه النسبة فليس باعلى ولا أسفل ولا وسط نزهة عن ذلك وتعالى علوا كبيرا بل نسبة الاعلى والالوسط والاسفل إلى نسبة واحدة فاذا تخرج عن حد الامر وخرق حجاب السمع وحصل المقام الاعلى قارفع الميم بمشاهدة القديم لحصل له الشاء التام تبارك اسم ربك ذو الجلال والاكرام فكما ان الاسم عين المسمى كذلك العبد عين المولى من تواضعته رفعه الله وفي الصحيح من الاخبار ان الحق يد العبد ورجله ولسانه وسمعه وبصره لولم يقبل الخفض من الباء في باسم ما حصل له الرفع في النهاية في تبارك اسم ثم اعلم ان كل حرف من بسم مثلث على طبقات العوالم فاسم الباء باء وألف وهمزة واسم السين سين وياه ونون واسم الميم ميم وياه وميم والياء مثل الباء وهي حقيقة العبد في باب النداء فما أشرف هذا الوجود كيف المحصر في عابد ومعبود فهذا أشرف مطلق لا يقابله ضد لان ما سوى وجود الحق تعالى ووجود العبد عدم محض لا عين له ثم انه سكن السين من بسم تحت ذل الافتقار والفاقة كسكوننا تحت طاعة الرسول لما قال من يعلم الرسول فقد أطاع الله فكنت السين من بسم تحت ثلثي من الباء الحق اليقين فلو تحركت قبل أن تسكن لاستبدت بنفسها وخيف عليها من الدعوى وهي سين مقدسة فكنت فلما تلتقت من الباء الحقيقة المطلوبة أعطيت الحركة فلم تتحرك في بعض المواطنين الا بعد ذهاب الباء اذ كان كلام التلميذ يحضو والشيخ في أمر تاسوه أدب الآن بأمره فامثال الامر هو الادب فقال عند مفارقة الباء مخاطب أهل الدعوى نائها باسم حصل له في المقام الاعلى ما صرف عن آياتي الذين يتكبرون ثم تحرك لمن أطاعه بالحق والابن فقال سلام عليكم بطيتم فادخلوها خالدين يريد حضرة الباء فان الجنة حضرة الرسول عليه السلام وكتب الزوية حضرة الحق فاصدق وسلم تنكشف وتلحق فهذه الحضرة هي التي تلة الى الالف المرادة فكما انه ينقلك الرسول الى الله كذلك تنقلك حضرة التي هي الجنة الى الكتيب الذي هو حضرة الحق ثم اعلم ان التنوين في بسم لتحقيق العبودية واشارات التبعية فلما ظهر منه التنوين اصطفاه الحق المبين باضافة التشريف والتسكين فقال بسم الله تحذف التنوين العبدى لاضافته الى المنزل الالهي ولما كان تنوين تخليق لهذا صح له هذا التحقق والافالسكون أولى به فاعلم انتهى الجزء التاسع

• (بسم الله الرحمن الرحيم) •

﴿وصل﴾ قوله الله من بسم الله ينفي لك بها المسترشد أن تعرف أو لا ما تحصل في هذه الكلمة الكريمة من الحروف وحينئذ يقع الكلام عليها ان شاء الله وحرفها ال ل ال ا و فاول ما أقول كلاما مجلا من موزانم ناخذ في تبينه ليسهل قبوله على عالم التركيب وذلك ان العبد تعلق بالالف تعلق من اضطرا واجبا فظهر له اللام الاولى ظهور اورنه الفوز من الصدم والنجاة فلما صح ظهوره وانشر في الوجود نوره ووصح تعلقه بالمسمى وبطل تخلفه بالاسماء أفنته اللام الثانية بشهود الالف التي بعد هافناه لم تبق منه باقية وذلك عسى ينكشف له المسمى ثم جاءت الواو بعد الهاء لتسكن المراد بوقيت الهاء لوجوده آخر عند محو العباد من أجل العناد فذلك أو ان الاجل المسمى وهذا هو المقام الذي نضمحل فيما حوال السارين وتعدم فيه مقامات السالكين حتى يفتي من لم يكن ويبقى من لم يزل لا غير ثبت لظهوره ولا ظلام يبقى لنوره فان لم تسكن زه اعرف حقيقة ان لم تسكن تسكن أنت اذ كانت التاء من الحروف الزوائد في الافعال المضارعة للذوات وهي العبودية بقول بعض السادة وقد سمع عاليا يقول الحمد لله فقال له ذلك السيد انما كما قال الله رب العالمين فقال العاطس يا سيدنا ومن العالم حتى يذكرهم الله فقال له الآن قلها ياخي فان الحديث اذا قرن بالقديم لم يبق له أثر وهذا هو مقام الوصل وحال وله أهل الفناء عن أنفسهم وأما لوفني عن فناءه لما قال الحمد لله لان في قوله الحمد ثابت العبد الذي هو المعبر عنه بالرداء عند بعضهم وبالثوب عند آخرين ولو قال رب اله المين لكان أرفع من المقام الذي كان فيه فذلك مقام الوارثين ولا مقام أعلى منه لانه شهود لا يتحرك معه لسان ولا يضطرب معه جنان أهل هذا المقام في أحوالهم فاعرفوا هم استولت عليهم أنوار الذات وبدت عليهم رسوم الصفات هم عرائس الله المحببون وعند المحبوبون

بعبه الله لا يعرفه سواه كالأبرقون سواه توحدهم شاح الله هو كليل الله فمدهم على ما ربه من القرب
في اما الاس ومناخاة البعوية بلسان البعوية ورتهم ذلك مونه على صلاتهم دائمون وشهادتهم قائمون فلم تزل
التوة الالهية تدهم بالشهادة فيبرزون بالعصاف في موضع العدم ولاوله الامن حيث الافئدة اولاد كرا لا فمهسه
أورس لا بعدون عن سواه السبل فهم بالحق وان طابوا الخلق وعاشروهم فيسوا معهم وان رأوه لم يروهم اد
لا يرون منهم الا كونهم من جلة أفعال الله فهم يشاهدون الصنعة والصانع مقاما عمريا كما يقعد أحدكم مع نجار يصنع نابوتا
في شاهد الصنعة والصانع ولا تعجبه الصنعة عن الصانع الا ان شغل قلبه حسن الصنعة فان الدنيا كما قال عليه السلام حلوة
خضرة وهي من خضراء الدمن جارية حسنة في منبت سوه من أحسن البهار اجبا أساءت اليه وحرمت عليه أخراه
ولقد أحسن القائل

اذا امتحن الدنيا ليب تكشف * له عن عسوق ثياب صديق

فهذه الطائفة الامناء الصديقون اذا أبدتهم القمالة الالهية وأمدهم فهم معه بهذه النسبة على وجه المثال وهذا أعلى
مقام يرق فيه وأشرف غاية ينتهي اليها هذه الغاية القصوى اذ لا غاية الامن حيث التوحيد لامن حيث الموارد
والواردات وهو المستوى اذ لا استواء الا الرفق الاعلى فهناك هذه المعصاة بما لا يولون من حقائق المشاهدة وهنالك على
التصديق والتسليم لهم بالمواقفة والمساعدة من بنجواد اللسان في حلبة الكلام فلترجع الى ما كتبنا به والسلام
فأقول همزة هذا الاسم المحدوفة بالاضافة لتحقيق اتصال الوحدةانية ومعنى اتصال الغيرة فالالف واللام المتصفة كما
تقدم لتحقيق التمثل وعنى المنفصل والالف الموجودة في اللام الثانية لحوا ثار الغير المتحصل والواو التي بعد الهاء ليس
لها في الخط أثر ومناها في الوجود بها الهوية قد انتشرا بداها في عالم الملك بذاتها فقال هو الله الذي لا اله الا هو فبدأ
بالهوية وختم وسلكتها الامر في الوجود والعدم وجعلها دالة على الحدوث والقدم وهو آخر ذكر الدارين وأعداه
فرجع الجزل على الصدر فلاحت ليله القدر ووقف بوجودها أهل العناية وتأنيده على حقائق التوحيد فالوجود في نقطة
دائرة هذا الاسم ساكن وقد اشغل عليه بحقيقته اشغال الاما كن على المضمكن الساكن ونه المثل الاعلى

والله قد ضرب الاقل لنوره * مثلا من المشكاة والنبراس

فقال تعالى والله بكل شئ محيط أحاط بكل شئ علما وصير الكل اسما وسمى وأرسله مكشوفاً ومعنى (حل المقفل
وتفصيل المجلد) يقول العبد الله فيثبت أولاً وآخره وينتفي باللامين باطناً وظاهراً لزمت اللام الثانية لها بواسطة
الالف العلمية ما يكون من نحوى ثلاثة اهورا ربهم الثلاثة اللام والاحسة الا هو سادسهم فالالف سادس في حق
الهاء رابع في حق اللام أم ترأى ربك كيف مد الظل العرش ظل الله العرش اللام الثانية وما حواء اللام الاولى
بطريق الملك واللامان هما الظاهر والباطن من باب الاسماء ظهر تابين ألف الاول والالف الآخر وهو مقام الاتصال لان
النهاية تنعطف على البداية وتصل بها اتصال انحداد ثم خرجت الهاء بواوها الباطنة فخرج الانفصال والجزء المتصل بين
اللام والهاء هو السر الذي به تقع المشاهدة بين العبد والسيد وذلك مركز الالف العلمية وهو مقام الاضمحلال ثم جعل
تعالى في الخط المتصل جزأين اللامين للاتصال بين اللام الاولى التي هي عالم الملك وبين اللام الثانية التي هي عالم المسكوت
وهو مركز العالم الاوسط عالم الجبروت مقام النفس ولا بد من خطوط فارقة بين كل حرفين فذلك مقامات فده رسوم
السالكين من حضرة الى حضرة (تتميم) الالف الاولى التي هي ألف الهمزة منقطعة واللام الثانية ألفها متصل بها
فقط الالف في أوائل الخطوط لقوله عليه السلام كان الله ولا شئ معه فلهاذا قطعت وتترجم من الحروف من أشبهها في
عدم الاتصال بما بعدها والحروف التي أشبهتها على عدد الحقائق العامة العالية التي هي الالهيات وكذلك اذا كانت آخر
الحروف تقطع الاتصال من البعدي الرقية فكان انقطاع الالف تنبيهها لذكر نامو وكذلك اخوته فالالف للحق وأشباه
الالف للخلق وذلك دوز في جميع الحقائق جسم متفرد حساس ناطق وما عدها عن له لغة وانحصرت حقائق العالم
الكلية فلما أراد وجود اللام الثانية وهي أول موجود في المتي وان تأخرت في الخط فان معرفة الجسم تقدم على معرفة

اريح شاهدا وكذلك الخط شاهد اوهى عنه سكوت أو جدها بقدرته وهى الهزمة التى فى الاسم اذا ابتدأت به معرى
 من الالف وهى لا تفارق الالف فلما وجدت هذه الالف اللام الثانية جعلها رئيسة فطلبت مرؤسا تكون عليه
 باطنها فوجد لها عالم الشهادة الذى هو اللام الاول فلما نظرت اليه أشرف وأثار وأشرق الأرض بنور ربها وروى
 الكتاب وهو الجزء الذى بين اللامين أمر سبحانه اللام الثانية أن تعد الاولى بما أمدها به تعالى من جود دانه وأن
 تكون دليلا لها اليه فطلبت منه معنى تصرفه فى جميع أمورها يكون لها كالوزير يقتضى اليه ما تريد به فبقيته على عالم
 اللام الاولى فوجد لها الجزء المتصل باللامين المعبر عنه بالكتاب الاوسط وهو العالم الجبروتى وايسر له ذات قائمة مثل
 اللامين فانه بمنزلة عالم الخيال عندنا فالتفت اللام الثانية الى ذلك الجزء وارقم فيه ما يريد منها ووجهت به الى اللام الاولى
 فاستثابت الطاعة حتى قالت بلى فلما رأت اللام الاولى الامر قد أنفذها من قبل اللام الثانية بواسطة الجزء الذى هو الشرع
 صارت مشاهدة لما يريد عليها من ذلك الجزء وراغبة له فى أن يوصلها الى صاحب الامر لتشاهده فلما صرفت المهمة الى
 ذلك الجزء واشتغلت بمشاهدته احتجبت عن الالف التى تقدمتها ارجو ادراة كم فالتح وانورا ولولم تصرف المهمة
 الى ذلك الجزء ولتلت الامر من الالف الاولى بلا واسطة ولكن لا يمكن لسر عظيم فانها ألقت الذات والثانية ألف العلم
 (اشارة) الأثرى ان اللام الثانية لما كانت مرادة بمحبة منزوعة عن الوسائط كيف اتصلت بالالوحدة انية اتصالا
 شافيا حتى صار وجودها نطقا يدل على الالف دلالة صحيحة وان كانت الذات خفيت فان لفظك باللام بحقة فى الاتصال
 ويدلك عليها من عرف نفسه عرف ربه من عرف اللام الثانية عرف الالف لجعل نفسك دليلا عليك ثم جعل كونك
 دليلا عليك دليلا عليه فى حق من بعد وقد تم معرفة العبد بنفسه على معرفته ربه ثم بعد ذلك يغنيه عن معرفته بنفسه
 لما كان المراد منه أن يعرف ربه لا ترى تعاقب اللام الالف وكيف يوجد اللام فى النطق قبل الالف وفى هذا انفيه لمن
 أدرك فهذه اللام الملوكية تتلقى من ألف الوحدة بغير واسطة فتورده على الجزء الجبروتى ليؤديه الى لام الشهادة
 والملاك هكذا الامر مادام التركيب والحجاب فلما حصلت الاولية والآخرة والظاهرة والباطنية أراد تعالى كيف تقدم
 الالف منزوعة عن الاتصال من كل الوجوه بالحروف أراد أن يجعل الانتهاء نظيرا لابتداء فلا يصح بقاء العبد أولا وآخرا
 فوجد الهاء مفردة بواو هو يتما فان نوههم متوهم ان الهاء ملصقة الى اللام فليست كذلك وانما هى بعد الالف التى
 بعد اللام والالف لا يتصل بها فى البعدية تنهى عن الحروف فالهاء بعد اللام مقطوعة عن كل شئ فذلك الاتصال باللام فى
 الخط ليس باتصال فالهاء واحدة والالف واحدة فاضرب الواحد فى مثله يكن واحدا فصاح اتصال الخلق عن الحق فى
 الحق واذا صبح تخلف اللام الملكية لما تورد عليها لام المكوت فلا تنزل انضمامها عن صفاتها وتنفى عن رسومها الى أن
 تحصل فى مقام الفناء عن نفسها فاذا فنيت عن ذاتها فى الجزء افنائها واتحدت الايمان لفظا بنطق بها لسان مشددة
 للدغام الذى حدث فصارت موجودة بين الفين اشارة لاعليها وأحاطها بها فاعطتنا الحكمة الموهوبة لما سمعنا لفظ
 الساطق بلا بين الفين علمنا علم الضرورة ان المحدث فى ظهور القديم فى أفان أولى وأخرى وزال الظاهر والباطن
 بزوال اللامين بكلمة التى فضر بنا الالف فى لائف ضرب الواحد فى الواحد فنرجت لك الهاء فلما ظهرت زال حكم
 الاول والآخر الذى جعلته بواسطة كازال حكم الظاهر والباطن فقبل عند ذلك كان الله ولا شئ معه ثم أصل هذا الضمير
 الذى هو الهاء الرفع ولا بد فان انتقح أو انحفض فتلك صفة تعود على من فتحه وخفضه فهى عائدة على العامل الذى
 قبل فى اللفظ (تسكئة) ثم أوجد سبحانه الحركات والحروف والخارج نفيها منه سبحانه وتعالى ان الدوات تتميز
 بالصفات والمقامات لجعل الحركات نظيرا لصفات وجعل الحروف نظيرا لموصوف وجعل الخارج نظيرا للمقامات والمعارض
 فاعطى لهذا الاسم من الحروف على عموم وجوه من وصل وقطع هاله وهزمة وألقاوا لاما وهاء وواو فالهزمة أولا
 والهاء آخر وأخرجهم ما واحد مما يلى القلب ثم جعل بين الهزمة والهاء حرف اللام ومخرجه اللسان ترجان القلب
 فوقت النسبة بين اللامين والهاء كما وقعت النسبة بين القلب الذى هو محل الكلام وبين اللسان المترجم عنه
 قال الأختل

ان الكلام في الفؤاد وانما جعل اللسان على مؤخره دليلا

فاما كانت اللام من اللسان جعلها تنظر اليه لاني نصحها فافانها عنها وهي الحك الاسفل فلما نظرت به في ذاتها علت وارفعت الى الحنك الاعلى واشتد اللسان بها في الحنك اشتد الفكن علوها وارفعها عما حته وخرجت الواو من الشفتين الى الوجود الظاهر مخبرة بالغة عليه وذلك مقام باطن القوة وهي اشعة التي فيمن ان الرسول صلى الله عليه وسلم روى ذلك يكون الورت نخرج من هذا الوصل ان الحمزة والالف والهاء من عالم الملكوت واللام من عالم الجبروت والواو من عالم الملك **﴿وصل﴾** قوله الرحمن من السلسلة الكلام على هذا الاسم في هذا الباب من وجهين من وجه الذات ومن وجه الصفة فمن أعرب به بدلا من ذاتا ومن أعرب به متاجلا صفة والصفات مست ومن شرط هذه الصفات الحياة فظهرت السبعة وجميع هذه الصفات للذات هي الذات الواو جودة بين الميم والنون من الرحمن ويتركب الكلام على هذا الاسم من الظاهر الثالث عن النبي صلى الله عليه وسلم ان الله خلق آدم على صورته من حيث إعادة الضمير على الله ويؤيد هذا النظر الرواية الاخرى وهي قوله عليه السلام على صورة الرحمن وهذه الرواية وان لم يصح من طريق أهل النقل فهي صحيحة من طريق الكشف فقول ان الالف واللام والراء الحالم والارادة والقدرة والهاء والميم والنون مدلول الكلام والسمع والبصر وصفة الشرط التي هي الحياة مستصعبة لجميع هذه الصفات ثم الالف التي بين الميم والنون مدلول الموصوف وانما حذف خط الالف للصفات عليها لالة ضرورة من حيث قيام الصفة بالموصوف فتجلبت للعالم الصفات ولذلك لم يعرف من الاله غير هاولا يعرفونهم الذي يدل على وجود الالف ولا بد ما ذكرناه وبادء وهي اشباع فتحة الميم وذلك اشارة قلبية الى بسط الرحمة على العالم فلا يكون أبدا ما قبل الالف الا انه متوحا فعدل الفتحة على الالف في مثل هذا الموطن وهو محل وجود الروح التي له مقام البسط محل التجلي ولهذا ذكر أهل التركيب في وضع الخطوط في حروف السلسلة الباء المكسورة ما قبلها اذ قد نوبت الياء المحيطة ولا كسر قبلها وكذلك الواو المضموم ما قبلها ولما ذكرنا الالف لم يقولوا الفتحة ما قبلها اذ لا نوبت الياء الفتحة في الحرف الذي قبلها بخلاف الواو والياء فلا يعتد للالف لازم أبدا فاجاهل اذ لم يصح في الوجود من هاهنا جميع النقص الا الله تعالى في الروح القدسي الاعلى فدل على وجود الاله فلما سئل في التفصيل لم يوجب له تحصيل وانما خصص الواو بالمضموم ما قبلها والياء بالكسور ما قبلها لما ذكرناه فصحت المفارقة بين الالف وبين الواو والياء فالالف للذات والواو العلية والصفات والياء العلية لا فعال الالف للروح والعقل صفته وهو الفتحة والواو للنفس والقبض صفته هو الضمة والياء الجسم ووجود الفعل صفته وهو الخفض فان انفتح ما قبل الواو والياء فذلك راجع الى حال الخضايب ولما كانتا غير اولي بادءا خلت عليهما الصفات ولما كانت الالف لا تنقبل الحركات اتحدت بمدلولها فلم يختلف عليها شيء البتة وسميت حروف العلة لما ذكرناه فالف الذات علة لوجود الصفة وواو الصفة علة لوجود الفعل وياء الفعل علة لوجود ما يصدر عنه في عالم الشهادة من حركة وسكون فلهاذا سميت عللا ثم أو جد النون من هذا الاسم نصف دائرة في الشكل والنصف الآخر محصور معة وفي النةطة التي تدل على النون الغيبية التي هي نون نصف الدائرة وبحسب الناس النةطة انها دليل على النون المحسوسة ثم أوجد مقدم الهاء على الالف المحذوفة في الرقم اشارة الى مشاهدتها ولذلك سكنت ولو كان قد مرها الى الراء لتحركت فالالف الاولى للعلم واللام للارادة والراء للقدرة وهي صفة الابدان فوجدنا الالف لها الحركة من كونها حمزة والراء لها الحركة واللام ساكنة فاتحدت الارادة بالقدرة كما اتحد العلم والارادة بالقدرة اذ اوصلت الرحمن بالله فأدغمت لام الارادة في راء القدرة بعدما قبلت راء وحدت لتحقيق الابدان الذي هو الهاء ووجود الكلمة ساكنة وانما سكنت لانها لا تنقسم والحركة مقفلة فلما كانت الهاء ساكنة سكنا حسيار ورائها بحجورة الراء القدرة عرفناها الكلمة وتمييزها **﴿تنبيه﴾** أشار من أعرب به بدلا من قوله الله الى مقام الجمع واتحاد الصفات وهو مقام من روى خلق آدم على صورته وذلك وجود العبد في مقام الحق حد الخلافة والخلافة تستدعي الملك بالضرورة والملك ينقسم قسمين قسم راجع لذاته وقسم راجع لغيره والواحد من الاقسام يصلح في هذا المقام على حد ما رتبناه فان البدل في الموضع محل محل

المبدل منه مثل قولنا جاء في أخوك زيد فزيد بدل من أخيك بدل الشيء من الشيء وهما العين واحدة فإن زيدا هو أخوك وأخاك هوزيد بلاشك وهذا مقام من اعتقد خلافه فواقف على حقيقة ولا وحده وأما من أعربه فعناقه أشار إلى مقام التفرقة في الصفة وهو مقام من روى خالق آدم على صورة الرحمن وهذا مقام الوراثة ولا تقع الابن غير من مقام الحجاب بغير الواحد وظهور الثاني وهو المعبر عنه بالمثل وفيما قررنا دليل على ما أضمرنا فافهم ثم أظهر من النون الشطر الاسفل وهو الشطر الظاهر لثامن تلك الدوائر من نصف الدائرة ومركز العالم في الوسط من الخط الذي يمتد من طرف الشطر إلى الطرف الثاني والشطر الثاني المستور في النقطة هو الشطر الغائب عنا من تحت نقبض الخط بالإضافة اليها إذ كانت رؤيتنا من حيث الفعل في جهة فالشطر الموجود في الخط هو المشرق والشطر المجموع في النقطة هو المغرب وهو مطلع وجود الاسرار فالشرق وهو الظاهر المركب ينقسم والمغرب وهو الباطن البسيط لا ينقسم وفيه أقول

عجبا للظاهر ينقسم • ولباطنه لا ينقسم
فالظاهر شمس في حمل • والباطن في أسد جل
حقق وانظر معنى سرت • من تحت كنهاتها الظلم
ان كان خفي هو ذاك بدا • عجبا والله هما القسم
فافزع للشمس ودع فرا • في الوزر يلوح وينعم
واخلع نعلي قدسي كوني • علمي شفع يكن الكلام

ولذلك بعلم العلم بالمعلومات والارادة الواحدة بالمرادات والقدرة الواحدة بالقدرات فتقع القسمة والله سبحانه في المقدرات والمعلومات والمرادات وهو الشطر الموجود في الرقم وبقع الاتحاد والتزعم عن الاوصاف الباطنية من علم وقدرة و ارادة وفي هذه الإشارة فافهم ولما كانت الحاء ثمانية وهو وجود كمال الذات ولذلك عبرنا عنه بالكلمة والروح فكذلك النون خامسة في العشرات اذ يتقدمها الميم الذي هو رابع فالنون جسماني محل إيجاد مواد الروح والعقل والنفس ووجود العقل وهذا كله مستودع في النون وهي كلمة الانسان الظاهرة وعلته اظهرت ﴿قمة﴾ وانما فصل بين الميم والنون بالاتصافان اذ الميم ملك وتيملا جعلناه الروح والنون ملكية والنقطة جبروتية لوجود سرب الدعوى كأنه يقول أي باروح الذي هو الميم لم يصفك من حيث أنت لكن عناية سبقت لك في وجود علمي ولو شئت لا طعلت على هبة العقل ونون الانسانية قدود واسطة وجودك فأعرف نفسك واعلم ان هذا اختصاص بك مني من حيث أنا لا من حيث أنت فصحت الاصطفائية فلا تجلي لغيره أبدا فالجدة على ما أولى فتنبه بإمكانك في وجود الميم دائرة على صورة الجسم مع التقدم كيف أشار به إلى التنزه عن الانقسام وانقسام الدائرة لا ينماهي فانقسام روح الميم بمعلوماته لا ينماهي وهو في ذاته لا ينقسم ثم انظر الميم اذا انفصل وحده كيف ظهرت منه مادة التعريق لما نزل إلى وجود الفعل في عالم الخطاب والتكليف فصارت المادة في حق الصبر لا في حق نفسه اذ الدائرة تدل عليه خاصة فزاد فليس في حقه اذ قد ثبت ذاته فلم يبق إلا أن يكون في حق غيره فلما نظر العبد إلى المادة مد ترقيا وهذا هو وجود التحقيق ثم اعلم ان الجزء المتصل بين الميم والنون هو مركز ألف الذات وخفيت الألف ليقع الاتصال بين الميم والنون بطريق المادة وهو الجزء المتصل ولو ظهرت الألف لصاح التعريق للميم لان الألف حالت بينهما وفي هذا تنبيه على قوله رب السموات والارض وما بينهما الرحمن وجود الألف المرادة هذا على من أعربه مبتدأ ولا يصح من طريق التركيب والصحيح أن يعرب بدلا من الرب فتبقى الألف هنا عبارة عن الروح والحق قائم بالجميع والميم السموات والنون الارض واذا ظهرت الألف بين الميم والنون فإن الاتصال بالميم لا بالنون فلا تأخذ النون صفات من غير واسطة لقطعها ودل اتصالها بالميم على الأخذ بلا واسطة والعدم الذي صح به القعاق فيه يفتي النون ويبقى الميم محجوبان من سرفقه بالنقطة اني في وسطه التي هي جوف دائرته بانظر إلى ذاته بهدأ أن لا تكن فيها ظاهره ﴿سؤال وجوابه﴾ قبل فكيف

العالم عقلا ونفسا متى سكنت نبياً قال آدم بين الماء والطين فيه بدى الوجود باطناً وبه ختم المقام ظاهراً في عالم
 الشخاطيق فقال لارسل بعدي ولانبي فالرحيم هو محمد صلى الله عليه وسلم وبسم هو أبونا آدم وأعني في مقام انتهاء
 الامر ونهايته وذلك ان آدم عليه السلام هو حامل الاسماء قال تعالى وعلم آدم الاسماء كلها ومحمد صلى الله عليه وسلم
 حامل معاني تلك الاسماء التي حلها آدم عليهما السلام وهي الكمال قال صلى الله عليه وسلم أوتيت جوامع الكمال ومن أننى
 على نفسى مكن وأتمن أننى عليه كي عبي وعيسى عليهما السلام ومن حصل له الذات فالاسماء تحت حكمه وليس من
 حصل الاسماء أن يكون المسمى محصلاً عنده وبهذا فضلت المحابة علينا فانهم حصلوا الذات وحصلنا الاسم ولما راغبنا
 الاسم مراعاتهم الذات ضوعف لنا الاحر وحسرة الغيبة التي لم تكن لهم فكان تضعيف على تضعيف فنحن الاخوان
 وهم الاصحاب وهو صلى الله عليه وسلم اليينا بالاشواق وما أفرجه باقواء واحدنا وكيف لا يفرح وقد ورد عليه من كان
 بالاشواق اليه فهل تقاس كرامته به وبره وتعفيه ولعامل متأخر بخسين عن يعمل أعماله لامن أعبائهم لكن
 من أمثالهم فذلك قوله بل منكم جند وواجتهاد واحتى يعرفوا أنهم خلقوا بعدهم رجالاً لو أدر كوه ما سبقوهم اليه ومن هنا
 تقع المجازاة والله المستعان ﴿تنبيه﴾ ثم تعلم ان بسم الله الرحمن الرحيم أربعة الفاظ لها أربعة معان فذلك ثمانية
 وهم حلة العرش المحيط وهم من العرش وهنالك الحلة من وجه والعرش من وجه فاقطر واستخرج من ذاتك لذاتك
 ﴿تنبيه﴾ ثم وجدنا بسم الذي هو آدم عليه السلام معرقاً وجدنا بسم الرحيم معرقاً الذي هو محمد صلى الله عليه وسلم
 تسليفاً فعلنا ان مادة بسم آدم عليه السلام لوجود عالم التركيب اذ لم يكن معونا وعلما ان مادة بسم محمد صلى الله عليه وسلم
 لوجود الخطاب عموماً كما كان آدم عندنا عموماً فلهذا التدا ﴿انباء﴾ قال سيدنا الذي لا ينطق عن الهوى ان
 صلحت أننى فله يوم وان فسدت فلهما نصف يوم واليوم رباني فان أيام الرب كل يوم من ألف سنة مما تعد خلافاً أيام الله
 وأيام ذى العاريج فان هذه الأيام أكبر فلكا من أيام الرب وسياً في ان شاء الله ذكرها في داخل الكتاب في معرفة
 الازمان وصالح الائمة بنظرها اليه صلى الله عليه وسلم وفسادها باعراضها عنه فوجدنا بسم الله الرحمن الرحيم يتضمن
 ألف معنى كل معنى لا يعمل الابدان قضاء حول ولا بد من حصول هذه المعاني التي تضمنها بسم الله الرحمن الرحيم لانه
 ما ظهر الا يعطى معناه فلا بد من كمال ألف سنة لهذه الامة وهي في أول دورة الميزان ومدتها ستة آلاف سنة روحانية
 عميقة ولهذا ظهر فيها من العلوم الالهية ما لم يظهر في غيرها من الامم فان الدورة التي انقضت كانت تربية فغاية علمهم
 بالطباع والاطبوع فيهم غر باه قليلون جداً يكاد لا يظهر لهم عين ثم ان المآلة منهم معتزج بالطبيعة ولا بد وانما آلهما
 صرف خالين لا يسبيل لحكم الطبع عليه (مفتاح) ثم وجدنا في الله وفي الرحمن ألفين ألف الذات وألف العلم وألف
 الذات خفية وألف العلم ظاهرة لتجلى الصفة على العالم ثم ايصا خفيت في الله ولم تظهر لرفع الالتباس في الخط بين الله واللاه
 ووجدنا في بسم الذي هو آدم عليه السلام ألفاً واحدة خفيت لظهور الباء ووجدنا في الرحيم الذي هو محمد صلى الله عليه وسلم
 بسم ألفاً واحدة ظاهرة وهي ألف العلم ونفس سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم الذات خفيت في آدم عليه السلام الالف لانه
 لم يكن من سلاله أحد فلم يحتج الى ظهور الصفة وظهرت في سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم لكونه من سلاله فطلب التأييد
 فأعطى الالف فظهر بها ثم وجدنا الباء من بسم قد علمت في ميم الرحيم فكان عمل آدم في محمد صلى الله عليه وسلم
 وجود التركيب وفي الله عمل سبب داع وفي الرحمن عمل بسبب مدعو ولما رأينا ان التربة أشرف من البداية قلنا من
 عرف نفسه عرف ربه والاسم سلم الى المسمى ولما علمنا ان روح الرحيم عمل في روح بسم لكونه نبياً و آدم بين الماء
 والطين ولولاهما ما كان سمي آدم علمنا ان بسم هو الرحيم اذ لا يعمل شيء الا من نفسه لامن غيره فانعدمت النهاية
 والبدائية والشرك والتوحيد وظهر عز الاتحاد وساطانه فحمد للجمع و آدم للتفريق (ايضاح) الدليل على ان
 الالف في قوله الرحيم ألف العلم قوله ولا حسة الا هو سادسهم وفي ألف باسم ما يكون من نجوى ثلاثة الا هو رابعهم
 فالآية الالف ولآدم في ذلك باطن التوحيد ولأ كثر يريد ظاهره ثم خفيت الالف في آدم من باسم لانه أول
 موجود ولم يكن له منازع يدهى مقامه فدل بذاته من أول وهلة على وجوده من جده ما كان مفتوح وجودنا وذلك لما

فطرد جوده نعرض له أمران هل أو جده هو جود لا أول له أو هل أو جده هو نفسه ومحال أن يوجد جده هو نفسه لانه لا يخلو أن يوجد حد نفسه وهو هو جود أو يوجد جده هو معدوم فإن كان موجودا الذي أو جده وان كان معدوما فكيف يصح منه إيجاد وهو عدم فلم يبق إلا أن يوجد جده غيره وهو الالف ولذلك كانت السين ساكنة وهو الدم واليم متحركة وهو أو ان الإيجاب فمعدل عليه من أول وهلة خفيت الالف لقوة الدلالة وظهرت في الرحيم اضعف الدلالة لمحمد صلى الله عليه وسلم لوجود المنازع فأيد بالالف فصار الرحيم محمدا والالف منه الحق المؤيد له من اسمه الظاهر قال تعالى فأصبحوا ناطقين فقال قولوا لا إله إلا الله في رسول الله فما كان من ريق الشرك وهو من أهل الجنة ومن آمن بمعناه انظم في سلك التوحيد فصحت الجنة الثامنة وكان عن آمن بنفسه فلم يكن في ميزان غيره إذ قد وقعت السوية وانحدت الاضطغائية جمعا واختلفت سرالها ووجدنا بسم ذات نقطة والرحمن كذلك والرحيم ذات نقطتين والله مصمت فلم توجد في الله لما كان الذات وجدت فيما بقي لكونهم محل الصفات فاتحدت في بسم آدم لكونه فردا غير مرسل واتحدت في الرحمن لانه آدم وهو المستوى على عرش الكائنات المركبات وبقى الكلام على نقطتي الرحيم مع ظهور الالف قاله الاية العشر والنقطة ثلثان الشفع والالف الوتر والاسم بكليته والعجز ومعناه الباطن الجبروتي والايال اذا بسرى وهو القيب المكسوف وترتيب النقطة ثلثين الواحدة مما تلي اليم والثانية مما تلي الالف واليم وجود العالم الذي بهت اليهم والنقطة التي نلها أبو بكر رضى الله عنه والنقطة التي تلي الالف محمد صلى الله عليه وسلم وقد تقيت الياء عليها كالغار اذ يقول اصاحبه لا تحزن ان الله معنا فانه واقف مع صدفه ومحمد عليه السلام واقف مع الحق في الحال الذي هو عليه في ذلك الوقت فهو الحكيم كفه يوم بدر في الدعاء والاحاح وأبو بكر عه ذلك صاح فان الحكيم يوفى المواعين حقه والم يصح اجتماع صادقين معان ذلك لم يقم أبو بكر في حال النبي صلى الله عليه وسلم وثبت مع صدفه فلو فقد النبي صلى الله عليه وسلم في ذلك الموطن وحضر أبو بكر لقام في ذلك المقام الذي هم فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم لانه ليس ثم أعلى منه بحجبه عن ذلك فهو صادق ذلك الوقت وحكمه ومساواة تحت حكمه فلما نظرت نقطة أبي بكر الى الطالبين أسف عليه فأنظر الشدة وغلب الصدق وقال لا تحزن لان ذلك الاسف ان الله معنا كما أخبرتنا وان جعل منازع أن محمد هو القائل لم نبال لما كان مقامه صلى الله عليه وسلم الجمع والتفرقة ما وعلم من أبي بكر الاسف ونظر الى الالف فتأبد وعلم ان أمره مسفر الى يوم القيامة قال لا تحزن ان الله معنا وهذا أشرف مقام ينهي اليه تقدم الله عليك ما رأيت شيئا الا رأيت الله قبله شهود بكرى ورائة محمدية وخطاب الناس بمن عرف نفسه عرف ربه وهو قوله تعالى يخبر عن ربه تعالى كلا ان مري ربي سيدى والقالة عندنا لما كانت لاني بكر رضى الله عنه يؤيدنا قول النبي صلى الله عليه وسلم لو كنت متخذ خليلا لاتخذت أبا بكر خليلا قال النبي صلى الله عليه وسلم ليس بمصاحب وبهضم أصحاب بعض وهم له أنصار وأعان فافهم اشارتنا تهدي الى سواء السبيل (الطيفة) النقطة ثلثان الرحيم موضع القدمين وهو أحد خلع النعلين الامر والنهي والالف الالية المباركة وهي غيب محمد صلى الله عليه وسلم ثم فرق فيه الى الامر والنهي وهو قوله فيها يفرق كل أمر حكيم وهو الكرسي والحاء العرش واليم ما حواه والالف حد المستوى والراء صريف القلم والنون الدواة التي في اللام فكاتب ما كان وما يكون في قرطاس لوح الرحيم وهو اللوح المحفوظ المبرع به بكل شيء في الكتاب العزيز من باب الاشارة والتفسيه قال تعالى وكتبناه في اللوح من كل شيء وهو اللوح المحفوظ موعظة وتفسير لكل شيء وهو اللوح المحفوظ الجامع ذلك عبارة عن النبي صلى الله عليه وسلم في قوله أو ثبت جوامع الكلام موعظة وتفسير لا وهما فقط الامر والنهي لكل شيء غيب محمد الالف المشار اليه باللية المباركة قال الالف للعلم وهو المستوى واللام للارادة وهو النون أعنى الدواة والراء للقدرة وهو التاء والحاء للعرش والياء للكرسي ورأس اليم للسماء وتسمية الارض فهذه سبعون نجم منها يسبح في فلك الجدم ونجم في فلك النفس الناطقة ونجم في فلك السر النفس وهو الصدقية ونجم في فلك القلب ونجم في فلك الهة قل ونجم في فلك الروح خل ما قلنا وفيما قررتنا مفتاح لما أضمرنا فاطلب محمد ان شاء الله فيسم الله الرحمن الرحيم وان تعد فهو واحد اذا حق من وجهتنا هو وصل في أسرار أم

القرآن من طريق خاص ۞ وهي فاتحة الكتاب والسبع المثاني والقرآن العظيم والكافية والبسلة آية منها وهي
تضمن الرب والعبد ولنا في قسمها قريض منه

للتبرين طلوع بالقوادح ۞ في سورة الحمد يبدو ثالث لها
قالب دعو وشمن الذات مشرقة ۞ لولا الشروق أقعد ألقية عدما
هذي النجوم باقى الشرق طالعة ۞ والبدر للمغرب الصقلى قد لزما
فان تبتدى فلانجم ولا تفسر ۞ يلوح في الفلك العلوى مرئنا

فهى فاتحة الكتاب لان الكتاب عبارة من باب الاشارة عن المبدع الاول فالكتاب يتضمن الفاتحة وغيرها لانها منه
وانما صرح لها اسم الفاتحة من حيث انها اول ما افتتح بها كتاب الوجود وهي عبارة عن المثل المنزه في ليس كنهه شئ
بان تكون الكاف عين الصفة فلما وجد المثل الذى هو الفاتحة أوجد بعده الكتاب وجعله مفتاحا له فتأمل وهي أم
القرآن لان الأم محل الابداد والوجود فيها هو القرآن والموجد الفاعل في الأم فالأم هى الجامعة الكلية وهي أم
الكتاب الذى عنده في قوله تعالى وعنده أم الكتاب فانظر عيسى ومريم عليهما السلام وقاعل الابداد يخرج لك
عكس ما بد الحسك فالأم عيسى والابن الذى هو الكتاب العبدى أو القرآن مريم عليها السلام فافهم وكذلك الروح
ازدوج مع النفس بواسطة العقل فصارت النفس محل الابداد حسا والروح ما تأها الامن النفس فالنفس الاب فهذه
النفس هو الكتاب المرفوم لنفوذ الخط فظهر في الابن ما خط القلم في الأم وهو القرآن اخرج على عالم الشهادة والأم
أيضا عبارة عن وجود المثل محل الاسرار فهو الرق المنشور الذى أودع فيه الكتاب المسطور المودعة فيه تلك الاسرار
الالهية فالكتاب هنا على من الفاتحة اذ الفاتحة دليل الكتاب ومدلوهما شرف الدليل بحسب ما يدل عليه أو أيت لو كان
مفتاحا لكتاب الكتاب المعلوم ان لو فرض له ضد حقر الدليل لحقارة المدلول ولهذا أشار النبي صلى الله عليه وسلم ان
لا يافر بالصعف الى أرض المدول لالة تلك الحروف على كلام الله تعالى اذ قدسها بالحق كلام الله والحروف التى
فيه أمثاله وأمثال الكلمات اذ الم بصددها الدلالة على كلام الله يسافر بها الى أرض العبد ويدخل بها مواضع
النجاسات وأعيانها والكشف وهي السبع المثاني والقرآن العظيم الصفات ظهرت في الوجود في واحد واحد خضرة
تفرد وخضرة تجمع فن البسلة الى الدين افراد وكذلك من اهدنا الى الصالحين وقوله اياك نعبد واياك نستعين
تشمل قال الله تعالى قسمت الصلاة بيني وبين عبدى نصفين فنصفها لى ونصفها لعبدى وما سأل فلك السؤال ومنه
العباد كان له السؤال بالامر والنهى ولك الامتنان بقول العبد الحمد لله رب العالمين يقول الله حمدنى عبدى يقول
العبد الرحمن الرحيم يقول الله أثنى على عبدى يقول العبد ملك يوم الدين يقول الله بحمدنى عبدى ومرة قال
فوقض الى عبدى هذا افراد الالهى وفي رواية يقول العبد بسم الله الرحمن الرحيم يقول الله اذ كرنى عبدى ثم قال
يقول العبد اياك نعبد واياك نستعين ۞ ولله هذه بينى وبين عبدى ولعبدى ما سأل فاهى العطاء واياك فى
الموضعين ملحق بالافراد الالهى يقول العبد اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم
ولا الضالين فهو لا لعبدى هذا افراد العبدى المألوه ولعبدى ما سأل ساله ما ألوه ما الهما فبقى الاحضرتان فصح
المثاني فظهرت في الحق وجودا في العبد الكلى ايجادا فوصف نفسه بما لا موجود سواه في العباد ثم وصف بها عبده
حين استخلفه ولذلك حزا له ساجدين لتمكن الصورة ووقع الفرق من موضع القدمين الى يوم القيامة والقرآن
العظيم اجمع والوجود هو افراده عنك وجعلك به وابس سوى قوله اياك نعبد واياك نستعين وحسب والله يقول
الحق وهو يهدى السبيل (واقعة) أرسل رسول الله صلى الله عليه وسلم عثمان رضى الله عنه الى أمراء الكلام فى
المنام بعد ما وقع شفاعتى على جماعتى ونجا الكل من أسرا الملاك وقرب المنبر الاسنى وصعدت عليه عن الاذن العالى
الحمدى الاسمى بالانصار على لفظه الحمد لله خاصة ونزل التأييد ورسول الله صلى الله عليه وسلم عن عيين المنبر قاعدة فقال
العبد بدماء تشدد وجدواثنى وبسم حقيقة الحمد هى العبدان قدس المنزلة اشارة الى الذات الازلية وهو مقام انصاف

وجود تعبد من وجود الاله ثم غيبه عن وجوده بوجوده الازلي وأوصله به فقال الله فاللام الداخلة على قوله الله الخافضة له هي حقيقته المألوفة في باب التواضع والدلة وهي من حروف المعنى لا من حروف الهجاء ثم قدمها سبحانه على اسم نفسه تشريفاً لهم وانزهاها عن نفسها وتصدية التقدیم النبي صلى الله عليه وسلم إياها في قوله من عرف نفسه عرف ربه فقدم معرفة النفس على معرفة الرب ثم عمات في الاسم الله لتحقيق الاتصال وتمكينها من المقام ولما كانت في مقام الوصل بينهم ان الحمد غير اللام تخفض العبد اتباعاً لحركة اللام فقرأ الحمد لله تخفض الدال فكان لفظ الحمد بدلاً من اللام يدل شيئاً من شيء وهما العين واحدة فالحمد هو وجود اللام واللام هي الحمد فإذا كان شيئاً واحداً كان الحمد في مقام الوصلة مع الله لأنه عين اللام فكان معنى كما كانت الالة انظاراً معني ثم حقيقة الخفض فيها اثبات العبودية ثم احببنا يفتيحاً عن نفسها فأنه كذا يرفعها الى المقام الاعلى في الاولية ثم يسبق حقيقة نها في الآخرة فيقول الحمد لله برفع اللام اتباعاً لحركة الدال وهذا مما يؤثر بدان الحمد اللام وهو المبرر عنه بالرداء والتوب اذ كان هو محل الصفات واقتراق الجمع فغاية معرفة العباد ان تصل اليه ان وصلت والحق وراء ذلك كله وأقل ومع ذلك كله فلما رفعها بالقضاء عنها ابتداء أراد ان يرفعها مع فتأثر انها ما برحت من مقامها فجعلها عاملة وجهه لرفعها عارضاً في حق الحق فابقي الهاء مكسورة تدل على وجود اللام في مقام خفض العبودية ولهذا شدت اللام الوصلية بلفظة لا أي ذات الحق ليست ذات العبد وانما هي حقيقة المثل لتجلى الصورة الهاء تعود على اللام لما هي معه موطأة فكانت الهاء كناية عن ذات الحق لم تعمل فيها اللام بل هو العامل في كل شيء فإذا كانت اللام هي نفس الحمد والهاء هي اللام فقد كانت اللام هي الحمد فالهاء الحمد بدلاً من يرد وقد قلنا ان اللام المشددة اتنى الجمع انتهم موضع الفصل فخرج من مضمون هذا الكلام ان الحمد هو قوله الله وأن قوله الله هو قوله الحمد فغاية العبد ان يحمد نفسه الذي يرى في المرأة اذ لا طاقة لأحدث على حل القديم فحدث المثل على الصورة وصار الموحد مرآة فلما تجلت صورة المثل في مرآة الذات قال لها حين أبصرت الذات فطست فجزت نفسها احدى من رأيت فحدثت نفسها ففانفتحت الحمد لله فلهذا يركب بك يا آدم لهذا خلقتك فسبقت رحمة غضبه ولهذا قال عقيب قوله الحمد تقرب العالمين الرحمن الرحيم فقدم الرحمة ثم قال غير المغضوب عليهم فاخر غضبه فسبقت الرحمة الغضب في أول افتتاح الوجود فسبقت الرحمة الى آدم قبل العقوبة على كل الشجرة ثم رحم بعد ذلك فجاءت رحمتان بينهما غضب فطلب الرحمتان أن تتزجلا بهما مثلاً فانضمت هذه الى هذه فأنعدم الغضب بينهما كما قال بعضهم في يسرين بينهما عسر

- اذا ضاق عليك الامر فكر في ألم نشرح

فمسر بين يسرين • اذ ذكرته فافرح

فالرحمة عبارة عن الوجود الاول انعم عنه بالمطوب وانقضوب عليهم النفس الامارة والصالون عالم التركيب مادامت هي مغضوبة عليها اذ البارى منزّه عن أن يزه اذ لا غير ولا موجود الا هو ولهذا أشار صلى الله عليه وسلم بقوله المؤمن مرآة أخيه لوجود الصورة على كمالها اذ هي محل المعرفة وهي الموصلة ولوأوجدته على غير تلك الصورة لكان جاداً فالحمد لله لدى من على العارفين به الواقفين معه بمواودة العنابة ألا وبدا (تبيين) اللام تغني الرسم كان الباء تيقينه ولهذا قال أبو العباس بن العريف العلماء والعارفون في قانت المقام الاعلى للام قائلة قال في كلامه والعارفون بالهم ثم قل في حق اللام والحق وراء ذلك كله ثم زاد تنبيهاً على ذلك ولم يتقع منه أحد فلهذا قال والهمم للوصول والهمة للعارفين البائين وقول في العلماء الالاميين وانما يفتين الحق عند اضمحلل الرسم وهذا هو مقام اللام فناء الرسم فالحمد لله أعلى من الحمد لله فان الحمد لله بآية يبيك والحمد لله يغنيك فاذا قال العالم الحمد لله أي لاحمد الله الا هو فاعلم أن لا يكون ثم محمود سواه ونقول العامة الحمد لله أي لا محمود الا الله وهي الحامدة فاستتر كافي صورة اللفظ فالعلماء أفنت الحامدين الخوفين والمحمودين والعامة أفنت المحمودين من الخلق خاصة وانما العارفون فلا يمكن لهم أن يقولوا الحمد لله لأمثل المصطفى فقامهم الحمد لله لبقاء نفوسهم عندهم ونحقق هذا الفصل قائم من لباب المعرفة بوصول في قوله

رب العالمين الرحمن الرحيم أثبت بقوله عندنا وفي قلوبنا رب العالمين حضرة الربوبية وهذا مقام العارف ورسوخ
قسم النفس وهو موضع الصفة فان قولنا لله ذاتية المشاهدة عالية المتحد ثم اتبعه بقوله رب العالمين أي مربيهم ومغفرهم
والعالمين عبارة عن كل ماسوي الله والربوبية تنقسم قسمين تربية بواسطة وبغير واسطة فاما الكلمة فلا تصور واسطة
في حقه البتة وأما من دونه فلا بد من الواسطة ثم تنقسم التربية قسمين التي بالواسطة خاصة قسم محمود وقسم مذموم
ومن القديم تعالى الى النفس والنفس داخل في الحد ما ثم الاحمد والحمد خاصة وأما المذموم والمحمود فن النفس الى عالم
الحس فكانت النفس محلا قابلا لوجود التغير والتطهير فنقول ان الله تعالى لما أوجده الكلمة له برعها بالروح
الكلي ايجادا بداعا أوجدها في مقام الجهل وعمل السلب أي أعما عن رؤية نفسه في لا يعرف من أين صدر ولا
كيف صدر وكان الغذاء فيه الذي هو سبب حياته وبقائه وهو لا يعلم خرق الله همته لطلب ما عنده وهو لا يدري انه
عنده فاخذ في الرحلة بموته فاشهده الحق تعالى ذاته فسكن وعرف ان الذي طلب لم يزل موصوفا قال ابراهيم بن
معمود الاليري

قد برحمتك المراء المطوبه * والسبب المطلوب في الراح

وعلم ما أودع الله فيهم من الامرار والحكم وتحقق عنده مدونه وعرف ذاته معرفة خاطية فكانت تلك المعرفة غذاء
معينا بنقوت به وندوم حياته الى غير نهاية فقال له عند ذلك التجلي الاقدس ما سمى عندك فقال أنت رب في لم يعرفه
الا في حضرة الربوبية ونفرد القديم بالالوهية فانه لا يعرفه الا هو فقال له سبحانه أنت مربي وبني وأنا لك أعطيتك
أسماي وصفاتي فمن رآك رآني ومن أطاعك أطاعني ومن عذلك عذبتني ومن جهلك جهلتني فغاية من دونك أن
يتوصل الى معرفة نفوسهم منك وغاية معرفتهم بك العلم بوجودك لا بكيفيتك كذلك أنت مولى لا تتمدى معرفة
نفسك ولا ترى غيرك ولا يحصل لك العلم في الامن حيث الوجود ولو احطت علماني لكنت أنت أنا لو كنت محاطا لك
وكانت أنتي أنتك ونبت أنتك أبتى فامدك بالامرار الالهية وأربيك بها فتجدها بمفعولة فيك فتمرها وقد تجتجتك
عن معرفة كصيفة امدادى لك بها اذا لطافة لك بعمل مشاهدتها اذ لو عرفتها لانعبدت الالهية وانعبدت الالهية محال
فتشاهدك لذلك محال هل ترجع أنية المراكب أنية البسيط لاسبيل الى قلب الحقائق فاعلم ان من دونك في حكم التبعة
لك كما أنت في حكم التبعية في فانت توبي وأنت تداني وأنت غطائي فقال له ازوج رب في سمعتك تدكر ان لي ملكا فإني
هو فاستخرج له النفس منه وهي المفعول عن الانبعاث فقال هذا بعضي وأنا كله كما أنامك واستمعي قل صدقت
يا روضي قال بك نطقت يا رب في انك رب بيتي وحجبت عني سر الامداد والربوبية وانفردت أنت به فاجعل امدادى محجوبا
عن هذا الملك حتى يحجبتني كما جهلتك لخاق في النفس صفة القبول والافتقار ووزر العقل الى الروح المقدس ثم أطلع
الروح على النفس فقال لها ان أنا قالت رب في بك حياتي وبك بقاء فتاه الروح عليك وقام فيه مقام ربه فيه ونجى ان
ذلك هو نفس الامداد فأراد الحق أن يعرفه ان الامر على خلاف ما تخيل وانه لو أعطاه سر الامداد كما سأل لما انفردت
الالهية عنه بشئ ولا تحددت الالهية فلما أراد ذلك خلق الهوى في مة ابنته وخلق الشهوة في مقابلة العقل ووزرها الهوى
وجعل في النفس صورة القبول لجميع الوردات عموما لخصات النفس بين رين قوين هما وزيران عظيمان وما زال
هذا يدبها وهذا يدبها والكل من عند الله قال تعالى قل كل من عند الله وكلا ندمه هولا وهولا من عطاء ربك
ولهذا كانت النفس محل التفسير والتطهير قال تعالى قالهم اجفروا وتجاوزوا في أثر قوله ونفس وما سواها فان
أجاب منادى الهوى كان التغير وان اجابت منادى الروح كان التمايز شرعا ونحو حبيد فلما رأى الروح بنادى ولا
يسمع مجيبا فقال مانع مني من أجنبي قال له الوزير في قايبتك ملك طاع عظيم السلطان يسمى الهوى عطيتك
مجهلة له الدنيا بعد اذ افرها فبسط لها حضرة نودعاها فاجابته فرجع الروح بالسكوى الى الله تعالى فتبته عبودية وذاك
كان المراد وتزلزل الارباب والربوبون كل واحد على حسب مقامه وقدره فعلم الشهادة المنفصل ربههم عالم الخطاب
وعالم الشهادة المتصل ربههم عالم الجبروت وعالم الجبروت ربههم عالم الملكوت وعالم الملكوت ربههم الكرامة والملكوت ربهما

رب الكل الواحد الصمد وقد أشبعنا القول في هذا الفصل في كتابنا المسمى بالتدبيرات الإلهية في إصلاح الممالك
 الإنسانية فاضربنا عن نجم هذا الفصل هنا مخافة التحويل وكذلك ذكرناه أيضا في تفسير القرآن فبعد أن من نرد
 بزيادة آداه وجب من حجب منهم بالوسائط وخرج من هذا الفصل أن عرف روحه ومعناه أن الرب هو الله سبحانه
 وأن الذين هو المثل الحكيم ولذلك أوجده في الملائكة على ثمانية أحرف عشر شأواستوى عليه بالالطف والتربية والحضانة
 والرحمة الرحمانية المؤكدة بالرحمية لخير الدار الحيوان لقوله تعالى الرحمن الرحيم فم بالرحمان وخص بالرحيم
 فالرحمان في عالمه بالوسائط وغيره والرحيم في كماله بلا واسطة لوجود الاختصاص وشرف العناية فافهم والاسلم تسلم
 بوصول في قوله تعالى ملك يوم الدين **ي**ريد يوم الجزاء وحضرة الملك من مقام التفرقة وهي جمع فانه لا تنفع التفرقة
 الا في الجمع قال فيها يفرق كل أمر حكيم فهي مقام الجمع وقد بدأت سلطان التفرقة فهي مقام التفرقة فافترق الجمع
 إلى أمر ونهى خطا باسخط ورضى ارادة وطاعة وعصيان فمل مأثوره وعدد وعيد فمل الله والملك في هذا اليوم من
 حقه الشفاعة واختص بأول بقل نفسى وقال آمنى والملك في وجودنا المطلوب للقيامه المجلة التي تظهر في طريق
 التصوف هو الروح القدس وبوم القيامة وقت إيجاده الجزاء أو طواب به ان كانت عقوبة لا بد من ذلك فان كانت
 الطاعة بذلت من تخيل وأغتاب وان كانت المعصية الكفرانية جفهم من أغلال وعداب ومن مقام الدعوى في
 الصورتين فنفرض الكلام في هذه الآية على حد الملك وما ينبغي له وهل ترتقى النفس من يوم الدين إلى الفناء عنه
 فاقول ان الملك من صبح له الملك بطريق الملك وسجده له الملك وهو الروح فلما ازعم الهوى واستعان بالنفس عليه عزم
 الروح على قتل الهوى واستعد فلما برز الروح بجذواته والاعلى وبرز الهوى كذلك بجذواته والاماني والغرور
 والملا الأسفل قال الروح للهوى منى اليك فان ظفرت بك فالقوم لي وان ظفرت أنت وهزمتي فمالك لك ولا بهلك
 القوم بيننا برز الروح والهوى فقتله الروح بسيف العدم وظفر بالنفس بعد اباة منها وجهه كبير فاسلمت تحت سيفه
 فسلمت وأسلمت وتظهرت وتقدست وأمنت الحواس لا يمتها ودخلوا في رق الانقياد واذعنوا وسلمت عنهم أروبة
 الدعوى الفاسدة واتحدت كنههم وصار الروح والنفس كالشيء الواحد وصح له اسم الملك حقيقة فقال له ملك يوم الدين
 فردة إلى مقامه ونقله من افتراق الشروع إلى جمع التوحيد والملك على الحقيقة هو الحق تعالى الملك للكل ومصرفة
 وهو الشفع لنفسه خاصة خاصة في الآخرة من جمعا وذلك قدم على قوله ملك يوم الدين الرحمن
 الرحيم لتأنيس أئمة المحجوبين عن رؤية رب الملائكة الاتراء بقول يوم الدين شفعت الملائكة والنبون وشفع
 المؤمنون وبنى أرحم الراحمين ولم يقل وبنى الجبار ولا انه رايق التأنيس قبل إجماع الفعل في قلوبهم فن عرف
 المعنى في هذا الوجود صح له الاختصاص في مقام أرحم ومن جمها في هذا الوجود دخل في العامة في الحشر الأكبر
 فتجلى في مقام الراحمين فماد الفرق جمعوا الفتح وتقاوا الشفع وتراب شفاعه أرحم الراحمين من جهنم ظاهر السور إلى جنة
 باطنه فاذا وقع الجدار وانهدم السور وامتزجت الانهار والتفت البحار وعدم البرزخ صار العذاب نعيما وجهنم جنة
 فلا عذاب ولا عقاب الانعيم وأمان بمشاهدة العيان وترخ أطيار بألحان على المقاصير والافئنان واتهم الحور والولدان
 وعدم مالك وبنى رضوان وصارت جهنم تنعم في حظائر الجنان واتضح مرأبليس فيهم فاذا هو ومن سجده له سبيلان
 فافهم ما نصرت فالاعن قضاء سابق وقد رلاحق لا يحصى طماعة فلا بد لها من حاج آدم موسى (وصل) في قوله
 جل نازاه وقد سدس اياك نعبد واياك نستعين لما ثبت وجوده بالحدثة وغذاؤه برب الملائكة واصطفاؤه بالرحمن
 الرحيم وتعبده بملك يوم الدين أرادنا كيد نكرار الشكر والتناء رغبة في المزيد فقال اياك نعبد واياك نستعين
 وهذا مقام الشكر أى لك نقر بالمعبودية ونؤوى وحدك لاشر بك ولك واليك نؤوى في الاستعانة لا إلى غيرك على من
 أنزلتهم من منزلة منك فانما مدهم بك لا بنفسى فانما أحد لا أنا وأنت لهم هذه الآية في الشريك قاله من اياك العبد
 الحكيم قد انحصرت ما بين ألفين إلى توحيد حتى لا يكون لها موضع دعوى رؤية غير طاعتها بالتوحيد والكاف
 ضمير الحق فالكاف والالفان شيء واحد فمادلول الذات ثم كن ممدودة من مائة مائة الذي فيه والله يفعل الحق

فلما رآى في الوجود الا الحضره الالهيه خاصه غير انه في قوله اياك نعبد في حق نفسه لا بداع اول حيث لا يعور غيبه
واباك نستعين في حق غيره للخلق المتق من هو محل سر الخلاقه في اياك نستعين سعادت الملائكه وادنى من
استكبر (وصل) في قوله تعالى اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين
أمين فلما قال له اياك نعبد و اياك نستعين قال له وما عبادى قال ثبوت التوحيد في الجمع والتفرقه فلما استقر عند
النفس ان النجاة في التوحيد الذي هو الصراط المستقيم وهو شهود الذات بفتاها أو ببقائها ان غفلت قالت اهدنا
الصراط المستقيم فتعرض لها بقوله الصراط المستقيم صراط المستقيم وهو صراط الدعوى والمستقيم وهو التوحيد فلم يكن
لها مخرج بين الصراطين الا بحسب السالكين عليهما فرائسهما السالك للمستقيم فمرفته به ونظرت نفسها فوجدت بينها
وبين ربها الذي هو الروح مقاربه في اللطافه ونظرت الى المروج عند عالم التركيب فذلك هو صراط الذين انعمت
عليهم وهذا عالم التصلب بالمركب مغضوب عليه والمفضل عنها ضالون عنها بنظرهم الى التصلب المغضوب عليه فوقفت
على رأس الصراطين وراى غايه المروج الهلاك وغايه المستقيم النجاة وعلمت ان عالمها يقبها حيث سلكت فلما
أرادت السلوك على المستقيم وان تعسكت في حضره ربها وان ذلك لها من نفسها بقوله اياك نعبد عجزت وقصر بها
فطلبت الاستعانه بقوله اياك نستعين فبينها وبينها على اهدنا فوضعت فقال اهدنا فوضعت ما رأيت بقوله الصراط
المستقيم الذي هو معرفه ذاتك لئلا صاحب المواقف لا تأثر للعالم وقال أنت الهلك في صراط الذين انعمت عليهم
وفرى في الشاذ صراط من أنعم عليه اشارة الى الروح القدسي وتفسير الكل من أنعم الله عليهم من رسول ونبى غير
المغضوب عليهم ليس كذلك ولا الضالين يقول تعالى فهو لاهبى وابعدي ما سال فاجابها وأقام مدجها وأوضح
صراطها ورفع بساطها يقول ربها ثم اذ غام دعاها آتينا فصلت الاجابة بالأم نأمين الملائكه وصارنا مئين الروح تابعه
اتباع الاجناد بل أطوع لكون الارادة متحدة وصح لها النطق فسمها النفس الناطقة وهي عرش الروح والعقل
صورة الاسنواء فافهم والافهم نسلم والله يقول الحق وهو يهدي السبيل (فصول تأتيس وقواعد تأسيس) نظر
الجمال بين الوصال قال تعالى ان الذين كفروا ساء عليهم أ نذرهم أم لم تنذرهم لا يؤمنون ختم الله على قلوبهم
وعلى سمعهم وعلى أبصارهم غشاوة ولم يزد عذاب عظيم (يجاز البيان فيه يا محمد ان الذين كفروا ساء وعجبهم في عنهم
فسواء عليهم أ نذرهم أم عبيدك الذي أرسلتك أم لم تنذرهم لا يؤمنون بكلامك فانهم لا يعقلون غيرى وأنت
تنذرهم بخافى وهم ما عقلوا ولا شاهدوه وكيف يؤمنون بك وقد خفت على قلوبهم فلم أجعل فيها متعافى لغيرى وعلى
سمعهم فلا يسمعون كلامى في العالم الامنى وعلى أبصارهم غشاوة من بهائى عند مشاهدتى فلا يبصرون سوى ولهم
عذاب عظيم عسى أ ردهم به وهذا الشهود السخى الى انذارك وأحجبهم عني ككفالت بك بعد قلب قوسين أو أدنى قريبا
أ نزلنا الى من يكذبك ويرى ما جئت به اليه منى في وجهك ونسحق في ما يضيئ له صدرك فإين ذلك الشرح الذي
شاهدته في اسرائيل فكذلك أنا في على خافى الذين أخفيتهم رضى عنهم فلا أسقط عليهم أبدا (بسط ما وجزناه في
هذا الباب) انظر كيف أخفى سبحانه أولياءه في صفة أعدائه وذلك لما أبدع الامناء من اسمه اللطيف ونجلى لهم في
اسمه الجليل فأخبروه تعالى وانهم من صفات المحبة في المحبوب والمحب بوجهين مختلفين فتروا محبة غيرتهم عليه
كالنبل وأمثاله وسرهم هذه الأخيرة عن أن يعرفوا فقال تعالى ان الذين كفروا أى ستروا ما بهد لهم في مشاهدتهم من
أسرار الوصلة فقال لا بد ان أحجبكم عن ذاتى بصفاتي فتأهبوا لذلك فاستعدوا فأنذرهم على السنة أنبياء الرسل في
ذلك العالم فاعرفوا انهم في عين الجمع وخامهم من عين التفرقة وهم ما عرفوا عالم التفصيل فلم يستعدوا وكان الحب قد
استولى على قلوبهم سلطانة غير من الحق عليهم في ذلك الوقت فأنبريهم على الله عليه وسلم روحا قرآنا بالسبب الذي
أصمهم عن اجابة ما دعاهم اليه فقال ختم الله على قلوبهم فلم يسمعوا غيرهم وعلى سمعهم فلا يسمعون سوى كلامه
على السلك العالم فيتهودونه في العالم متكلمين بلسانهم وعلى أبصارهم غشاوة من سماء اذهوا النور وبها اذهل الجلال
والهيبة يريد بصفة التي نجلى لهم فيها المقدمة فابهاهم غرقى في بحور الذات بمشاهدة الذات فقال لهم لا بد لكم من

عذاب عظيم فافهموا ما العذاب لاحقاد الصفه عندهم فاوجد لهم عالم الكون والفساد وحيث تدعاهم جميع الامماء
وازلهم على العرش الرحاني وفيه عذابهم وقد كانوا محبوسين عنده في خزائن غيبويه فلما ابصرتهم الملائكة خرت
سجودا لهم فعلموهم الاسماء فاما بوزيد فلم استطاع الاستواء ولا اطاق العذاب فصعق من حينه فقل تعالى ردوا عني
حسبي فانه لا يصبر له عني فحجب بالشوق والمحاطة وبقي الكفار فزلوا من العرش الى الكرسي فعدت لهم القاء مان
فزلوا عايم ما في التلث الذي من ايلة هذه الفناء الجسمية الى سماء الدنيا النفسى فخطبوا اهل التلث الذين لا يقدر
على المروج هل من داع فيستجاب له هل من ثاب فيتاب عليه هل من مستغفر فيغفر له حتى يصعد العجرج فادا
انصدم ظهر الروح العقلي النورى فرجوا من حيث جاؤا قال صلى الله عليه وسلم من كان موافقا فليواصل عني البحر
فذلك اوان يهتما في القبور فكل عبد لم يحذر مكر الله فهو مخدوع فافهم

فصل ومن الناس من يقول آمنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين يجادلون الله والذين آمنوا وما يجادلون الا
انفسهم وما يشعرون في قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا ولهم عذاب اليم عما كانوا يكذبون ابداع الله المبدعات
ونجلي بلسان الاحدية في الربوبية فقال ائت بربكم والمحاطة في غاية الصفاء فقال بلى وكان كمثل الصداقاتهم
اجابوه فان الوجود المحدث خيال منصوب وهذا الاشهاد كان اشهادا لرحمة لانه ما قال لهم وحدي ابداع عليهم ليعلم من
انهم يشركون به بما فيهم من الحظ الطبيعي وبما فيهم من قبول الاقتدار الالهي وما يعلوه الاقليل فلما برزت صور
العالم من العلم الازلي الى العين الابدی من وراء حجاب الغيرة والعزة بعدما سرج السرج واثار بت الوجود وبني هو
في ظلمة الغيوب فشوهت الصور متحركة ناطقة باغات مختلفات والصور تنبض من الظلمة فاذا انقضى زمانها عادت
الى الظلمة وهكذا حتى السحر فارد الفطن ان يقف على حقيقة ما شاهده بصيرة فان للحس اغاليط وقرب من السارة
فراى نطقها غيبا فافهم ان ثم سرا غيبيا فوقه عليه من نفسه ففرقه وعرف الرسول وما جاء به من وظائف التكليف
فاول وثليقة كفا التوحيد فاقر النكل بها فما وجد احد الصانع واختلفت عباراتهم عليه فابتهلاهم بان خاطبهم بلسان
الشرك شهادة الرسول فوقع الانكار باختصاص الجنس فنفرق اهل الانكار على طريقتين ففهم من نظري الظواهر
فلم يرتضيا في شيء ظاهر فانكر ومنهم من نظر باطنا فعلا فراى الاشتراك في المقولات ونسى الاختصاص فانكر
فارسله بان سيف فقد في قلوبهم الرعب من الموت وداخلهم الشك على قدر نظرهم ففهم من اسمر على نفي كفة الاشتراك
قطعا فذلك كافر ومنهم من استمر عليه ما شاهده فذلك عالم بالله ومنهم من استمر على نبها نظرا فذلك عارف بالله
ومنهم من استمر على نبها اعتقادا فذلك العامة ومنهم من خاف القتل فلفظ ولم يعتقد فنادى عليه لسان الحق فقل
ومن الناس من يقول آمنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين باطنا يجادلون الله بلزوم الدعوى وبجهلهم
القائم بهم بان الله لا يعلم واني اردت اعمالهم عليهم وما يشعرون اليوم بذلك في قلوبهم مرض شك مما جاءهم به
رسول فزادهم الله مرضا وشكا وحميا ولهم عذاب اليم يوم القيامة وهم فيه بما كانوا يكذبون مما حققنا
لديهم ولم ينسب لهم عناية في الروح القاضى **فصل** واذا قيل لهم لا تفسدوا في الارض قالوا انما نحن مصلحون
الا انهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون لما كمل الوجود بنجاسة برز في ميدان التنم فارس الدعوى فلم يكن في جيش
ومن الناس من يقول آمنا من يرزاليه ذلك الشكل وصوابه الى ديه باطعوا فبواطلب الاررار والافتقار فاقرأوا
لفظا فحصل لهم العذاب الاليم دنيا وآخرة فاذا قيل لهم لا تفسدوا في الارض ارض الاشباح قالوا من خيالهم انما نحن
مصلحون فقال الله تعالى الا انهم هم المفسدون عندنا وعندهم اذ لم ينسبوا ما على ما يريدون ولكن
لا يشعرون باعداد الاشياء ولو شعروا ما آمنوا ولا كفروا **فصل** واذا قيل لهم آمنوا كما آمن الناس قالوا
انؤمن كما آمن السفهاء الا انهم هم السفهاء ولكن لا يعلمون وذلك انهم لما اتظفوا في ملك الاغيار انما هم النداء ان
يقفوا على منازل الشهداء فسمعوا الخطاب في الابنية آمنوا كما آمن الناس فحجبوا عن خفا المهدي بعهد الحس
والداعي الحسنى وضمهم ذلك واعمى ابصارهم وأغشى ليل جهاتهم فقالوا انؤمن كما آمن السفهاء لماء بدل

بهم عن طريق التقديس ووقفوا مع الهوى قال الله لنا انهم هم السفهاء الاحلام لما كتبهم الاهواء ومحجوا عن
 الالتذاذ بسماع ورفع الرذاذ على الافلاذ باطور ولكن لا يطمعون ليمتدوا الى عن هودونه والافاقية فائدة لقوله لشيء اذا
 اراده أن يقول له كن فيكون ذلك الشيء الایجاد الاشياء على أحسن قانون فسيحان من انفراد بالاجاد والاختراع
 والانتان والابداع (وصل في دعوى المدعين) واذا لقوا الذين آمنوا قالوا آمنا واذخلوا الى شياطينهم قالوا انا معكم
 انما نحن مستهزون الايمان في هذا المقام على خمسة أقسام ايمان تقليد وايمان علم وايمان عين وايمان حق
 وايمان حقيقة فالنقايه للعوام والعلم لاصحاب الدليل والعين لاهل المشاهدة والحق للعارفين والحقيقة للواقفين وحقيقة
 الحقيقة وهو السادس للعلماء المرسلين أصلا وورثة منع كشفها فلا سبيل الى ايضاحها فكانت صفات الدعوى اذا
 لقوا هؤلاء الخمسة قالوا آمنا فالقلب للعوام وسر القلب لاصحاب الدليل والروح لاهل المشاهدة وسر الروح للعارفين
 وسر السر للواقفين والسر الأعظم لاهل الشريعة والحجاب والنافقون تعرفوا عن الايمان وانتظموا في الاسلام
 وايمانهم ما جاوز خزانه خياطهم فانعدوا أصناما في ذاتهم أقاموها مقام آلهتهم فادخلوا الى شياطينهم قالوا يا سيدي الغفلة
 عليهم وخلو المحل عن مراتب الايمان انما معكم انما نحن مستهزون فوقع عليهم العذاب من قولهم الى شياطينهم في
 حال الخلوة فلما قامت الاضداد عندهم وعاملوا الحق والباطل عاملوا الحق بستر الباطل وعاملوا الباطل بافشاء الحق فصح
 لهم النفاق ولو خاطبوا ذاتهم في ذاتهم ما صح عابهم هذا ولكانوا من أهل الحق فوقع الله الجواب على الاستهزاء فقال
 الله يستهزئ بهم وهو استهزأهم عجبا كيف قالوا انما معكم وهم عدم لو عاينوا ايمان الحقيقة لعابنوا خلقا في الخليقة
 ولا خلوا ولا نطقا ولا لاهوتا واصل كانوا يقيمون مقام من شاهد وهو روح جامع صاحب المادة فلي نظر الانسان حقيقة
 اللقاء فانه مؤذن بافتراق متقدم ثم اجتمعه وابسغه لم يعرفوا بل ظهر لهم منها ظاهرا حسنا فتأذبوا معها ولم يطيعوا أكثر
 من ذلك فقالوا آمنا ثم نكسوا على رؤسهم في الخلوة مع الشيطنة وهي البدن مثل اللقاء فقالوا انما نحن مستهزون بالصفة
 التي اقبلنا فندبر هذه الآية من حقيقة الحقيقة عند طلوع الفجر وزوال الشك بزوال الستارة ورفع الموانع بل لك السر
 في سبعان والنساء والشمس فتحد الذين لقوا كمثل الذين لقوا فافتمت وان تكلمت هلكت وهذه حقيقة الحقيقة
 التي منع كشفها الا لمن ثم شها راحة ذوقا فلا بأس فأنظر ونذكر ان شاء الله ثم الجزء العاشر

(بسم الله الرحمن الرحيم)

(الباب السادس) في معرفة بدء الخلق الروحاني ومن هو أول موجود فيهم وموجد وفيهم وجد وعلى أي شال وجد ولم
 وجد وما غايته ومعرفة افلاك العالم الاكبر والاصغر

انظر الى هذا الوجود المحكم • ووجودنا مثل الرداء المعلم
 وانظر الى خلفاته في ملكهم • من مفتح طاق المسان وأنعم
 ما منهم أحد يحب الله • الا ويمزجه بحب الدرهم
 فيقال هذا عبد معرفة وذا • عبد الجنان وذا عبيد جهنم
 الا القليل من القليل فانهم • مكري به من غير حس نهم
 فهمو عبيد الله لا يدري بهم • أحد سواه لا عبيد المنعم
 فأقادهم لما أراد رجوعهم • لقصورهم من كل علم مبهم
 علم المقدم في الباطن وحده • وأساسه ذو عنه لم يتصرم
 وحقيقة الظرف الذي سترته عن • امثله ومثله لم يكتف •
 والدلم بالسبب الذي وجدته • بين العوالم في الطراز الاقدم
 ونهاية الامر الذي لا غاية • تدري له فيسب العظيم الاعظم

وعلوم افلاك الوجود كبيره • وصغره الاعلى الذى لم يدم
هذى علوم من تحقق كشفها • يهدى القلوب الى السبل الاقوم
فالمسند فته الذى أجامع • لعلومها واعلم ما لم يعلم +

يماز البيان بضرب من الاجال بدء الخلق الهباء • وأول موجود فيه الحقيقة المحمدية الرحانية ولا ينحصر هالعدم
التعزوم وجد وجد من الحقيقة المعلومة التى لا تنصف بالوجود ولا بالعدم وفيه وجد فى الهباء وعلى أى مثال وجد الصورة
المعلومة فى نفس الحق ولم وجد لاظهار الحقائق الالهية وما غابته التخليص من المرحمة فيعرف كل عالم حظه من منشئه
من غير انما تراخ ففايته اظهر حقاقتة ومعرفة افلاك الاكبر من العالم وهو ما عدا الانسان فى اصطلاح الجماعة والعالم
الا صغر يعنى الانسان روح العالم وعلمته وسببه وافلاكه كما قامانه وحركانه ونفسيه طبقاته فهذا جميع ما تضمنه هذا
الباب فكما كان الانسان عالم صغير من طريق الجسم كذلك هو ايضا صغير من طريق الحدوث وصح له التأله لانه خلقه
الله فى العالم والعالم مسخر له ما لوه كان الانسان ما لوه الله تعالى واعلم ان اكد نشأة الانسان انما هى فى الدنيا وأما
الآخرة فكل انسان من الفرقتين على النصف فى الحال لاني العلم فان كل فرقة عالمة بنقيض حالها فليس الانسان الا
المؤمن والكافر معا سعادة وشقاء نعيم وعذاب منم ومعذب ولهذا معرفة الدنيا ثم ونجلي الآخرة أعلى فافهم وحل هذا
الفصل ولنا مران تظن وهو لفظه بشيع وشيع ومعناه بديع

روح الوجود الكبير • هذا الوجود الصغير
• لولاه ما قال انى • أنا الكبير القدير
لا يعجبك حدودى • ولا الفناء والنشور
• فاني ان تأملت تنى المحيط الكبير
فلقد سديم بذاني • وللمجديد ظهور
والله فسرده سديم • لا يعتبره فصور
والكون خلق جديد • فى قبضته أسير
فجاء من هذا انى • أنا الوجود الحقير
وان ككل وجود • على وجودى بدور
فلا كيلي ليل • ولا كنورى نور
فن يقبل فى عبيد • أنا العبيد الفقير
أو قال انى وجود • أنا الوجود الخبير
فصحنى ملكا تجددى • أو سرفه ما تجور
فيا جهولا بقدرى • أنت العلم المبير
بلغ وجودى عنى • والقول صدق وزور
وقل لقومك انى • أنا الرحيم القفور
وقل بأن عسدي • هو العذاب المبير
وقل بأنى ضعيف • لأستطيع أسير
فكيف ينم شخص • على يدى أو يبور

بسط الباب وبيانه ومن الله التأييد والعون اعلموا ان المعلومات أربعة اخلق تعالى وهو الموهوب بالوجود المطلق لانه
سبحانه ليس معلولا لشي ولا علة بل هو موجود بذاته والعلم به عبارة عن العلم بوجوده وجوده ليس غير ذاته مع انه غير
معلوم الذات لكن يعلم ما ينسب اليه من الصفات أعنى صفات المعانى وهى صفات الكمال وأما العلم بحقيقة الذات

فمنوع لانهم بدليل ولا يبرهان عقلي ولا يأخذ واحد قاته سبحانه لا يشبه شيئا ولا يشبهه شيء فكيف يعرف من يشبه
الاشياء من لا يشبهه شيء ولا يشبهه شيئا فغير ذلك به انما هي انه ليس كشيء شيء وبخبركم الله نفسه وقد ورد المنع من التفسير
في التفكير في ذات الله (ومعلوم ثان) وهو الحقيقة الكلية التي هي للحق وللعالَم لا تتصف بالوجود ولا بالعدم ولا بالحدوث
ولا بالقدم هي في انفسهم اذ اوصف بها قد يتصور في الحديث اذ اوصف بها محدثة لا تعلم المعلومات قديمها وحديثها حتى تعلم هذه
الحقيقة ولا توجد هذه الحقيقة حتى توجد الاشياء الموصوفة بها فان وجد شيء عن غير عدم متقدم كوجود الحق وصفاته
قبل فيها موجود قديم لا تصاف الحق بها وان وجد شيء عن عدم كوجود ما سوى الله وهو الحدث الموجود بغيره قبل فيه
محدثة وهي في كل موجود بحقيقتها فانها لا تقبل التجزئ فافها كل ولا يعض ولا يتوصل الى معرفتها بمجردة عن الصور
بدليل ولا يبرهان فمن هذه الحقيقة وجد العلم بواسطة الحق تعالى وايسر بوجوده فيكون الحق قد اوجدنا من موجود
قديم فيثبت لما القدم وكذلك تعلم ايضا ان هذه الحقيقة لا تتصف بالقدم على العالم ولا العالم بالتأخر عنها ولا كنهها أصل
الموجودات عمومها هي أصل الجواهر وذلك الحياة والحق الخلق به وغير ذلك وهي الفلك المحيط بالعقول فان قلت انها
العالم صدقت وانما ليست العالم صدقت وانما الحق أو ليست الحق صدقت تقبل هذا كله وتتمدد بتعدد أشخاص العالم
وتتغير بتغيره الحق وان أردت مناهلها حتى تجرب الى فهمك فانظر في العودية في الخشبة والكرسي والحبرة والمئزر
والتابوت وكذلك التزيين وأشكاله في كل مريع مثلا من بيت وتابوت وورقة والزيين والعودية بحقيقتها
في كل شخص من هذه الاشخاص وكذلك الألوان بياض الثوب والجوهر والكاغد والديقي والدهان من غير ان
تصف البياضية المعقولة في الثوب بأنها جزء منها فيسهل بل حقيقتها ظهرت في الثوب ظهورها في الكاغد وكذلك العلم
والقدر والارادة والسمع والبصر وجميع الاشياء كماها فقد بينت لك هذا المعلوم وقد بسطنا القول فيه كثيرا في كتابنا
الموسوم بإنشاء الجدول والدوائر (ومعلوم ثالث) وهو العالم كله الاملاك والافلاك وما تحويه من العوالم والهواء
والارض وما فيها من العالم وهو ذلك الاكبر (ومعلوم رابع) وهو الانسان الخليفة الذي جعله الله في هذا العالم
المفهور نحت تسخيره قال تعالى وسخر لكم ما في السموات وما في الارض جميعا امته فمن علم هذه المعلومات فابقي له
معلوم أصلا يطلب فيها ما لانتم الوجوده وهو الحق تعالى وتسلم أفعاله وصفاته بضرب من الامثلة ومنها ما لا يعلم الا بالمثل
كالعلم بالحقيقة الكلية ومنها ما يعلم بهذين الوجهين وبالمناهية والكيفية وهو العالم والانسان (وصل) كان الله ولا
شيء معه ثم أدرج فيه وهو الآن على ما عليه كان يرجع اليه من ابعاده العالم مصفاهم يكن عليها بل كان موصوفاً لنفسه
ومسمى قبل خلقه بالاماء التي يدعوونه بها خلقه فلما اراد وجود العالم وبدأ على حدة ما علمه بعلمه بنفسه انفع من تلك
الارادة المقدسة بضرب تجل من تجليات التنزيه الى الحقيقة الكلية انقل عنها حقيقة تسمى الهباء هي غزاة طرح البناء
الجنس ليفتح فيها ما شاء من الاشكال والصور وهذا هو أول موجود في العالم وقد ذكره علي بن أبي طالب رضي الله عنه
وسهل بن عبد الله رحمه الله وغيرهما من أهل التحقيق أهل الكشف والوجود ثم انه سبحانه تجلى بنوره الى ذلك
الهباء وبمونه اصحاب الافكار الحيولى الكل والعالم كله بالقوة والصلاحية فقبل منه تعالى كل شيء في ذلك الهباء
على حسب قوته واستعداده كاتقبل زوايا البيت نور السراج وعلى قدر قربه من ذلك النور يشتد ضوهه وقبوله قال
تعالى مثل نوره كمشكاة فيها مصباح فبها نوره المصباح فلم يكن اقرب اليه قبولا في ذلك الهباء الاحقيقة محمد صلى الله
عليه وسلم المصباح العقل فكان سيد العالم بأسره وأول ظاهر في الوجود فكان وجوده من ذلك النور الالهي ومن الهباء
ومن الحقيقة الكلية وفي الهباء وجد عينه وعين العالم من تجليه واقرب الناس اليه على بن أبي طالب وامرار الانبياء
أجمعين وأما المثال الذي عليه وجد العالم كله من غير تفصيل فهو العلم القائم بنفس الحق تعالى فانه سبحانه علمنا بعلمه
بنفسه وأوجدنا على حدة ما علمنا ونحن على هذا الشكل المعين في علمه ولو لم يكن الامر كذلك لأخذنا هذا الشكل
بالاتفاق لانه قد لا يعلمه وما يمكن أن تخرج صورة في الوجود بحكم الاتفاق فلولا ان هذا الشكل للمعين معلوم
لقد سبحانه ومزاده لما أوجدنا عليه ولا يأخذ هذا الشكل من غيره اذ قد ثبت انه كان لا شيء معه فلم يبق الا أن يكون

ما بر رعايته في نفسه من الصور: فعلمه بنفسه علمه بنا زلا عن عصم فعله بنا كذلك ففعلنا الذي هو عين علمه بنا
قديم بقدم الحق لانه صفة له ولا تقوم بنفسه الحوادث جل الله عن ذلك واتقوا اولم يوجد وما غايته يقول الله عز وجل
وما خافت الجن والانس الالعبدون فصرح بالسبب الذي لاجله اوجدنا وهكذا العالم كله وخصنا والجن بالذكر
والجن هنا كل مستتر من ذلك وغيره وقد قال تعالى في حق السموات والارض انما طوعا وكرها قالت انبساطهين
وكذلك قال فأيمن أن يجعلها وذلك لما كان عرضا وتساو كان أمر الإطاعا واطاعوا فانه لا تتصور منهم معصية
جبلوا على ذلك والجن الذي والانس ما جبلوا على ذلك وكذلك من الانس أصحاب الافكار من أهل النظر والادلة
المقصورة على الحواس والضرورات والبداهيات يقولون لا بد أن يكون المكلف عاقلا بحيث يفهم ما مخاطب به
وصدقوا وكذلك هو الامر عندنا العالم كله عاقل حتى ناطق من جهة الكشف بغرق العادة التي الناس عليها أعني حصول
العالم بهذا عندنا غير أنهم قالوا هذا اجاد لا يعلو ووقفوا عند ما أعطاهم بصبرهم والامر عندنا باختلاف ذلك فاذ جاءه عن
نبي أن حجرا كلفا وكشف شاة أو جند غلظة أو بهيمة يقولون خاف الله فيه الحياة والدم في ذلك الوقت والامر عندنا ليس
كذلك بل سر الحياة في جميع العالم وان كل من يسمع المؤذن من رطب ويابس يشهده ولا يشهد الامن علم هذا عن
كشف عندنا لا عن استنباط من نظر بما يقتضيه ظاهر خبر ولا غير ذلك ومن أراد ان يف عليه فليستك طريق الرجال
واليزم الخلو والدكر فان الله سبحانه على هذا كله عينا فيعلم ان الساس في عناية عن ادراك هذه الحقائق فأوجد العالم
سبانه ليظهر سلطان الاسماء فان قدرة بلا قدور وجودا بلا عطاء ورازقا بلا مزق ومغتيا بلا مغاث ورحما
بلا صر حوم حقائق معلقة تأتبر وجعل العالم في الدنيا عتراجا منزج القبضين في الجنة ثم فصل الاشخاص منها
فدخل من هذه في هذه من كل قبضة في اختراجهات الاحوال وفي هذا انما ضلت العلماء في استغراج الخبيث من
الطيب والطيب من الخبيث وغايته التخلص من هذه المزرعة وتميز القبضتين حتى تنفر هذه بعالمها وهذه بعالمها كما
قال الله تعالى ليعر الله الخبيث من الطيب ويجعل الخبيث بعضه على بعض فير كنه جيه افي جعله في جهنم فمن بقي فيه شيء
من المزرعة حتى مات عليه لم يحضر يوم القيامة من الآمنين ولكنه منهم من يتخلص من المزرعة في الحساب ومنهم من
لا يتخلص منها الا في جهنم فاذا تخلص اخرج فهو لا هم أهل الشفاعة وأما من نجزها في احدى القبضتين انقلب الى
الدار الآخرة بحقيقته من قبله الى نعم أو الى عذاب وحجيم فانه قد تخلص هذه اغاية العالم وهاتان حقيقة تان راجعتان الى
صفة هو الحق عليا في ذاته ومن هنا قلنا برونه أهل النار مع ذبا وأهل الجنة من معا وهذا سر في رب بما تقف عليه في
الدار الآخرة عند المشاهدة ان شاء الله وقد ما لها الحق في هذه الدار وأت قولنا في هذا الباب ومعرفة افلاك العالم
الاكبر والاصغر الذي هو الانسان فأعني به عوالم كايته وأجناسه وأمرؤه الذين لهم التأثير في غيرهم وجعلتهم ايلة
هذا نسخة من هذا وقد ضربنا لها دوائر على صور الافلاك وتزنيها في كتاب انشاء لدوائر والحد اول الذي بدأنا
وضعه بتونس بمحل الامام أبي محمد عبد العزيز واينا وصفه: ارحم الله فليسا في هذا الباب ما يليق به المختصر
فنقول ان العوالم أربعة العالم الاعلى وهو عالم البقاء ثم عالم الاستحالة وهو عالم الفناء ثم عالم التعمير وهو عالم البقاء والفناء
ثم عالم النسب وهذه العوالم في موطنين في العالم الاكبر وهو ما خرج عن الانسان وفي العالم الاصغر وهو الانسان (فانما
العالم الاعلى) فالحقيقة المحمدية وملكها الحياة نظيرها من الانسان الطائفة والروح القدس ومنهم العرش المحيط
ونظيره من الانسان الجسم ومن ذلك الكرسي ونظيره من الانسان النفس ومن ذلك البيت المعمور ونظيره من
الانسان القلب ومن ذلك الملائكة ونظيره من الانسان الارواح التي فيه والقوى ومن ذلك زحل وفلكه نظيره
من الانسان القوة العلمية والنفس ومن ذلك المشتري وفلكه نظيره من القوة الذكورة ومؤخر الدماغ ومن ذلك
الاحمر وفلكه نظيره من القوة العنيفة واليا فوخ ومن ذلك الشمس وفلكه نظيره من القوة المكرة ووسط الدماغ
ثم الزهر وفلكه نظيره من القوة لوهمية والروح الحيواني ثم الكاتب وفلكه نظيره من القوة الخيالية وقدم الدماغ ثم
القصر وفلكه نظيره من القوة الحسية والجوارح التي تحس فهذه طبقات العالم الاعلى ونظيره من الانسان (وأما عالم

(الاستحالة) فمن ذلك كره الابرور وروحها الحرارة واليبوسة وهي كره السار ونظيرها اصفراء وروحها القوة
 الحامضة ومن ذلك الهواء وروحها الحرارة والرطوبة ونظيرها الدم وروحها القوة الجاذبة ومن ذلك الماء وروحها
 البرودة والرطوبة ونظيرها البلم وروحها القوة الدافعة ومن ذلك التراب وروحها البرودة واليبوسة ونظيرها السوداء وروحها
 القوة الماسكة وأما الارض فجميع طباق أرض سوداء وأرض غبراء وأرض حمر وأرض صفراء وأرض
 بيضاء وأرض زرقاء وأرض خضراء نظير هذه السبعة من الانسان في جسمه الجلد والشحم واللحم والعروق
 والعصب والمضلات والعظام (وأما عالم التعمير) ففهم الروحانيون نظيرهم القوى التي في الانسان ومنهم عالم
 الحيوان نظيرهم ما يحس من الانسان ومنهم عالم النبات نظيرهم ما ينمو من الانسان ومن ذلك عالم الجاد نظيرهم ما لا يحس
 من الانسان (وأما عالم النعب) ففهم العرض نظيرها الاسود والابيض والالوان والاكوام ثم الكيف نظيرها
 الاحوال مثل الصحيح والقيم ثم الكم نظيرها الساق أطول من الذراع ثم الابن نظيرها العنق مكان للرأس والساق
 مكان للقدم ثم الزمان نظيرها حركت رأسي وقت تحريك يدي ثم الاضافة نظيرها هذا أبى فأنابته ثم الوضع نظيرها
 لثني ولثني ثم أن يفعل نظيرها كمت ثم أن يفعل نظيرها شبت ومنهم اختلاف الصور في الامهات كالفيل والحمار
 والاسد والحصير نظير هذا القوة الانسانية التي تقبل الصور المعنوية من مذموم ومحمود هذا طفل فهو ذليل هذا بائس
 فهو حار هذا شجاع فهو أسمى هذا جبان فهو صرصر والله يقول الحق وهو يهدي السبيل

(الباب السابع) في معرفة بدء الحجوم الانسانية وهو آخر جنس موجود من العالم الكبير وآخر صنف من المولات

- نشأت حقيقة باطن الانسان • ملكا قويا ظاهرا السلطان
- ثم استنوت في عرش آدم ذاته • مثل استواء العرش بالرحمان
- فبدت حقيقة جسمه في عينها • وبها انتهى ملك الوجود الثاني
- وبدت معارف لفظه في علمه • عند الكرام وحامل الثنائ
- فتصاغر لعلومه أحلامهم • ونكبر الملهون من شيطان
- بأواقر قرب الله في ملكوته • الا انشوبطن باه بالشران

اعلم أيديك انه الله لما مضى من عمر العالم العالبي في التقيد بالزمان المحصور بان كان احدى وسبعون ألف سنة من السنين
 المعروفة في الدنيا وهذه المدة أحد عشر يوما من أيام غير هذه الامم ومن أيام ذى المعارج يوم وخمسا يوم وفي هذه الايام
 يقع لتفاضل قال تعالى في يوم كان مقداره خمسين ألف سنة وقال وان يوما عند ربك كالف سنة مما تعدون
 فأصغر الايام هي التي بعدها حركة الفلك المحيط الذي يظهر في يومه الليل والنهار فأقصر يوم عند العرب وهو هذا لا كبير
 فلك وذلك لحكمهم على ما في جوفه من الافلاك اذ كانت حركة مادته في الليل والنهار حركة قسرية له فهو يوم اسائر
 الالهلاك الذي يحيط بها ولكل فلك حركة طبيعية تكون له مع الحركة افسرية فكل فلك دون ذو حركتين في وقت
 واحد حركة طبيعية وحركة قسرية ولكل حركة طبيعية في كل فلك يوم مخصوص يعد مقداره بالايام الحادثة عن الفلك
 المحيط المعبر عنها بقوله مما تعدون وكلها تقطع في ان تلك المحيط فكلما قطعت على الكمال كان يوما لها ويدور الدور
 فأصغر الايام منها هو ثمانية وعشرون يوما مما تعدون وهو مائة اقطع حركة القمر في الفلك المحيط ونصب الله هذه
 الكواكب السبعة في السموات ليدرك البصر قطع فلكها في الفلك المحيط لتعلم عدد السنين والحساب قال تعالى
 وقدره ما نزل لتعلموا عدد السنين والحساب وكل شيء فصلناه تفصيلا ذلك تقدير العزيز العليم فلك كل كوكب منها يوم
 مقدريه فضل بعضها على بعض على قدر سرعة حركاتها الطبيعية أو أصغرها فلا كها وكبرها فاعلم ان الله تعالى لما خلق القلم
 واللوح وسماهما العقل والروح وأعطى الروح صفتين صفة عليية وصفة عملية وجعل العقل لها معلوما في أداة
 مشاهدة حالية كانت تنفيذ من صورة السكين القطع من غير أن ياتي يكون منه في ذلك وخلق تعالى جوهر ادون النفس
 الذي هو الروح المدد كورمها الهباء وهذه الاسمية قلنا انها من كلام علي بن أبي طالب رضي الله عنه وتاها

وما تنزل إلا بأسررك له ما بين أيدينا وما خافنا وما بين ذلك وما كان ربك نسيا وقال فيهم لا يصون الله ما أمرهم
فهؤلاء من الملائكة هم الولاة خاصة وخلق الله ملائكتهم عمار السموات والأرض له يادته فخلق السماء والأرض
موضع الأوفياء ملك ولا يزال الحق يخلق من أنفاس العالم ملائكة ماداموا متنفذين ولما انتهى من حركات هذا الفلك
الأول ومدته أربع وخمسون ألف سنة مما تعدون خلق الله الدار الدنيا وجعل لها أمدا معلوما تنتهي إليه وتنقضي
صورته وتستحيل من كونه دار لنا وقبورها صورة مخصوصة وهي التي نشاهدها اليوم إلى أن تبدل الأرض غير الأرض
والسموات ولما انقضى من مدركات هذا الفلك ثلاث وستون ألف سنة مما تعدون خلق الله الدار الآخرة نفع آلاف سنة مما تعدون
والنار التي أعمدها الله لعباده السعداء والأشقياء فكان بين خلق الدنيا وخلق الآخرة تسع آلاف سنة مما تعدون
ولهذا سميت آخرة تآخر خلقها عن خلق الدنيا وسميت الدنيا الأولى لأنها خلت قبلها قال تعالى ولا آخرة خير من هذه
الأولى يخاطب نبيه صلى الله عليه وسلم ولم يجعل لآخرة مدة ينتهي إليها بقاؤها فلها البقاء الدائم وجعل سقف الجنة هذا
الفلك وهو العرش عندهم الذي لا تتعين حركته ولا يتميز فركته دائمة لا تنقضي وما من خلق ذكرناه خلق الأوتار
القصد الثاني منه وجود الإنسان الذي هو الخليفة في العالم وإنما قلت القصد الثاني إذ كان القصد الأول معرفة الحق
وعبادته التي لها خلق العالم كله فامرئى الأوهو يسبح بحمده ومعنى القصد الثاني والأول التعاقب الإرادى
لأحداث الإرادة لأن الإرادة لله صفة قديمة أزلية تصف بها ذاته كآمر صفاته ولما خلق الله هذه الأفلاك والسموات
وأوصى في كل سماء أمرها ورب فيها أنوارها وسرجها وعمرها بلانكتة وسو كما تعالى فتحررت طائفة من آيات
إليه طلبا للكمال في العبودية التي تابق بها لانه تعالى دعاها ودعا الأرض فقال لها والارض اتبعا طوعا أو كرها لأمرا
لها قالت آتينا طائعين فهما آتيتان أبدا فلا تزالان متحررتين غير أن حركة الأرض خفية هندنا وسو كثر
حول الوسط لانها كرافقا السماء فأت طائفة عند أمر الله لها بالآتين وأما الأرض فأت طائفة لما علمت نفسها
مقهورة وأنه لا بد أن يؤتى بها بقوله أو كرها فكانت المرادة بقوله تعالى أو كرها فأت طائفة من سبع
سموات في يومين وأوصى في كل سماء أمرها وقد كان خلق الأرض وقدر فيها أقواتها من أجل المولدات فجاءه
خزانة لأقواتهم وقد ذكرنا ترتيب نشأة العالم في كتاب علة المستوفى فكان من تقدير أقواتها وجود الماء والهواء والنار
وما في ذلك من البصائر والسحب والبرق والرعد والآثار العلوية وذلك تقدير العزيز العليم وخلق الجن من
النار والطير والدواب البرية والبحر بقوا الحشرات من عفونات الأرض ليصفوا الهواء لنا من بخارات العفونات التي
خالطت الهواء الذي أودع الله حياة هذا الإنسان والحيوان وعافيته فيه لكان سقيما يرشاه لولا فني له الحق سبحانه
لطفامنه بكون هذه العفونات فقلت الأسقام والعلل ولما استوت الملكة ونهيات وما عرف أحد من هؤلاء المخلوقات
كلها من أى جنس يكون هذا الخليفة الذي مهد الله له الملكة لوجوده فلما وصل الوقت المعين في علمه لايجاد هذا
الخليفة بعد أن مضى من عمر الدنيا سبع عشرة ألف سنة ومن هم الآخرة الذي لانها في له الدوام ثمان آلاف سنة أمر
الله بعض ملائكته أن يأبىه بقبضة من كل أجناس تربة الأرض فأما بهاني خبر طويل معلوم عند الناس فأخذها
سبحانه وخرها يسديه فهو قوله لما خلقت بيدي وكان الحق قد أودع عند كل ملك من الملائكة الذين ذكرناهم
ودبعة آدم وقال لهم اني خلق بشر من طين وهذه الودائع التي بأيديكم فإذا خلقتهم فليؤدوا إلي كل واحد منكم
ما عنده مما آمنتم عليه ثم أذا صوتي ونفخت فيه من روحي فقموا له ساجدين فلما أخرج الحق تعالى يديه طينة آدم حتى
تغير ربحها وهو المسنون وذلك الجزء الموائى الذي في النشأة جعل ظاهره محلا لاشقياء والسعداء من ذرية ثم أودع فيه
ما كان في قبضته فانه سبحانه أخبرنا أن في قبضة يمينه السعداء وفي قبضة اليد الأخرى الأشقياء وكنا تبارك في بين
مباركة وقال هؤلاء الجنة ويعمل أهل الجنة يعملون وهؤلاء النار ويعمل أهل النار يعملون وأودع السجل طينة آدم
وجمع فيه الأضداد بحكم الجمار وأوشأ على الحركة المستقيمة وذلك في دولة السيف ووجهه ذاجهات ست الفروق وهو
ما يلي رأسه والتحت يقابله وهو ما يلي رجليه واليمين وهو ما يلي جانبه الأقوى والشمال يقابله وهو ما يلي جانبه

الاضمح والاماء هو ما يلي الوجه ويقابله الخلف وهو ما يلي القفا وهو قوره وعدله وسواء ثم نفخ فيه من روحه الخلف
اليه حدث هذا السمخ فيه بمر يانه في أجزائه أركان الاخلط التي هي الصفراء والسوداء والدم والبنم فكانت
المر من الكس الناري الذي أنشأ الله سمى قوله تعالى من صلال كالقفا و كانت السوداء عن القرب وهو قوله
من رار من الله من الطير وهو قوله سنون وكان البانم من الماء الذي عجن به القرب فصار طيننا ثم أحدث فيه
الموه جوده الر بها عذب الحيوان الاغذية ثم القوة المسكة وبها يمسك ما يتغذى به الحيوان ثم القوة المصاصة وبها
يهدم هدا ثم القوة الدافعة وبها يدفع الفصلات عن نفسه من عرق وبخار ورياح وبراز وأمثال ذلك وأما من يان
الابخر ونفيس الدم في العروق من اسكبد وما يخلصه كل جزء من الحيوان فبها قوة الجاذبة لا الدافعة لفظ القوة الدافعة
ما عجزه كاف من الفصلات لا غير ثم أحدث فيه القوة الغاذية والنمية والحسية والحالية والوهية والحافظة
والذاكرة وهذا كما في الانسان ما هو حيوان لا بما هو انسان فقط غير أن هذه القوى الاربعة قوة الخيال والوهم
والحفظ والذكر هي في الانسان أقوى من في الحيوان ثم خص آدم الذي هو الانسان بالقوة المحورة والمفكرة والعاقلة
فتميز عن الحيوان وجعل هذه القوى كلها في هذا الجسم آلات للنفس الناطقة لتصل بذلك الى جميع منافعها المحسوسة
والمعنوية ثم أنشأ خلقا آخر وهو الانسانية فجعله ذكرا كالمهذو الذي حيا على ما قدر امره بدم امتك كما سمعنا به على حد
معلوم معاد في كتابه فتبارك الله أحسن الخافين ثم انه سبحانه مسمى نفسه باسم من الاسماء الاربعة
للانسان من التثاني بذلك الاسم عظامه يظهر به في العالم على قدر ما يليق به ولذلك تأول بعضهم قوله عليه السلام ان
الله خلق آدم على صورته على هذا المعنى وأزله خيفة عنه في أرضه اذ كانت الارض من عالم التثبير والاستعالات
بغلاف العالم الاعلى فحدث فيه من الاحكام بحسب ما يحدث في العالم الارضي من التثبير فيظهر لذلك حكم جميع
الاسماء الالهية وذلك كان خيفة في الارض دون السماء والجنة ثم كان من أمره ما كان من علم الاسماء وسجود
الانبياء والنبوة في ذلك كذا في موضع من شأنه فان هذا الباب مخصوص بابتداء الجسوم الانسانية
وهي اربعة انواع هي جسم حواء وجسم عيسى وأجسام بني آدم وكل جسم من هذه الاربعة نشوة
يختلف نشوة اخرى السبعة مع الاجتماع في الصورة الجسمية والروحانية وانما سنا هذا ونهنا عليه لثابتهم الضعيف
النفوس المردة ذرية أو ان الخفائي لا تملأ أن تكون هذه النشوة الانسانية الا عن سبب واحد يعطى بذاته هذا
النشوة و قد ثبت هذه شبهة بأن أظهر هذا النشوة الانسانية في آدم بطريق يظهر به جسم حواء وأظهر جسم حواء
بطريق يظهر به جسم ولد آدم وأظهر جسم أولاد آدم بطريق يظهر به جسم عيسى عليه السلام وينطق على كل واحد
من هؤلاء من اسان بالحد والحقيقة ذلك ليعلم ان الله بكل شئ عليم وأنه على كل شئ قدير ثم ان الله جمع هذه
الاربعة من الخلق في آية من القرآن في سورة الطحرات فقال يا ايها الناس انا خلقناكم بريد آدم من ذكر
بريد حواء وبني بريد عيسى ومن المجموع من ذكر آدمي بريد بني آدم بطريق النكاح والتوالد فهذه الآية
من حوام النكاح وحمل الخطاب الذي أوتي محمد صلى الله عليه وسلم ولما ظهر جسم آدم كذا ذكرناه ولم تكن فيه شهوة
نكاح وكان قد سبق في علم الحق ايجاد التوالد والانتاسل والنكاح في هذه الدار انما هو اية النوع فاستخرج من
صنع آدم من انصبري حواء فقصرت بذلك عن درجة الرجل كما قال تعالى وللرجال عليين درجة فاستخرج بهم أبدا
وكانت من الصنع لا من الله الذي في الصلوع لئلا يحدو بذلك على ولد هارون وجها في الرجل على المرأة حواء على نفسه لانها
جزء منه وحق لمرة على الرجل لكونها خلقت من الصلوع والصلع فيه اعتناء وانعاطاف وعمر الله الموضوع من آدم الذي
خرجت منه حواء بالشهوة اليها اذ لا يقي في الوجود خلا فليامر به الجواهر من البها حيتنه الى نفسه لانه جزء منه وحيث
اليه لكونه موطنها الذي نشأت فيه حب حواء حب الموان وحب آدم حب نفسه ولذلك يظهر حب الرجل للمرأة اذ
كانت عينه وأعطيت المرأة القوة المعبر عنها بالحياة في محبة الرجل فتقويت على الاخفاء لان الوطن لا يتبعها انما آدم
ما تصور في ذلك الصانع جميع ما صورته وخلقه في جسم آدم فكان نشوة جسم آدم في صورته كذا في الفاخوري فيها

يقتضيه من الطين والطبخ وكان نشء جسم حواء من التراب فبما جعل من التراب الخصب فبما جعلها تهاوى الضام وأقام
صورتهما وواها وعد طما نفع فيها من روحه فقامت حبة الطقة التي يجعلها عملا للزراعة والحراث لوجود الانثى الذي
هو التماسل فسكن اليها وسكنت اليه وكانت لباسها وكان لباسها قال تعالى هن لباسكم وأنتم لباسهن لموت
الشهوة منى جميع أجزائه فطما نفعها وأنشئ الله في الرحم ودار ذلك النطفة من الماء دم الحيض الذي كنه الله
على النساء لتكون في ذلك الجسم جسم ثالث على غير ما تكون منه جسم آدم وجسم حواء فهذه هي الجسم الثالث
فقال الله بالنشء في الرحم حال بعد حال بالانفعال من ماء الى نطفة الى عانة الى مضغ الى عظم ثم كماله فطما
نشأه الحيوانية أنشأه خلقا آخر ففخ فيه الروح الاساسي فبارك الله أحسن الخلقين ولولا طول الامرينا
نكون في الرحم حال بعد حال ومن يتولى ذلك من الانبياء الموكلين بأشياء الصور في الارحام الى حين الخروج ولكن
كان الغرض الاعلام بأن الاجسام الانسانية وان كانت واحدة في الحد والحقيقة والصور والحسية والمعنوية فان أسباب
تأليفها مختلفة لا يتخيل ان ذلك لذات السبب تعالى المقبل ذلك راجع الى فاعل مختار يفعل ما يشاء كيف يشاء من غير
تجبر ولا قهور على أمر دون أمر لانه الا هو العزيز الحكيم ولما قال أهل الطبيعة ان ماء المرأة لا يتكون منه شيء
وان الجنين الكائن في الرحم إنما هو من ماء الرجل لذلك جعلناه يكون من جسم عيسى نكوبنا آخر وان كان تدبيره في
الرحم تدبيراً حسام البنين فان كان من ماء المرأة ادخل لها الروح بشراسوباً أو كان عن نفع بغير ماء فعلى كل وجه
هو جسم رابع مغاير في نشءه وغيره من اجسام النوع ولذلك قال تعالى ان مثل عيسى أى صفة نشء عيسى عند الله
كمثل آدم خلقه من تراب الضمير يعود على آدم ووقع الشبه في خلقه من غير أب أى صفة نشءه صفة نشء آدم الا أن آدم
حلقه من تراب ثم قاله كن ثم ان عيسى على ما قيل لم يأت في طين مريم لئلا يبين المعتاد لانما سرع اليها لتكون لما
أراد الله أن يجعله آية وبره على الطيبين حيث حكموا على الطبيعة بما أعطاهم من العادة لا بما تقتضيه مما أودع الله
فيها من الاسرار والتكويرات المحيرة والقد وصف بعض هذا في هذا الشأن الطبيعة فقال لا تعلم منها الا ما أعطتنا خاصة
وفيها ما لا تعلم فهذا قد ذكرنا ابتداء الجسم الانساني وانها أربعة اجسام مختلفة للنشء كما قررنا وانها آخر المولدات
فهو نظير العقل الاول وما ربط لان الوجود دائرة فكان ابتداء الدائرة وجود العقل الاول الذي ورد في الخبر انه أول
ما خلق الله العقل فهو أول اجناس وانتهى الخلق الى الجنس الانساني فكمثل الدائرة واصل الانسان بالعقل كما يتصل
آخر الدائرة بأولها فكانت دائرة وما بين طرفي الدائرة جميع ما خلق الله من اجناس العلم بين العقل الاول الذي هو العلم
أيضاً بين الانسان الذي هو الموجود الآخر ولما كانت الخطوط الخارجة من النقطة التي في وسط الدائرة الى المحيط الذي
وجد عندهم يخرج على السواء الى كل جزء من المحيط كذلك نسبة الخلق تعالى الى جميع الموجودات نسبة واحدة فلا يقع
هناك تمييز البنية كانت الاشياء كلها مطرة ليه وقابلة منه ما يمتد نظر اجزاء المحيط الى النقطة وأقام سبحانه هذه الصورة
الاساسية بالحركة المستقيمة صورة العمد الذي لا حجة لجعله لثبته هذه السموات فهو سبحانه بمسكها أن نزول بسببه
فغير ناعنه بالعمد فاذا ثبت هذه الصورة ولما بقي منها على وجه الارض أحد متنافس وانشت السماء فهي يومئذ واهية
لان العمدز لوهو الانسان ولما انقلبت العمارة الى الدار الآخرة باتقال الانسان اليها وخرت الدنيا باقية الله عنها علمنا
قطعا ان الانسان هو العين المقصودة لله من العالم وان الخليفة حقاً وان عمل ظهور الاسماء الالهية وهو الجامع لخلق العالم
كله من ملك وفلك وروح وجسم وطبيعة وجناد ونبات وحيوان الى ما خص به من علم الاسماء الالهية مع صفر حجمه
وجرمه وانما قال الله في نفسه بأن خلق السموات والارض أكبر من خلق الناس ليكون الانسان مثوله اعن السماء
والارض فهما كالابوين فرفع الله من شأنهما ولكن أكثر الناس لا يعلمون فلم يرد في الجرمنة فان ذلك معلوم حاسم
أن الله تعالى ابتداء بلاء ما تبلى به أدام من خلقه امة لان يسعده أو يشقيه على حسب ما يوفقه الى امتداده فلهذا
البلاء الذي ابتلاه به ان خلق فيه قوة تحمي الفكر وجعل هذه القوة خادمة لقوة أخرى تسمى العقل وجعل بعض مع
سيادته على الفكر أن يأخذ منه ما يطيعه ولم يجعل للفكر محملاً الا في القوة الخيالية وجعل سبحانه القوة التي يلهي بها

جامعاً من طبع القوة الحساسة وجعل له قوة يقال لها المحصورة فلا يحصل في القوة الخيالية إلا ما أعطاه الحس أو اعطته
 القوة المحصورة ومادة المحصورة من المحسوسات فتركب صور الموجد لها عين لكن أجزاؤها كلها موجودة حساً وذلك
 لأن العقل خلق صادقاً ليس عند من العلوم النظرية شيء وقيل لا مكره بين الحق والباطل التي في هذه القوة
 الخيالية ينظر بحسب ما يقع له فقد يحصل في شبه وقد يحصل في دليل عن غير علم منه بذلك ولكن في زعمه أنه عالم بصور
 الشبه من الأدلة وأنه قد حصل على علم ولم ينظر إلى قصور المواد التي استند إليها في اقتناء العلوم فيقبلها العقل منه ويحكم
 بها فيكون جهلاً كثيراً من علمه بما يقتاربه ثم إن الله كشف هذا العقل معرفته سبحانه ليرجع إليه فيها لا إلى غيره ففهم
 العقل نقض ما أراد به الحق بقوله تعالى أولم يتفكروا لقوم يتفكرون فاستند إلى الفكر وجعله أمماً يقتدى به
 وغفل عن الحق في مراده بالفكر أنه خاطبه أن يتفكر فبرى أن علمه بأنه لا سبيل إليه إلا بتعريف الله فيكشف له عن
 الأمر على ما هو عليه فلم يفهم كل عقل هذا التهم الاعقول خاصة الله من أنبيائه وأوليائه باليت شعري هل بإفكارهم
 قالوا بل حين أشهدهم على أنفسهم في قبضة الثرية من ظهراً ثم لا والله بل عناية إلهاده إياهم ذلك عند أخذ دليالهم
 عنهم من ظهورهم ولما رجعو إلى الأخذ عن قواهم المفكرة في معرفة الله لم يحتموا فقط على حكم واحد في معرفة الله
 وذهب كل طائفة إلى مذهب وكثرت القالة في الجنب الألهي الأسمى واجترأ غاية الجراءة على الله وهذا كله من
 الابتلاء الذي ذكرنا من خاتمة انكسار في الإنسان وأهل الله افتقدوا إليه فجاكفهم من الإيمان به في معرفته وعلموا أن
 المراد منهم رجوعهم إليه في ذلك وفي كل حال فهم القائل سبحانه من لم يجعل سيلاً إلى معرفته إلا الجبر عن معرفته
 ومنهم من قال الجبر عن ذلك الإدراك ادراك رقال صلى الله عليه وسلم لأحصى ما عليك وقال تعالى ولا يجيبون
 به علماً فرجعوا إلى الله في المعرفة به وتركوا الفكر في مرتبة ودفوه حقلم يتقوله إلى ما لا ينبغي له التفكير فيه وقد ورد
 النهي عن التفكير في ذات الله والله يقول ويحذركم الله نفسه فوجههم الله من معرفته ما هو بهم وأشهدهم من مخلوقاته
 ومظاهره ما شهدهم فعموا أنه ما يستحيل عقلاً من طريق الشكر لا يستحيل نسبة الهية كما سئورد من ذلك طرقاً في
 باب الأرض المخلوقة من بقية طينة آدم وغيره فإله الذي ينبغي للعالم أن يدين الله به في الله يعلم أن الله على كل شيء
 قدير من يمكن وعمل ولا كل محال نافذ الاقتدار واسع الطاء ليس لا يجاده تكمراً بل أمثال تحدث في جوهر أوجده
 وشاء بقاءه ولو شاء أفناده مع الانقراض لا إله إلا هو العزيز الحكيم

(الباب الثامن) في معرفة الأرض التي خلقت من بقية خيرة طينة آدم عليه السلام وهي أرض الحقيقة وذكر بعض
 ما فيها من الغرائب والجناب

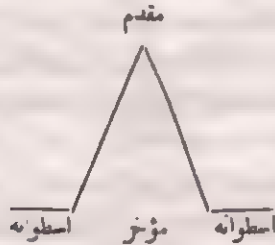
يا نخت بل يا عمتي العسوة • أنت الاميمة عندنا المجهولة
 نظر البنون إليك أخت أيهمو • فتدفعوا عن حمسة معاوله
 الا انقايل من البنين فانههم • عطفوا عليك بأفص مجبولة
 يا عمتي قل كيف أليمر مره • فيك الاخي عنقنا سنزله
 حتى بدم من مثل ذلك عالم • قد يرضى رب الوري نوكيله
 أنت الامامة والامام أخوك والسماوم أه نال له مسلوله

اعلم أن الله تعالى لما خلق آدم عليه السلام الذي هو أول جسم انساني تكون وجعله أمماً لا لوجود الاجسام الانسانية
 وفضلت من خيرة طينته فخلق منها النخلة فهي أخت لآدم عليه السلام وهي لنا عمة ومماها الشرع عمة وشبهها بالأم من
 ولها أشرار رعية دون سائر النبات وفضل من الطينة بعد خلق النخلة قدر السمسة في الخفاء فدان الله في تلك الفضلة أرضاً
 واسعة الفضاء اذ جعل العرش وما حواه والكسرى والسماوات والأرضون وما تحت الترى والجنات كلها والنار في هذه
 الأرض كان الجميع فيها كلفة ملقاة في فلاة من الأرض وفيها من الجناب والغرائب ما لا يقدر قدره ويهر العقول أمره
 وفي كل نفس خلق الله فيها عالم يسبحون الليل والنهار لا يفترون وفي هذه الأرض ظهرت عظمة الله وعظمت عند المشاهد

طهفنه وكثير من المحالات العقلية التي قام الدليل الصحيح الذي تنبأ على احوالها في هذه الارض وهي مسرح
 عيون العارفين العلماء بالله وفيه يجولون وتخلق الله من جملة عوالمها على صور تادأ بصرهم العارف بشاهد
 فيها وقد أشار الى مثل ذلك عبد الله بن عباس رضي الله عنه في حديث هذه الكعبة وانها بيت واحد
 من أربعة عشر بيتا وان في كل أرض من السبع الارضين خلقنا مثلنا حتى ان فيهم ابن عباس مثلي وصدت هذه
 الرواية عنده أهل الكشف فلترجع الى ذكر هذه الارض وانما هو كثرة عالمها الخلو في فيها ومنها ويقع العارفين فيها
 تجليات الهية أخبر بعض العارفين بأمر عرفه شهودا قال دخلت فيها يوما بمجلس يسمى مجلس الرحمة لم أرجح لفظ
 أعجب منه فينا ما فيه اظهر لي نجل الهى لم يأخذنى عنى بل أبقيت معى وهذا من خاصية هذه الارض فان التجليات
 الواردة على العارفين في هذه الدار في هذه عالمها كل تأخذهم عنهم وتغيبهم عن شهودهم من الانبياء والاولياء وكل من
 وقع له ذلك وكذلك عالم السموات العلى والكبرى والارضى وعالم العرش المحيط الاعلى اذا وقع لهم نجل الهى
 أخذهم عنهم ومعه قوا هذه الارض اذا حصل فيها صاحب الكشف العارف ووقع له نجل لم يقنع عن شهوده ولا اختطفه
 عن وجوده وجمع له بين الرؤية والسمكلام قال واتفق لى في هذا المجلس أمور وأسرار لا يسنى ذكرها في موضع معانيها
 وعدم وصول الادراكات قبل أن يشهد مثل هذه المشاهد لمشاهدة من البساتين والجنات والحيوان والاعمال والايام
 قدر ذلك الا الله تعالى وكل ما فيها من هذا كله حتى ناطق كناية كل حتى ناطق ما هو مثل ما هي الاشياء في الدنيا وهي
 باقية لا تنفنى ولا تتبدل ولا يموت عالمها وابست تقبل هذه الارض شيئا من الاجسام الطبيعية الطيفية البشرية سوى عالمها
 أو عالم الارواح متناها خفية واذا دخلها العارفون انما يدخلونها بأرواحهم لا اجسامهم فيتركون هياكلهم في هذه
 الارض الدنيا فيخرجون وفي تلك الارض صور عجيبة للنشء بدنية الخلق قائمون على أفواه السكك المنسرفة على
 هذا العالم الذى نحن فيسه من الارض والسماء والجنة والنار فانه أرادوا حذونا للدخول لتلك الارض من العارفين من
 اى نوع كان من انس أو جن أو ملك أو أهل الجنة بشرط المعرفة ويخرج عن هيكلة وجد تلك الصور على أفواه السكك
 قائمين موكبين بها وقد نصبهم الله سبحانه لتلك الشغل فيبادروا واحد منهم الى هذا الدخول فيخرج عليه حلة على قدر مقامه
 ويأخذ يدو يجول به في تلك الارض ويقفوا منها حيث يشاء ويعتبر في مصنوعات الله ولا يبرح بجعر ولا شجر ولا
 مدر ولا شئ ويريد أن يكلمه الا كما يكلم الرجل صاحب ولهم لغات مختلفة وتعلم في هذه الارض بانها اسمية لكل من
 دخلها الفهم بجميع ما فيها من الالسنه فاذا قضى منها طوره وادخله الرجوع الى موضعه متى معه رفيقه الى أن يوصله الى
 الموضع الذى دخل منه بوادعه ويطلع عنه تلك الحلة التي كادوا يصرف عنه وقد حصل علومها وادلائل وزاد في
 علمه بالله ما لم يكن عنده مشاهدة وما رأيت الفهم يتدفق أسرع مما يتدفق في هذه الارض وقد ظهر عندنا في هذه
 الدار وهذه النشأة ما يعصف هذا القول في ذلك ما شاهدناه ولا ذكره ومنها ما حدثني أبو عبد الله بن أحمد بن أبي
 الفخر الكرماني وقد قاله الله قال كنت أخدم شيخا وانا شاب ففرض الشيخ وكان في عارة وقد أخذ به البطن فلما
 وصلنا تكريت قلت له يا سيدي اتركنى أطلب لك دواء مسك من صاحب مارستان من جوار من السبل فلما رأى
 حتراني قال لي روح اليه قال فرحت الى صاحب السبل وهو في خيمته جالس ورجاله بين يديه قائمون والشعلة بين يديه
 وكان لا يعرفنى ولا أعرفه فرأى واقفا بين الجماعة فقام الى وأخذ يدي وأكرمى وسألنى ما حاجتك فذكرت له حال
 الشيخ فاستحضر الدواء وأعطاني اياه وخرج معى في خدمتي والخدام بالشعلة بين يديه نقت أن يراه الشيخ فيخرج
 فأت عليه أن يرجع فرجع فبغت الشيخ وأعطيت الدواء وذكر له كرامة الامير صاحب السبل في قبسم الشيخ
 قال لي يا ولدي انى أشفقت عليك لما رأيت من احترافك من أجلى فأذنت لك فلما مضيت خفت أن يحجلك الامير
 فمدم اقبله عليك فتحدثت عن هيكلى هذا ودخلت في هيكلك ذلك الامير وقعدت في موضعه فلما جئت أكرمك
 فقلت معك ما رأيت ثم عدت الى هيكلى هذا ولا حاجة لى في هذا الدواء وما استعمله فهذا شخص قد ظهر في صورة غيره
 كيف أهل تلك الارض قال لي بعض العارفين لما دخلت هذه الارض رأيت فيها أرضا كلها مسك عطر لوشمه أحد

في هذه الدنيا رقة رقيقة ثم ما شاء الله ان يمد ودخلت في هذه الارض ارض من الذهب الاحمر الماين فيها
اشجارا سمى ذهب وثمره ذهب وبها حد التفاحة وغيرها من الخريفية كلها في جدهن لذة طعمها وحسن رائحتها ومنها
مالا يصنع او صنف انصر فاكهة الجنة عنها فكيف فاكهة الدنيا والجسم والشكل والصورة ذهب والصورة والشكل
كصورة الثمرة وشكلها عند ما تختلف في العلم وفي الثمرة من النقش البديع والزينة الحسنة لا توجد في نفس فاحري ان
تشهده عين ورأيت من كبريائها بحيث لو جعلت الثمرة بين السماء والارض لحببت أهل الارض عن رؤية السماء ولو
جعلت على الارض لفنت عليها الضعاف واذا قبض عليها الذي يريدأكلها بهذه اليد الملهوذة في اندر عظامها به
انعمتها لطف من الهواء يطبق عليها يد مع هذا العظم وهذا مما يحمله العقول هنا في نظرها ولما شاهد هذا والنون
المصري نفاق بما حكى عنه من ايراد الكبير على الصغير من غير أن يصغر الكبير أو يكبر الصغير أو يوسع الضيق أو
يضيق الواسع فالعظم في التفاحة على ما ذكرته باق لا يقبض عليها باليد الصغيرة والاحاطة بما موجود والكيفية
مشهودة بمجولة لا يعرفها الا الله وهذا العلم مما انفرد الحق به واليوم الواحد الزمان في عتدها هو عدة سنين عندهم بأزمنة
تلك الارض مختلفة قال ودخلت فيها ارض من فضة بجاء في الصورة ذات شجر وأوراقها رشي كل ذلك فذهت وأجسام
أهلها منها كلها فضة وكذلك كل أرض شجرها وورقها وثمارها وثمارها وثمارها وثمارها وثمارها وثمارها وثمارها
وجد فيها من الطم والروائح والنعمة مثل ما ترى كولات غير أن اللذة لا توصف ولا تحصى ودخلت فيها ارض من
الكافور الايض وهي في أما كن منها اشدر حرارة من النار بخوصها الانبساط ولا تحرق قوما كمنها ممتلئة وأما كن
باردة وكل أرض من هذه الارضين التي هي أما كن في هذه الارض الكبيرة لو جعلت السماء فيها السكاك تحاكي في فلاة
بالنسبة اليها وفي جميع اراضيها حسن عسدي ولا فوق لمزاجي من أرض الزعفران وأما رأيت عالما من عالم كل أرض
أبسط فوسا منم ولا أكثر باشاة يلوارد عليهم يتلونه بالترحيب والتأهيل ومن عجائب مظهرها انها في شئ
أكلت منها اذا قطعت من الثمرة قطعة بقيت في زمان قطعك اياها ما كانها ماسدة تلك اللذة أو تقطع يدك ثمرة من غيرها
فزمان فطعمك اياها يتكون مثاها بحيث لا يشربها الا الله لطن فلا يظهر فيها نقص أصلا واذا نظرت الى نباتات ترى ان
النساء الكائنات في الجنة من الخور بالنسبة اليهن كنسا من البشر بالنسبة الى الخور في الجنان وأما عجائبها فلا
يشبه لذتها لذة وأهلها أعشى الخلق فيمن ير عليهم وليس عندهم ككيف بل هم محبوبون على تعظيم الحق وجلاله تعالى
لوراموا خلاف ذلك ما استطاعوا وأما بينهم فيها ما يحدث عن همهم ومنها ما يحدث كائني عندهم انهم اتخذ الآلات
وحسن الصنعة ثم ان يحارها لا يخرج بعضها ببعض كما قال تعالى مرج البحرين يلتقيان بينهما برزخ لا يبغيان
فمنع بينهما بحر الذهب تعطفق أمواجه ويطاشه بالمجاورة بحر الحديد فلا يدخل من واحد في الآخر شئ وماؤهم
الطيب من الهواء في الحر كذا السيلان وهو من الصفاء بحيث أن لا يخفى عنك من دوابه ولا من الارض التي يجري البحر
عليها شئ فاذا أردت أن تشرب منه وجدت لمن اللذة ما لا تجد مثله ريب أصلا وخافها يفتنون فيها كثير النباتات من
غير اصل بل يتكونون من ارضها تكون الحشرات عندها ولا ينعدم من مائهم في نكاحهم ولد وان نكاحهم انما هو
لجود الشهوة والنعيم وأما ركبهم فتعظم وتصغر بحسب ما يريد الركب واذا سافروا من بلاد الى بلاد فقامهم يسافرون
بر أو بحر أو رعة مشيهم في البر والبحر أمرع من ادراك البصر والبصر وخلة ما متفاوت في الاحوال فقيهم من
تغيب عليهم الشهوات وفيهم من يظلم عليهم تعظيم جناب الحق ورأيت فيها ألوانا لا أعرفها في ألوان الدنيا ورأيت فيها
معادن تشبه الذهب وماهي بذهب ولا نحاس وأحجارا من اللآلئ يتفدها البصر اصفاها شفاقة من اليواقيت الحجر
ومن أعجب ما فيها ادراك الألوان في الاجسام الغلية اني هي كالماء وتعلق الادراك بألوانها كالتعلق بالألوان اني
في الاجسام الكثيفة وعلى أبواب مداتها عقود من الاحجار اليافوتية كل حجر منها يزبد على الحساسة ذراع وعلا
اجاب في الهواء عظيم وعليه مائة من الاسلحة ولعدو ما واجتمع ملك الارض كلها ما في بها عندهم ظلمة ونور من
غير شمس تعاقب وبتة فقامهم فمن الزمان وظلمتهم لا تحجب البصر عن مدركه كمالا يحجب النور ويغزو بصدهم

بعض من حرسهاء، بعد اوتة ولا فساد بنية واذا سافروا في البحر وغرقوا لا يمد وعام الماء كالعند وعيد من
 فيه كمن... على طبعوا الساحل وتحمل تلك الارض زلازل لوحات بنا لا تلبث الارض هلك... عليها
 ومن فقد... يوما مع جماعة منهم في حديث وجاءت زلزلة شديدة بحيث اني رأيت الاسية تتحرك كأنها بحرك
 البصرة من رؤيتها السرعة الحركة صر وادكر وادما عندنا خبر وكأنا على الارض قطعة منها الى أن فرغت الزلزلة
 فلما فرغت وسكت الارض أخذت الجماعة يدي وعزتي في ابنة في اسمها فاطمة فقلت للجماعة اني تركتها في عافية
 هند والتمها قالوا صدقت ولكن هذه الارض ما تزلزل بنا وعندنا أحد الامات ذلك الشخص أو مات له أحد وان هذه
 الزلزلة لموت ابنتك فانظري أمر هافقدت معهم ما شاء الله وصاحي ينظرني فمما أردت فراقهم مشوامي الى فم الكفة
 وأخذوا خلعهم وجئت الى بيتي فلقيت صاحبي فقال لي ان فاطمة تنازع فدخلت عليها فقصت وصككت بمكة بحاورا
 فجزناها ودفعناها بالعلي فهذا من أعجب ما أخبرت عن تلك الارض ورأيت بها كعبة يطوف بها أهلها غير مكسوة
 وتكون أكبر من البيت الذي بمكة ذات أركان أربعة تكادهم اذا طافوا بها وتعجبهم وتفيدهم علومهم تسكن عندهم
 ورأيت في هذه الارض بحران تراب يجري مثل ما يجري الماء ورأيت حجارة صغارا وكبارا تجري بعضها الى بعض كما
 يجري الحديد الى المغناطيس فتتألف هذه الحجارة ولا تنفصل بعضها من بعض بطبعها الا ان فصلها فاصل مثل ما يفصل
 الحديد عن المغناطيس ليس في قوته أن يمتنع فالتارك وطبعه جوت بعضها الى بعض على مقدار من المساحة مخصوص
 فتضم هذه الحجارة بعضها الى بعض فينشأ منها صورة سفينة ورأيت منها مركبا صغيرا وشيئين فاذا التأمت السفينة من
 تلك الحجارة وموابها في بحر التراب وركبوا فيها وسافروا حيث يشتهون من البلاد غير ان قاع السفينة من رمل أو تراب
 يلصق ببعض اصق الخاصية فمما رأيت فمما رأيت أعجب من جريان هذه السفن في ذلك البحر وصورة الانشاء في
 المراكب سواء غير أن لهم في جناحي السفينة عمال على مؤخرها اسطواناتين عظيمتين تعلو المركب أكثر من القامة
 وأرض المركب من جهة مؤخرها بين الاسطواناتين مفتوح مناسم مع البحر ولا يدخل فيه من رمل ذلك البحر شيء
 أصلا بالخاصية وهذا شك



وفي هذه الارض مدائن تسمى مدائن النور لا يدخلها من العارفين الا كل مصطفى مختار وهي ثلاث عشرة مدينة وهي
 على سطح واحد وبنيتهم اعجيب وذلك انهم عهدوا الى موضع في هذه الارض فبنوا فيه مدينة صغيرة لها اسوار عظيمة يسير
 الركب فيها اذا أراد أن يدور به مدينة ثلاثة أعوام فلما أقاموا هاجعوا هذه الخزانة لمساكنهم مع الحظم وعددهم وأقاموا
 على بساط من جواربها ابراجا تعلو على راج المدينة بمادار بها ومد والبناء بالحجارة حتى صار للمدينة كالسقف ما يبيت
 وجعلوا ذلك السقف أرضا بنوا عليها مدينة أعظم من التي سوا أولادهم وروها وأخذوها سكنا فضاقت عنهم فبنوا عليها
 مدينة أخرى أكبر منها وما زالوا يكثر عمارها وهم يصعدون بالبيان طبقة فوق طبقة حتى بلغت ثلاث عشرة مدينة ثم اني
 غبت عنهم مدة ثم دخلت اليهم مرة أخرى فوجدتهم قد زادوا مدينتين واحدة فوق أخرى ولهم ملوك فيهم طاف وحنان
 سميت منهم جماعة منهم التالي وهو التابع لملك القيل في حبر ولم أر ملكا أكثر منه ذكرا فشد غلظه ذكرا عنه
 تدير ملكه انتفعت به وكان كثير المجالسة ومنهم ذوالعرف وهو ملك عظيم لم أر في ملوك الارض أكثر من تأتي

فيه رحمن من الملك منه وهو كثير الحركة هين لين يصل اليه كل أحد يطعم في النزول لكنه اذا صلب في الموت صلب
 اعطاه الله من النور مشاء ورأيت لبحر هامسا كما نبع الحى يدعى الساج هو قبل الجبال السمع من بعد ذلك
 الاثنتان في حد غيرته مع ما يحظر له لامع ما ادمته ويجاوره سلطان عظيم اسمه السابق اذا دخل عليه لوفه ووربه
 من بحله وشي في وجهه وأظهر السرور بقدمه وقام له بجميع ما يحتاج اليه من قبل أن يسأله عن شيء قلت له في ذلك
 فقال لي أكره أن أرى في وجه السائل ذلة السؤال مخلوق غيرة أن يذل أحد لغير الله وما كل أحد يقف مع الله على قدم
 التوحيد وان أكثر الوجود مصر وفة الى الاسباب الموضوع مع الحجاب عن الله فهذا يجعلني أن أبادر الى ما ترى من
 كرامة الوافد قال ودخلت على ملك آخر يدعى القائم بأمر الله لا يلتفت الى الوافد عليه لاستيلاء عظمة الحق على قلبه فلا
 يشعر بالوافد وما يقدر عليه من يقدم من العارفين الا ينظروا الى حاله التي هو عليها اترأه واقفا قد عقد يديه الى صدره
 عقد العبد الدليل الجاني مطر قال موضع قدميه لا تتحرك منه شعرة ولا يضطرب منه مفصل كاقيل في قوم هذه
 حالتهم مع سلطانهم

كألاء الطير منهم فوق رؤسهم • لا خوف ظلم ولكن خوف اجلال

يعلم العارفون منه حال المراقبة قال ورأيت ملكا يدعى بالرايع مهيب المنظر لطيف الخبير شديد الغيرة دائم التكررة فيها
 كيف النظر فيه اذا رأى أحد يخرج عن طريق الحق رده الى الحق قال محبته وانتفت به وبجاست من ملوكهم كثيرا
 ورأيت منهم من الهجاب مما يرجع الى اعانههم من تعظيم الله ما لوسطرناه لاعمال الكاتب والسامع فاقصرت انالي هذا
 القدر من عجائب هذه الارض ومدائنهم الانحصى كثرة ومدائنهم كثرة من ضياعها وجميع من ملكها من الملوك ثمانية
 عشر سلطانا منهم من ذكرنا ومنهم من سكتنا عنه ولكل سلطان سيرة وأحكام يستأمره قال وحضرت بوماني
 ديوانهم لا يرى ترتيبهم فمأرت ان الملك منهم هو الذي يقوم برزق رعيته بلفوا ما باغوا فربتهم اذا استوى الطعام
 وقف خلق لا يحصى عددهم كثرة يسمونهم الحباة وهم رسل أهل كل بيت فيعطيه الامين من المطبخ على قدر عائلته
 وبأخذ ما جاني وينصرف واما الذي يقسمه عليهم شخص واحد لا يعير له من الايدي على قدر الحباة فيصرف في الزمن
 الواحد لكل شخص طعامه في دعائه وينصرف وما فضل من ذلك يرفع الى خزانه فاذا فرغ منهم ذلك القاسم دخل
 الخزانة وأخذ ما فضل وخرج به الى الصعاليك الذين على باب دار الملك فيأقيه اليهم فأكلوه وهكذا في كل يوم ولكل
 ملك شخص حسن الهيئة هو على الخزانة يدعونه الخازن بيده جميع ما يملكه ذلك الملك ومن شرعهم انه اذا اولاه ليس
 له عزله ورأيت فيهم شخصا أعجبتني حركاته وهو جالس الى جانب الملك وكنت على عين الملك فسألت ما منزلة هذا عندكم
 فتبسم وقال أعجبتك قالت له نعم قال هذا المعمار الذي بنى لنا المسكن والمدن وجميع ما تراهم من آثار عمله ورأيت في سوق
 صيارفهم انه لا ينتقد لهم سكتهم الواحد في المدينة كلها وفيما نحت بذلك الملك من المدن قال وهكذا رأيت سببهم في
 كل أمر لا يقوم به الا واحد لكن له وزعة وأهل هذه الارض أعرف الناس بالله وكل ما أحاله العقل بدليله عندنا وجدناه
 في هذه الارض ممكنا قد وقع وان الله على كل شيء قدير فعلمنا ان العقول قاصرة وان الله قادر على جمع الضدين
 ووجود الجسم في مكانين وقيام العرض بنفسه وانتقاله وقيام المعنى بالمعنى وكل حديث وآية وردت عندنا ما صر فيها
 العقل عن ظاهرها وجدناها على ظاهرها في هذه الارض وكل جسم يشكل فيه الروحاني من ملك وجن وكل صورة
 يرى الانسان فيها نفسه في النوم فمن أجساد هذه الارض لها من هذه الارض موضع مخصوص ولهم رقائق مقسمة الى
 جميع العالم وعلى كل رقيقة أمين فاذا عين ذلك الامين روحا من الارواح قد امتدته صورة من هذه الصور التي بيده كسائه
 ايها كصورة دحية جبريل وبسبب ذلك ان هذه الارض مده الحق تعالى في البرزخ وعين منها وضع هذه الاجساد التي
 تلبسها الروحانيات وتمتلئ بها النفوس عند النوم وبعد الموت فنحن من بعض عالمها ومن هذه الارض طرف يدخل
 في الجنة يسمى السوق ونحن نبين لك مثالا برة امتداد الطرف الذي يلى العالم من هذه الارض وذلك ان الانسان
 اذا نظر الى السراج أو الشمس والقمر ثم حال به هدايا أجفانه بين الناظر والجسم المستقر يبصر من ذلك الجسم

السمه الى حبيب مشبه الخطوط من النور تتصل من السراج الى هيبه متعدد فاذا رفع تلك الاهداب من مقابلة الناظر
فلا يدرى يرى تلك الخطوط الممتدة تنقبض الى الجسم المستدير فالجسم المستدير مثال للموضع المعين من هذه الارض
تلك الدور والناظر مثال الاله وانه اذا تداد تلك الخطوط كمور الاجساد التي تنتقل اليها في النوم وبعد الموت وفي سوق
الجنة والى طلبها الارواح وحده كالهوى في تلك الخطوط بذلك الفصل من ارسال الاهداب الحائلة بين الناظر
والجسم التبرعثل الاستعداد وابعث تلك الخطوط عند هذه الحاله انبعث الصور عند الاستعداد واقباض الخطوط
الى الجسم التبرعثل رفع الحائل رجوع الصور الى تلك الارض عند زوال الاستعداد وليس بعد هذا البيان بيان وقد
بسطنا القول في عجائب هذه الارض وما يتعلق بها من المعارف في كتاب كبير لنا فيها خاصة انتهى الجزء الحادى عشر

• (بسم الله الرحمن الرحيم) •

(الباب التاسع) في معرفة وجود الارواح المارجية النارية

مرج النار والنبات فقامت • صورة الجن برزخا بين شيتين

بين روح مجسم ذى مكان • في حضيض وبين روح بلا أين

قائى قابل التجسم منها • طلب القوت للتغذى بلامين

والذى قابل الملائك منها • قبل القلب بالتشكل في العين

ولم هذا بطبع وقتنا بعضى • ويجازى مغالفة وهم بنارين

قال الله تعالى وخلق الجنان من نار وورد في الحديث الصحيح ان الله خلق الملائكة من نور وخلق الله
الجنان من نار وخلق الانسان مما قيل لكم فاموه عليه السلام في خلق الانسان مما قيل لكم وليقل مثل ما قال في خلق
الملائكة والجنان طليلا الاختصار فانه اولى جوامع الكلم وهذا منها فان الملائكة لم يختلف اصل خلقها ولا الجنان واما
الانسان اختلف خلقه على اربعة انواع من الخلق خلق آدم لا يشبه خلق حواء وخلق حواء لا يشبه خلق سائر بني آدم
وخلق عيسى عليه السلام لا يشبه خلق من ذكرنا فنفقد رسول الله صلى الله عليه وسلم الاختصار واحال على ما وصل اليها
من تفصيل خلق الانسان فآدم من طين وحواء من ضلع وعيسى من نفع روح وبني آدم من ماء مهين ولما أنشأ الله
الاركان الاربعة وعلا الدخان الى مقعر فلك السكواكب الثابتة وفتق في ذلك الدخان سبع سموات يرب بعضها عن
بعض وأوحى في كل سماها امرها بهد ما قدر في الارض أقواتها وذلك كله في اربعة أيام ثم قال سموات الارض اثنا
طوعا وكرها أى اجيبا اذا دعيت الى امر ما منكما مما أنتما عليه أن تبرزاه فقالا اننا بطاعتين بفعل سبعانه بين
السما والارض التبعنا ما نمنو يا نونجهما لا يريد سبعانه أن يوجد في هذه الارض من المولدات من معدن ونبات
وحيوان وجعل الارض كالا هل وجعل السماء كالبعل والسماء تاقى الى الارض من الامر الذى أوحى الله فيها كما يلقي
الرجل الماء بالجماع في المرأة تبرز الارض عند الالتقاء ما خبأه الخلق فيها من التكوينات على طبقاتها فكان من ذلك
ان الهواء المشتعل وحى الله مثل السراج وهو اشتعال النار ذلك الاله الذى هو احتراق الهواء وهو المارج وانما
سمى مارجا لانه نار مختلط بهواء وهو الهواء المشتعل فان المارج الاختلاط ومنه سمي المارج مرجا لاختلاط النبات فيه
فهو من عنصرين هو نار أعنى الجنان كما كان آدم من عنصرين ماء وتراب عجن به فحدث له اسم الطين كما حدث
لامتجاج النار بالهواء اسم المارج ففتح سبعانه في ذلك المارج صورة الجنان فيها فيه من الهواء يتشكل في أى صورة
شاء وبما فيه من النار منخف وعظم لطفه وكان فيه طلب القهر والاستبكار والدة فان النار أرفع الاركان مكانا وله
سلطان على احواله الاشياء التي تقتضيها الطبيعة وهو البسبب الموجب لكونه استكبر عن السجود لآدم عنه ما أمر الله
عز وجل تأويل آداه أن يقول أنا خير منه يعنى بحكم الاصل الذى فضل الله به بين الاركان الاربعة وما علم ان سلطان الماء
الذى خلق منه آدم أقوى منه فانه يذهب وان التراب أثبت منه للبرد واليبس فلامد القوة والسر ملنار كنين الذين

وحدده بضمها وان كان فيه رقية الاركان ولكن ليس لها ذلك السلطان وهو الهواء والنار كافي الجان من رقية
 اهل كماله وسمى مار جاو لكن ليس لها في نشأته ذلك السلطان وأعطى آدم التواضع اللطيفة بالطبع فان تكبر فلا صر
 به صيرته تبهه عنه من النارية كما يقبل اختلاف الصور في خياله وفي أحواله من الهوائية وأعطى الجان التكبر بالطبع
 فلهذا في موضع فلا صير مرض له يقبله بما فيه من الترابية كما يقبل النبات على الأغواء ان كان شيطانا والنبات على
 الطحالب ان لم يكن شيطانا وقد أخبر النبي صلى الله عليه وسلم لما تلا سورة الرحمن على أصحابه قال اني تلوته على الجن
 فكانوا أحسن استماعا منكم فكثروا يقولون ولا تشي من آلاء ربنا نكذب اذ قلت فبأي آلاء ربنا نكذب ان
 ثابتين عليه ما نزلوا عنده ما كان يقول لهم عليه السلام في تلاوته فبأي آلاء ربنا نكذب ان وذلك بما فيه من
 الترابية وبما فيه من المائية ذهبت بحمية النارية ففهم الطائع والعاصي مثلنا ولم التشكل في الصور كاللائكة وأخذ
 الله بأبصارنا عنهم فلانهم اذا شاء الله أن يكشف لبعض عباده فيراهم ولما كانوا من عالم السخافة والظلم قبلوا
 التشكيل فباير بدونه من الصور الحسية فالصورة الأصلية التي نسب اليها الروحاني انما هي أول صورة قبل عند
 ما وحيده الله ثم تختلف عليه الصور بحسب ما يراد أن يدخل فيها ولو كشف الله عن أبصارنا حتى نرى ما صورته القوة
 الصورة التي ركاها الله لتصور في خيال المتخيل منارات مع الانا فالانسان في صور مختلفة لا يشبه بعضها بعضا ولما
 نفخ الروح في اللهب وهو كثير الاضطراب لسخافته وزاده النفخ اضطرابا وغلب الهواء عليه ومعه قراره على حالة
 واحدة ظهر عالم الحان على تلك الصورة وكا وقع التماس في البشر بالقاء الماء في الرحم فكانت الذرية والتوالد في هذا
 الصف البشري الآدمي كذلك وقع التماس في الجان بالقاء الهواء في رحم الانثى منهم فكانت الذرية والتوالد في
 صف الجان وكان وجودهم باقوس وهو ناري هكذا ذكر الوارد حفظه الله فكان بين خالق الجان وخلق آدم ستون
 ألف سنة وكان ينبغي على ما يزعم بعض الناس أن ينقطع التوالد من الجان بعد انقضاء أربعة آلاف سنة وينقضي
 التوالد من البشر بعد انقضاء سبعة آلاف سنة ولم يقع الامر على ذلك بل الامر راجع الى ما يريد الله فالتوالد في الجن
 الى اليوم باق وكذلك فينا فتحقق بهذا كم لآدم من السنين وكم بقي الى انقضاء الدنيا وفناء البشر عن ظهرها وانقلاهم
 الى الدار الآخرة وليس هذا عند الراسخين في العلم وانما قال به ضرورة لا يعتمد بقوله فاللائكة أرواح منفوخة في
 أنوار والجان أرواح منفوخة في رياح والاناس أرواح منفوخة في أشباح ويقال انه لم يفصل عن الموجود الاوّل من
 الحان أني كما فصلت حواء من آدم قال بعضهم ان الله خلق للوجود الاول من الجان فرجاني نفسه فنكح به منه بيضة
 فولد مثل ذرية آدم ذكرانا وانثى ثم نكح بعضهم بعضا فكان خلقه خنثى ولذلك هم الجان من عالم البرزخ لهم شبه
 بالبشر وشبه باللائكة كخنثى يشبه الذكر ويشبه الانثى وقد روينا في أخبار بنيانهم من الاخبار عن بعض أئمة الدين انه
 رأى رجلا ومع ولدان وكان خنثى الواحد من ظهره والآخرون بطنه نكح فولد له ونكح فولدوسمى خنثى من
 الاغاث وهو الاسترخاء والرخاوة وعدم القوة والشدة فلم تقويه قوة الذكورية فيكون ذكرا ولم تقويه قوة الانوثة
 فيكون أنثى فاسترخى عن هاتين القوتين فسمي خنثى والله أعلم ولما غلب على الجان عنصر الهواء والنار لذلك كان
 غداؤهم ما يعمل الهواء مما في العظام من الدم فان الله جعل لهم فيهارزقا فاننا شاهد جواهر العظم وما يعمل من اللحم
 لا ينتقص منه شيء فعلمنا قطعا ان الله جعل لهم فيهارزقا ولهذا قال النبي صلى الله عليه وسلم في العظام انها زوايا اخوانكم
 من الجن وفي حديث ان الله جعل لهم فيهارزقا وأخبرني بعض المكاشفين انه رأى الجن يأتون الى العظم فيشمنونه
 كأنهم السباع ثم يرجعون وقد أخذوا رزقهم وغداؤهم في ذلك الشئ فسبحان اللطيف الخبير وأما اجتماع بعضهم
 ببعض عند النكاح فالتواء مثل ما تبصر الدخان الخارج من الأنون أو من فرن الفخار يدخل بعضه في بعضه فيلتد كل
 واحد من الشخصين بذلك التداخل ويكون ما يلقونه كلفاح النخلة بمجرد الرائحة كغداؤهم سواء وهم قبائل وعشائر
 وقد ذكرناهم محصورون في اثني عشرة قبيلة أصولا ثم ينفرعون الى اخذ وقتع بينهم حروب عظيمة وبعض الزواجر
 قد يكون عين حريمهم فان الزوجة تقابل برحين تمنع كل واحدة صاحبتها أن تخسر فيها فيؤدي ذلك المنع الى الدور

المشهود في القبر في الحس التي آثارها تقابل الرعين المتنادين قتل ذلك يكون حرمهم وما كل زو بعة حرمهم وحدت
 عمر والجني حداته مشهورة مروية وقته في الزو بعة التي أبصرت فاحشعت عنه وهو على الموت فالبث ان مات وكان
 عبدا صالحا من الجن ولو كان هذه الكتاب مبناه على ايراد أخبار وحكايات لانه كونا متطابقا وانما هذا كتاب علم
 المعاني فلينظر حكاياتهم في نواريج الادب وأشعارهم ثم نرجع ونقول وان هذا العالم الروحاني اذا تشكل وظهر في
 صورة حسية بقبده البصر بحيث لا يقدر ان يخرج عن تلك الصورة مادام البصر ينظر اليه بالخاصية ولكن من
 الانسان فاذا قيده ولم يبرح ناظر اليه وليس له موضع يتوارى فيه ما ظهر له هذا الروحاني صورة جعلها عليه كالستر ثم تخيل
 له منى تلك الصورة الى جهة مخصوصة فيقبدها بصره فاذا تبعها بصره خرج الروحاني عن تقييده فغاب عنه وبقيته
 نزول تلك الصورة عن نظر الناظر الذي اتبعها بصره فانها للروحاني كالنور مع السراج المنتشر في الزوايا نوره فاذا غاب
 جسم السراج فقد ذلك النور فهكذا هذه الصورة فن يعرف هذا ويجب تقييده لا يتبع الصورة بصره وهذا من
 الاسرار الالهية التي لا تعرف الا بتعريفاته وليست الصورة غير عين الروحاني بل هي عينه ولو كانت في الفمكان أو في
 كل مكان ومختلفة الاشكال واذا اتفق قتل صورة من تلك الصور وماتت في ظاهر الامر انتقل ذلك الروحاني من الحياة
 الدنيا الى البرزخ كانتقل عن الموت ولا يبقى له في عالم الدنيا حديث مثلنا سواء ونسى تلك الصور المحسوسة التي تظهر
 فيها الروحانيات اجسادا وهو قوله تعالى وألقينا على كرسيه جسدا وقوله وما جعلناهم جسدا لايأكلون الطعام
 والفرق بين الجن والملائكة وان اشتركا في الرومانية ان الجن غذاءهم ما جعله الاجسام الطبيعية من المطاعم
 والملائكة ليست كذلك ولهذا كراهة في قصة ضيف ابراهيم الخليل فلما رأى أيديهم لاتصل اليه فكرمهم يعني
 الى الجبل الخفيف لايأكلون منه وخاف وحين جاء وقت انشاء عالم الجن توجه من الامناء الذين في الفلك الاول من
 الملائكة ثلاثة ثم اخذوا من نوابهم من السماء الثانية ما يحتاجون اليه منهم ثم نزلوا الى السموات فاخذوا
 من النواب اثنين من السماء الثانية والسادسة من هناك ونزلوا الى الاركان فهبطوا الى النخل واتبعهم ثلاثة آخر من الامناء
 واخذوا من الثانية ما يحتاجون اليه من نوابهم ثم نزلوا الى السماء الثالثة والخامسة من هناك فاخذوا ملكين ومروا
 بالسماء السادسة فاخذوا نائبا آخر من الملائكة ونزلوا الى الاركان ليكملوا التسوية فزلت الستة الباقية واخذت ما بقي
 من النواب في السماء الثانية وفي السموات فاجتمع الكل على تسوية هذه النشأة باذن العليم الحكيم فلما تمت نشأته
 واستقامت بنيت توجه الروح من عالم الامر فنفتح في تلك الصورة وحاسرت فيه بوجودها الحياة فقام ناطقا بالحمد والثناء
 لمن اوجده جلة جبل عليها وفي نفسه عزة وعظمة لا يعرف سببها ولا على من يعترفها اذ لم يكن ثم مخلوق آخر من عالم
 الطالع سواه فبقى عبد الرب مصلحا على عزه متواضعا لربه يتوجه بما يعرض له مما هو عليه في نشأته الى ان خلق
 آدم فلما رأى الجن صورته غلب على واحد منهم اسمه الحارث فبض تلك النشأة ونجمهم وجهه لرؤية تلك الصورة الالهية
 وظهر ذلك منه خلفه فقتبوه لتلك الماراة وعليه من القم والحزن لها فلما كان من أمر آدم ما كان أظهر الحارث
 ما كان يحقد في نفسه منه وأرى عن امتثال أمر خالقه بالسجود لآدم واستكبر على آدم بنشأته فافتخر بأصله وغاب عنه
 سرفرة الماء الذي جعل الله منه كل شيء حي ومنه كانت حياة الجن وهم لا يشعرون وتأمل ان كنت من أهل انهم
 قوله تعالى وكان عرشه على الماء لحى العرش وما حوى عليه من المخلوقات وان من شيء الا يسبح بحمده بغناه
 بالكرة ولا يسبح الا حي ورد في الحديث الحسن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الملائكة قالت يلرب في حديث
 طويل هل خلقت شيئا أشد من النار قال نعم الماء فجعل الماء أقوى من النار فلو كان عنصر الهواء في نشأة الجن غير
 مشتعل بالنار لكان الجن أقوى من بني آدم فان الهواء أقوى من الماء فان الملائكة قالت في هذا الحديث يلرب فهل
 خلقت شيئا أشد من الماء قال نعم الهواء ثم قالت يلرب فهل خلقت شيئا أشد من الهواء قال نعم ابن آدم الحديث فجعل النشأة
 الانسانية أقوى من الهواء وجعل الماء أقوى من النار وهو النضر الاعظم في الانسان كما ان النار النضر الاعظم في
 الجن ولهذا قال في الشيطان ان كيد الشيطان كان ضعيفا فلم ينسب اليه من القوة شيئا ولم رد على العزيز في قوله

ان كيد كن عظيم • ولأ كذبه مع ضعف عقل المرأة عن عقل الرجل فان النساء باقمات عقل فاطنك بقوة الرجل •
 وسبب ذلك ان النساء الانسانية تعطي التؤدة في الامور والاياة والفكر والتدبير لطيفة المنصر من الماء والتراب على
 مزاجه فيكون وافر العقل لان التراب يشطو ويمسكه واليد يلينمو يسهله والجن ليس كذلك فانه ليس اعقله ما يمكنه
 عليه ذلك الامساك الذي للانسان • ولهذا يقال فلان خفيف العقل وسخيف العقل اذا كان ضعيف الرى • الحاجة
 وهذا هو نعت الجن وبه ضل عن طريق الهدى خلفه عقله وعدم ثبته في نظره فقال أنا خير منه فجمع بين الجهل وسوء
 الادب خلفته فن عصى من الجن كان شيطانا أى مبعودا من رحمة الله • وكان أول من سمى شيطانا من الجن الحارث
 فابله الله أى طرده من رحته وطرده الرحمة عنه • ومنه تفرعت الشياطين باجمعها فمن آمن منهم مثل هامة بن الهمام بن
 لافيس بن ابليس التحق بالمؤمنين من الجن ومن بقى على كفره كان شيطانا • وهي مثله خلاف بين علماء الشريعة
 فقال بعضهم ان الشيطان لا يسل أبدا • وتقول عليه السلام في شيطانه وهو القربى الموكل به ان الله أعانه عليه فاسلم
 روى برفع الميم وفتحها أى فأتول هذا القاتل الرفع بأنه قال فاسلم منه أى ليس له على سبيل وهكذا أتول المخالف وتناول
 الفتح فيه على الانقياد قال فعناه انقاد مع كونه عدا فاهو بعينه لا يامرني الا بخير جبر من الله وعصية لرسول الله صلى
 الله عليه وسلم وقال المخالف معنى فاسلم بالفتح أى آمن بالله كما يسل الكافر عند تافير جمع مؤنثا وهو الاولى والاوجه
 وأ كثر الناس يزعمون انه أول الجن بمنزلة آدم من الناس وليس كذلك عندنا بل هو واحد من الجن وان الاول فيهم
 بمنزلة آدم في البشر انما هو غيره • ولذلك قال الله تعالى الابليس كان من الجن أى من هذا الصنف من الخلق • كما
 كان قاييل من البشر وكتبه الله شقيفا فهو أول الاشقياء من البشر والييس أول الاشقياء من الجن وعذاب الشياطين من
 الجن في جهنم أكثر ما يكون بالزعم • ولا بالحرور وقد يعذب بالنار وينزل آدم أكثر عذابهم بالنار ووقفت يوما على
 عجول انقل من الاولياء وعيناه تدمعان وهو يقول للناس لا تقفوا مع قوله تعالى لأملأن جهنم منك لابليس فقط
 بل انظروا في اشارته سبحانه لكم بقوله لابليس جهنم منك فانه مخلوق من النار فيود لعنه الله إلى أصله وان عذب به
 فعذاب القهار بالنار أشد فتحفظوا فانظر هذا الولي من ذكر جهنم النار خاصة وغفل عن ان جهنم اسم لحرورها
 وزمهريرها ويجعلها سميت جهنم لانها كريمة المنظر والجهنم السحاب الذي قد هرق ماءه والقيت رحمة الله فلما
 أزال الله القيث من السحاب بازع الماء على اسم الجهنم لزال الرحمة كذلك الرحمة أزالها الله
 من جهنم فكانت كريمة المنظر والمخير وسميت أيضا جهنم ليدفعها يقال كريمة جهنم اذا كانت بعيدة القعر نال
 الله العظيم لنا والمؤمنين الامن منها ويكفي هذا القدر من هذا الباب

الباب العاشر

في معرفة دورة الملك وأول منفصل فيها عن أول موجود وآخر منفصل فيها عن آخر منفصل عنه • وماذا عمر الموضع
 المنفصل عنه منهما ونميد الله هذه المملكة حتى جاء ملكها وامر نبيه العالم النبي بين عيسى ومحمد عليهم ما السلام
 وهو زمان الفترة

- الملك لولا وجود الملك ما عرفا • ولم تكن صفة مما به وصفا
- فدورة الملك برهان عليه • قد التفت طرفاها هكذا كشافا
- فكان آخرها كمثل أولها • وكان أولها عن سابق سلفا
- وهند ما كملت بانتم قام بها • مليكها سيد الله معتقفا
- أعطاه خالقه فضلا معارفها • وما يكون وما قد كان وانصرفا

اعلم أيديكم انه ورد في الخبر ان النبي صلى الله عليه وسلم قال أنا سيد ولد آدم ولا نظر إلى امر في رواية بالزاي وهو التبع
 بالباطل وفي صحيح مسلم أنا سيد الناس يوم القيامة فتبث له السيادة والشرف على أبناء جنسه من البشر وقال عليه
 السلام كنت نبيا وآدم بين الماء والطين يريد على علم بذلك فآخبره الله تعالى بمرتبته وهو روح قبل إيجاد الاجسام

الانسانية كما أخذ الميثاق على بني آدم قبل إجماعهم وألحقنا الله تعالى بأنبيائه بأن جعلنا شاهداهم على أنفسهم مهم
حين يبعث من كل أمة شهيد عليهم من أنفسهم وهم الرسل فكانت الانبياء في العالم نوابه صلى الله عليه وسلم من آدم إلى
آخر الرسل عليهم السلام وقد أتى الله صلى الله عليه وسلم عن هذا المقام بأمور منها قوله صلى الله عليه وسلم والله لو كان موسى
حيما وسد الان نبيي وقوله في نزول عيسى بن مريم في آخر الزمان انه يؤمن أي يحكم فينا بسنة نبينا عليه السلام
ويكسر الصليب ويقتل الخنزير ولو كان محمد صلى الله عليه وسلم قد بعث في زمان آدم لكانت الانبياء وجميع الناس تحت
حكم شرعته إلى يوم القيامة حسا ولهذا لم يبعث عامة الالهة وخاصة فهو الملك والسيد وكل رسول سواه بعث إلى قوم
مخصوصين فلم يبعث رسالة أحد من الرسل سوى رسالته صلى الله عليه وسلم في زمان آدم عليه السلام إلى زمان بعث محمد
صلى الله عليه وسلم إلى يوم القيامة ملكه وتقدمه في الآخرة على جميع الرسل وسيادته فمخصوص على ذلك في الصحيح عنه
فرواياته صلى الله عليه وسلم موجودة وروحانية كل نبي ورسول فكان الامداد بأبي اليهم من تلك الروح الطاهرة
بما يظهرون به من الشرائع والعلوم في زمان وجودهم ورسالاتهم بغيره الشرائع كعلي ومعاذ وغيرهما في زمان وجودهم
ووجوده صلى الله عليه وسلم وكالباس وخضر عليهما السلام وعيسى عليه السلام في زمان ظهوره في آخر الزمان كما
بشرع محمد صلى الله عليه وسلم في أمته المقرر في الظاهر لكن لما لم يتقدم في عالم الحس وجود عنه صلى الله عليه وسلم أولا
نسب كل شرع إلى من بعث به وهو في الحقيقة شرع محمد صلى الله عليه وسلم وان كان مفقود العين من حيث لا يعلم ذلك
كما هو مقتضى الدين الآن وفي زمان نزول عيسى عليه السلام والحكم بشرعه وأما نسخ الله بشرعه جميع الشرائع فلا
يخرج هذا النسخ ما تقدم من الشرائع أن يكون من شرعه فان الله قد أشهدنا في شرعه الظاهر المنزل به صلى الله عليه
وسلم في القرآن والسنة النسخ مع اجاءنا واتفاقنا على أن ذلك المنسوخ شرعه الذي بعث به الانبياء فمما نسخ بالآخر المتقدم
فكان تدبيره هذا النسخ الموجود في القرآن والسنة على أن نسخ جميع الشرائع المتقدمة لا يخرجها عن كونها شرعا
له وكان نزول عيسى عليه السلام في آخر الزمان كما بغير شرعه أو بعضه الذي كان عليه في زمان رسالته وحكمه
بالشرع انعمى الأمر اليوم دايلا على أنه لا حكم لاحد اليوم من الانبياء عليهم السلام مع وجود ما قرره صلى الله عليه
وسلم في شرعه ويدخل في ذلك ما هم عليه أهل السنة من أهل الكتاب ما داموا يعطون الجزية عن يدهم صاغرون فان
حكم الشرع على الاحوال يخرج من هذا المجموع كله انه ملك وسيد على جميع بني آدم وان جميع من تقدمه كان ملكا
له وتبعوا واحدا يكون فيه نواب عنه فان قيل فقول صلى الله عليه وسلم لا تغفلوا في الجواب عن ما فضلنا به الله فضله
فان ذلك ليس لنا وان كان قد ورد أولئك الذين هدى الله فبهداهم اقتده لما ذكر الانبياء عليهم السلام فهو صحيح
فانه قال فبهداهم وهداهم من الله وهو شرعه صلى الله عليه وسلم أي ألزم شرعك الذي ظهر به نوابك من إقامة الدين
ولا تنفر فوافيه فلم يقل فبهم اقتده وفي قوله ولا تنفر فوافيه تنبيه على أحدية الشرائع وقوله اتبع ملأ ابراهيم وهو
الدين فهو ما ورثه باتباع الدين فان الدين انما هو من الله لا من غيره وانظر رافى قوله عليه السلام لو كان موسى حيا
ما وسد الان نبيي يعني فاضاف الانباع اليه وأمره صلى الله عليه وسلم باتباع الدين وهدى الانبياء لاهم فان الامام
الاعظم اذا حضر لا يبق نائب من نوابه حكم الاله فاذا غاب حكم النواب بمراسمته فهو الحاكم غيا وشهادة وما أوردنا
هذه الاخبار والتنبيهات الا أننا نسال ان يعرف هذه المرتبة من كشفه ولا أعلم الله على ذلك من نفسه وأما أهل الله
فهم على ما نحن عليه فقد قامت لهم شواهد التحقيق على ذلك من عند ربهم في شروهم وان كان يتصور على جميع
ما أوردنا في ذلك احتمالات كثيرة فذلك راجع إلى ما تعطله الالفاظ من القوة في أصل وضعها لاهم عليه الامر في
نفسه عند أهل الادواق الذين يأخذون العلم عن الله كالخضر وأمثاله فان الانسان ينطق بالكلام بربيه معنى واحدا
مثلا من الله في التي يتضمنها ذلك الكلام وقد افسر بغير مقصود انتم كما من تلك المعاني فالتفسير المفسر بعض تعاطيه
قوة اللفظ وان كان لم يصعب مقصود التمسك بالآراء الصحابة كيقشع عليهم قوله تعالى الذين آمنوا ولم يلبسوا ايمانهم
بظلم فاني به نكرة فقالوا وانا لم يلبس ايمانه بظلم فهو لاهم الصحابة وهم العرب الذين نزل القرآن بلسانهم ما عرفوا

مقصود الحق من الآية والذي نظره ما منع في الكلمة غير متكور فقال لهم النبي صلى الله عليه وسلم اس الامر كما كنتم
وانما اراد الله بانظلم هنا ما قال انما ان ابنه وهو يعظه ما ينبغي لا تشرك بالله ان الشرك لظلم عظيم فقوله "كلمة نعم كل حم
وقصد المتكلم انما هو ظلم معين مخصوص فكذلك ما وردناه من الاخبار في ان بني آدم سوفوا وملك هذه السيد محمد صلى
الله عليه وسلم هو المقصود من طريق الكشف كما كان الظلم هناك المقصود من المتكلم به التشرك خاصة ولذلك
تتقوى التفاسير في الكلام بقرائن الاحوال فانها الميزة للعاني المقصودة للتكلم فكيف من عنده "الكشف الالهي"
والعلم الذي الرباني فينبغي للعاقل المصفى ان يسلط هؤلاء القوم ما يخبرون به فان صدقوا في ذلك فذلك الظن بهم
وانصفوا بالتسامح حيث لم يرد المسلم ما هو حق في نفس الامر وان لم يصدقه والمبصر المسلم بل اتفقوا حيث تركوا الخوض
فيما ليس لهم به قطع وردوا على ذلك الى الله تعالى فوفوا الربوبية حقها ذلك ان ما قاله اولياء الله محكما تسليما أولى بكل وجه
وهذا الذي نزعنا اليه من دورة الملك قال به غيرنا كالامام أبي القاسم بن قسي في خلعه وهو روي انما عن ابنه عنه وهو من
سادات القوم وكان شيخه الذي كشف له على يده من اكب شيوخ الغرب يقال له ابن خليل من اهل بلخ فنعن
ما نعتد في كل ما نذكره الاعلى ما ياتي الله عندهنا من ذلك لاعلى ما نعتد له الانفاظ من الوجوه وقد تكون جميع
المحصلات في بعض الكلام مقصودة للتكلم فقولها كلفا دورة الملك عبارة عما هيده الله من آدم الى زمان محمد صلى
الله عليه وسلم من الترتيبات في هذه النشأة الانسانية بما ظهر من الاحكام الالهية فيها فكانوا اخلاء الخليفة السيد قائل
موجود ظهر من الاجسام الانسانية كان آدم عليه السلام وهو الاب الاول من هذا الجنس وسائر الآباء من الاجناس
يا في بعد هذا الباب ان شاء الله وهو اول من ظهر بحكم الله من هذا الجنس ولكن كافر رناه ثم فصل عنه باثبات اسماء
أضافه هذه الاب الاول الدرجة عليها لونه أصلا لها ختم الزواب من دورة الملك بمثل ما به بدأ ليه على ان الفضل
بيده الله وان ذلك الامر ما اقتضاه الاب الاول لانه ما وجد عيسى عن مريم فتزلت مريم منزلة آدم ونزل عيسى منزلة
حواء فكما وجدت اني من ذكروا جد ذكر من اني ختم بمثل ما به بدأ في ايجاد ابن من غير اب كما كانت حواء من غير
أم فكذلك عيسى وحواء اخوان وكان آدم ومريم ابوان لهما ان مثل عيسى عنده الله كمثل آدم فوقع التشبيه في
عدم الابوة لانه كرامة من أجل انه نصبه دليلا لعيسى في براءة أمته ولم يوقع التشبيه بحواء وان كان الامر عليه لكون
المرأة محل النعمة لوجود الحمل اذ كانت محلا لموضوع الولادة وايس الرجل محل لتلك والمقصود من الادلة ارتفاع
الشكوك وفي حواء من آدم لا يقع الالتباس لكون آدم ليس محلا لمصدر عنه من الولادة وهذه الايكون دليلا لا عند
من ثبت عنده وجود آدم وتكوينه والتكوين منه وكما لا يبعد ابن من غير اب كذلك لا يبعد من غير أم فائت من
طريق المعنى ان عيسى كحواء ولكن لما كان الدخل بطرق في ذلك من المنكر لكون الانثى كافلا محلا لمصدر عنها
ولذلك كانت النعمة كان التشبيه بآدم لحصول براءة مريم مما يمكن في العادة فظهر عيسى من مريم من غير اب
كظهر حواء من آدم من غير أم وهو الاب الثاني ولما انفصلت حواء من آدم عمر موضعها من الشهوة النكاحية اليها
التي وقع بها الفتيان لظهور التناسل والتولد وكان الهواء الخارج الذي عمر موضع جسم حواء عند خروجها اذا خلاه
في العالم فطلب ذلك الجزء الهوائي موضعه الذي أخذته حواء بشخصتها فرك آدم لطلب موضعه فوجد معمر ورجع حواء
فوقع عليها فالتفتاها حاجت منه فجاءت بالثيرة فبقي ذلك سنة جارية في الحيوان من بني آدم وغيره بالطبع لكن
الانسان هو الكلمة الجامعة ونسخة العالم فكل ما في العالم جزء منه وليس الانسان يجزء لواحد من العالم وكان سبب هذا
الفصل وايجاد هذا المنفصل الاول طلب الانس بالمشاكل في الجنس الذي هو النوع الاخص وليكون في عالم الاجسام
بهذا الاتحاط اعطى الانساني الكامل بالصوره الذي اراده الله ما يشبه القلم الاعلى والروح المحفوظ الذي يبرع به
بالعقل الاول والنفس الكل واذاقت القلم الاعلى ففطن للاشارة التي تتضمن الكتاب وقصد الكتابة فيقوم معك
معنى قول الشارع ان الله خالق آدم على صورته ثم عبارة الشارع في الكتاب العزيز في ايجاد الاشياء عن كثر فاني
بحرفين الذين هما بمنزلة القدمين وما يكون عند كثر بالنتيجة وهذا ان الحرفان هما الظاهران والثالث الذي هو

الرابطة بين المقدمتين خفي في كن وهو الواو المحذوف لاشتقاق كنين كذلك اذا التقي الرجل واسرا لم يسمى ثاقم
عين ظاهرة فكان الغناء النطق في الرحم غيبا لانه مر ولهذا عبر عن التكاثر باسم في السرافة الى ركن
لانواعه وهن سرا وكذلك عند الالقاء يسكن عن الحركة ويمكن اخفاء القلم كما خفي الحرف الثالث الذي هو و
من كن للسا كنين وكان الواو الاول له العلولا متولعا عن الرفع وهو اشباع الضمة وهو من حروف العلة وهذا الذي
ذكرناه انما هو اذا كان الملك عبارة عن الاناسي خاصة فان نظرا الى سيادته على جميع ماسوى الحق كذهاب اليه
بعض الناس للحديث المروي ان الله يقول لولاك يا محمد ما خلت سماء ولا ارضا ولا جنة ولا مارا ودعاني كل
ماسوى الله فيكون اول منفصل فيها النفس السكية عن اول وجود وهو العقل الاول وآخر منفصل فيها حق الله عن آخر
موجود آدم فان الانسان آخر موجود من اجناس العالم فانه مأمم الاسنة اجناس وكل جنس تحتها انواع وتحت الانواع
انواع فالجنس الاول الملك والثاني الحيوان والثالث المعدن والرابع النبات والخامس الحيوان وانتهى الملك
وتهد واستوى وكان الجنس السادس جنس الانسان وهو الخليفة على هذه المملكة وانما وجد آخره ليكون اماما
بالفعل حقيقة لا بالاحياء وقوة فعند ما وجد عينه لم يوجد الا بالسلطان مملووظا ثم جعل له نوابحين تأخرت نشأة
جسده فاول نائب كان له وخليفة آدم عليه السلام ثم ولدوا واصل النسل وعين في كل زمان خلفاء الى ان وصل زمان
نشأة الجسم الطاهر محمد صلى الله عليه وسلم فظهر مثل الشمس الباهرة فادرج كل نور في نور الساطع وغاب كل حكم في
حكمه وانقادت جميع النرائع اليه وظهرت سيادته التي كانت باطنة فهو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو
بكل شئ عليم فانه قال اذيت جوامع الحكام وقال عن ربه ضرب بيده بين كتي قوجدت بردا نمله بين يدي قد علمت
علم الاولين والآخرين فحصل له الخلق والنسب الالهي من قوله تعالى عن نفسه هو الاول والآخر والظاهر
والباطن وهو بكل شئ عليم وجاءت هذه الآية في سورة الحديد الذي فيه بأس شديد ومنافع للناس فذلك بحث
بالسيف وأرسل رحمة للعالمين وكل منفصل عن شئ فقد كان عامرا لماعنه انفصل وقد قلنا انه لا خلا في العلم فمعر
موضع انفصاله بظله اذ كان انفصاله الى النور وهو الظهور فلما قابل النور بذاته امتد ظله فموضع انفصاله لم يفقده
من انفصل عنه فكان مشهودا لمن انفصل اليه وشهودا لمن انفصل عنه وهو المعنى الذي اراده القائل بقوله (شهدتك
موجودا بكل مكان) فمن أسرار العالم انه ما من شئ يحدث الا وله ظل يسجد له ليقوم بعبادته به على كل حال سواء
كان ذلك الامرا الحادث مطيعا وعاصيا فان كان من اهل الموافقة كان هو وظله على السواء وان كان مخالفا ما بظله
منافيه في الطاعة قال الله تعالى وظلالهم بالندو والآصال السلطان ظل الله في الارض اذ كان ظهوره بمجده صور
الاسماء الالهية التي لها اثر في عالم الدنيا والعرش ظل الله في الآخرة فالظلال ابدان تابعة للصورة المنبثقة عنها احاسا ومعنى
فالخس قاصر لا يقوى قوة الظل المعنوي للصورة المعنوية لانه يستدعي نور امقيدا لماني الخس من النفيد والضيق
وعدم الاتساع ولهذا نهى على الظل المعنوي اجابه في الشرع من أن السلطان ظل الله في الارض فبيان لك ان
بالظلال عمرت الاما كن فينا قد ذكرنا طرعا مما يليق بهذا الباب ولم نمن فيه عمق الطويل وفيما أوردناه كفاية
لمن تنبه ان كان ذاهبا عليهم وتذكره لمن شاهد وعلم واشتغل به هو أعلى أو غفل به هو أنزل فيرجع الى ما ذكرناه
عندما ينظر في هذا الباب

فصل وأما مرتبة العالم الذي بن عيسى عليه السلام ومحمد صلى الله عليه وسلم وهم اهل الفقرة فهم على مراتب
مختلفة بحسب ما يتجلى لهم من الاسماء عن علم منهم بذلك وعن غير علم ففهم من وحدانية ما تجلى لقلبه عند فكره وهو
صاحب الدليل فهو على نور من به يخرج باون من أجل فكره فهذا يبحث أمه وحده كشمس بن ساعدة وأمثاله فانه
ذكر في خطبته ما يدل على ذلك فانه ذكر الخلوقات واعتباره فيها وهذا هو الفكر ومنهم من وحدانية بنور وجوده في قلبه
لا يرفع على دفعه من غير فكرة ولا روية ولا نظر ولا استدلال فهم على نور من بهم خالص غير مختزج يكون في ولاء
محضون أحمياء أبرياء ومنهم من أتى في نفسه راطلع من كشفه لشدته نور وصفاء سرته مخلوص يقينه على منزلة محمد

صلى الله عليه وسلم وسيادته وعموم رسالته باطنا من زمان آدم الى وقت هذا المكاشف فان بهى علم الغيب على شهادة
منه وبينه من ربه وهو قوله تعالى ائن كان على بينة من ربه وبناؤه شاهد منه يشهد له في قلبه بصديق ما كوشف به
فهذا يحشر يوم القيامة في ضا ان خلقه وفي باطنية محمد صلى الله عليه وسلم ومنهم من تبع ملة حق فمن تقدمه كمن نهى
أو تنصرا واتبع ملة ابراهيم أو من كان من الانبياء لما علم واعلم انهم رسل من عند الله يدعون الى الحق لطائفة مخصوصة
فتبهم وآمن بهم وسلك سنتهم فخرم على نفسه ما حرمه ذلك الرسول ونعبد نفسه مع الله بشريعته وان كان ذلك ليس
بواجب عليه اذ لم يكن ذلك الرسول مبعوثا اليه فهذا يحشر مع من تبعه يوم القيامة ويميز في زمرة في ظاهره اذ كان
شرع ذلك النبي قد تقرر في الظاهر ومنهم من طاع في كتب الانبياء شرف محمد صلى الله عليه وسلم ودينه وتوابعه من
اتبه فآمن به وصديق على علم وان لم يدخل في شرع نبي ممن تقدموا في مكارم الاخلاق فهذا ايضا يحشر في المؤمنين
بمحمد صلى الله عليه وسلم لافي العالمين ولكن في ظاهره صلى الله عليه وسلم ومنهم من آمن بنبيه وأدرك نبوة محمد
صلى الله عليه وسلم فآمن به فلها اجران وهؤلاء كلهم سعداء عند الله ومنهم من عطل فلم يقر بوجوده عن نظر قاصر ذلك
التصور هو بالنظر اليه غاية قوته لضعف في مزاجه عن قوة غيره ومنهم من عطل لاعتن نظر بل عن تقليد فذلك شقي
مطلق ومنهم من أشرك عن نظر اخطأ فيه طريق الحق مع بذل المجهود الذي تعطيه قوته ومنهم من أشرك لاعتن
استقصاء نظر فذلك شقي ومنهم من أشرك عن تقليد فذلك شقي ومنهم من عطل بعد ما أثبت عن نظر بالغ فيه أفعى
القوة التي هو عليها لضعفها ومنهم من عطل بعد ما أثبت لاعتن استقصاء في النظر أو تقليد فذلك شقي فهذه كلها مراتب
أهل الفترة الذين ذكرناهم في هذا الباب

الباب الحادى عشر في معرفة آياتنا العلويات وآماتنا السفليات

أنا ابن آباء ارواح مطهورة • وأمها تنفسوس عنصريات
مابين روح وجسم كان ظهرا • عن اجتماع بتعنيق ولذات
ما كنت عن واحد حتى أوحده • بل عن جماعة آباء وأمات
هم لآله اذا حققت شأنهم • كما صنع صنيع الاشياء بالآلات
فنسبة الصنع للتجار ليس لها • كذلك أوجدنا رب البريات
فيمدق الشخص في توحيد موجد • ويمدق الشخص في اثبات علات
فان نظرت الى الآلات طال بنا • استناد عنضة حتى الى الذات
وان نظرت اليه وهو يوجدنا • قلنا بوحسبته لا بالجماعات
اى ولدت وحيد العين منفردا • والناس كلهم أولاد علات

اعلم أيديك الله انه لما كان انقصود من هذا العالم الانسان وهو الامام لذلك أضفنا الآباء والامهات اليه فقلنا آباءنا
العلويات وأمها تننا السفليات فكل مؤثر أب وكل مؤثر فيه أم هذا هو الصابط لهذا الباب والمتولد بينهم من ذلك الاثر
يسمى ابنا ومولدا وسكن ذلك المعاني في انتاج العالوم انما هو بمقتضى تنكح احدهما الاخرى بالمفرد والواحد الذى
يتكرر فيه ما هو الرابط وهو التنكاح والنتيجة التي تصدر بينهما هي المطلوبة فالارواح كلها آباء والطبيعة أم لما كانت
عمل الاستحالات وتوجه هذه الارواح على هذه الاركان التي هي العناصر اذ لا للتغير والاستحالة تظهر فيها
المولدات وهي المعادن والنبات والحيوان والجان والانسان اكملها وكذلك جاء شرعا كمال الشرائع حيث جرى
مجرى الحقائق السكينة فأوتى جامع الكام واقتصر على أربع نسوة وحرّم ما زاد على ذلك بطريق التنكاح الموقوف
على العقد فلم يدخل في ذلك ملك الميمن ونباح ملك الميمن في مقابلة الامر الخامس الذى ذهب اليه بعض العلماء كذلك
الاركان من عالم الطبيعة أربعة وبنكاح العالم العلوى لهذه الاربعه يوجد ساداتها متولد فيها واختلافوا في ذلك على سنة
مذاهب (فلانقة) زعمت ان كل واحد من هذه الاربعه أصل في نفسه وقالت طائفة ركن النار هو الاصل

فما كُشف منه كان هو وما كُشف من الهواء كان ماء وما كُشف من الماء كان تراباً وقالت طائفة ركن الهواء هو الاصل
فما كُشف منه كان باراً وما كُشف منه كان ماء وقالت طائفة ركن الماء هو الاصل وقالت طائفة ركن التراب هو
الاصل وقالت طائفة الاصل امر خامس ليس واحداً من هذه الاربع وهذا هو الذي جعلناه بمنزلة ملك لجميع فعمت
شرعاً في السكاح ثم انما ذهب لينسج فيها جميع المذهب وهذا المذهب بالاصل الخاء هو الصحيح عندنا وهو
السمي بالطبيعة فان الطبيعة معقولة واحدة عنها ظهر ركن النار وجميع الاركان فيقال ركن النار من الطبيعة ما هو عنها
ولا يصح أن يكون المجموع الذي هو عين الاربع فان بعض الاركان متافر لا خور بالكلية وبعضها متافر فغيره بأمر
واحد كالنار والماء متافران من جميع الوجود والهواء والتراب كذلك ولهذا رتبنا الله في الوجود ترتيباً حكماً لا لاجل
الاستعدادات فلو جعل الماء في ركن النار والارض في ركن الماء والسم في ركن الهواء لم يكن ركن النار والجامع
بينهم الحرارة وجعل الماء في الهواء والجامع بينهما الرطوبة وجعل التراب في الماء والجامع بينهما اللزوجة فالحيل أب
والمنحيل أم والادوية في السكاح والادوية في السكاح والادوية في السكاح والادوية في السكاح والادوية في السكاح
في فهم السامع ابن فكل أب علوي فانه مؤثر وكل أم سفلية فانه مؤثر فيها وكل نسبة بين جامعة في السكاح ونوجبه وكل
نتيجة ابن ومن هنا فهم قول المتكلم ان يريد قيامه فم يقبوم المراد بانقيام عن اثر لفظه فم فان لم يقم السامع وهو أم بلا
شك فوعقيم واذا كان عقيباً فليس بأن في تلك الحالة وهذا الباب انما يختص بالانتهات قال الآباء العلوية معلوم وأول
الانتهات السفلية شبهة المعدوم الممكن وأول نكاح المقصد بالامر وأول ابن وجود عين تلك الشبهة التي ذكرناها هذا
أب ساري الابوة وذلك أم سارية الامومة وذلك النكاح ساري كل شيء والنتيجة دائمة لانه قطع في حق كل ظاهر العين
فهذا يسمى عندنا النكاح الساري في جميع الدراري يقول الله تعالى في دليل على ما قلناه انما قولنا انك اذا أردنا أن
نقوله كن فيكون ولنا فيه كتاب شريف منيع الحلي البصير فيه أمي فكيف من حل به العمى فلو رأيت تفصيل
هذا المقام ونوجّهت هذه الاسماء الالهية الاعلام لرأيت أمر اعظم وشاهدت مقامها تالجباً فقلت تتره العارفون
بأنه وصنعه الجليل بالولي وبعد ان أثرت الى فهمك الثاقب ونظرك الصائب بالاب الاول الساري وهو الاسم الجامع
الاعظم الذي تنبّه جميع الاسماء في رضى ونصب وخضعة الساري حكمه والام الاولية الآخرة السارية في نسبة
الانوية في جميع الانشاء فلنشرع في الآباء الذين هم أسباب موضوعة بالوضع الالهي والانتهات وانما الحكماء بالنكاح
المعنوي والحسي المشرع حتى يكون الابناء انشاء حلال الى ان أصل الى النسل الانساني وهو آخر نوع تكون
وأول مبدع بالقصد تعين فنقول ان العقل الاول الذي هو أول مبدع خلق وهو القلم الاعلى لم يكن ثم محدث سواء
وكان مؤثر فيه بما أحدث الله فيه من انبعاث اللوح المحفوظ عنه كانبعاث حواء من آدم في عالم الاجرام ليكون
ذلك اللوح موضعاً ومحللاً يكتب فيه هذا القلم الاعلى الالهي وتخطيط الحروف الموضوع للادلة على ما جعلها
الحق تعالى آية عايشه فكان اللوح المحفوظ أول موجود انبعاثي وقد ورد في الشرع ان أول ما خلق الله القلم ثم
خلق اللوح وقال للقلم اكتب قال القلم وما أكتب قال الله اكتب وأنا أملك عليك غطاء القلم في اللوح ما على
عايشه الحق وهو علمه في خاتمه الذي يخلق الى يوم القيامة فكان بين القلم واللوحة نكاح معنوي معقول واثري
حسي مشهود ومن هنا كان العمل بالحروف المرفوعة عندنا وكان ما أودع في اللوح من الاثر مثل الماء الدافئ
الحاصل في رحم الاتي وما ظهر من تلك الكتابة من المعاني المودعة في تلك الحروف الجرمية بمنزلة ارواح الاولاد
المودعة في أجسامهم فافهم والله يقول الحق وهو يهدي السبيل وجعل الحق في هذا اللوح العاقل عن الله ما أوحى به
اليه المسيح بعمده الذي لا يفقه تسبيحه الامن اعلمه الله به وفتح سمعه لما يورده كافتح سمع رسول الله صلى الله عليه
وسلم ومن حضر من أمهاته لادراك تسبيح الحصى في كفه الطاهرة الطيبة صلى الله عليه وسلم وانما افتتح سمعه
اذ كان الحصى ما زال من خلقه الله سبحانه موجد فكان خرق العادة في الادراك السمي لا فيه ثم أوجد فيه
معصية علم وصفة عمل فيصفة العمل أظهر صور العالم منه كظهور صورة التابوت عين عند عمل الجار فيها يعطي

الصور والصور على قسمين صور ظاهرة حسية وهي الاجرام وما يتصل بها حسا كالاشكال والالوان ولا كوان وصور باطنة معنوية غير محسوسة وهي ما فيها من العلوم والمعارف والارادات وبنيك الصفتين ظهر ما ظهر من الصورة اضافة العلامة أب فانها المؤثرة والصفة العاملة أم فانها المؤثر فيها وعنها ظهرت الصور التي ذكرناها فان التجار المهندسين اذا كان عالما ولا يحسن العمل فيلحق ما عنده على سمع من يحسن عمل التجارة وهذا الاقاء نكاح فكلام المهندس أب وقبول السامع أم ثم يصير علم السامع أبوا جوارحه كما وان شئت قلت فانه مهندس أب والماض الذي هو التجار أم من حيث ما هو ماض لما ياتي اليه المهندس فاذا أثر فيه فقد أنزل ما في قوته في نفس التجار والصورة التي ظهرت للتجار في بطنه مما أتى اليه المهندس وحصلت في وجوده حالة قائمة بظهوره بمنزلة الولد الذي ولد له فهمه من المهندس ثم عمل التجار فهو أب في الخشب الذي هو أم التجارة بالآلات التي تقع بها النكاح وانزال امه الذي هو أثر لكل ضرر بآلة قدوم أو قطع بالمشار وكل قطع وفصل وجمع في القطع المنجورة لانشاء الصورة فظهر التابوت الذي هو بمنزلة الولد المولود خارج للحس فهكذا قلته. ثم الحقاني في ترتيب الآباء والابناء وكيفية الاتحاج فكل أب ليس عنده صفة العمل فليس هو أب من ذلك الوجه حتى انه لو كان عالما ومع آلة التوصيل بالكلام أو لاشارة ليقع الافهام وهو غير عامل لم يكن أب من جميع الوجوه وكان أمما حصل في نفسه من العلوم غير ان الجنين لم يخلق فيه الروح في بطن أمه أو مات في بطن أمه فاحاته باقية لام ان انصرف ولم يظهر له عين فافهم وبه ان عرفت الاب الثاني من المكات وانه أم ثانية للعلم الاعلى كان مما أتى اليها من الاقاء الاقدس الرواحي الطبيعة والهباء فكان أول أم ولدت مؤامنين فأول ما اتت الطبيعة ثم تبعها الهباء فالطبيعة والهباء أغواخت لآب واحد وأم واحدة فانكسح الطبيعة الهباء فولد بينهما صورة الجسم السكي وهو أول جسم ظهر فكان الطبيعة الاب من طائر وكان الهباء الام فان فيها ظهر الارز وكانت النتيجة الجسم ثم زل انما الذي اثم لم الى التراب على ترتيب مخصوص ذكرناه في كتابنا المسمى بمقالة المستوفز وفيه طول لا يسعه هذا الباب فان الغرض الاختصار ونحن لا نقول بالمرکز وانما نقول بنهاية الاركان وان الاعظم يجذب الاصغر ولهذا نرى البخار والتار يطلان العلو والحجر وما يشبهه يطلب السفلى فاختلقت الجهات وذلك في الاستقامة من الاثنين أعنى طاب العلو والسفل فان القائل بالمرکز يقول انه أمر معقول دقيق تطلبه الاركان ولولا القرب لدار به الماء ولولا الماء لدار به الهواء ولولا الهواء لدار به النار ولو كان كما قال لكأ ترى البخار يطلب السفلى والحس يشهد بخلاف ذلك وقد بينا هذا الفصل في كتاب المركز وانما هو جزء لطيف فاذا ذكرناه في بعض كتبنا انما ندوقه على جهة مثل النقطة من الكرة التي عنها يحدث المحيط لما اتى ذلك من الغرض المتعلق بالمعارف الالهية والنسب لكون الخطوط الخارجة من النقطة الى المحيط على السواء اتساوى النسب حتى لا يتبع هناك تفاضل فانه لو وقع تفاضل أدى الى نقص المضنول والامر ليس كذلك وجعلناه محل العنصر الاعظم تنبيه على ان الاعظم يحكم على الاقل وذكرناه مشارا اليه في عقلة المستوفز ولما داراته هذه الافلاك العلوية وتوجد الايام بالفلك الاول وعينه بالفلك الثاني الذي فيه الكواكب الثابتة لا يسار ثم أوجد الاركان ترابا وماء وهواء نار ثم سوى السموات سبع طباقا فوقتها أي فصل كل سماء على حدة بعدما كانت رتقا اذ كانت دنانا وفتحت الارض الى سبع أرضين سماء أولى لارض أولى وثانية ثالثة الى سبع وخلق الجوارى الخمس خمسة في كل سماء كوكب وخلق القمر وخلق أيضا الشمس فحدث الليل والنهار بخلاف الشمس في اليوم وقد كان اليوم موجودا قبل النصف من هذا اليوم لاهل الارض نهارا وهومن طلوع الشمس الى غروبها وجعل النصف الآخر منه ليلا وهومن غروب الشمس الى طلوعها واليوم عبارة عن المجموع ولهذا خلق السموات والارض وما بينهما في ستة أيام فان الايام كانت موجودة بوجود حركة فلک البروج وهي الايام الحرة فعندنا لا غير قال الله خلق الله في ستة ايام واما ما يطأر فيهم من الزيادة والنقصان أعنى وانما قال في السموات والارض في ستة أيام فاذا دار فلک البروج دورة واحدة فذلك هو اليوم الذي خلق الله فيه السموات والارض ثم أحدث الله الليل والنهار عند وجود الشمس لا الايام وانما ما يطأر فيهم من الزيادة والنقصان أعنى في الليل والنهار في الساعات فانهم أربع وعشرون ساعة وذلك لحلول الشمس في منطقة البروج وهي حائلية بالنسبة

"فما بين فيقول النهار اذا كانت الشمس في المنازل العالية حيث كانت ودحات الشمس في المنازل المنخفضة
 النهار حيث كانت وانما قلنا حيث كانت فانه اذا طال الليل عندنا طال النهار عند غيره وسكور الشمس في المنازل العالية
 بالنسبة اليهم وفي المنازل المنخفضة اليها فاذا قصر النهار عندنا طال الليل عندهم شاد كرمه واوبى به اليوم به
 روع وعشرون ساعة لا يزيد ولا ينقص ولا يطول ولا يقصر في موضع الاعتدال فهذا هو حقيقة اليوم ثم يسمى
 النهار وحده يوما بحكم الاصطلاح فافهم وقد جعل الله هذا الزمان الذي هو الليل والنهار يوما ولزانه هو اليوم والليل
 والنهار موجودان في زمان جعلهما ابوابا لما يحدث الله فيه مما كمال يقضى الليل النهار كمثل قوله في آدم فلما انشاها
 حلت فاذا غشى الليل الباركان الليل ابوابا وكان النهار اما صار كل ما يحدث الله في النهار بمنزلة الاولاد اني تلدا راء واذا
 غشى النهار الليل كان النهار ابوابا كان الليل اما و كان كل ما يحدث الله من الشؤ في الليل بمنزلة الاولاد اني تلدا راء وقد
 ين هذا الفصل في كتاب الشأن لنا كما نفيه على قوله تعالى كل يوم هو في شأن وسيأتي ان شاء الله في هذا الكتاب
 ان ذكرنا الله به من معرفة الايام طرفا شافيا وكذلك قال تعالى ايضا يوجع الليل في النهار ويوجع النهار في الليل فزاد بيانا
 في الشان كبح وان سبغناه بقوله وآية لهم الليل نسلخ منه النهار ان الليل اتم له وان النهار متولد عنه كما ينسلخ المولود من أمه
 اذا خرج منها و آية من جلدها فيظهر مولدا في عالم آخر غير العالم الذي يحويه الليل والاب هو اليوم الذي ذكرناه وقد بينا
 ذلك في كتاب الزمان انا ومعرفة الدهر فهذا الليل والنهار ابوابان يوجعوا ثمان بوجه ما يحدث الله فيهما في عالم الاركان
 من المولدات عند تصرفهم يسمىون اولاد الليل والنهار كما قررناه ولما انشأ الله اجرام العالم كله القابل للتكوين فيه
 جعل من حتما يلي مقر السماء الدنيا الى باطن الارض عالم الطبيعة والاستحالات وظهور الاعيان التي تحدث عند
 الاستحالات وجعلها بمنزلة الام وجعل من مقر تلك السماء الدنيا الى آخر الافلاك بمنزلة الاب وقدر فيها منازل لوزينها
 بالانوار الثابتة والسابعة والسابعة تقطع في الثابتة والثابتة والسابعة تقطع في الفلك المحيط بتقدير المزير بدليل انه رؤى
 في بعض الاهرام التي بديار مصر مكتوب باقلم يذكر في ذلك تاريخ لاهرام انها بنيت والفسر في الاسد ولا شك انه الآن في
 الجدى كذا نذكره فدل على ان الكواكب الثابتة تقطع في فلك البروج الاطلس والله يقول في القمر والقمر قدرناه
 منازل وقال في الكواكب كل في فلك يسبحون وقارن تعالى والشمس تجري لسنتقرها وقد قرى لا مستقر
 لها وليس بين القرامتين تدفرت ثم قال ذلك تقدير المزير سابق النهار وكل في فلك يسبحون أي في شئ مستدير وجعل لهذه
 الانوار المسماة بالكواكب اشعة متصلة بالاركان تقوم اتصالها بمقام نكاح الآباء لآلهات فيحدث الله تعالى عند
 اتصال تلك الشعاع النورية في الاركان الاربع من عالم الطبيعة ما يتكون فيه مما نشاهده حاف هذه الاركان لها
 بمنزلة لاربعة القدوة في شرعنا وكما لا يكون نكاح شرعى عند انحلال الاب بعد شرعى كذلك اوسى في كل سماء أمرها
 فكان من ذلك الوحي تنزل الامرين ينهين كما قال تعالى ينزل الامرين ينهين يعني لامر الالهي وفي نفسه ير هذا النزول
 اسرار عظيمة تقرب مما نشير اليه في هذا الباب وقد روى عن ابن عباس انه قال في هذه الآية لو فسرتها قائم اني كافر
 وفي رواية لرجعوني وانها من اسرار آي القرآن قال تعالى خلق سبع سموات ومن الارض مثلهن ثم قال ينزل
 الامرين ينهين ثم علم وان قدل لتعلموا ان الله على كل شئ قدير وهو الذي اشرنا اليه بصفة امه الذي ذكرناه
 انما من ايجاد الله صفة العلم والعمل في الاب الثاني فان القدرة لا ايجاد وهو العمل ثم علم في الاخبار فقال وان الله قد
 احاط بكل شئ علما وقد اشرنا اليه بصفة العلم التي اعطاه الله لاب الثاني الذي هو النفس الكائنة بالنبوة فهو العلم
 سبحانه بما يوجد القدير في ايجاد ما يريد ايجادا لا مانع له فجعل الامرين ينزل بين السماء والارض كالولد ينظر بين
 الابوين وانما اتصال الاشعة بالنورية الكوكبية عن الحركة الفلكية السماوية بالاركان الاربع التي هي أم المولدات في
 الحين الواحد للكل مع جعلها خلقا مثلا لا عارفين في نكاح أهل الجنة في الجنة جميع نسايم وجوارهم في الآن الواحد
 نكاحا حاصدا كما كان هذه الاتصالات حية في نكاح الرجل في الجنة جميع من عنده من المنكوحات اذا استبرأ ذلك في

الآن الواحد كما جاسميا محسوسا بيا لاج وجوده خاصة بكل امرائه من غير تقدم ولا تأخر وهذا هو النعم الدائم
والافتدال الالهي والعقل يهجر عن ادراك هذه الحقيقة من حيث فكره وانما يدرك هذا بقوة أخرى الية قلب
من يشاء من عباده كأن الانسان في الجنة في سوق الموراذا اشتى صورة دخل فيها كانت شكل الروح هنا عندنا وان
كان جساما ولكن أعطاه الله هذه القدرة على ذلك واقعة على كل شيء قد ير وحديث سوق الجنة ذكره أبو عيسى
الترمذي في مصنفه فانظر هناك فاذا اتصلت الاشعة النورية في الاركان الاربع ظهرت المولدات عن هذا السكاح
الذي به الرزق العزيز العليم فصارت المولدات بين آباء وهي الافلاك والانوار العلوية وبين أمتها وهي الاركان الطبيعية
السفلية وصارت الاشعة المتصلة من الانوار بالاركان كالسكاح وحركات الافلاك وسباحات الانوار بمنزلة حركات
الجماع وكان حركات الاركان بمنزلة الخاض للراة لاستخراج الزبد الذي يخرج من الخوض وهو ما يظهر من المولدات في
هذا الاركان لعين من صورة المعادن والنبات والحيوان ونوع الجن والانس فسيبان القادر على ما يشاء لاله الا هو
رب كل شيء ومليك قال تعالى أن اشكرى ولوالديك فقد بين لك آياتي التي آتاك وأمتها من هم إلى أقرب
أباك وهو الذي ظهر عينك به وأمتك كذلك القريبة إليك إلى الأب الاول وهو الذي اعلى إلى ما بينهم من الآباء
والأمتات فشكرهم الذي يسمون به ويرسون بالثناء عليهم هو أن تسبهم إلى ما لكهم وموجودهم ونسب الفعل
عنهم وتلقاه بمحققه الذي هو غالى كل شيء فاذا فعلت ذلك فقد أدخلت سرور على آياتك بفعلك ذلك وادخل هذا
السرور عليهم هو عين برك بهم وشكرك اياهم واذلهم من هذا ونسبت الله بهم فاشكرتهم ولا امتنت امرائه في
شكرهم فانه قال أن اشكرى فقد تم نفسه ليعرفك انه السب الاول والاولى ثم عطف وقال ولوالديك وهي الاسباب التي
أوجدك الله عندها لتنسبها إليه سبحانه ويكون لها عليك فضل التقدم بالوجود خاصة لفضل التأثير لانه في الحقيقة
لا أثر لها وان كانت أسبابا لوجود الآثار فهذا القدر صرح لما للفضل وطلب منك الشكر وأزط الحق لك وعندك منزلة
في التقدم عليك لافي الاتري يكون الثناء بالتقدم والتأثير لله تعالى والتقدم والتوقف للوالدين ولكن على ما شرطناه من
تشرك بعبادته بك أحد فاذا أثبت على الله تعالى وقتل بناورب آياتنا العلويات وأمتها السفليات فلا فرق بين
أن أقولها أنا أو يقولها جميع بني آدم من البشر فلم يخلط شخصا بعينه حتى يسوق آباءه وأمتها من آدم وحواء إلى
زمانه وانما المقصد هذا النفس الانسانية فكنت مرجعا عن كل مولود بهذا التعميد من عالم الاركان وعالم الطبيعة
والانسان ثم ترتقي في النيابة عن كل مولودين مؤثر ومؤثر فيه فتعده بكل لسان وتوجه إليه بكل وجه فيكون
الجزء الثامن عند الله من ذلك المقام السكالي كقالي بعض مشيخي اذا قلت السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين
أوقلت السلام عليكم اذا سلمت في طريقك على أحد فاحضر في قلبك كل صالح لله من عباده في الارض والسماء
وميت وحى فانه من ذلك المقام يرذ عليك فلا يبقى ملك مقرب ولا روح مطهر يبلغه سلامك الا ويرد عليك وهو دعاء
فيستجاب فيك فتبلغ ومن لم يبلغه سلامك من عباد الله المهيين في دلاله المشتغلين به المستفرغين فيموتت قد سلمت
عليهم بهذا النور فان الله ينوب عنهم في الرد عليك وكفى بهذا شرفا في حقك حيث يسلم عليك الحق فليت لم تسع
أحد ممن سلمت عليه حتى ينوب عن الجميع في الرد عليك فانه بك أشرف قال تعالى نشر يفاي حق يحيي عليه
السلام وسلام عليه يوم ولد ويوم يموت ويوم يبعث حيا وهذا سلام فضيلة واخبار فكيف سلام واجب ناب
الحق مناب من أجياب عنه وجزاء الفرائض أعظم من جزاء الفضائل في حق من قيل فيه وسلام عليه يوم ولد
فيجمع له بين الفضيلتين وقد وردت صلاة الله علينا ابتداء وما وصل إلى هل ورد السلام ابتداء كما وردت
الصلاة أم لا فمن روى في ذلك شيئا ومحققه فقد جعل أمانة في عنقه أن يلحقه في هذا الموضع إلى جانب صلاة
استبيل في هذا الباب ليكون بشرى للمؤمنين وشرفا لكاتب هذا والله المعين والموفق لأرب غيرة وأما آباء
الطبيعيون والأمتات فلم يذكروهم فلذلك كرا الامر السكالي من ذلك وهم أبوان وأمان فالابوان هم افعالان والامان
هم المنفعان وما يحدث عنهم ما هو المتفعل عنهما فالحرارة والبرودة فاعلان والظلمة واليبوسة معدلان فكسعت

الحرارة الببوسة فأتجاركن النار وسكعت الحرارة الرطوبه فأتجاركن الهواء ثم تسحب البرودة الرطوبه فأتسح
 ركن الماء وتسحب البرودة الببوسة فأتجاركن التراب فحصلت في الابناء حقائق الآباء والامهات فكانت النار حارة
 يابسة فزارتها من جهة الارب وببوستها من جهة الام وكن الهواء حاراً رطباً فزارتها من جهة الارب ورطوبتها من جهة
 الام وكن الماء بارداً رطباً فزارته من جهة الارب ورطوبتها من جهة الارب وكانت الارض باردة يابسة فزارتها من جهة
 الارب وببوستها من جهة الام فالحرارة والبرودة من الماء والرطوبة والببوسة من الارادة هذا حد تعلقيها في وجودها
 من العلم الالهي وما يتولد عنه من القدره ثم يقع التولد في هذه الاركان من كونها انتهت لآباء الانوار العلوية لآمن
 كونها آباء وان كانت القوة فيها موجودة فقد عرفنا في أن القوة والنبوة من الاضافات والنسب فالاب ابن لارب هو
 ابن له والابن اب لابن هو اب له وكذلك باب النسب فافترق فيسواءه الموفق لارب غيره ولما كانت الببوسة منفصلة عن
 الحرارة وكانت الرطوبة منفصلة عن البرودة فلما في الرطوبة والببوسة انهما منفصلتان وجعلناهما بمنزلة الام للاركان
 ولما كانت الحرارة والبرودة فاعلین جعلناهما بمنزلة اب للاركان ولما كانت المنعة نستدعي صانعها ولا بد والمنفعة
 يطلب الفاعل بذاته فانه منفعل لذاته ولولم يكن منفعة لذاته لما قبل الانفعال والاركان مؤثر في نفسه بخلاف الفاعل فانه
 يفعل بالاختيار ان شاء فعل فيسمى فاعلاً وان شاء ترك وليس ذلك للمنفع ولهذا الحقيقة ذكر تعالى وهو من فصاحة
 القرآن وبما يجازه ولا رطب ولا يابس الا في كتاب مبين فذكر المنفع ولم يذكر ولا حار ولا بارد ولما كانت الرطوبة
 والببوسة عند العلماء بالطبيعة فطلب الحرارة والبرودة الثمين هما منفصلتان عنهما كما تطلب المنفعة الصانع لذلك
 ذكرهما دون ذكر الاصل وان كان الكل في الكتاب المبين فلقد جاء الله سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم بعالم
 ما نالها أحد سواء كما قال فطمت علم الاولين والآخرين في حديث الضرب باليد فالعلم الالهي هو أصل العلوم كلها واليه
 ترجع وقد استوفينا ما يستحقه هذا الباب على غاية الإيجاز والاختصار فان الطول فيه انما هو بذكر الكيفيات وأما
 الاصول فقد ذكرناها ومهدناها والله يقول الحق وهو يهدي السبيل انتهى الجزء الثاني عشر

• (بسم الله الرحمن الرحيم) •

• (الباب الثاني عشر) •

في معرفة دورة فلك سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم وهي دورة السيادة وان الزمان قد استدار كهيئته يوم خلقه الله تعالى
 الابائي مسن كان مسكا وصيدا • وأدم بين الماء والطين واقف •
 فذاك الرسول الابطلحي محمد • له في السلي محمد تليد وطارف •
 أتى زمان السعد في آخر السدي • وكانت له في كل عصر مواقف •
 أتى لانكار الدهر يجبر صدمه • فأنت عليه ألسن وعوارف •
 اذارام أمر الايصكون خلافه • وليس لذك الامر في الكون صارف •
 اعلم أيديك الله انما خلق الله الارواح المحصورة المدبرة في الاجسام بالزمان عند وجود حركات الفلك لتعريف المدة لمعلومه
 عند الله وكان عند أول خلق الزمان بحركته خلق الروح المدبر وروح محمد صلى الله عليه وسلم ثم صدرت الارواح عند
 الحركات فكان لها وجود في عالم الغيب دون عالم الشهادة واعلمه الله بنبوته وبشره بها وادم لم يكن الا كما قال بين
 الماء والطين وانتهى الزمان بالاسم الباطن في حق محمد صلى الله عليه وسلم الى وجود جسمه وارتباط الروح به انتقل
 حكم الزمان في جريانه الى الاسم الظاهر فظهر محمد صلى الله عليه وسلم بذاته جساماً وروحاً فكان الحكم له بالزمان أولاً في جميع
 ما ظهر من الشرائع على أيدي الانبياء والرسول - لا - الله عليهم أجمعين ثم صار الحكم له ظاهر افسخ كل شرع ابرزه
 الاسم الباطن بحكم الاسم الظاهر لبيان اختلاف حكم الاسمين وان كان المشرع واحداً وهو صاحب الشرع فانه قال
 كنت نبياً وما قال كنت انساناً ولا كنت موجوداً وبست النبوة بالا لشرع المشرع عليه من عند الله فانه

السبوة قبل وجود الانبياء الذين هم نوابه في هذه الدنيا كافر بما دنا قدم من ابواب هذا الكتاب فكانت استدارته
انتهاء دور به الاسم الباطن وابتهاد دورة اخرى الاسم الظاهر فقال استدار كهيته يوم خلقه الله في نسبة الحكم لنا
ظاهرا كما كان في الدعوة لادله منسوب بالباطن ابنا أي الى محمد وفي الظاهر منسوب الى من نسب اليه من شرع ابراهيم
وموسى وعيسى وجميع الانبياء والرسل والانباء من الزمان أربعة حرم هود وصالح وشعيب سلام الله عليهم ومحمد
صلى الله عليه وسلم وعينهم امن الزمان ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب مضروبا كانت العرب تنادي الشهر فترتد
الحرم من سبحة الا والحلال منها حراما وجاء محمد صلى الله عليه وسلم في الزمان الى اصله الذي حكم الله به عند خلقه فمين
الحرم من الشهر وعلى حد ما خلقه الله عليه فلهذا قال في اللسان الظاهر ان الزمان قد استدار كهيته يوم خلقه الله
كذلك استدار الزمان فظهر محمد صلى الله عليه وسلم ككاذب كرهه جماور وحابا الاسم الظاهر حاسا فتنسخ من شرعه
المتقدم ما اراد الله ان ينسخ منه وانبي ما اراد الله ان يبقى منه وذلك من الاحكام خاصة لامن الاصول ولما كان ظهوره
بالميزان وهو العدل في السكون وهو معتدل لان طبعه الحرارة والرطوبة كان من حكم الآخرة فان حركة الميزان متصلة
بالآخرة الى دخول الجنة والاروطان كان العلم في هذه الامة كثر ما كان في الاوائل واعطى محمد صلى الله عليه وسلم
علم الاولين والآخرين لان حقيقة الميزان تعطي ذلك وكان الكشف أسرع في هذه الامة عما كان في غيرها فالعلة البرد
واليس على اثر الامم قبلنا وان كانوا اذكيا وعلماء فاحاد منهم معينون بخلاف ما هم الناس اليوم عليه الاترى هذه
الامة قد ترحمت جميع علوم الامم ولو لم يكن المترجم عالم بالعلم الذي دل عليه لفظ التكليم به لاصح ان يكون هذا ترجعا
ولا كان ينطلق على ذلك اسم الترجمة فقد علمت هذه الامة علم من تقدم واختصت بعلم لم تكن للتقدمين ولهذا
أشار صلى الله عليه وسلم بقوله فعلمت علم الاولين وهم الذين تقدموه ثم قال والآخرين وهو علم ما لم يكن عند المتقدمين
وهو ما تعلمه أمته من بعده الى يوم النجاة فقد أخبر ان عندنا علوم ما لم تكن قبل فهذه هداية من النبي صلى الله عليه وسلم
وسلم لاهو هو الحق بذلك فقد ثبت له صلى الله عليه وسلم السيادة في العلم في الدنيا وثبت له أيضا السيادة في الحكم
حيث قال لو كان موسى حيا ما وده الآن يتبعني وبين ذلك عند نزول عيسى عليه السلام وحكمه فينا بالقرآن
فصحت له السيادة في الدنيا بكل وجه ومعنى ثم أثبت السيادة له على سائر الامم يوم القيامة بفتح باب الشفاعة
ولا يكون ذلك لني يوم القيامة الا له صلى الله عليه وسلم فقد شفع صلى الله عليه وسلم في الرسل والانباء ان ترفع نعم
وفي الملائكة فاذن الله له في عند شفاعته في ذلك الجميع من له شفاعته من ملاك ورسول ونبي ومؤمن ان يشفع فيه
صلى الله عليه وسلم أول شافع باذن الله ورحم الراحمين آخر شافع يوم القيامة في شفع الرحيم عند المقيم ان يخرج من النار
من له به مل خير اقط فيخرجهم المنعم المتفضل وأي شرف أعظم من دائرة تدار يكون آخرها أرحم الراحمين وآخر الدائرة
متصل بالاطراف أي شرف أعظم من شرف محمد صلى الله عليه وسلم حيث كان ابتداء هذه الدائرة حيث اتصل بها آخرها
لكماله فيه سبحانه ابتدأت الاشياء به كذا وما أعظم شرف المؤمن حيث نلت شفاعته بشفاعة أرحم الراحمين
فانؤمن بين الله وبين الانبياء فان العلم في حق المخلوق وان كان له الشرف التام الذي لا ينحصر في مكانه ولكن لا يهبط الى
السعادة في القرب الا على الايمان فنور الايمان في المخلوق أعرف من نور العلم الذي لا ايمان معه فاذا كان الايمان
يحصل عنه العلم فنور ذلك العلم المولد من نور الايمان أعلى وبه يمتاز على المؤمن الذي ليس بعالم فيرفع الله الذين اتوا
العلم من المؤمنين درجات على المؤمنين الذين لم يؤمنوا العلم يزيد العلم بالله فان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول
لا هم به أتم علم يصالح دنياكم فلا فلك أوسع من فلك محمد صلى الله عليه وسلم فان له الاطاعة وهي ان خضع الله بها من
أمره بحكم التبعية فلنا الاحاطة بآثار الامم ولذلك كانت هداية على الناس فاعطاه الله من وحى أمر السموات عالم بغيره
في طالع مولده في الامر المخصوص بالسماة الاولى من هالك لم يبدل حرف من القرآن ولا كلمة ولو اتى الشيطان في تلاوته
ما لبس من بنية أصور يادة لتسخ الله ذلك وهذا عصمة ومن ذلك التيات ما نسخت شريعته بغيره بالثبت بحفوفة
وحشة يت بكل عين ملحوظة ولذلك نستشهد بها كل طائفة ومن الامر المخصوص بالسماة الثانية من هالك ايضا خاص

بهم الاولين والآخرين والتؤدة والرحمة والرفق وكان بالؤمنين رحما وما أظهر في وقت غلظة على أحد الا عن أمر
 الهى حين قيل له جاهد الكفار والمنافقين واغلظ عليهم فأمر به لما يقرض طبعه ذلك وإن كان يشترى لنفسه
 ويرضى لنفسه فقد رفسم لذلك دواء لما يكون في ذلك الغضب رحمة من حيث لا يشعر به في حال الغضب فكان بدل
 بغضه مثله ثم راضه وذلك لا مرار عرفناه و يعرفه أهل الله منافعة حثله السيادة على العالم من هذا الباب فان غير
 أمته قيل فيهم يحرقونه من بعد ما عقلوهم يعلمون فأضلهم الله على علم وتولى الله فينا حفظ ذكره فقال انما نحن
 نزلنا اليك وانا له لحافظون لانه سمع العبد وبصره وولاه وبيده واستحفظ كتابه غير هذه الآية فترقوه ومن
 الأمر المخصوص من وحى السماء الثالثة من هناك أيضا السيف الذى يشبهه والحلاقة واختص بقتال الثلاثة معها
 أبى المان ملائكة هذه السماء قالت مع يوم بدر ومن هذه السماء أيضا ثعبان من قوم ليس لهم همه الا فى الاضياف
 ونحو الجزر والحروب الدائمة وسفك الدماء وهذا يحدثون ويحدثون قيل في بعضهم
 ضروب بذهل السيف سوق سياتها • اذا عسى موازادا فانك عاقر

• (وقال الآخرونهم مدح قومه)

لا يبعدن قومي الذين هم • سم العدا وآفة الجزر

النازلون بكل معترك • والطيبون مع قد الأزر

فدعهم بالكرم والشجاعة والعفة يقول عنقرة بن شداد في حفظ الجار في أهله

وأغض طرفي ما بدت لي جارتي • حتى يوارى جارتي مأواها

ولاخفاء عند كل أحد بفضل العرب على الجعم بالكرم والحاسة والوفاء وان كان في الجعم كراما وشجعان ولكن آحاد
 كان في العرب جبناء وعظما ولكن آحاد وانما الكلام في الغالب لا في النادر وهذا ما لا ينكر ما حدث فينا انما وحى الله في
 هذه السماء فهذا كله من الأمر الذى ينزل بين السماء والارض لن يفهم ولو ذكرنا على التفصيل ما في كل سما من الأمر
 الذى وحى الله سبحانه فيها لبرزنا من ذلك عجائب ربما كان ينكرها بعض من ينظر في ذلك العلم من طريق الرصد
 والتسبر من أهل التعليل ومحار المنصف منهم فيه اذا سمع من الوحى المأمور به في السماء الزائدة نسخه بشر يته جميع
 الشرائع وظهور دينه على جميع الاديان عند كل رسول من تقدمه وفي كل كتاب منزل فلم يبق لدين من الاديان حكم
 عند الله الا ما قرر منه فبقتره ثبت فهو من شرعه وعموم رسالته وان كان بقي من ذلك حكم فليس هو من حكم الله
 الا في أهل الجزيرة خاصة وانما قلنا ليس هو حكم الله لانه ساء باطلا فهو على من اتبعه لانه هذا أعنى بظهور دينه على جميع
 الاديان كما قال النابغة في مدحه

ألم تر أن الله أعطاك سورة • نرى كل ملك دونها يشذب

بانك شمس والملوك كواكب • اذا طاعت لم يبد منها كوكب

وهذه منزلة محمد صلى الله عليه وسلم ومنزلة ما جاء به من الشرع من الانبياء وشرائعهم سلام الله عليهم أجمعين فان أنوار
 الكواكب اندرجت في نور الشمس فانهارت اذ والليل وحده لاهل الكتب اذا أعطوا الجزيرة عين بدوهم صاغرون
 وقد بطننا في التثارات الموصلية من أمر كل سماء ما اذا وقف عليه عرفت بعض ما في ذلك ومن الوحى المأمور به في
 السماء الخامسة من هناك المختص بمحمد صلى الله عليه وسلم انه ما ورد قط عن نبي من الانبياء انه حجب اليه النساء
 الا بمحمد صلى الله عليه وسلم وان كانوا قسروا قوامهن كثيرا كليلان عليه السلام وغيره ولكن كلامنا في كونه حجب
 اليه وذلك انه صلى الله عليه وسلم كان نبيا وآدم بين الماء والطين كما قررناه وعلى الوجه الذى شرحناه فكان منقطعاً
 المر به لا ينظر معه الى كون من الا كوان اشغله بالله عنه فان النبى مشغول بالتلقى من الله ومراعاة الادب فلا يتفرغ الى
 شئ دون حجب الله اليه النساء فاجبت عناءه من الله بهن فكان صلى الله عليه وسلم يحجب عن الله حجبين اليه خرج
 سلم في صحيفه في أبواب الايمان ان رجلا قال لرسول الله صلى الله عليه وسلم انى أحب أن يكون نعلى حسنا ونوبى

حنة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله جيل يحب الجمال ومن هذه السماء حب الطيب وكان من سنته النكاح
 لا التبتل وجعل النكاح عبادة للسر الالهي الذي اودع فيه وليس الا في النساء وذلك ظهور الاعيان للثلاثة الاحكام
 التي تقدم ذكرها في الانتاج عن المتقدمين والرابط الذي جعله آلة الانتاج فهذا الفضل وماشا كله مما خص به محمد
 صلى الله عليه وسلم وزاد فيه بشكاح الحبة كما جعل في أمته فيما بين طمان النكاح ان لا شيء له من الاعواض بما يحفظه
 من القرآن خاصة لانه يعلمها وهذا ان لم يقو قوة الحبة ففيه اتساع اللامعة وليس في الوسع استيفاء ما أوحى الله من الامر
 في كل سماء ومن الامر الموحى في السماء السادسة اعجاز القرآن والذي أعطيه صلى الله عليه وسلم من جوامع الكرام من
 هذه السماء نزل اليه ولم يسط ذلك نبي قبله وقد قال أعطيت ستام يعطهن نبي قبلي وكل ذلك أوحى في السموات من قوله
 وأوحى في كل سماء أمرها فجعل في كل سماء ما يصلح تنفيذه في الارض في هذه الخلق فكان من ذلك ان بعث وحده
 الى الناس كافة فصمت رسالته وهذا مما أوحى الله به في السماء الرابعة ونصر بالرعب وهو مما أوحى الله به في السماء الثالثة
 من هناك ومنها ما حمل الله من الثنائم وجعل له الارض مسجدا وظهر من السماء الثانية من هناك أوتيت جوامع
 الكرام من امر وحي السماء السادسة ومن أمر هذه السماء ما خصه الله به من اعطائه اياه مفاتيح خزائن الارض ومن
 الوحي المأمور به في السماء السابعة من هناك وهي السماء الدنيا التي تليها كون الله خصه بصورة الكمال فكمثل به
 الشرائع وكان خاتم النبيين ولم يكن ذلك اقبره صلى الله عليه وسلم فبهذا أوامره انفراد بالسيادة الجامعة لسيادات كلها
 والشرف المحيط الاعم صلى الله عليه وسلم فهذا قد نبهنا على ما حصل له في ولده من بعض ما أوحى الله به في كل سماء من
 أمره وقوله الزمان ولم يقل الدهر ولا غيره بنبه على وجود الميزان فانه ما خرج عن الحروف التي في الميزان بذكر الزمان
 وجعل ياه الميزان مما يلي الزاي وخفف الزاي وعددها في الزمان انشاء ارباب في هذه الزاي حرقا مدغما فكان أول وجود
 الزمان في الميزان لاعدل الروحاني وفي الاسم الباطن لمحمد صلى الله عليه وسلم بقوله كنت نبيا وادم بين الماء والطين ثم
 استدار بعد اتقضاء دورة الزمان التي هي ثمانية وسبعون ألف سنة ثم ابتداءت دورة أخرى من الزمان بالاسم
 الظاهر فظهر فيها جسم محمد صلى الله عليه وسلم وظهرت شريعته على التبيين والتصریح لا بالكتابة واتصل الحكم
 بالآخرة فقال تعالى ونضع الموازين القسط ايوم القيامة وقيل لنا وأقبحوا الوزن بالقسط ولا تخسر والميزان
 وقال تعالى والسماء رفعها ووضع الميزان فبالميزان أوحى في كل سماء أمرها وبه قدر في الارض اقواتها ونصب
 الحق في العالم في كل شيء فميزان معنوي وميزان حسي لا يخطئ أبدا فدخل الميزان في الكلام وفي جميع الصنائع
 المحسوسة وكذلك في المعنوية اذ كان أصل وجود الاجسام والاحرام وما تحمله من المعاني عند حكم الميزان وكان وجود
 الميزان وما فوق الزمان عن الوزن الالهي الذي يطلق الاسم الحكيم ويظهر الحكم العدل لانه لا هو وعن الميزان
 ظهر الغريب وما أوحى الله فيه من الامر الالهي والقوس والجدى والدلو والحوت والحمل والثور والجوزاء
 والسرطان والاسد والسفلة وانتهت الدورة الزمانية الى الميزان لتكرار الدور فظهر محمد صلى الله عليه وسلم وكان له في
 كل جزء من أجزاء الزمان حكم اجمع فيه بظهوره صلى الله عليه وسلم وهذه الاسماء اسماء ملائكة خلقهم الله وهم
 الاناء عشر ملكا وجعل لهم الله مراتب في الفلك المحيط وجعل بيد كل ملك ما شاء ان يجعله مما يريه فبين هود ونهم الى
 الارض حكمة فكانت روحانية محمد صلى الله عليه وسلم تكذب عند كل حركة من الزمان اخلافا بحسب ما أودع الله في
 تلك الحركات من الامور الالهية فإزالت تكذب هذه الصفات الروحانية قبل وجود نوح كما الى ان ظهرت صور
 جسمه في عالم الدنيا بما جعله الله عليه من الاخلاق المحمودة فقيل فيه وانك اعل خلق عظيم فكان ذا خلق لم يكن
 ذا خلق ولما كانت الاخلاق تختلف احكامها باختلاف المحل الذي ينشأ أن يقابلها احتاج صاحب الخلق الى علم يكون
 عليه حتى يصرف في ذلك المحل الخلق الذي يليق به عن أمر الله فيكون قربة الى الله فلذلك نزلت النرائع لتبين
 للناس محال احكام الاخلاق التي جبل الانسان عليها فقال الله في مثل ذلك ولا تقل لها أف لوجود التأنيف في خلقه
 قايان عن المحل الذي لا يذنب أن يظهر فيه حكم هذا الخلق ثم بين المحل الذي ينشأ أن يظهر فيه هذا الخلق فقال

لكم ولما تعبدون من دون الله وقال تعالى فلا تخافوهم قال بن الحنبل الذي ينبغي أن لا يظهر فيه خاف الخوف
ثم قال لم خافني قال بن لم حيث ينبغي أن يظهر حكم هذه الصفة وكذلك الحسد والحرم وجميع في هذه النشأة
الطبيعية الظاهر حكم روحانياتها فيها قد أبان الله لنا حيث ظهرها وحيث تخفى عنها فانه من المحال ان تتها عن هذه النشأة
الابرواحي لانها عيناها والشي لا يفارق نفسه قال صلى الله عليه وسلم لاحد الانبياء اثنين وقال زادك الله حرم صا ولا تبتد
وانما قلنا الظاهر حكم روحانياتها فيها تحررنا بذلك من أجل أهل الكشف والعلماء الراغبين في العلم من المحققين
العالمين فان المسمى بالجناد والنبات عندنا لهم أرواح بطنت عن ادراك غير أهل الكشف اياها في العادة لا يحس بها
مثل ما يحس بها من الحيوان فالكل عند أهل الكشف حيوان ناطق بل حتى ناطق غير ان هذا المزاج الخاص يسمى
انسانا لا غير بالصورة ووقع التفاضل بين الخلقات في المزاج فانه لا بد في كل مخرج من مزاج خاص لا يكون الا له به يتميز
عن غيره كما يجمع مع غيره في امر فلا يكون عين ما يقع به الافراق والتجزئة بين ما يقع به الاشتراك وعدم التميز فاعلم ذلك
وتحقيقه قال تعالى وان من شيء الا يسبح بحمده وشئ نكرة ولا يسبح الا شئ عاقل عالم بحسبه وقد ورد ان المؤذن
يشهده مدى صوته من رطب ويابس والشرائع والتبوت من هذا القبيل مشحونة ونحن زدينا مع الايمان بالاخبار
الكشف قد سمعنا الاجارند كراهة روية عين بلسان ناطق نسمعه اذا ناسنا وتخطاها غاطية العارفين بحلال الله
عالمين يدركه كل انسان فكل جنس من خلق الله امتة من الامم فطرحهم الله على عبادته فخصهم أو حجبهم اليهم في
نفوسهم فرسوخهم من ذواتهم اعلام من الله بالهام خاص جبلهم عليه كعلم بعض الحيوانات باشياء يقصر عن ادراكها
المهندس النحر يروى لهم على الاطلاق بما نفهم فيها ينشأ ولونه من الحقائق والملا كل ونجب ما يضرهم من ذلك
كل ذلك في فطرتهم كذلة المسمى جنادا ونباتا اخذت الله باصبارنا وامننا عايناهم عليه من الناطق ولا تقوم الساعة حتى
نكلم الرجل فانه بما فعله أهله جعل الجهلاء من الحكماء هذا اذا صح ايمانهم به من باب العلم بالاختلاج يريدون به علم
الزجروان كن علم الزجروا علما محصيا في نفس الامر وانه من أسرار الله ولكن ليس هو مقصود الشارع في هذا الكلام
فكان له صلى الله عليه وسلم الكشف الايم فيرى ما لا يرى ولقد نبه عليه السلام على امر عمل عليه أهل الله فوجدوه
صحيحا قوله لولا اني بيدي حديثكم وتخرج في قلوبكم لرأيتهم ما أرى ولستم مني ما أسمع نفسي برتبة الكمال في جميع أموره
ومنها الكمال في العبودية فكان عبدا صرافا لم يقم بذاته بانية على أحد وهي التي أوجبت له السيادة وهي الدليل على
شرفه على الدوام وقد قالت عائشة كن رسول الله صلى الله عليه وسلم يذكر الله على كل أحيانه ولنا منه بيران وافر
وهو امر يخص بياطن الانسان وقوله وقد يظهر خلاف ذلك بافضاله مع تحقيقه بالمقام فيلبس على من لا معرفته
بالاحوال فقد ينشأ في هذا الباب ما مست الحاجة اليه والله يقول الحق وهو يهدي السبيل

الباب الثالث عشر في معرفة حلة العرش

العرش والله بالرحمن محمول • وحاملوه وهذا القول معقول
وأما حول الخلق ومقدرة • لولاه جاء به عقل ونز يسل
جسم وروح وأقوات ومربية • ما تم غسب النبي رتب تفصيل
فذا هو العرش ان حقت سورته • والمستوى باسمه الرحمن مأمول
وهم ثمانية والله يعلمهم • واليوم أربعة ما فيه تغليل
محمد ثم رضوان وماله حكمهم • وآدم وخطيب ثم جنبريل
والحق في كمال اسرافيل ليس هنا • سوى ثمانية غير بها يسل

اعلم أيها الولي الحليم ان العرش في لسان العرب يطلق ويراد به الملك يقال تل مرش الملك اذا دخل في ملكه خذل
ويطلق ويراد به السرير فاذا كان العرش عبارة عن الملك فتكون حلقته هم القائمون به واذا كان العرش السرير
فتكون حلقته ما يقوم عليه من القوائم أو من يحمله على كواهلهم والعدد يدخل في حلة العرش وقد جعل الرسول

فہرست

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۲	اگر جسم سے مراد وجود ہے	۲	حروف کی تین قسمیں
۲۳	زمانہ ہی نہیں	۴	حقائق کلمات
۲۴	وجود حق تعالیٰ اور وجود عالم	۴	نحویوں کا کلام دیکھیں
"	کیا اللہ تعالیٰ اختراع فرماتا ہے	۶	حرکات کی قسمیں
۲۵	اختراع کون کرتا ہے	۷	تلیوں و تملکین حروف
۲۶	خدا کا تدبیر عالم فرمانا اختراع نہیں	۹	متکلم کو تلیوں کی محتاجی ہے۔
"	ضروریات اختراع	۱۰	اشتراک لفظی حقیقتوں کو نہیں بدلتا
۲۷	علم الہی ازلی ہے	۱۲	اگر آپ ہماری طرح جانتے ہوں
۲۹	تفسیر سے فضل	۱۳	الفاظ مجسم و تشبیہ
"	علم، عالم اور معلوم کے بایں میں	۱۴	الفاظ کی قسمیں
۳۰	دل کا آئینہ	۱۵	اشتباہ لفظی
۳۱	علم کیا ہے	۱۶	تشبیہ خداوندی کے بار میں آیات و احادیث
۳۲	کیا خدا کی مناسبت مخلوق سے ہے	۱۷	اہل تنزیہ کا ایک گروہ
۳۳	اللہ تعالیٰ کو جان لینا کیسے ہے	۱۸	اہل تنزیہ کا دوسرا گروہ
۳۶	باب سوم	۱۹	اہل تنزیہ کا تیسرا گروہ
۳۷	کون کیسے فائدہ اٹھا سکتا ہے	"	اہل تنزیہ کا چوتھا گروہ
۳۸	حادثہ قدیم کے درمیان کوئی نسبت نہیں	"	اہل تنزیہ کا پانچواں گروہ
		۷۱	یہ مکاشفہ کا علم ہے۔

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۶۷	دوستوں کی خواہش	۳۹	الحمد للہ آٹھویں جز تمام ہوئی
۶۸	مکانوں کی تاثیریں	۴۰	الفاظ کی اصطلاحیں
۷۱	بیت اللہ شریف کی طرف آؤ	۴۱	حق تعالیٰ کا ادراک نہیں ہو سکتا
۷۱	ہم ابتداء عالم کو کیسے جانتے ہیں	۴۲	مفعولات کا تعارف
		۴۳	حواس خمسہ کا ادراک
۷۳	ہر حقیقت کا ایک اسم ہے	۴۶	قوت مفکرہ قوت عقلیہ
۷۴	امہات اسماء کو دیکھیں	۴۷	قوت ذاکرہ
۷۴	اسماء سبعہ	۵۰	اللہ تعالیٰ کی انگلیاں
۷۵	امہات اسماء کی مزید تشریح	۵۵	قبضہ اور یمین
۷۵	ایجاد عالم کا سبب اسماء ہیں	۵۷	دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ
۷۸	حقیقت اسماء	۵۸	خدا کا تعب اور منہی
	باب پنجم	۵۹	اللہ تعالیٰ کی بشارت
۸۱	بسم اللہ اور سورۃ فاتحہ کے اسرار	۶۰	خدا تعالیٰ کی طرف نسبت نسیان
	کی معرفت کا مختصر بیان	۶۱	نفس باری تعالیٰ
۸۲	ابتداء عالم کیسے ہوئی	۶۲	خدائی صورت
۸۳	بسم اللہ کی باء اور باء کا لفظ	۶۳	خدا کا بازو
۸۵	بسم اللہ کا الف	۶۴	خدا کے قدم
۸۸	سین کا ساکن ہونا	۶۴	استواء الہی
۹۱	لفظ اللہ کی تشریح	۶۵	ان تثنیوں سے کیا مراد ہے
۹۲	وہ ہے تو آپ نہیں	۶۷	باب چہارم

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۲۳	بسم ورحمان کا ایک ایک لفظ	۹۲	اہل حال کا حال
۱۱	اور رحیم کے دو نقطے	۹۷	تہنیت
۱۲۴	ابوبکرؓ کی صداقت یقینی تھی	۹۸	ہمزہ کے اسرار
۱۲۵	رحیم کے دونوں نقطے	۹۹	اپنی پہچان سے خدا کو پہچانا
۱۲۷	حسن و رسالت مآب کا غیب	۱۰۰	اللہ کی آل اور وہ
	طریق خاص سے اُم القرآن کے	۱۰۲	زبانِ دل کی ترجمانی ہے
۱۲۸	اسرار	۱۰۳	بسم اللہ میں الرحمن
۱۲۹	فاتحہ اُم القرآن ہے	۱۰۵	حروفِ طیب
۱۳۰	سبع مثانی اور قرآنِ عظیم	۱۰۷	کیا اسمِ رحمن اللہ کا بدل ہے
۱۳۲	میں نے الحمد للہ کی تفسیر کی	۱۱۰	رحمنِ آسمانوں اور زمین کا رب ہے
۱۳۳	الحمد اور لام	۱۱۱	سوال و جواب
	اُسکی رحمت اُس کے غضب پر	۱۱۲	رحمن اسم ہے ذات کے لیے
۱۳۴	سبقت سے گئی۔	۱۱۴	اللہ اور رحمانے
۱۳۶	لام کا مقام	۱۱۶	بسم اللہ میں رحیم کیوں
	رب العالمین اور الرحمن الرحیم	۱۱۷	اسماء کی معرفت
۱۳۷	کی تشریح	۱۱۸	چار لفظ چار معنی
۱۳۸	کلمہ روح کلی	۱۱۸	بسم اللہ کا ہم
۱۳۹	روح سے خدا کا انتخاب	۱۱۹	نہرِ رسال نہرِ مہینے
۱۴۰	نفس کی پیدائش	۱۲۰	اللہ اور رحمان کے الف
۱۴۲	الرحمن الرحیم	۱۲۰	بسم اللہ کی باء

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۴۶	عالم اصغر و اکبر کی معرفت	۱۴۳	ماہات یوم الدین
۱۴۸	عالم استحالہ	۱۴۶	ایک لعل و ایک نستین
۱۴۸	زمین کے طبقات	۱۴۸	اہل الصراط المستقیم
۱۴۹	عالم تعمیر	۱۵۰	فصول تائیس اور فوائد تائیس
	عالم نسب	۱۵۱	تفصیل اس جمال کی
۱۸۱	باب نہفتم	۱۵۵	رد و جواب سے سوال جواب
۱۸۱	اجسام انسانیہ کی پیدائش کی خدمت	۱۵۶	اختلاف ارواح
"	اور یہ دوسری جنس عالم کبیر سے	۱۵۷	مزید آیات کی تفسیر
"	موجود ہے اور آخری صنف مولدات	۱۵۹	مدعیوں کا دعویٰ
"	سے ہے۔	۱۶۰	ایمان کی قسمیں
۱۸۲	دنیا کے ماہ و سال	۱۶۳	حبیب باب
۱۸۳	کس کو کیسے پیدا فرمایا	۱۶۴	حقیقت شہدیاہ اور مخلوق کی پیدائش
۱۸۴	فرشتوں کے مرتبے	۱۶۶	ترجمہ اشعار کا
۱۸۵	انسان کا اعزاز	۱۶۷	معلوم اول
۱۸۶	آسمانی برجوں کا تعارف	۱۶۸	دوسرا معلوم
۱۸۷	یہ غلیظ	۱۷۰	تیسرا معلوم
۱۸۸	دورہ افلاک	۱۷۰	چوتھا معلوم انسان ہے
۱۸۹	دار دنیا کی تخلیق	۱۷۱	خدا تھا اور کچھ نہ تھا
۱۸۹	دار آخرت کی تخلیق	۱۷۳	اُس کا علم قدیم ہے
۱۹۰	جنت کی چھت	۱۷۴	مکاشفین کی نظریں عالم زندہ ہے

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۱۰	اور بھی زمینیں ہیں	۱۹۰	ہر چیز خدا کی تسبیح کرتی ہے
۲۱۱	وہاں بھی زندگی ہے	۱۹۱	خدا نے چراغاں کیا
۲۱۱	وہاں داخلہ کیسے ہوتا ہے	۱۹۱	آسمانوں اور زمینوں کی اطاعت کا
۲۱۳	دوسرے کا وجود اپنانا		فرق
۲۱۴	کستوری کا خطہ	۱۹۲	کس کو کس سے پیدا کیا
۲۱۴	سونے کی زمین	۱۹۲	جب ملک بن گیا بادشاہ بنا دیا
۲۱۵	چاندی کے خطہ	۱۹۳	اولاد آدم میں شقی بھی اور سعید بھی
۲۱۶	کا فوری خطہ	۱۹۴	آدم کے بے پیدا فرمایا
۲۱۶	اُس زمین کے عجائب و غرائب	۱۹۵	قوتوں کی تخلیق
۲۱۷	وہاں کے دریا	۱۹۶	ہر اسم الہی سے انسان کا حصہ ہے
۲۱۸	مزید عجائبات	۱۹۶	اجسام انسانی کی ترتیب
۲۱۹	وہاں زلزلے کیوں آتے ہیں	۱۹۸	مرد و عورت کی محبت کی وجہ
۲۲۰	وہاں کعبہ بھی ہے	۱۹۹	ترکیب جسم انسانی
۲۲۱	مٹی کا سمندر پتھروں کی کشتی	۲۰۲	عقل کیسے پیدا ہوئی
۲۲۲	وہاں کے شہر	۲۰۲	انسان خیمہ اطلاق کا ستون ہے
۲۲۳	وہاں کے بادشاہ	۲۰۳	انسان مقصود خداوندی ہے
۲۲۴	ایک اور بادشاہ	۲۰۵	اہل اللہ عجز سے معرفت حاصل کرتے ہیں
۲۲۵	غیرت مند بادشاہ	۲۰۸	باب ہشتم -
"	وہاں اٹھارہ بادشاہ ہیں	۲۰۹	مخصوص زمین
"	کھانا بادشاہ کھلاتے ہیں	۲۰۹	ایک روایت

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۴۳	انسان سب سے طاقتور ہے	۲۲۶	ہر کام پر ایک شخص ہوتا
۲۴۵	انسان میں عقل کیونے یاد ہے	۲۲۷	خدا قادر ہے
۲۴۵	نبات کی عقل کیونے کم ہے	۲۲۸	ایک دقیق مثال
۲۴۵	جنوں سے پہلا شیطان	۲۲۹	باب ہفتم
۲۴۶	کیا شیطان مسلمان ہو سکتا ہے	۲۳۰	وجود ارواح مارجیہ ناربیہ کی معرفت
۲۴۷	کیا شیطان پہلا جن ہے		کا بیان
۲۴۷	کیا جنوں کو آگ کا عذاب ہوگا	۲۳۰	شعلہ مارنے والی آگ
۲۴۸	جہنم ٹھنڈا بھی ہے اور گرم بھی	۲۳۱	انسان کی تخلیق مختلف ہے
۲۴۹	باب دہم	۲۳۲	اربعہ عناصر کی تشریح
۲۵۰	حضور رسالت مآب کی سرداری	۲۳۳	نبات کیونے متکبر نہیں
۲۵۱	تمام انبیاء آپ کے نائب ہیں	۲۳۴	انسان کیونے متواضع ہے
۲۵۲	حضور رسالت مآب انبیا کے	۲۳۵	نبات کا انکسار کیونے ہے
	بادشاہ	۲۳۵	جنوں کی اولاد کیسے پیدا ہوتی ہے
۲۵۳	شرعیہ مصطفیٰ ناسخ ہے	۲۳۶	جن انسان سے کتنا عرصہ پہلے پیدا ہوا
۲۵۴	آپ کی شرعیہ کا حکم نافذ ہوگا	۲۳۷	نبات کیسے پیدا ہوتے ہیں
	ہم فضیلت نہیں دیتے خدا دیتا	۲۳۸	جنوں کا ملاپ
۲۵۴	ہے	۲۳۹	روحانیوں کو قید کرنے کا طریقہ
۲۵۵	طریق اور ہے پیروی اور ہے	۲۴۱	جنوں اور فرشتوں کا فرق
۲۵۷	یہ دعائیں بھی ایسے ہی ہیں	"	جنوں کی پہلی تخلیق کیسے ہوئی
۲۵۹	اجسام انسانی میں پہلا باب	۲۴۲	جن سے شیطان

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	ہمارے بلند بالوں اور سفلی ماؤں	۲۵۹	حضرت آدم اور مریم باپ ہیں
۲۵۳	کی معرفت علوی باپ سفلی مائیں	۲۶۰	عالم میں خلد نہیں
۲۵۴	چار عورتوں سے نکاح کیوں	۲۶۱	انسان نسخہ عالم ہے
۲۵۵	اصل کیا ہے	۲۶۲	کن کا درمیانی رابطہ
۲۵۵	ارکان کی منافرت	۲۶۳	اگر تجھے پیدا نہ کرتا
۲۵۶	نفرت کیسے دور کی	۲۶۳	اجناس عالم کیا ہیں
۲۵۷	باپ بالوں میں ماں ماؤں میں	۲۶۴	اول تو آخر بھی تو
۲۵۷	یہ ایک امر عظیم ہے	۲۶۴	اولین و آخرین کے عالم
۲۵۸	تکلم اعلیٰ پہلے پیدا ہوتی ہے	۲۶۵	تلوار اور رحمت
۲۵۹	سنگریزوں کا شیعہ پڑھا	۲۶۵	آپ کے سامنے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے
۲۵۹	دو صفات ہیں	۲۶۶	سائے کیوں گھٹتے بڑھتے ہیں
۲۶۰	صورتوں کی قسمیں	۲۶۶	بادشاہ اللہ کا سایہ ہوتا ہے
۲۶۰	مہندس کا بنجار کو سمجھنا	۲۶۷	اہل فترت کا حال
۲۶۱	کس وجہ سے باپ ہے	۲۶۸	یہ طبقہ مومنوں کا ہے
۲۶۲	پہلی ماں جبرواں ہے	۲۶۹	یہ لوگ بھی ایمانی والے ہیں
۲۶۲	نزول توالد	۲۶۹	پہلی کتابوں میں آپ کا ذکر پڑھنے آئے
۲۶۳	مرکز کون	۲۷۰	دوسرے اجروالے
۲۶۳	دنوں کی پیدائش	۲۷۰	بد بخت اہل فترت
۲۶۴	دنوں کی مدت	۲۷۰	یہ بھی بد بخت ہیں
۲۶۵	دن اور رات کا نام یوم ہے	۲۷۲	گیا رہواں باب

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۰۲	آپ نبی بھی ہو چکے تھے	۲۸۶	دن اور رات کی سناکت
۳۰۲	شرقیوں کی منسوخی	۲۸۷	دونوں ماں بھی ہیں اور باپ بھی
۳۰۲	آپ باطن سے ظاہر کی طرف	۲۸۷	چاند اور سورج کی گردش
۳۰۲	لوٹ آئے	۲۸۹	رازوں بھری آیت
۳۰۴	انبیاء سے اور مہینوں سے چار چار	۲۹۱	جنتی مردوں کی خصوصیت
۳۰۴	حرم	۲۹۲	نورانی شعاعوں کی اولاد
۳۰۵	آپ کا ظہور میزان اور عدل میں	۲۹۲	میرا اور اپنے والدین کا شکر کرو
۳۰۵	امرت مصطفیٰ کے علوم	۲۹۴	ترجمانی موبائے گی
۳۰۶	اسم رحیم شفاعت کرے گا	۲۹۵	سلام کا جواب آتا ہے
۳۰۷	اگر علم ایمان کے ساتھ ہو	۲۹۵	جہن کو سلام نہ پہنچے
۳۰۸	وسیع تر فلک حضور کا ہے	۲۹۶	جب خدا واجب کر کے سلام کہتے
۳۰۸	پہلے آسمان میں آپ کی خصوصیت	۲۹۶	لفظ صلوة سلام نہیں
۳۰۸	دوسرے آسمان میں خصوصیت	۲۹۷	دوباب و دریاہیں
۳۱۰	تیسرے آسمان میں آپ کی خصوصیت	۲۹۷	کون کس کے ماں باپ ہیں
۳۱۱	چوتھے آسمان میں آپ کی خصوصیت	۲۹۸	ان ارکان کی اولاد
۳۱۱	پانچویں آسمان میں آپ کی خصوصیت	۲۹۸	ماں باپ کیسے
۳۱۳	اللہ خوبصورتی کو پسند کرتا ہے	۲۹۹	فاعل اور منفعل کی حیثیت
۳۱۴	مہر میں قرآن سکھانا	۲۹۹	حضور رسالت مآب سے زیادہ جانتے ہیں
۳۱۴	حضور کے خصوصی اعزازات	۳۰۱	بارہواں باب
۳۱۶	زمان اور میزان	۳۰۲	آپ موجود تھے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۶۰	جمادات ارواح ہیں	۳۱۶	ماننے کا دوسرا دورہ میزان
۳۶۱	پتھروں کی آواز	۳۱۸	نام برہوں کو ظاہر کرنے والا میزان ہے
۳۶۲	حیوانوں کا ادراک		رہ برہوں کے نام فرشتوں کے نام
۳۶۳	علوم مصطفیٰ	۳۱۸	برہیں
۳۶۵	الفتوحات المکیہ عربیہ	۳۱۸	ما جب خلق عظیم
۳۸۷		۳۱۹	اقسام اخلاق

چشتی کتب خانہ

کی تمام مطبوعات ملنے کا پتہ

علیٰ برادران

ارشدمارکیٹ جھنگبازار فیصل آباد

قرآن پاک (سادہ متنجم)

تفسیر حدیث فقہ

تصوف

اعتقادیات

سیرت رسول

اور ہر قسم کی تاریخی کتب کا مرکز

ہماری دیگر مطبوعات

الغیب

ابرار خطابت

نشجۃ الکون

فتوحاتِ مکیہ

سرورِ عالم

دلیلُ العارفين

شانِ غوثِ اعظم

معجزاتِ رسول

خلفائے اشدین

معالی الہم

گلستانِ خطابت

فیضانِ خطابت

معراجِ النبی

میلادُ النبی

سوانحِ حیاتِ سلطانِ بابو

پہنچے دی بونی

عسلی برادران تاجران کتب بھنگ بازار فیصل آباد

قطبِ لائت شہنشاہِ مملکتِ تصوف

سیدنا شیخ اکبر محمدی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ
کے بے مثال

تصنیف لطیف

شجرۃ الکون

مختصر جملہ ہر پے روپے

الوالہا ق مونی محمد صدیق بیگ قادری صاحب

علی ہرادران تاجران کتب

نزد جامعہ رضویہ جنگ بازار فیض آباد

نائب غریب نواز مرشد فرید قطب الاقطاب قطب الواصلین
 سیدنا و مرشدنا خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی
 رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف

دلیل العارفین

ہدیہ بہار

اردو ترجمہ جناب پروفیسر اختر جمہ صاحب

معالم الہامیہ

یعنی ہمتوں کی بلندیاں

تصنیف لطیف

رہبر شریعت و طریقت۔ رموز حقیقت و معرفت عارف بالہ
 جناب حضرت برنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

ہدیہ



کتاب الفیاض فی شرح القلی فی الطب
 من مؤلفات الفیاض فی الطب
 من مؤلفات الفیاض فی الطب

وکیل القاری

مجلد ۱

مجلد ۱

مکاتب





www.maktabah.org

Futuhāt -ul- Makkiyyat

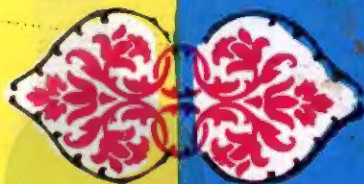
By

MUHYI UDDIN IBN-UL-ARABI

(1165-1240)

Translated By

ALLAMA SAIM CHISHTEE



ALI BROTHERS

Book Sailors Jhang Bazar, Faisalabad

Maktabah Mujaddidiyah
www.maktabah.org

This book has been digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org).

Maktabah Mujaddidiyah does not hold the copyrights of this book. All the copyrights are held by the copyright holders, as mentioned in the book.

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah, 2012

Files hosted at Internet Archive [www.archive.org]

We accept donations solely for the purpose of digitizing valuable and rare Islamic books and making them easily accessible through the Internet. If you like this cause and can afford to donate a little money, you can do so through Paypal. Send the money to ghaffari@maktabah.org, or go to the website and click the Donate link at the top.